بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصۃ تفسیر القرآن

جلد ۵

حقوقِ نسواں

استاذ التفسیر مفتی حمید الرحمن عباسی مدظلہ

مدرسہ قاسم العلوم

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مکتبۃ الحسن

33 - حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّرَحۡمَۃً
(القرآن الحکیم)

خُلاصہ تفسیرُ القرآن

حقوقِ نسواں

جلد خامس ۵

تالیف

استاذ تفسیر مولانا حمید الرّحمان عباسی
انجمن خدام الدّین شیرانوالہ دروازہ، لاہور

پبلشرز، بک سیلرز
مکتبۃ الحسن
33 - حق سٹریٹ
اُردو بازار لاہور

297.16
675 ح
92158

جملہ حقوق محفوظ

جلد ۵

اشاعت ———— اوّل
نام کتاب ———— خلاصہ تفسیر القرآن
مؤلف ———— حمید الرحمان عباسی
تعداد ———— گیارہ سو
طباعت ———— اصغر پریس، لاہور

مکتبۃ الحسن
پبلشرز، بک سیلرز
33 - حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور
042-7241355,042-7018002,0300-4339699

فہرست

۱ -	تعارف خلاصہ تفسیر القرآن ۔	۱۴
۲ -	خصوصیات جلد خامس خلاصہ تفسیر القرآن ۔	۱۶
۳ -	اصطلاحات متعلقہ احادیث مندرجہ خلاصہ تفسیر القرآن ۔	۱۷
۴ -	تمہید	۱۹
۵ -	نسلِ انسانی کی ابتدا اور تخلیق نسواں کا مقصد افرادی قوت پیدا کرنا مرد کا سکون زینت اور ذریعہ محبت ہے ۔	۲۱
۶ -	حکم نکاح اور چار بیویوں تک کی اجازت ۔	۳۴
۷ -	مشرک مرد اور عورت سے نکاح حرام ہے ۔	۳۵
۸ -	زانی مرد سے اور عورت سے نکاح پسندیدہ نہیں ہے ۔	۳۸
۹ -	معیار نکاح میں ایمان کے ساتھ دین دار ہونا ضروری ہے ۔	۳۹
۱۰ -	نیک عورت دنیا کا بہترین سامان ہے ۔	۴۰
۱۱ -	نیک مرد یا عورت مل جائے تو نکاح میں تاخیر نہیں کرنا چاہیئے ۔	۴۱
۱۲ -	حُرّہ کے ساتھ نکاح کو زیادہ ترجیح ہے ۔	۴۲
۱۳ -	زناکاری کا عبرت ناک واقعہ	۴۳
۱۴ -	نیک عورت کا مقام تقویٰ کے بعد ہے ۔	۴۶
۱۵ -	نیک عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے آدھا دین مکمل ہوتا ہے ۔	۴۸
۱۶ -	زانی کا ایمان سلب ہو جاتا ہے ۔	"

۱۷-	شرک کے بعد دوسرے نمبر پر بڑا گناہ زنا ہے۔	۴۹
۱۸-	نکاح کے معاملہ میں آسانی پیدا کرنا چاہیئے۔	۵۰
۱۹-	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ۔	۵۱
۲۰-	نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	۵۴
۲۱-	نکاح حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	۵۶
۲۲-	نکاح ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	۵۸
۲۳-	نکاح ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	۶۲
۲۴-	نکاح زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	۶۴
۲۵-	نکاح صفیہ بنت حُیَیّ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	۶۷
۲۶-	نکاح جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	۷۰
۲۷-	نکاح میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	۷۲
۲۸-	نکاح سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	"
۲۹-	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی۔	۷۹
۳۰-	بیوہ کا نکاح کرانے والے کی فضیلت۔	۸۹
۳۱-	نکاح حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	۹۱
۳۲-	نکاح رقیہؓ و اُمّ کلثومؓ بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	"
۳۳-	نکاح فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	"
۳۴-	مہر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	۹۳
۳۵-	ولیمہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	۹۴
۳۶-	جہیز فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۹۵
۳۷-	نکاح سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	۹۹
۳۸	نکاح جلیبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	۱۰۶

۳۹۔	مسئلہ تعدد ازدواج۔	۱۱۳
۴۰۔	حکمت تحدید ازدواج۔	۱۱۴
۴۱۔	تحقیق صلاحیت قبل النکاح۔	۱۱۶
۴۲۔	ولایت نکاح اور عورت سے حصولِ اجازت۔	۱۱۷
۴۳	نکاح کے بارے میں عورت سے مشورہ کرنا چاہیئے۔	۱۱۹
۴۴	بوقت نکاح عاقلہ بالغہ عورت کو اپنے وارثوں سے مشورہ کرنا چاہیئے۔	۱۲۲
۴۵	بوقت نکاح دو گواہ ضروری ہیں۔	۱۲۳
۴۶	بلوغت کے بعد فوراً نکاح ہونا چاہیئے۔	۱۲۴
۴۷	تفصیل محرمات۔	۱۲۶
۴۸	والدہ کا منصب عالی۔	۱۳۴
۴۹	اطاعت والدین کی دنیاوی برکات۔	۱۴۳
۵۰	اطاعت والدین کی اُخروی برکات۔	۱۴۷
۵۱	والدین کی نافرمانی کی دُنیاوی نحوست۔	۱۵۳
۵۲	والدین کی نافرمانی کی اُخروی سزا۔	۱۵۹
۵۳	بڑے بھائی کا احترام بھی والد کے برابر ہے۔	۱۶۴
۵۴	شروطِ نکاح۔ شرط اوّل۔	۱۶۸
۵۵	متعہ اور نکاح موقت حرام ہے۔	۱۷۸
۵۶	عورت کے بقیہ اخراجات بھی خاوند کے سپرد ہیں۔	۱۸۳
۵۷	نکاح میں بعض منفی چیزوں کا بیان اور پہلی چیز۔	۱۸۹
۵۸	دوسری منفی چیز کا بیان۔	۱۹۰
۵۹	تیسری منفی چیز کا بیان۔	۱۹۱

۶۰ - تشہیر نکاح ۱۹۳

۶۱ - حرام گانوں کی تفصیل۔ ۲۰۳

۶۲ - لونڈیوں سے نکاح کی اجازت اور اس کا طریقہ۔ ۲۰۶

۶۳ - عورتوں سے مجامعت اور ہم بستر ہونے کا طریقہ۔ ۲۱۱

۶۴ - عورتوں کا پاخانہ والا راستہ استعمال کرنے والا ملعون ہے۔ ۲۲۰

۶۵ - اپنی بیوی کا بھید ظاہر کرنا گناہ ہے۔ ۲۲۱

۶۶ - ضبط تولید عورت کی اجازت کے سوا جائز نہیں ہے۔ ۲۲۲

۶۷ - حمل اور رضاعت میں جماع سے بچنا چاہیئے۔ ۲۲۳

۶۸ - دعوتِ ولیمہ۔ ۲۲۴

۶۹ - ولیمہ کے سلسلہ میں رسول اللہ کا اپنا عملی نمونہ۔ ۲۲۷

دعوتِ ولیمہ قبول کرنا واجب ہے۔ ۲۳۹

۷۰ - بغیر دعوت کسی کے کھانے میں شریک نہیں ہونا چاہیئے۔ ۲۳۰

۷۱ - دعوتِ ولیمہ کا وقت۔ ۲۳۴

۷۲ - مطلقہ عورت مندرجہ ذیل شرائط کے تحت اپنی مرضی کی شادی کر سکتی ہے۔ ۲۳۵

۷۳ - ہر مجرّد با صلاحیت مرد اور عورت کا نکاح کرانا چاہیئے۔ ۲۳۸

۷۴ - ایک سے زائد بیویاں ہوں تو مساوات کا طریقہ۔ ۲۴۲

۷۵ - عورتوں کے عقائد۔ اعمال اور اخلاقی اصلاح بھی مردوں پر لازم ہے۔ ۲۵۲

۷۶ - خاوند اپنی بیوی کو مارنے میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ ۲۶۴

۷۷ - خاوند کو اپنی بیوی کے ساتھ کبھی ظرافت اور خوش طبعی بھی کرنا چاہیئے۔ ۲۷۱

۷۸۔ عورتوں کا نفقہ اور ازدواجی تعلقات عبادت ہے ۔ ۲۸۰
۷۹۔ عورت پر خاوند کی اطاعت کرنا لازم ہے ۔ ۲۸۲
۸۰۔ خاوند کی اطاعت نفلی عبادت سے مقدم ہے ۔ ۲۸۶
۸۱۔ خاوند کا مرتبہ اور اس کا گھریلو کام وغیرہ۔ ۲۹۸
۸۲۔ خاوند کی فرمانبرداری کی فضیلت ۔ ۳۰۱
۸۳۔ خاوند کی نافرمانی کی سزا ۔ ۳۰۴
۸۴۔ عورت کو اپنے خاوند کے ساتھ ظرافت بھی کرنا چاہیئے ۔ ۳۰۶
۸۵۔ میاں بیوی کا اختلاف رفع کرنے کے لیے مصالحتی کمیٹی ہونا چاہیئے ۔ ۳۱۱
۸۶۔ طلاق سے بچنے کے لیے عورت اپنے بعض حقوق چھوڑ سکتی ہے ۔ ۳۱۴
ضوابط طلاق ضابطہ اول دوم سوم ۔ ۳۱۹
۸۷۔ ضابطہ چہارم دو طلاق کا حکم ۔ ۳۲۱
۸۸۔ خاوند اگر تیسری طلاق بھی دے دے تو پھر سوائے حلالہ کے مصالحت جائز نہیں ۔ ۳۲۰
۸۹۔ حلالہ کے لیے طلاق کی شرط لگانا مکروہ ہے ۔ ۳۳۱
۹۰۔ بے قصور عورت کو اگر خاوند طلاق دے دے تو مہر وغیرہ واپس نہیں لے سکتا ۔ ۳۳۳
۹۱۔ عورت اگر خاوند کے عقد میں نہ رہنا چاہے تو اس کا دیا ہوا مہر واپس کر دے ۔ ۳۳۶
۹۲۔ اگر بیوی بدزبان ، بدچلن ہو تو بھی خاوند اس سے مہر واپس لے سکتا ہے ۔ ۳۳۷
۹۳۔ مہر واپس کرنے کی یا پورا دینے کی حکمت کیا ہے ۔ ۳۳۹
۹۴۔ کنایہ الفاظ سے طلاق بائن پڑتی ہے ۔ ۳۴۲

۹۵- خاوند اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار سونپ سکتا ہے۔ ۳۴۲

۹۶- نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۳۴۴

۹۷- نکاح طلاق اور رجوع بلا ارادہ بھی واقع ہو جاتے ہیں۔ ۳۴۶

۹۸- جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۳۴۷

۹۹- مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ؍؍

۱۰۰- بچے اور سوئے ہوئے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ۳۴۸

۱۰۱- خاوند عورت کے پاس نہ جانے کی قسم اُٹھائے تو اس کا حکم۔ ۳۴۹

۱۰۲- ایلا میں چار ماہ کی حکمت کا بیان۔ ۳۵۱

۱۰۳- قانون الٰہی کو غلط استعمال نہ کیا جائے۔ ۳۵۴

۱۰۴- خاوند اگر قبل از ہمبستری یا قبل از تقرر مہر اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کے احکام۔ ۳۵۶

۱۰۵- مہر اور ہدیہ میں فرق اور اس کی حکمت۔ ۳۵۸

۱۰۶- بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دینے کا بیان۔ ۳۶۰

۱۰۷- بیوی کو اپنی محارم سے تشبیہہ دینے کا بیان۔ ۳۶۵

۱۰۸- عدّت کے احکام کا بیان۔ ۳۷۳

۱۰۹- بوڑھی اور نابالغہ عورت کی عدت تین ماہ اور حاملہ کی وضع حمل ہے ۳۷۹

۱۱۰- بیوہ کی عدت اور اس کے احکام کا بیان۔ ۳۸۷

۱۱۱- عدت وفات کی حکمت۔ ۴۰۰

۱۱۲- ازدواجی تعلقات استوار کرنے سے قبل ہی اگر خاوند بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی عدت نہیں۔ ۴۰۲

۱۱۳- بچوں کو دودھ پلانے کی ذمہ داری ماں پر ہے بشرطیکہ معذور نہ ہو۔ ۴۰۴

۱۱۴۔ مریض کو خون وغیرہ دینے کا مسئلہ۔ ۴۰۷
۱۱۵۔ مساوات زوجین سے عورت معاشی مشکلات میں مبتلا ہو جائیگی۔ ۴۱۰
۱۱۶۔ اسلام کے عادلانہ نظام کی برکات۔ ۴۱۵
۱۱۷۔ چھٹا مسئلہ یتیموں کی تربیت کا نرالا دستور۔ 〃
۱۱۸۔ دودھ چھڑانے کے بعد بلوغت تک بچوں کی تادیب و تربیت بھی ماں کے سپرد ہے۔ ۴۱۸
۱۱۹۔ بلوغت کے بعد بچے کو اختیار ہے کہ ماں کے پاس رہے ۴۲۲
۱۲۰۔ یا باپ کے پاس۔
والدہ میں اولاد کو صحیح تربیت دینے کی صلاحیت اگر نہ ہو ۴۲۶
۱۲۱۔ تو بلوغت سے پہلے بھی باپ انہیں والدہ سے جدا کر سکتا ہے۔
۱۲۲۔ تربیت اولاد کے فضائل۔ ۴۳۱
۱۲۳۔ بچیوں کی تربیت کی خصوصی برکات۔ ۴۳۳
۱۲۴۔ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی تفصیل۔ ۴۴۳
۱۲۵۔ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھانے کی اخروی سزا۔ ۴۵۱
۱۲۶۔ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھانے کی دنیاوی سزا۔ ۴۵۷
۱۲۷۔ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کے فضائل اور برکات۔ ۴۵۹
۱۲۸۔ عورتیں اور یتیم اپنے زیادہ قریبی رشتہ داروں کی وراثت میں شریک ہیں۔ ۴۶۴
۱۲۹۔ حقوق مقدمہ علی المیراث ۴۸۵
۱۳۰۔ اولاد کا حصّہ ۴۸۶
۱۳۱۔ لڑکیوں کو حصّہ دینے کی اہمیت ۴۸۷

۱۳۲۔ والدین کا حصّہ	۴۹۰
۱۳۳۔ شوہر اور بیوی کا حصّہ	۴۹۳
۱۳۴۔ کلالہ کی میراث	۴۹۴
۱۳۵۔ بہن بھائی کا حصّہ۔	۴۹۶
۱۳۶ وصیت کے مسائل۔	//
۱۳۷۔ غیر مضار کی تفسیر۔	۴۹۹
۱۳۸۔ مقررہ حصّوں کے مطابق تقسیم کرنے کی تاکید۔	۵۰۰
۱۳۹۔ تکملہ احکام میراث مسلمان کافر کا وارث نہیں بن سکتا۔	۵۰۱
۱۴۰۔ قاتل کی میراث۔	۵۰۲
۱۴۱۔ پیٹ میں جو بچہ ہے اس کی میراث۔	۵۰۳
۱۴۲۔ معتدّہ کی میراث۔	//
۱۴۳۔ عصبات کی میراث۔	۵۰۴
۱۴۴۔ انسداد زناکاری اور فحاشی۔	۵۰۹
زنا سے بچنے والوں کی دنیاوی اور اخروی کامیابی کا بیان۔	۵۱۲
۱۴۶۔ زنا کی مذمت کا بیان۔	۵۱۴
۱۴۷۔ زنا کی دنیاوی تباہ کاری۔	۵۱۹
۱۴۸ زنا کے ذریعہ انسانی شیرازہ بکھیرنے والوں کی دنیاوی سزا اور اس کے ثبوت کا طریقہ۔	۵۲۳
۱۴۹ زانی اور زانیہ کنوارے ہوں تو ان کی سزا سو دُرّے ہے اور شادی شدہ کی سزا رجم ہے۔	۵۲۷
۱۵۰۔ زانی مرد یا عورت چار مرتبہ زنا کا ازسرِ خود اعتراف کریں تو بھی ان پر شرعی حد نافذ ہوگی۔	۵۳۷

۱۵۱۔ معترف زنا حد قائم ہونے سے پہلے یا درمیان میں اگر منحرف ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔ ۵۴۸
۱۵۲۔ زانی اور زانیہ اگر جماع کریں تب ان پر حد لازم ہو گی۔ ۵۵۱
۱۵۳۔ غلط فہمی میں دُرّوں کی حد لگ جانے سے رجم ساقط نہیں ہوتا۔ ۵۵۵
۱۵۴۔ زنا بالجبر سے حد لازم نہیں ہوتی۔ ۵۵۷
۱۵۵۔ لوطی کی سزا کا بیان۔ ۵۵۹
۱۵۶۔ عوام حدود معاف کر سکتی ہے حکومت معاف نہیں کر سکتی۔ ۵۶۷
۱۵۷۔ عزت والوں کی حدود معاف نہیں ہو سکتی۔ ۵۶۹
۱۵۸۔ حکام اپنے اقربا پر بھی حدود نافذ کریں۔ ۵۷۰
۱۵۹۔ نفاذِ حدود اللہ کی برکات۔ ۵۷۱
۱۶۰۔ تہمتِ زنا کی دُنیوی سزا۔ ۵۷۲
۱۶۱۔ تہمتِ زنا کی اُخروی سزا۔ ۵۷۴
۱۶۲۔ ناموسِ حضرت سارہ کے تحفظ کا واقعہ۔ ۵۷۸
۱۶۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کے تحفظ کا واقعہ۔ ۵۸۰
۱۶۴ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پاک دامنی کے تحفظ کا واقعہ۔ ۵۸۳
۱۶۵ حضرت مریم بتول کی پاک دامنی کے تحفظ کا واقعہ۔ ۵۸۴
۱۶۶ تین پارساؤں کا واقعہ۔ ۵۸۸
۱۶۷ ایک اور پارسا کا واقعہ۔ ۵۹۰
۱۶۸ ایک طالب علم کا واقعہ۔ ۵۹۱
۱۶۹ حضرت عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی کی شہادت کا واقعہ۔ ۵۹۳
۱۷۰ مدینہ منورہ کی ایک پارسا خاتون کا واقعہ۔ ۵۹۹

۱۷۱	ایک مجنونہ کو رُسوا کرنے والے کی ذلّت کا واقعہ۔	۶۰۰
۱۷۲	قانونِ حجاب۔	۶۰۷
۱۷۳	اذن طلب کرنے والے کو چاہیئے کہ اپنا پورا نام بتائے۔	۶۱۶
۱۷۴	صاحب خانہ کا قاصد ساتھ ہو تو بھی اجازت طلب کرنا چاہیئے۔	۶۱۷
۱۷۵	اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں بلا اجازت چلا جائے تو صاحب خانہ اسے واپس کر سکتا ہے۔	۶۱۸
۱۷۶	داعی کا قاصد ساتھ ہو اور زیادہ دیر نہ گزرے تو اجازت طلب کرنی کی ضرورت نہیں ہے۔	۶۱۹
۱۷۷	دروازے پر پردہ نہ ہو تو اس کی دائیں یا بائیں طرف کھڑا ہونا چاہیئے۔	۶۲۰
۱۷۸	بیٹے کو بھی گھر میں داخل ہوتے وقت اپنی والدہ سے اجازت مانگنا چاہیئے۔	۶۲۲
۱۷۹	داماد سُسرال جائے تو اسے بھی اجازت مانگنا چاہیئے۔	۶۲۳
۱۸۰	پردہ کے بقیہ احکام۔	۶۲۴
۱۸۱	اتفاقی نظر معاف ہے۔	۶۲۶
۱۸۲	عورتوں کو نابینا مرد سے بھی پردہ کرنا چاہیئے۔	۶۳۱
۱۸۳	بہتر یہ ہے کہ میاں بیوی بھی ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں۔	۶۳۳
۱۸۴	نگاہ نیچی رکھنے کی فضیلت۔	〃
۱۸۵	قصداً غیر محرم عورت یا کسی کی شرم والی جگہ کو دیکھنا موجب لعنت ہے۔	۶۳۴
۱۸۶	غلام اور بچے تین اوقات میں اجازت مانگ کر کسی گھر میں جائیں۔	۶۳۹
۱۸۷	بچوں کو بلوغت کے بعد اجازت طلب کرنا چاہیئے۔	۶۴۱

۱۸۸ بوڑھی عورتوں کے لیے پردہ ضروری نہیں ہے۔ ۶۴۲

۱۸۹ عورت بوقتِ ضرورت غیر محرم سے بات کرسکتی ہے۔ ۶۴۳

۱۹۰ عورت بناؤ سنگار کرکے گھر سے نہ نکلے۔ ۶۴۵

۱۹۱ مذکورہ دستور کو عملی جامہ پہنانے والوں کے فضائل۔ ۶۵۵

۱۹۲ آدابِ دعوت۔ ۶۵۷

۱۹۳ پردے دار گھروں سے کوئی چیز مانگنا ہو تو پردے کے باہر سے مانگنا چاہیئے۔ ۶۶۴

۱۹۴ بقیہ اسبابِ زنا سے بھی بچنا ضروری ہے۔ ۶۶۷

تعارف

خلاصہ تفسیر القرآن

جس طرح انسانوں کا کلام دو قسم ہوتا ہے مجمل اور مفصّل۔ اور کلام مفصّل کسی قسم کی تفصیل کا محتاج نہیں ہوتا ہر ایک اس کی مراد سمجھ سکتا ہے اور کلام مجمل بہر حال تفصیل کا محتاج ہوتا ہے اور اس کی صحیح مراد صاحبِ کلام ہی بتا سکتا ہے۔

اسی طرح خداوند پاک کا کلام بھی دو قسم ہے مجمل اور مفصّل۔ عقیدہ توحید و رسالت اور قیامت کے بارے میں جتنی بھی آیات قرآنیہ ہیں وہ تقریباً سب ہی مفصّل ہیں اور اوامر اور نواہی کے متعلق جتنی آیات ہیں وہ سب مجمل ہیں اور ان میں سے بعض آیات کی تفصیل تو اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم کے اسی مقام پر یا دوسرے مقامات پر بیان فرما دی ہے اور بعض کی تفصیل جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی بیان فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔ یہ قرآن ہم نے آپ کی طرف اس لیے بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کریں۔ اور لوگوں کو آپ کے بیان پر اعتماد دلانے کیلئے فرمایا وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ یعنی آپ اپنی مرضی سے آیاتِ الٰہی کی تشریح بیان نہیں فرماتے بلکہ آپ کے فرمودات و ملفوظات سب وحی من اللہ ہوتے ہیں اور آپ کے وہ ارشادات احادیث کہلاتے ہیں اور ناچیز نے عوام الناس

کی سہولت کے لیے ان مجمل اور مفصّل آیات اور مفصّل احادیث کو ترتیب دے دی ہے اور طریقہ یہ رکھا ہے کہ پہلے ایک عنوان قائم کیا ہے اور پھر اس پر بطور شہادت اس سے متعلقہ تمام آیات مجملہ جو قرآن کریم کی کسی بھی سورۃ میں موجود ہیں انہیں پیش کیا ہے اور پھر اسی طرح آیات مفصّلہ اور احادیث مفصّلہ دی ہیں اور ان تمام آیات اور احادیث کا لفظی ترجمہ بھی دے دیا ہے اور اس سلسلہ میں کسی صحابی۔ تابعی یا مجتہد کا قول نقل نہیں کیا گیا صرف فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی اکتفا کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ناچیز ان کی تفسیر مانتا نہیں بلکہ اس کی وجہ اختصار ہے کیونکہ عوام الناس میں دینی ذوق کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے ایسا طبقہ جب ایسی تفسیر کو دیکھتا ہے کہ جس میں ایک آیت کے بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں تو اس کے دل میں نفرت اور بڑھ جاتی ہے اور پھر وہ دینی کتابوں کو ہاتھ لگانے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتا چہ جائیکہ انہیں پڑھنا ان کا مطالعہ کرنا اور پھر ان پر عمل کرنا یہ بہت دور کی بات ہے۔

اور اس مجموعہ کا نام خلاصہ تفسیر القرآن رکھا ہے۔ واللہ الموفق والمعین۔ آخر میں قارئین سے درخواست ہے کہ بارگاہ ایزدی میں ناچیز کی اس حقیر سی مساعی جمیلہ کی قبولیت کی دعا کریں۔ آمین یارب العالمین۔

احقر العباد

حمید الرحمٰن عباسی لاہور

خصوصیات

جلد خامس خلاصہ تفسیر القرآن

(۱) اس جلد خامس میں عورتوں کے حقوق اور احکامات کے متعلق جتنی آیات قرآنی یا احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تقریباً وہ سب جمع کر دی گئی ہیں۔ اس لیے اس کا نام جلد خامس متعلقہ حقوق نسواں رکھا گیا ہے۔

(۲) پہلے ایک عنوان دیا ہے پھر اس سے متعلقہ تمام آیات اور احادیث دے دی ہیں اور ساتھ ترجمہ بھی لکھ دیا ہے اور آیات اور احادیث کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے۔

(۳) بعض آیات میں اگرچہ مردوں کا یا بچوں کا ذکر بھی ہے مگر وہ ضمناً ہے۔

(۴) مختلف اقوال نقل کرنے سے اجتناب کیا ہے تاکہ اختصار رہے اور لوگ اسے دلچسپی سے پڑھیں، نیز اللہ تعالیٰ کے کلام میں یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں جو رحمت و شفقت ہے وہ کسی دوسرے کے کلام میں نہیں ہے اس لیے کلام اللہ اور کلام رسول پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

(۵) اس کتاب میں جو عنوانات دیئے گئے ہیں یہ کسی کتاب سے منقول نہیں بلکہ آیات اور احادیث کے مفہوم کو دیکھ کر قائم کیے گئے ہیں۔

(۶) اس کتاب کو اغلاط سے بچانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اگر کہیں غلطی ہو تو قارئین سے درخواست ہے کہ از راہ کرم ضرور آگاہ فرمائیں۔ کیوں کہ یہ دینی فریضہ ہے اور انسان خطا کار ہے۔

تعالی اللہ عن ذالك علوا كبيرا وتعالى اللہ الملك الحق

عرض کنندہ مؤلف
حمید الرحمان عباسی

اصطلاحات

متعلقہ احادیث مندرجہ خلاصہ تفسیر القرآن

صحابی:۔ اس کو کہتے ہیں کہ جس نے حالتِ ایمان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو اور اس حالت میں وفات پا گیا ہو۔

راوی:۔ احادیث کے شروع میں جو نام استعمال ہوئے ہیں یہ ان صحابہؓ کے نام ہیں جن سے احادیث نقل کی گئی ہیں اور ان کے آخر میں جو نام آئے ہیں وہ ان کتابوں کے نام ہیں جو آئمہ ناقلین نے تدوین کی ہیں محدثین کی اصطلاح میں ناقل کو راوی اور اس حدیث کو روایت کہتے ہیں۔

متفق علیہ:۔ یہ وہ حدیث ہے جس کی صحت پر امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اتفاق کیا ہو۔

صحیح لذاتہ:۔ وہ حدیث ہے جس کے ناقلین ثقہ قسم کے لوگ ہوں۔ اور انہوں نے پوری دیانت اور ضبطہ کے ساتھ حدیث نقل کی ہو اور اس میں سند کے لحاظ سے کوئی سقم نہ ہو۔

صحیح لغیرہ:۔ وہ حدیث ہے کہ سند میں کوئی قصور ہو مگر کثرت طرق سے وہ قصور دور کر دیا گیا ہو۔

حسن لذاتہ:۔ وہ حدیث ہے کہ اس کی صحت میں قصور ہو اور وہ دور کرنے کے لیے کوئی اور حدیث نہ ہو۔

مرفوع:۔ وہ حدیث ہے جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہو۔

موقوف:۔ وہ حدیث ہے جو صرف صحابی تک پہنچی ہو۔

غریب:۔ حدیث کا راوی اگر ایک ہو تو اسے غریب کہتے ہیں۔

مُرسَل:۔ اگر تابعی کے بعد کوئی راوی چھوڑ دیا گیا ہو تو اس حدیث کو مُرسل کہتے ہیں۔

تمہید

لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے اس خداوند پاک کا کہ جس نے اس کائنات کو اپنے کلمۂ کن سے پیدا فرمایا اور ان میں سے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور پھر اپنا تعارف کرانے کے لیے اپنے چیدہ اور برگزیدہ بندوں انبیاء علیہم السلام پر اپنی کتابیں اتاریں اور پھر انہوں نے ان کتابوں کی تعلیم و تدریس اور تبلیغ کے ذریعہ انسانوں کا خدا سے تعارف کرایا اور کروڑوں رحمتیں نازل ہوں اس ہادیٔ برحق خاتم الرسل محبوب کبریا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جن کی اَن تھک محنت، بے لوث جد و جہد اور دور رس مساعی جمیلہ سے آخری کتاب قرآن حکیم تاقیامت آنے والی نسل انسانی تک پہنچانے کا انتظام و انصرام کیا گیا اور پھر لاکھوں رحمتیں نازل ہوں آپ کے ان تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام پر کہ جنہوں نے اپنے اس آقا و مولا کے لائے ہوئے دین کو عملی جامہ پہنایا اور اس کے اس پیغام سے شرق و غرب جنوب و شمال تک کے رہنے والے انسانوں کو روشناس کرایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى اَفْضَلِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ: فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَنَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

نسل انسانی کی ابتداء

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝

(آل عمران آیت ۵۹)

بے شک عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے اسے مٹی سے بنایا پھر اسے کہا ہو جا پھر وہ ہو گیا۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ قُبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَرْضِ فَجَآءَ بَنُوْ اٰدَمَ عَلٰی قَدْرِ الْاَرْضِ مِنْهُمُ الْاَحْمَرُ وَالْاَبْیَضُ وَالْاَسْوَدُ وَبَیْنَ ذٰلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ

ترجمہ:۔ ابو موسیٰ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا جو زمین کے تمام مختلف حصوں سے لی گئی تھی پھر پیدا ہوئی اولادِ آدم اوپر موافق زمین کے بعض سرخ بعض سفید بعض کالے اور بعض درمیانے اور بعض نرم خو اور بعض سخت خو بعض رذیل اخلاق

وَالْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ۔ (رواہ احمد ترمذی وابوداؤد)

والے اور بعض پاکیزہ اخلاق والے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَخَذَ اللّٰهُ الْمِيْثَاقَ مِنْ ظَهْرِ اٰدَمَ بِنَعْمَانَ يَعْنِيْ عَرَفَةَ فَاَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهٖ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَاَهَا فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قُبُلًا قَالَ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ اَوْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اَشْرَكَ اٰبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ٥۔

(رواہ احمد)

ترجمہ:۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی پیٹھ یعنی اس کی اولاد سے عہد لیا میدان عرفات میں۔ نکالی اس کی پیٹھ سے ساری اولاد جو اس نے پیدا کرنا تھی پھر پھیلایا ان کو سامنے آدم کے چیونٹیوں کی طرح پھر ان کے ساتھ بات کی فرمایا کیا میں تمہارا رب ہوں انہوں نے کہا ہاں ہم نے گواہی دی ہے اس لیے کہ کہوگے تم قیامت کے دن کہ بے شک ہم تو اس سے بے خبر تھے یا تم کہوگے کہ بے شک شرک کیا ہمارے آباء نے اس سے پہلے اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے کیا آپ ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتے ہیں جو کیا باطل پرستوں نے۔

۹۳۱۵۸

تشریح حدیث

یہ دونوں احادیث اس پہلی آیت کریمہ کی تشریح ہیں اور پہلی حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی تفصیل بیان فرمائی ہے، اور دوسری حدیث میں آپ کی اولاد کی پیدائش کی تفصیل ہے اور یہ پیدائش عالم ارواح کی ہے جو کیڑیوں کی صورت میں ظاہر ہوئی پہلے حضرت آدم کی پشت سے پیدا ہونے والی اولاد پیدا ہوئی پھر ان کی پشت سے پیدا ہونے والی علیٰ ہٰذا القیاس اور اس کے بعد جو آیات آرہی ہیں ان میں ان اجسام کے ساتھ جسم خاکی اور عنصری لگنے کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝

(سورۃ نساء آیت ۱)

، اے لوگو اپنے رب سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلاتے اور اسی اللہ سے ڈرتے رہو جس کا واسطہ دیکر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ داری کے تعلقات بگاڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝

(سورت اعراف آیت ۱۸۹)

۱ وہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے آرام پائے پھر جب میاں نے بیوی سے ہمبستری کی تو اس کو ہلکا سا حمل رہ گیا پھر وہ اس کو لیے پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تب دونوں میاں بیوی نے اللہ سے جو اس کا مالک ہے دعا کی اگر آپ نے ہمیں نیک لڑکا دے دیا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۔

(سورۃ روم آیت ۲۱)

۱ اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری قسم سے جوڑے بنائے تاکہ تم اس سے سکون حاصل کرو اور اس نے اس کو تمہارے درمیان پیار اور محبت کا ذریعہ بنایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

(سورۃ الحجرات آیت ۱۳)

۱ اے لوگو بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قومیں بنائی ہیں تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لو بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا باخبر ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّصِهْرًا ط وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝

(سورۃ الفرقان آیت ۵۴)

۶ وہ ہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا پھر اس کے لیے رشتہ نسب اور داماد گی قائم کیا اور تیرا رب ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح

یہاں چند سورتوں کی آیات جمع کی گئی ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ ان میں سے بعض آیات مجمل ہیں اور دوسری بعض ان کی تفصیل ہیں اس لیے ان کو جمع کیا گیا ہے ترتیب یہ ہے کہ سورۃ آل عمران والی آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور سورۃ نساء والی آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی ابتدا اور آغاز نفس واحدہ سے فرمائی اور پس معلوم ہوا کہ نفس واحدہ سے مراد حضرت آدم ہیں اور پھر اسی سے اس کی بیوی پیدا فرمائی اور پھر ان دونوں سے بہت سے مردوں کو اور عورتوں کو دنیا میں پھیلا دیا اور آخر میں فرمایا کہ یہ سلسلہ زوجیت تخلیق اور تولد تمہارے درمیان الفت شفقت اور محبت پیدا کرانے کے لیے ہے اور اس کی خلاف ورزی نہ کرنا اور اس کو نہ توڑنا اللہ تعالیٰ چونکہ تمہارا خالق و مالک اور نگران ہے۔ اس لیے اس نے تمہیں آگاہ فرمایا ہے اگر اس کی خلاف ورزی کرو گے تو اس کی گرفت سے نہیں بچو گے اور اس آیت کریمہ میں یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ انداز اور سلسلہ تخلیق کس مقصد کے لیے اپنایا گیا ہے۔ اور اعراف والی آیت میں تین چیزیں بیان فرمائی ہیں ایک یہ ہے کہ اس اندازِ تخلیق کا مقصد مرد کو سکون مہیا کرنا ہے اور دوسرا یہ بتایا ہے کہ یہ تخلیق اس نفس واحدہ اور اس کی زوجہ کے باہم جماع سے ہوئی ہے اور تیسرا یہ بتایا ہے کہ وہ دونوں از سر خود خالق و مالک نہیں تھے بلکہ وہ عقیدہ توحید کے قائل تھے اور انہوں نے اپنے لیے سب سے پہلا ولد صالح اللہ تعالیٰ سے مانگ کر

لیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ سے ایسے ولد صالح کی اعطائی پر اس کا شکر گزار رہنے کا عہد کیا تھا۔ اور سورۃ روم والی آیت میں سورۃ نساء اور اعراف والی آیات کی تائید مزید ہے اور سورۃ حجرات والی آیت کریمہ میں بھی تین چیزیں بتائی ہیں۔

پہلی چیز یہ بتائی ہے کہ وہ نفس وحدہ جس کا ذکر سورۃ نساء اور سورۃ اعراف میں آچکا ہے اس سے مراد "مذکر" ہے اور اس کا وہ جوڑا مؤنث ہے اور دوسری چیز یہ بتائی ہے کہ اس مذکر اور مؤنث سے دنیا میں جو بڑے بڑے قبیلے اور خاندان بنائے ہیں یہ محض آپس میں تعارف اور نظم نسق کے طور پر بنائے ہیں اس کا مقصد کسی ایک قبیلے کی دوسرے قبیلے پر فوقیت فضیلت اور برتری نہیں ہے اور تیسرا یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فضیلت اور برتری صرف اور صرف تقویٰ کی بنا پر ہی نصیب ہو سکی ہے۔

اور سورۃ فرقان والی آیت میں تین چیزیں بتائی ہیں ایک یہ کہ نسل انسانی کی یہ تخلیق پانی یعنی اس مذکر اور مؤنث کے باہم ملنے سے جو مادہ منویہ نکل کر رحم مادہ میں جمع ہوتا ہے سے ہوئی ہے اور دوسری چیز یہ بتائی ہے کہ یہ قبائلی اور خاندانی سلسلہ نسب اور دامادگی کی بنا پر ہوا ہے اور تیسری چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ اپنے خالق کی قدرت دیکھو کہ ایک پانی کے قطرے سے اس نے کتنی اور کیسی خوبصورت نسل بنائی ہے۔

مقام غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کے لیے مذکورۃ الصدر سلسلہ اپنایا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اگر چاہتے تو اس کے خلاف بھی تو کر سکتے تھے۔ مثلاً جس طرح آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا ہے سارے انسانوں کو یوں ہی پیدا کر دیتے یا جس طرح آدم علیہ السلام سے اس کی بیوی کو پیدا کیا ہے اسی طرح باقی انسانوں کو بھی مرد (باپ) سے ہی پیدا کرتے جاتے یا صرف عورت سے پیدا کرتے جاتے آخر کار ایسا کیوں نہ کیا۔ تو اس کا جواب بھی ان مذکورہ بالا آیات میں ان پانچ

الفاظ سے دیدیا گیا ہے۔

ارحام[1] - مودت[2] - رحمت[3] - سکون[4] - تعارف[5]

ان میں سے پہلے تین الفاظ مترادف ہیں مقصد سب کا ایک ہی ہے یعنی انسانوں کے درمیان اخوت اور محبت پیدا کرنا اور یہ کام اسی انداز تخلیق سے ہی ہو سکتا ہے صرف مٹی سے پیدا کرنے سے یہ جذبہ انسان میں پیدا نہیں ہو سکتا جیسا کہ ظاہر ہے کہ انسان کو مٹی سے کیا محبت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ صرف باپ سے یا صرف ماں سے پیدا کر دیتے تو بچے سے محبت تو ہوتی لیکن یہ محبت تامہ نہ ہوتی اور نومولود بچے کو ایسی محبت کی ضرورت ہے یعنی ایک وہ محبت جو ماں کے دل میں موجزن ہے اور ایک وہ محبت جو باپ کے دل میں کار فرما ہے ان دونوں محبتوں سے بچہ پروان چڑھتا ہے اور بام عروج تک پہنچتا ہے۔

ع
محبت معنوں الفاظ میں پائی نہیں جاتی
یہ وہ رازِ حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

اسی لیے وہ بچے جو شروع روز سے ہی ان دونوں شفقتوں سے یا ایک سے جب محروم ہو جاتے ہیں تو وہ بچارے گلی اور کوچوں میں دھکے کھاتے پھرتے ہیں ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا اور معاشرے کا اوباش طبقہ ان سے جو ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے وہ ظاہر ہے عیاں را چہ بیان پس معلوم ہوا کہ کوئی بھی بچہ صرف مٹی سے یا سوائے ماں باپ کے جنم لینے سے پھل پھول نہیں سکتا اور نہ ہی وہ کبھی ترقی کا منہ دیکھ سکتا ہے۔

ع
افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ
اقبال

اور ان آیتوں میں چوتھا لفظ لیسکن آیا ہے اور ایک لِتسکنو آیا ہے یہ دونوں سکون سے بنے ہیں اور سکون کے معنی آرام اور راحت کے آتے ہیں اس کا

مقصد یہ ہے کہ مرد اور عورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مادہ رکھا ہے یہ مادہ اور لاوہ ان کی ابتدائے آفرینش سے لے کر تا حدِ بلوغ تک تربیت پاتا اور پکتا رہتا ہے اور بلوغت کے بعد جب وہ بالکل تیار ہو جاتا ہے۔ تو اس کے بعد وہ اس مرد یا عورت میں تا دیر ٹھہر نہیں سکے گا اور وہ اپنے اخراج پر اس مرد اور عورت کو مجبور کر دے گا جس طرح کہ باقی فضلات وغیرہ جب تیار ہو جاتے ہیں تو انسان ان کے اخراج پر مجبور ہو جاتا ہے لیکن اب اس مرد اور عورت کے لیے تین راستے ہیں۔

ایک راستہ تو یہ ہے کہ وہ اس مادہ کو ہاتھ سے اخراج کر دیں اس سے ان کو وقتی سکون تو ہو گا لیکن یہ نظامِ قدرت اور فطرت کے خلاف ہے کیونکہ اس سے نسلِ انسانی ترقی نہیں کر سکے گی اس کے پیشِ نظر یہ بہت بڑا سنگین جرم ہے اور مردوں کے باہم جفت ہونے سے بھی ایسا ہی ہو گا اور اس کے مزید نتائج قبیحہ ایڈز وغیرہ بھی سامنے آ چکے ہیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ یہ مرد اور عورت اس مادہ یا اس لاوہ کو کسی جانور وغیرہ سے اخراج کر لیں تو اس سے بھی ان کو وقتی تسکین ہو جائے گی لیکن اس سے بھی یا تو وہی نقصان ہو گا کہ اولاد پیدا نہیں ہو گی اور اگر بالفرض پیدا ہو بھی گئی تو ان کی عادات و خصائل انسانوں جیسی نہیں ہوں گی بلکہ حیوانوں جیسی ہوں گی اور اس قادرِ مطلق کی منشاء یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرت انسان اپنی شکل و صورت میں اور عادات و خصائل میں باقی حیوانات سے ممتاز رہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ مرد و زن باہم مل کر اس مادے کا اخراج کریں اس سے ان کی پوری تسکین بھی ہو گی اور باہم الفت بھی ہو گی اور یہی مقصود ہے اور ان آیتوں میں پانچواں لفظ لتعارفوا آیا ہے جو تعارف سے بنا ہے اور اس سے پہلے شعوب اور قبائل کا ذکر ہے یعنی یہ بڑے خاندان اور قومیں آپس میں تعارف کے لیے بنائے ہیں مقصد یہ ہے کہ مرد و زن کے باہم ملاپ سے جو اولاد تولّد ہو گی اس نے ہمیشہ آغوشِ مادر اور چار دیواری کی حد تک محدود تو نہیں رہنا بلکہ اس نے شہر

وطن اور ممالک تک بھی جانا ہے۔

نظامِ زندگی چلانا ہے اور والدین کب تک اور کہاں تک اس کی یاوری اور دستگیری کرتے رہیں گے ظاہر بات ہے کہ یہ تو ان کے بس کا روگ نہیں ہے لہذا پروردگار نے اسی باپ اور ماں کے توسط اور توسل سے اسی سلسلہ میں سے برانچ لائنیں نکال دی ہیں جن کو قوم اور شعوب سے تعبیر کیا جاتا ہے یا برادری کے نام سے پکارا جاتا ہے تاکہ یہ جہاں جائے ماں اور باپ کا رشتہ اسے کام آئے۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ	۶ حلال کیا گیا ہے تمہارے لیے روزے
الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ	کی راتوں میں اپنی عورتوں سے جماع کرنا وہ
لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ	تمہارے لیے پردہ ہیں اور تم ان کیلئے پردہ
عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ	ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں سے
أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا	خیانت کرتے تھے پھر اس نے تمہاری
عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ	توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کیا پس اب
وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ	ان سے جماع کرو اور طلب کرو جو چیز
وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ	اللہ نے تمہارے لیے لکھی ہے اور کھاؤ
لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ	پیو جبتک کہ تمہارے لیے سفید دھاری کالی
الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ	دھاری سے فجر کے وقت صاف ظاہر
أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ	ہو جائے پھر روزوں کو رات تک پورا کرو
وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ	اور ان سے جماع نہ کرو جب کہ تم مسجدوں
فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ	میں معتکف ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان
اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ	کے قریب نہ جاؤ اسی طرح اللہ اپنے
يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ	احکام لوگوں کے لیے بیان کرتے رہتے

يَتَّقُوْنَ ○ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○	ہیں تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔ تمہاری بیبیاں تمہاری کھیتیاں ہیں پس تم اپنی کھیتیوں میں جس حالت میں چاہو آؤ اور اپنے لیے آئندہ کی بھی تیاری کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم ضرور اسے ملو گے اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دو
(سورۃ بقرہ آیت ۱۸۷ - ۲۲۳)	
اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ○ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِى الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِى الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ○	۶ کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لی ہیں اور تمہیں بیٹے چن کر دیئے ہیں اور جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری دی جائے جسے رحمان کے لیے ٹھہراتا ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل میں کڑھتا رہتا ہے کیا اس کے لیے وہ ہے جو زیور میں پلتی ہے اور جھگڑے میں کھل کر بات نہیں کر سکتی۔
(سورۃ زخرف آیت ۱۶ تا ۱۸)	

تشریح

ان آیات میں دس مسائل ہیں۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آدمی ماہ رمضان کی راتوں میں اپنی بیوی سے جماع کر سکتا ہے' اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے پردہ اور زینت ہیں' اور تیسرا مسئلہ یہ ہے میاں اور بیوی دونوں کا مقصد اور نیت' نیک اور صالح اولاد ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ہی تخلیق انسانی کا مقصد ہے' اور چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ ماہِ رمضان کی راتوں میں انسان کھا پی سکتا ہے، پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ماہِ رمضان

میں آدمی صبح سے لے کر شام تک روزہ رکھے اس دوران کھانا پینا اور جماع کرنا جائز نہیں ہے اور چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ جب آدمی اعتکاف کی نیت کرلے مسجد میں گوشہ نشین ہوجائے تو پھر وہ رات کو بھی اپنی بیوی سے جماع نہیں کرسکتا اس دوران اس کے لیے بیوی کا قرب بھی جائز نہیں ہے، اور ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ عورت آدمی کی کھیتی ہے جس کیفیت سے چاہے اس سے ہم بستر ہوسکتا ہے، اور آٹھواں مسئلہ یہ ہے کہ ہروقت میاں اور بیوی کو مجامعت پر ہی نہیں لگا رہنا چاہیئے بلکہ انہیں فکرِ آخرت بھی کرنا چاہیئے اور نواں مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ جب عورت تمہاری ترقی زینت پیدائش اخوت اور مودت کا ذریعہ ہے اس کی تخلیق کو اپنے لیے نحوست نہ تصوّر کرو بلکہ یہ تو برکات کا ذریعہ ہے، اور دسواں مسئلہ اشارۃً یہ بیان فرمایا ہے کہ اس عورت کی تربیت تمہیں زیور اور اچھے لباس میں کرنا چاہیئے اور اسے دنگا و فساد کے معرکہ میں نہیں لے جانا چاہیئے کیونکہ ایسے معرکوں میں وہ کھل کر نہیں بول سکے گی یہ اس کے بس کا روگ نہیں ہے اور اس وقت یہاں ان تمام دس مسائل کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اتنا کافی ہے جو بیان ہوگیا ہے۔

البتہ نمبر۲ اور نمبر۷ کی تفصیل بیان کرنا مناسب ہے اس لیے پہلے ہم نمبر۲ کی تفصیل شروع کرتے ہیں۔ اللہ پاک نے اس مقام پر میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے لیے لباس فرمایا ہے۔ یہ کس بنا پر فرمایا ہے بات دراصل یہ ہے کہ یہ مانی ہوئی حقیقت ہے کہ لباس انسان کے لیے زیب و زینت اور پردہ ہے اس لیے کہ انسان کے ہزاروں عیوب چھپ جاتے ہیں یہ انسان کو حیوانات سے ممتاز کرتا ہے اس سے انسان کا وقار بلند ہوتا ہے اس طرح مرد اور عورت کے باہم نکاح کرنے اور ازدواجی تعلقات استوار رکھنے سے بھی ان دونوں کی زینت اور وقار بلند ہوگا اور معاشرے میں ان کو اونچا سمجھا جائے گا اس لیے ان دونوں کو ایک دوسرے کے لباس سے تعبیر فرمایا گیا ہے

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو یہ ہی مناسب ہے کہ ایک دوسرے کے عیوب کسی اور پر واضح نہ کریں اور نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کو یہ جماع کا فعل باپردہ کرنا چاہیئے کیونکہ ان کے باہم نکاح کرنے سے یہ فعل ان کے لیے حلال تو ہو گیا ہے لیکن حیا کا تقاضا یہ ہے کہ یہ فعل درپردہ ہی ہونا چاہیئے ورنہ حیوانوں اور انسانوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

اور ساتویں نمبر میں عورت کو جو کھیتی سے تشبیہہ دی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح کھیتی اناج سبزیات وغیرہ کی پیداوار کا ذریعہ ہے اس طرح عورت بھی انسانی افراد کی پیداوار کا ذریعہ ہے اور جس طرح کھیت میں جتنی زیادہ محنت ہو اور بیج اچھا ہو تو اناج اچھا پیدا ہوتا ہے اور اگر کھیت تو اچھا ہو مگر اس میں محنت نہ ہو یا بیج اچھا نہ ہو تو اناج اچھا پیدا نہیں ہوتا۔ بعینہٖ اسی طرح خاوند اگر اپنی بیوی کو خوراک وغیرہ اچھی اور حلال مہیا کرے اور خود بھی حلال طیب کھائے اور عورت بھی کسی اور مرد سے تعلقات استوار نہ کرے تو ان کے باہمی تعلقات سے جو اولاد تولّد ہو گی وہ انتہائی نیک صالح متقی اور پرہیزگار ہو گی اور اگر میاں بیوی اس مذکورہ ضابطہ کی خلاف ورزی کریں گے تو ان سے تولّد ہونے والی اولاد نہ صرف ان کے لیے وبالِ جان ہو گی بلکہ پورے معاشرے کے لیے باعث مصیبت ہو گی اس لیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت کو کھیتی سے تشبیہہ دیکر نسل انسانی کو ایک بہت بڑے اونچے ضابطے کی تعلیم دے دی ہے ان مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ نسلِ انسانی کی ترقی اور عروج کا اوّلین ذریعہ عورت ہے کیوں کہ اس سے طبقات اور خاندانوں کے درمیان جوڑ پیدا ہوتا ہے اور یہ افرادی قوّت پیدا کرتی ہے اور افراد کی محنت سے نظام عالم چل رہا ہے اور انسان بامِ عروج تک پہنچا ہوا ہے۔

اور دوسری طرف فساد کا باعث بھی عورت ہی نظر آتی ہے کیونکہ روزمرّہ کی خون

ریزی دنگا فساد قتل و غارت وغیرہ میں بھی عورت کا بہت بڑا دخل ہے بہر حال انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایک ہی چیز فساد کا باعث بھی ہے اور ترقی کا بھی آخر کار ایسا کیوں ہے اور کیا کوئی ایسی صورت بھی نکل سکتی ہے کہ یہ عورت صرف اور صرف ترقی کا ذریعہ بنے اور فساد کا نہ بنے۔

بات اصل میں یہ ہے کہ ہر چیز کے استعمال کے کچھ نہ کچھ اصول اور قواعد وضوابط ہوتے ہیں جنہیں ملحوظ رکھ کر ہی انسان ان سے استفادہ کر سکتا ہے ورنہ استفادہ تو کجا وہ چیز از سر خود ختم ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پہ گاڑی اس سے استفادہ کا بہترین اصول یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں دیکر اسے چلایا جائے اسے بے کار نہ چھوڑا جائے مختلف ہاتھوں میں نہ جائے اس کی صفائی وغیرہ خوب کی جائے خراب پٹرول اس میں نہ ڈلے چلاتے وقت خطرناک گڑھوں سے بچا کر چلائی جائے تو اس سے تادیر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور اگر انسان ان اصولوں کی خلاف کر کے گاڑی کو چلائے گا تو چند دنوں میں اس کا ناس ہو جائے گا۔

اسی طرح خالق کائنات نے انسانی ترقی کے لیے جب اس ذریعہ (عورت) کو پیدا فرمایا ہے تو اس کے لیے بھی کچھ اصول رکھے ہیں اگر انسان انہیں ملحوظ رکھ کر اس سے استفادہ کرے تو یقیناً عورت ترقی کا ذریعہ بنے گی اور اگر انہیں نظر انداز کر دے تو تنزل کا ذریعہ بنے گی۔

ان اصولوں میں سے پہلا اصول یہ ہے کہ اس کا کسی ایک مرد سے نکاح ہونا چاہیئے اور مختلف ہاتھوں سے اس کو بچانا چاہیئے اور سوائے نکاح کے اس سے کوئی استفادہ نہ کرے ورنہ انسانی ترقی کا یہ عظیم ذریعہ ناکارہ ہو کر رہ جائیگا چنانچہ شب و روز اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ ہزاروں مظلوم بچیاں اوباشوں کی ہوس

کانشانہ بنتی ہیں۔ اور حیاتِ عزیزہ سے خود بھی محروم ہو جاتی ہیں اور ساتھ مردوں کو بھی محروم کر دیتی ہیں۔

حکمِ نکاح اور چار بیویوں تک کی اجازت

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی ۔ ، اگر تم یتیم لڑکیوں سے بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ۔ ، جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو۔ تین تین۔ چار چار سے نکاح کر لو اگر تمہیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو۔

(سورۃ نساء آیت ۳)

اس آیت کریمہ کے پہلے حصہ میں ایک ظالمانہ رسم سے روکا ہے کہ یتیم بچیوں کے متولّی خود ان سے نکاح کرتے تھے مگر مہر نہیں دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایسی صورت میں اور عورتوں سے نکاح کرو۔

اور بعد والی آیت میں چار امور کا بیان ہے ایک حکم نکاح یعنی بغیر نکاح کوئی شخص عورت سے استمتاع کی کوشش نہ کرے کیونکہ یہ بہیمانہ فعل ہوگا اور انسان اشرف المخلوقات ہے عورت اس کا بنیادی عنصر ہے یہ فعل شرفِ انسانی کے سراسر منافی ہے نیز بغیر نکاح استمتاع کی چھٹی دینے سے عورت کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی کیونکہ ہر ایک اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرے گا نہ رہے کا بانس نہ بجے گی بانسری اور رفتارِ انسانی کی گاڑی رُک جائے گی اس لیے یہ ضروری امر

ہے کہ عورت کسی ایک آدمی کے نکاح میں دی جائے۔

آیت مذکورہ میں جس دوسرے امر کی ترغیب ہے وہ یہ ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کیا جائے جو دل کو پسند ہو کیوں کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے طابَ کا لفظ ذکر فرمایا ہے جو طیب سے بنا ہے اور طیب پاکیزہ اور پسندیدہ چیز کو کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کرانا مقصود ہے جو خوبصورت ہو اور قرآن کریم کی بعض دیگر آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صرف ظاہری خوبصورتی کافی نہیں ہے بلکہ عقائد اور اخلاق پاکیزہ ہونا بھی ضروری ہے۔

مشرک مرد اور عورت سے نکاح حرام ہے

جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ؁ (بقرہ آیت ۲۲۱)	اور مشرک عورتیں جب تک ایمان نہ لائیں اُن سے نکاح نہ کرو اور مشرک عورتوں سے تو ایمان دار لونڈی بہتر ہے گو وہ تمہیں بھلی معلوم ہو اور مشرک مردوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان نہ لائیں اور البتہ مومن غلام مشرک سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھا ہی لگے یہ لوگ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے اور اور لوگوں کے لیے اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات بالکل واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ شادی کے سلسلہ میں مرد اور عورت کے لیے ایماندار ہونا بھی ضروری ہے اور اگر ان دونوں میں سے ایک ایماندار نہ ہو تو نکاح جائز نہیں۔ دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں شادی کے سلسلہ میں زیادہ تر تین قسم کا امتیاز برتا جاتا تھا۔

دولت۔ قومیت اور حسن و جمال ایمان اور پاکیزہ اخلاق کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ یہاں تک کہ خوبصورت دولت مند اور اعلیٰ قومیت کے مالک خاندان میں شادی کی جاتی تھی غریب اور گھٹیا خاندان کی لڑکی سے کوئی نکاح نہیں کرتا تھا اور نہ ایسے لڑکے کو کوئی لڑکی دیتا تھا اور یہ غریب خاندان کے لوگ یا تو اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے پر مجبور ہو جاتے اور یا انہیں بدکاری کے اڈے پر بٹھا دیتے اور ان کی کمائی کھاتے تھے اور یا انہیں اغوا کر کے باندیوں کی شکل میں فروخت کرتے تھے۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ مبعوث ہوئے تو آپؐ نے اس گندے نظام کو بدلا اور اس کے بجائے ایمان کا معیار قائم کیا جس کی تصریح مذکورہ آیت میں موجود ہے جس کا خلاصہ اور لبِ لباب یہ ہے کہ نکاح کا رشتہ صرف اور صرف ایماندار مرد اور عورت کے مابین قائم ہونا چاہیئے اگر یہ معیار اعلیٰ اور دولت مند خاندان میں پایا جائے تو سونے پر سہاگہ ورنہ اس انتظار میں مرد یا عورت کو بٹھانا نہیں چاہیئے بلکہ ایماندار مرد یا عورت مل جانے کے بعد فوراً نکاح کر دینا چاہیئے۔ خاندان خواہ غریب ہو یا گھٹیا غلام ہو یا باندی خوبصورت ہو یا بدصورت اس کی پرواہ ہرگز نہیں ہونی چاہیئے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً	۶ اے ایمان والو مشرک تو پلید ہیں پس اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں اور اگر تم تنگدستی سے ڈرتے ہو تو عنقریب تمہیں

فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے غنی کرے گا اگر چاہے گا بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

(سورۃ توبہ آیت ۲۸)

تشریح

یہ آیت کریمہ اس سے پہلے جو سورہ بقرہ والی آیت ہے اس کی تشریح ہے اس میں مشرکین کے ساتھ مناکحت کے عدم جواز کی وجہ یہ بیان فرمائی تھی کہ وہ دوزخ کی دعوت دیتے ہیں اور اس آیت میں دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ گندے ہیں اور گندگی دو قسم ہے ایک ہے عقیدہ کی گندگی اور ایک ظاہری گندگی، عقیدہ کی گندگی یہ ہے کہ آدمی خدا کی صفات مختصہ (خالقیت، مالکیت ربوبیت اور علم غیب) میں کسی بھی مخلوق کو شریک ماننے اور جاننے یا بالفاظ دیگر غیر اللہ سے نفع اور نقصان یقین کرنا اور ظاہری گندگی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو گندہ اور ناپاک فرمایا ہے وہ چیزیں گندی ہیں۔

مثلاً پیشاب پاخانہ خون مادہ منویہ وغیرہ نجس العین اشیاء اور یہ چیزیں جس بھی پاک چیز کے ساتھ وہ لگ جائیں گی وہ بھی ناپاک ہو جائے گی ظاہر بات ہے کہ ایسی چیزوں سے ایک کافر مشرک تو اجتناب نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا پر یقین نہیں رکھتا اس لیے مسلمانوں کو حکم ہے کہ ایسے عقیدے کے گندے لوگوں کو مسجد حرام کے قریب مت آنے دو اور بقیہ مساجد کا بھی وہ ہی حکم ہے جو مسجد حرام کا ہے کیونکہ وہ گندگی پھیلائیں گے اور اگر تمہارا ان سے کوئی دنیاوی مفاد وابستہ ہے تو اس کی خاطر مسجد حرام کا تقدس پامال مت ہونے دو اور اگر تم حرم پاک کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے فضل و کرم سے مالا مال کر دیں گے اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ ایسے جانبازوں

کو خوب جانتا ہے اور اس کی عنایات اور انعامات کا انداز بڑا ہی حکیمانہ ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ایک مؤمن یا مؤمنہ پاک اور طیّب ہیں اور ان کی عزت اور توقیر بھی بیت اللہ کے برابر ہے اور دنیاوی حرص اور لالچ کی خاطر مشرک یا مشرکہ سے ان کا نکاح کرا کر ان کے جامۂ پارسائی کو داغ دار مت کرو اور اگر تم ان کے ایمان اور تقدس کی چادر کی حفاظت کے لیے تیار ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ضروریات کا کفیل ہے وہ تمہاری مرضی کا لڑکا یا لڑکی مہیا کر دے گا۔

ع
کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ ایسے نیک بندوں کو

اور اگلی آنے والی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے ساتھ نیک سیرت ہونا بھی ضروری ہے۔

زانی مرد اور عورت سے نکاح پسندیدہ نہیں ہے

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً ز وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ج وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ٥

(سورۃ النور آیت ۳)

بدکار مرد سوائے بدکار عورت یا مشرکہ کے نکاح نہیں کرے گا اور بدکار عورت سے سوائے بدکار مرد یا مشرک کے اور کوئی نکاح نہیں کرے گا اور ایمان والوں پر یہ حرام کیا گیا ہے۔

اس مذکورہ آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں اس کتاب میں انہیں نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں سب کا خلاصہ اور لُبِّ لباب یہ ہے کہ نیک آدمی کا نکاح نیک عورت سے ہونا چاہیئے اور نیک عورت کا نکاح نیک مرد سے ہونا چاہیئے اور بدکاروں کو نیک پاکیزہ اور صالح معاشرہ میں داخل کرنا پسندیدہ نہیں

ہے چنانچہ مزید تفصیل اگلی آیت میں آرہی ہے۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ	۶ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے
وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ	ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے
لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ	ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے
لِلطَّيِّبٰتِ۔	ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے
(سورۃ نور آیت ۲۶)	ہیں۔

اس آیت کریمہ میں خبیث اور طیّب کے الفاظ کو جو جمع کے ضمن میں ہیں بار بار دہرایا گیا ہے ثانی الذکر کا لفظی معنی اور تشریح آیت نمبر۳ میں گزر چکی ہے اور اوّل (خبیث) خُبثٌ سے بنا ہے جس کے معنی رَدّی چیز کے آتے ہیں اور اس کا اطلاق رَدّی عقائد۔ افعال اور اقوال پر بھی ہوتا ہے۔

یعنی صحیح العقیدہ (توحید و رسالت و قیامت) نیک سیرت متقی پرہیزگار باکردار اور خوش اخلاق عورت کا نکاح ایسی صفات کے حامل مرد کے ساتھ مناسب ہے اور بدکرداروں کا نکاح آپس میں مناسب ہے۔ نیک کا نکاح بدکردار سے اور بدکردار کا نکاح نیک سے مناسب نہیں اگرچہ بامر مجبوری جائز ہے۔

مزید تفصیل کے لیے ارشادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیں۔

معیارِ نکاح میں ایمان کے ساتھ دین دار ہونا بھی ضروری ہے

۱ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	۶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنْكَحُ	روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ
الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے
وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ	ساتھ نکاح چار چیزوں کی وجہ سے کیا جاتا

بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ہے مال، قومیت، حسن، دین تو صرف دین والی سے کامیابی حاصل کر تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔

(مشکوٰۃ ص۲۶۷)

اس حدیث پاک کے الفاظ سے صراحتہً یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شادی کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا تو آپ نے جواب میں پہلے عوامی رسم و رواج اور عادات کو بیان فرمایا کہ لوگ تو اس سلسلہ میں پہلے مال کا لحاظ کرتے ہیں پھر قومیت کا پھر حسن و جمال کا اور چوتھے نمبر پر جس دین سے تعلق ہو اس کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ابوہریرہ تم صرف اور صرف دین کا خیال رکھو باقی تینوں کی پرواہ مت کرو اور تَرِبَتْ يَدَاكَ کا جملہ بددعا یہ نہیں بلکہ جدوجہد سے کنایہ ہے یعنی اس سلسلہ میں انتہائی محنت کرو اگر عورت مال دار ہو اونچی قوم والی ہو خوبصورت ہو دین دار بھی تو اچھی بات ہے ورنہ کالے رنگ والی ہو غریبہ ہو گھٹیا خاندان سے تعلق رکھتی ہو لیکن دین دار ہو اس سے نکاح کر لو۔

نیک عورت دنیا کا بہترین سامان ہے

۲۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ۔

۲ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا سب ہی ساز و سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم ص۲۶۷)

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک عورت کو دنیا کے

تمام سازوسامان سے بہتر فرمایا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نیک عورت باعثِ خیر و برکت ہے اور ضمناً خود بخود معلوم ہو گیا کہ بدکار اور بداخلاق عورت باعثِ برکت نہیں ہو گی بلکہ باعثِ شر ہو گی یعنی مرد خواہ کتنا ہی امیر کیوں نہ ہو بڑی اونچی برادری سے تعلق رکھتا ہو اور اس کی بیوی سب سے زیادہ خوبصورت ہو لیکن خدا پرست نہ ہو تو اس گھر میں خیر و برکت نہیں ہو گی بلکہ شر فتنہ فساد ہو گا قتل و غارت خونریزی تک نوبت آئے گی اور اس کے مقابلہ میں مرد انتہائی غریب ہو گھٹیا خاندان کا ہو عورت بدصورت ہو پر نیک ہو تو اس گھر میں خیر و برکت ہو گی امن اور سکون ہو گا۔

نیک عورت یا مرد مل جائے تو نکاح میں تاخیر نہیں کرنا چاہیے

۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَیْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِیْضٌ۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی ص ۲۶۷)

۳ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری طرف کوئی ایسا شخص پیغام نکاح بھیجے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس کو نکاح کر دو اگر ایسا نہیں کرد گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ و فساد ہو گا۔

اس سے پہلے دو حدیثوں میں مردوں کو نیک عورتوں سے نکاح کی ترغیب تھی اور اس حدیث میں عورت کے وارثوں کو حکم ہے کہ دین اور اخلاق کے لحاظ سے اچھا آدمی مل جائے تو اپنی لڑکی اس کو نکاح کر کے دے دو۔ دولت، قومیت اور

حسن وجمال کے لالچ میں پڑ کر اپنی لڑکی گھر میں نہ بیٹھاؤ ورنہ زمین میں فتنہ وفساد پیدا ہوگا زناکاری پھیلے گی اور اس پر کشت وخون ہوگا خصوصاً آج کل کے آزاد معاشرہ میں لڑکی گھر میں اپنے باپ اور بھائیوں سے بھی اپنی عزت محفوظ نہیں رکھ سکے گی، اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات اور شواہد موجود ہیں۔ لہٰذا بلوغت کے بعد لڑکی کا نکاح فوراً کر دینا چاہیئے تاکہ اس کی عزت وآبرو اور ایمان بچ سکے۔

حُرّۃ کے ساتھ نکاح کو زیادہ ترجیح ہے

۴ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَلْقَی اللّٰہَ طَاہِرًا مُطَہَّرًا فَلْیَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ۔ (مشکوٰۃ صہ ۲۶۸)

۴ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پاک صاف ہو کر ملاقات کرے تو اسے چاہیئے کہ آزاد عورتوں سے شادی کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مقدسہ سے قبل کچھ لوگ تھے جنہیں جانوروں کی طرح منڈیوں میں بیچا جاتا تھا ان میں سے مردوں کو غلام (عَبْد) کہتے تھے اور عورتوں کو باندیاں (اَمَۃ) کہتے تھے اور ان کے مقابل مردوں کو آزاد (حُرّ) اور عورتوں کو آزاد (حُرّۃ) کہتے تھے اور چونکہ خرید وفروخت کی وجہ سے ان کی عفت اور پاک دامنی مشکوک ہوتی تھی اور ان کے مقابلہ میں آزاد (حُرّہ) کی پاکدامنی نسبتاً یقینی تھی اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرائر کے ساتھ نکاح کو ترجیح دی اور جہاں معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی حُرّۃ کی پاک دامنی مشکوک ہو اور باندی کی پاک دامنی یقینی ہو وہاں اس کے ساتھ نکاح کرنے کو ترجیح ہے اس کی تفصیل آیت ۲۷

۳ ۔ ۴ کی تفسیر کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

خلاصہ اور لُبّ لباب یہ نکلا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہو تو اس کو نیک پاکدامن خوبصورت اور خوب سیرت آزاد عورت سے نکاح کرنا چاہیئے اور اس کے برعکس مرد کتنا ہی نیک پارسا متقی پرہیز گار کیوں نہ ہو بدکار بدچلن اور بے ایمان عورت اس کو قعرِ مذلت میں گرا دیگی اور اس کو دولتِ ایمان سے محروم کر کے چھوڑے گی۔ اس سلسلہ میں ایک عارفِ ربّانی نے کیا خوب فرمایا ہے

تا توانی دور شو از یار بد

یار بد بدتر بود از مار بد

مار بد تنہا ہمیں بر جان زند

یار بد بر جان و بر ایمان زند

ترجمہ:۔ جب تک تجھ سے ہو سکتا ہے بُرے دوست سے بچ، کیونکہ بُرا دوست بُرے سانپ سے بھی بُرا ہے، بُرا سانپ ڈس کر انسان کی جان ختم کر دیتا ہے اور برا یار جان اور ایمان دونوں لے جاتا ہے۔

زناکاری کا عبرتناک واقعہ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْ	۶ اور انہیں اس شخص کا حال سنا دے
اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا	جسے ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں پھر وہ
فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ	ان سے نکل گیا پھر اس کے پیچھے شیطان
الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ	لگا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا اور اگر
بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ	ہم چاہتے تو اُن آیتوں کی برکت سے اسکا

وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ج فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ج اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذَالِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ٥
(سورۃ اعراف آیت ۱۷۶/۱۷۵)

رتبہ بلند کرتے لیکن وہ خود پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا اس کا تو ایسا حال ہے جیسے کتا اس پر تو سختی کرے تو بھی ہانپے اور اگر چھوڑ دے تو بھی یہ ان لوگوں کا نمونہ ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا سو یہ حالات بیان کر دے شاید کہ وہ فکر کریں۔

تفسیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی کے بعد بعض روایات کے موافق مصر پر اسلامی حکومت قائم کرنے کے بعد اور بعض کے موافق چونکہ مصر میں کفر کا زور ٹوٹ چکا تھا اس لیے آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی بلکہ اپنی تمام تر توجہ ملک شام پر مرکوز کر دی اور بہت بڑا لشکرِ جرّار تیار کر کے شام پر حملہ کر دیا اور وجہ اس کی یہ تھی کہ ملک شام چونکہ حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کا آبائی وطن تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کے دور میں یہ ایک اسلامی ریاست تھی نگران کے مصر منتقل ہونے سے یہاں ایک کافر قوم عمالقہ کا قبضہ ہو گیا اور یوں یہ اسلامی ریاست کفر میں تبدیل ہو گئی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر کو آزاد کرانے کے بعد مناسب سمجھا کہ چونکہ بنی اسرائیل کے جذبات ابھی تازہ ہیں نصرتِ خداوندی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں کہ بہت بڑا جابر ظالم حکمران اپنی پوری قوت کے ساتھ ان پر حملہ آور ہونے والا ان کی آنکھوں کے سامنے غرق ہو چکا ہے لہٰذا ان جذبات سے فائدہ اٹھا کر ملک شام کو بھی آزاد کرا لینا چاہیئے چنانچہ آپ نے بنی اسرائیل کو تیار کر کے شام پر حملہ کر دیا۔ شامی قوم اگرچہ بڑی بہادر

قوم تھی قرآن کریم میں ان کو "جَبَّارِیْنَ" سے یاد کیا گیا ہے مگر چونکہ وہ مصریوں کی ذِلّت آمیز شکست کی خبریں سن چکے تھے اور انہیں یقین تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غیبی طاقت ہے ہم ان کے مقابلے میں جیت نہیں سکتے لہٰذا ہمیں بھی کسی غیبی طاقت کا سہارا لینا چاہیے چنانچہ اپنے وطن میں رہنے والے "بلعم بن باعور" نامی ایک شخص جس کی ولایت شہرۂ آفاق تھی اور مستجاب الدعوات تھا اس سے کہا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بد دعا کریں کہ انہیں شکست ہو اس نے انکار کیا اور کہا کہ میری بد دعا پیغمبر کے خلاف اثر نہیں کر سکتی بلکہ میرا اپنا نقصان ہوگا انہوں نے اصرار کیا اور دنیا کا لالچ پیش کیا پھر بھی انکار کیا بعض روایات میں ہے کہ کسی نے ان کو بتایا کہ یہ بیوی کی بات مانتے ہیں اس کے بجائے ان کی بیوی کے سامنے تحفے تحائف پیش کرو چنانچہ انہوں نے اس کی بیوی کے ساتھ رابطہ کیا اور بڑے بڑے ہدایا پیش کیے وہ لالچ میں آگئی اور ان سے منوا ہی لیا۔ چنانچہ بد دعا کے لیے ایک پہاڑ پر گئے جہاں ان کی فوج تھی اور بد دعا شروع کی اور جوں ہی دل سے سوچ کر یہ الفاظ نکالنے کہ اے اللہ موسیٰ اور اس کی قوم کو شکست دے تو زبان سے یہ الفاظ نکلتے اے اللہ ان شامی کافروں کو شکست دے وہ لوگ یہ الفاظ سن کر چلّا اٹھے کہ یہ کیا کر رہے ہو تم تو ہمیں بد دعا دے رہے ہو اس نے کہا کہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے میں دل سے کچھ اور کہنا چاہتا ہوں مگر زبان سے کچھ اور نکلتا ہے بس نے تمہیں پہلے کہا تھا کہ بنے گا کچھ نہیں اور میرا نقصان ہوگا۔

چنانچہ جو ہونا تھا وہ ہوگیا بہر حال میں تمہیں ایک تجویز بتاتا ہوں اگر تم اُس پر عمل کرو گے تو تمہیں فتح ہوگی اور انہیں شکست ہوگی اور وہ یہ ہے کہ تم اپنی قوم میں سے اچھی خوبصورت لڑکیاں چُن کر ان کی فوج میں بھیج دو وہ ان کے ساتھ جو کریں لڑکیاں انہیں نہ روکیں اس طرح وہ بدکاری میں مبتلا ہوں گے تو انہیں شکست ہو

گی چنانچہ انہوں نے جب ایسا ہی کیا اور وہ خوبصورت لڑکیاں جب بنی اسرائیل کے کیمپوں میں گئیں اور چونکہ بنی اسرائیل ایک عرصہ دراز سے اپنی عورتوں سے جُدا رہ رہے تھے اس لیے انہیں دیکھتے ہی فریفتہ ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت روکا مگر وہ باز نہ آئے چنانچہ اس بدکاری کی وجہ سے ان بنی اسرائیل پر طاعون کی شکل میں عذاب الٰہی اترا اور ستر ہزار ۷۰۰۰۰ بنی اسرائیل ہلاک ہو گئے اور ادھر سے بلعم بن باعور کی حالت یہ ہو گئی کہ زبان منہ سے باہر نکل کر سینے پر آ پڑی اور کتے کی طرح ہانپتا پھرتا تھا یہ ہے بدکار بدچلن اور بے دین عورتوں کی صحبت کی تاثیر کہ ایک کی تو ولایت جاتی رہی اور دوسروں کی فتح شکست میں بدل گئی اور لعنت اتری۔

اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے زنا وغیرہ سے پاک صاف ہو کر ملے اُسے چاہیئے کہ پارسا عورتوں سے شادی کرے ورنہ وہ شرف زیارت سے محروم ہو گا اور پھر جنّت سے محروم ہو گا وَاللّٰہُ اَعْلَم۔

نیک عورت کا مقام تقویٰ کے بعد ہے

۵ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ یَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَی اللّٰہِ خَیْرًا لَّہٗ مِنْ زَوْجَۃٍ صَالِحَۃٍ اِنْ اَمَرَھَا اَطَاعَتْہُ وَاِنْ نَظَرَ اِلَیْھَا سَرَّتْہُ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَیْھَا

۵ حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مومن کے لیے خدا خوفی کے بعد نیک عورت سے بہتر کوئی چیز نہیں اگر مرد کسی چیز کا اسے حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اگر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کرے اگر وہ اُسے قسم

اَبَرَّتْهُ وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِهٖ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَةَ الْاَحَادِيْثَ الثَّلَاثَةَ ۔	دے تو اُسے بری کرے اگر وہ اس سے غائب ہو جائے تو اپنی عزّت اور اس کے مال کا تحفظ کرے۔ ابن ماجہ نے یہ تینوں احادیث نقل کی ہیں ۔

(بحوالہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۸)

اس حدیث پاک میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزوں کو بہتر فرمایا ہے ایک تقویٰ اور دوسرا نیک بیوی مگر تقویٰ کو بیوی سے بھی بہتر فرمایا ہے کیوں کہ تقویٰ کا تعلق دل سے ہے اور باقی اعمال کا تعلق ظاہر سے ہے اگر دل میں تقویٰ پیدا ہو جائے تو باقی اعمال احکامات اوامر اور نواہی کی پیروی انسان خود بخود کرتا ہے کسی بیرونی دباؤ کی ضرورت ہی نہیں ہے اور اگر دل میں تقویٰ نہ ہو تو بیرونی دباؤ کچھ نہیں کر سکتا اگر سر بازار پولیس کا ڈر ہو گا یا کسی سے غیرت مانع ہو گی تو تنہائی میں تو کسی کا ڈر خوف نہیں کوئی دیکھنے والا نہیں تاکہ اس سے غیرت کھائے بخلاف تقویٰ کے کہ اس کا حامل خلوت میں ہو یا کہ جلوت میں بدی کا ارتکاب تو کجا دل میں تصور تک نہیں کرتا ہر وقت نیک کام کے متعلق ہی سوچتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں سب سے زیادہ زور اس پر دیا گیا ہے کیونکہ اس کے اپنانے سے معاشرہ تمام برائیاں از سر خود چھوڑ دیتا ہے چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے دکھایا ہے اگر معاشرہ میں تقویٰ نہ ہو تو معاشی برائیاں ختم کرنے کے لیے کوئی حکومت اربہا روپیہ کیوں نہ خرچ کرے کبھی کامیابی نہیں ہو گی۔

اس لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بہتر تقویٰ کو فرمایا اور دوسرے نمبر پر نیک بیوی کو بہتر فرمایا ہے کیونکہ نیک بیوی کو تقویٰ میں بہت دخل ہے اس کی تفصیل آگے آنے والی حدیث پاک میں آرہی ہے ۔

نیک عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے آدھا دین مکمل ہوتا ہے

۶ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِيْ ۔

(بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۶۸)

۶ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی نکاح کرتا ہے تو اپنا نصف دین مکمل کر لیتا ہے اس کے بعد اسے چاہیئے کہ باقی نصف میں خدا سے ڈرے ۔

اس حدیث پاک میں انسانیت کے خیر خواہ محبوب رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک متقی اور پارسا عورت سے نکاح کرنے کو نصف دین فرمایا ہے اور کے سوا بقیہ سارے اسلامی ڈھانچہ کو نصف قرار دیا ہے آخر کار اس کی کیا وجہ ہے ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر نکاح نہیں کرے گا تو زنا کرے گا اور زنا کا نقصان آنے والی حدیث میں موجود ہے ۔

زانی کا ایمان سلب ہو جاتا ہے

۷ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ ۔

(مشکوٰۃ بحوالہ بخاری ص ۱۷)

۷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زانی آدمی زنا کی حالت میں مؤمن نہیں رہتا ۔

اس حدیث پاک نے سابق حدیث کے مفہوم کو بالکل کھول کر بیان کر دیا ہے

کہ نکاح کرنا کس طرح نصف دین ہے یعنی اسلام کے بنیادی عقائد توحید رسالت اور قیامت ہیں۔ اوّل الذکر (توحید) کا مقصد یہ ہے کہ اللہ ہی سب کا خالق مالک مربّی و محسن ہے وہی عالم الغیب ہے کائنات کا ہر ذرّہ اس کے علم میں ہے تاریک سیاہ رات میں کالے پتھر پر چلنے والی سیاہ چیونٹی کو دیکھتا ہے اور اس کے پاؤں کی آہٹ کو سنتا ہے اب جو شخص زنا کرتا ہے تو یقیناً اس کا یہ ایمان نہیں رہتا کیونکہ زنا کا ارتکاب بہر حال چھپ کر کیا جاتا ہے کسی کے سامنے نہیں کیا جاتا کیونکہ غیرت اور حیا مانع ہوتا ہے تو اب جو شخص لوگوں سے چھپ کر زنا کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ یا تو وہ خدا کو ایسی صفات کا مالک ہی نہیں جانتا اور یا خدا کو ایک انسان کے برابر بھی نہیں سمجھتا کہ اس سے شرمائے بہر حال دونوں صورتوں میں اس کا یہ ایمان سلب ہو جاتا ہے جب عقیدہ توحید ختم ہو گیا تو عقیدہ رسالت اور قیامت از سر خود ختم ہو جائیں گے اس کے علاوہ زنا کا باب کھل جانے سے کشت و خون وغیرہ ہزاروں جرائم ہوتے ہیں جن کا سدِّ باب مشکل ہو جاتا ہے اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شادی کی اس نے اپنا آدھا دین مکمل کر لیا اب باقی کا تحفظ ہونا چاہیئے۔

شرک کے بعد دوسرے نمبر پر بڑا گناہ زنا ہے

۸ وَعَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ مَالِكِ الطَّائِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ ذَنْبٍ بَعْدَ الشِّرْكِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ نُطْفَةٍ وَضَعَهَا رَجُلٌ فِيْ رَحِمٍ لَا

۸ حضرت ہیثم بن مالک طائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں کہ انسان نطفہ ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لیے حلال

يَحِلُّ لَـهُ - (ابن کثیر جلد سوم ص۳۸) نہیں -

اس حدیث میں حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے اور اس کے بعد دوسرے نمبر پر زنا بڑا گناہ ہے اس سے بچنے کے لیے نیک پارسا اور خوبصورت عورت سے نکاح ضروری ہے۔

نکاح کے معاملہ میں آسانی پیدا کرنا چاہیئے

۹ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهُ مَؤُنَةً - رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ -

۹ حضرت عائشہ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس میں مشقت کم ہو۔

(بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۶۸)

گذشتہ آیات اور احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی عورت معاشرہ کی ترقی کا ذریعہ بن سکتی ہے اور باصلاحیت افرادی قوت پیدا کر سکتی ہے۔ جو نیک متقی پرہیز گار پارسا ہو اور از روئے نکاح اس سے استفادہ کیا جائے اور بغیر نکاح اسے نہ چھوا جائے قومیت اور دولت کے چکر میں اس متاعِ عظیم اور قیمتی سرمایہ کو داؤ پہ نہ لگایا جائے بلکہ ہر باصلاحیت مرد کو بذریعہ نکاح اس سے استفادہ کا موقعہ دینا چاہیئے مگر بسا اوقات اس سلسلہ میں مذکورہ بالا امور قومیت مال جمال کا لحاظ تو نہیں رکھا جاتا لیکن عین شادی کے موقع پر برادریوں کے کچھ رسم و رواج ہوتے ہیں کہ ان کو پورا کرنے کے سوا شادی رکی رہتی ہے مثلاً بعض علاقوں میں سامان جہیز کا رواج ہے اور بعض علاقوں میں مرد کو عورت کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے ان کے علاوہ اور بھی بڑے گندے

گندے رسم و رواج ہیں جہیز کا تو یہ حال ہے کہ اگر لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے کو یہ سامان نہ ملے تو وہ اپنی اس منکوحہ بیوی کو آگ لگا دیتا ہے اور یوں انسانی ترقی کا یہ عظیم ذریعہ آرائش اور چند کوڑیوں کی خاطر آگ کی نظر کر دیا جاتا ہے۔

اور جہاں عورت کو خرید کر لایا جاتا ہے وہاں اس بے چاری کو منہ سے بولنے کی اجازت نہیں ہوتی خریدنے والا خواہ انتہائی نکھٹو نامرد کیوں نہ ہو یہ قیمتی سرمایہ اور کائنات کی ترقی کا ذریعہ اس کے گھر میں منجمد پڑا رہتا ہے لہٰذا شادیوں کی رسومات انتہائی ظالمانہ اور ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بچنے کی ترغیب دی اور فرمایا کہ اس سلسلہ میں جتنی آسانی ہو گی اتنی ہی زیادہ برکت ہو گی اور جتنی زیادہ مشقت اٹھاؤ گے اتنا ہی زیادہ نقصان ہو گا اور مشکلات پیدا ہوں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ

کوئی بھی وعظ و نصیحت اس وقت تک مؤثر اور کارگر نہیں ہو سکتی جب تک کہ واعظ خود اس کا عملی نمونہ پیش نہ کرے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ظالمانہ رسومات کو ختم کرنے کے لیے سب سے پہلے اپنی ذات پر اس قانون کو نافذ فرمایا اور بلا امتیاز قومیت و دولت جمال وغیرہ کے انتہائی سادگی کے ساتھ بیوگان سے نکاح کیا۔

دورِ جاہلیت میں جہاں اور غلط قسم کی رسومات تھیں جن کی وجہ سے صنفِ نازک پس رہی تھی وہاں یہ بھی ایک رسم تھی کہ جس عورت کا خاوند مر جاتا پھر اس کو کہیں دوسری جگہ نکاح نہیں کرنے دیتے تھے اسی مُردہ خاوند کے حق میں بٹھاتے رکھتے تھے اور اس راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ میت کے ورثا اور کہیں اس بیوہ کے ورثا بھی ہوتے تھے اور سب سے بڑا ظلم یہ تھا کہ میت کے متروکہ مال وراثت میں سے اسے حصہ بھی

نہیں دیتے تھے اس طرح ہزاروں مظلوم بیوہ گان یا تو اوباش اور ہوس پرستوں کی درندگی کا شکار ہوتیں اور یا روٹی کی خاطر در بدر محنت مزدوری کرتیں اور یوں نسلِ انسانی کی ترقی کا یہ عظیم ذریعہ اور بیش قیمت سرمایہ بیکار پڑا رہتا اوروں کی ترقی تو کجا اپنا مرنا جینا ان کے لیے بہت مشکل کام ہو جاتا تھا۔

رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی اپنے محبوب رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا فرمایا آپ نے آکر بڑی بہادری اور دلیری کے ساتھ کفر والحاد اور جبر واستبداد کے ہر راستے میں حق کی دیواریں کھڑی کر دیں اور باطل کے ایوانوں کو اپنے مبارک پاؤں کی ایک ٹھوکر سے مسمار کر ڈالا اور ہر قسم کے خطرات مول لے کر اس رسم کو بھی مٹایا اور عملاً بیوہ گان سے نکاح کیا ظاہر بات ہے کہ جس ذات کے گھر میں کئی کئی دن آگ نہیں جلتی تھی اس کے لیے تو ایک عورت کو سنبھالنا بھی مشکل کام تھا اور آپ نے صرف ایک نہیں بلکہ گیارہ سے نکاح کیا ان میں سے صرف ایک عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کنواری تھیں باقی سب بیوہ تھیں آپ نے انہیں اپنے سایۂ عاطفت میں سہارا لینے کی جگہ عنایت فرمائی اور اپنے ساتھ روکھا سوکھا کھا کر زندگی بسر کرنے کو ارشاد فرمایا اور آپ کے اس شفیقانہ اور رحیمانہ طرزِ عمل کو دیکھ کر جاہلیت کے دور کی ستم دیدہ بیوہ گان آپ کے بیت المکرم کی طرف ستارہ صبح سمجھ کر ٹوٹ پڑیں اور بقیہ نان نفقہ کی شرط تو کجا بعض نے اپنا حق مہر بھی معاف کر دیا اور آپ کی زوجیت اور بیت رحمت میں صرف سکونت اپنے لیے باعثِ زینت اور سعادت سمجھی یہاں اس مقام پر اس زمانہ کے اور آج کے بعض مغرب زدہ ناانصاف اور ہوس کے دل دادہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم کردار اور شفیقانہ رحیمانہ طرزِ عمل کو سراہنے کے بجائے سبوتاژ کرنے کی جسارت کی ہے اور اس کو شہوت پرستی پر محمول کیا ہے حالانکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت کا انکار اور روزِ روشن کو رات کہنے کے مترادف ہے اگر آپ میں یہ بات ہوتی

تو دورِ شباب میں آپ کو بیوہ گان کے ساتھ نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی آپ کے لیے کنواری لڑکیوں کی کوئی کمی تو نہیں تھی آپ عرب کے سب سے اونچے قبیلے بنو ہاشم سے تعلق رکھتے تھے سب سے زیادہ خوبصورت پاک باز راست باز اور صدق وصفا کے پیکر تھے آپ کے بدترین دشمن بھی آپ کی ان خوبیوں کی گواہی دیتے تھے اور اللہ پاک نے ستر ۷۰ مردوں کی طاقت آپ کے اندر امانت رکھی تھی آپ اگر لڑکیوں کے دلدادہ اور عورتوں کے پرستار ہوتے تو آپ کو رشتہ کون نہ دیتا کون انکار کرتا۔

تاریخ اس پر گواہ ہے کہ مکے والوں نے آپ کے سامنے تین قسم کی پیشکش کی ۱۔ کہ اگر آپ عرب کے سربراہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو سربراہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ ۲۔ آپ جتنی دولت چاہتے ہیں ہم آپ کو اکٹھی کر دیتے ہیں۔ ۳۔ آپ عرب کی جس خوبصورت اور اونچے قبیلے کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو ہم کرا دیتے ہیں۔

مگر صرف ہماری یہ شرط ہے کہ آپ نے جس دین کی آواز لگائی ہے اسے بند کر دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا مجھے آپ کی کنواری لڑکیوں کی ضرورت ہے نہ دولت اور سربراہی کی مجھے صرف اپنے اللہ کی رضا چاہیے اور جو دین اس نے عطا فرمایا ہے اس کا ڈنکا بجاتا رہوں گا اس سے یہ بات بالکل روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے جو بیوہ عورتوں سے نکاح کیا اس سے آپ کا مقصد شکستہ دل بیسہارا اور بے آسرا عورتوں کو سہارا دینا تھا اور نسل انسانی کے ترقی کے اس قیمتی ذریعہ اور سرمایہ سے فائدہ اٹھانے کے طریق بتانا تھا چنانچہ آپ نے تمام خطرات کو بالائے طاق رکھ کر اس اصول پر بڑی سختی سے عمل کیا اور گیارہ عورتوں سے نکاح کیا جن میں سے صرف ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں اور ان کے ساتھ چون ۵۴ سال کی عمر میں نکاح کیا باقی سب بیوہ تھیں اور ان کے ساتھ نکاح کرتے وقت کسی قسم کے تکلفات نہیں برتے انتہائی سادہ تقاریب میں آپ کی یہ شادیاں طے پائیں جن کی

تفصیل مندرجہ ذیل احادیث میں موجود ہے۔ حق یہ ہے کہ آپؐ کے یہ کارہائے نمایاں سنہری حروف کے ساتھ لکھنے اور عمل کرنے کے قابل ہیں مگر افسوس کہ آج ان پر عمل کرنے کے بجائے آپ پر طعن و تشنیع ہو رہی ہے اور اسی لیے آج پوری دنیا قعرِ مذلت میں گر چکی ہے۔

نکاح خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَوْ رَجُلٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْعٰى غَنَمًا فَاسْتَعْلَى الْغَنَمَ فَكَانَ فِي الْاِبِلِ هُوَ وَشَرِيْكٌ لَهٗ فَاكْتَسَبَا اُخْتَ خَدِيْجَةَ فَلَمَّا قَضَوُا السَّفَرَ بَقِيَ لَهُمْ عَلَيْهَا شَيْءٌ فَجَعَلَ شَرِيْكُهٗ يَاْتِيْهِمْ يَتَقَاضَاهُمْ وَيَقُوْلُ لِمُحَمَّدٍ اِنْطَلِقْ فَيَقُوْلُ اِذْهَبْ اَنْتَ فَاِنِّيْ اَسْتَحْيِيْ فَقَالَتْ مَرَّةً وَاَتَاهُمْ فَاَيْنَ مُحَمَّدٌ لَا يَجِيْءُ مَعَكَ قَالَ قَدْ قُلْتُ لَهٗ فَزَعَمَ اَنْ يَسْتَحْيِيْ فَقَالَتْ مَا رَاَيْتُ

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ یا آپؐ کے اصحاب میں سے کسی آدمی سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چرایا کرتے تھے پھر یہ کام چھوڑ کر آپ اور آپ کا ایک اور شریک کار اونٹوں کے کاروبار میں لگ گئے اور دونوں نے حضرت خدیجہ کی بہن کا اُجرت پر کام شروع کیا جب سفر مکمل کر کے واپس ہوئے تو ان کا کوئی حق اس کے (خدیجہ کی بہن) ذمہ باقی رہ گیا تو اس شریک کار نے تو ان کے پاس آنا جانا شروع کیا اور اپنے حق کا تقاضا شروع کیا اور محمدؐ سے کہتا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو آپ فرماتے تم ہی چلو مجھے حیا آتی ہے جب وہ گئے تو اس (خدیجہ کی بہن) نے ایک مرتبہ کہا محمدؐ کہاں ہیں وہ تمہارے

رَجُلًا اَشَدَّ حَيَاءً وَّلَا اَعَفَّ
وَلَا وَلَا فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِ
اُخْتِهَا خَدِيْجَةَ فَبَعَثَتْ اِلَيْهِ
فَقَالَتْ اِئْتِ اَبِيْ فَاخْطُبْنِيْ
اِلَيْهِ فَقَالَ اَبُوْكِ رَجُلٌ كَثِيْرُ
الْمَالِ وَهُوَ لَا يَفْعَلُ قَالَتْ
اِنْطَلِقْ فَالْقِهٖ فَكَلِّمْهُ ثُمَّ اَنَا
اَكْفِيْهِ وَائْتِهٖ عِنْدَ سُكْرِهٖ
فَعَلَ فَاَتَاهُ فَزَوَّجَهٗ فَلَمَّا
اَصْبَحَ جَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ
فَقِيْلَ لَهٗ قَدْ اَحْسَنْتَ زَوَّجْتَ
مُحَمَّدًا قَالَ اَوَ فَعَلْتُ قَالُوْا
نَعَمْ فَقَامَ فَدَخَلَ عَلَيْهِمَا
فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ اِنِّيْ قَدْ
زَوَّجْتُ مُحَمَّدًا وَمَا فَعَلْتُ
قَالَتْ بَلٰى فَلَا تُسَفِّهَنَّ رَاْيَكَ
فَاِنَّ مُحَمَّدًا كَذَا فَلَمْ تَزَلْ بِهٖ
حَتّٰى رَضِيَ ثُمَّ بَعَثَتْ اِلٰى
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِوُقِيَّتَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ اَوْ
ذَهَبٍ وَقَالَتْ اِشْتَرِ حُلَّةً

ساتھ نہیں آتے اس نے کہا میں نے
انہیں کہا اس کا گمان یہ ہے کہ وہ حیا محسوس
کرتے ہیں اس نے کہا میں نے ایسا سخت
حیادار پارسا ایسا اور ایسا آدمی نہیں دیکھا
اس کی بہن خدیجہ کے دل میں آپ کی
محبت بیٹھ گئی تو آپ کی طرف پیغام بھیجا
کہ آپ تشریف لائیں اور میرے والد صاحب
سے میرے ساتھ منگنی کی بات کریں آپ
نے فرمایا تمہارے والد بہت مال دار آدمی
ہیں وہ ایسا نہیں کریں گے اس نے کہا آپ
چلیئے ان سے ملیئے ان سے بات کیجیے پھر
میں خود کافی ہوں ان کی طرف سے مگر آپ
ان کے پاس اس وقت جائیں جب وہ نشہ
میں ہوں چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا تشریف
لے گئے تو انہوں نے نکاح کر دیا جب
صبح اُٹھ کر مجلس میں بیٹھے تو ان سے
کہا گیا کہ تم نے اچھا کیا محمدؐ سے اپنی بیٹی کی
شادی کر دی اس نے کہا میں نے ایسا کیا
ہے انہوں نے کہا ہاں اٹھ کر بیٹی کے
پاس گئے اور کہا لوگ کہتے ہیں میں نے
اپنی بیٹی کا نکاح محمدؐ سے کر دیا ہے میں تو نہیں

وَاهْدِ هَالِيْ وَكَبْشًا وَكَذَا وَكَذَا فَفَعَلَ۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۵)	کیا اس نے کہا ہاں کیا ہے اور اب اپنی رائے کمزور نہ کرنا محمدؐ اچھے آدمی ہیں اس کے بعد مسلسل اصرار کرتی رہی جہاں تک کہ وہ راضی ہو گئے پھر اس (خدیجہ) نے محمدؐ کے پاس دو اوقیہ بھیجے چاندی یا سونے کے اور کہا کہ آپ ان سے ایک جوڑا ایک دنبہ اور فلاں فلاں چیزیں خرید کر بطور ہدیہ میرے پاس بھیجیں چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔

تشریح حدیث

اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بذات خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نکاح کی پیش کش کی، اپنے والد کے ساتھ گفتگو کے طریقے بتائے۔ اور اپنے والد کو خود اس نکاح پر راضی کیا اور منگنی کے موقعہ پر جو ہدیہ وغیرہ دیا جاتا ہے اس کا خرچ بھی خود برداشت کیا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیوہ کی دل شکنی نہیں کی اس کے ساتھ نکاح کرنا منظور فرما لیا حالانکہ اس وقت آپؐ کی عمر مبارک ۲۵ سال اور خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال تھی اور انہی کے بطن سے چار لڑکیاں (زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ) پیدا ہوئیں اور تین لڑکے (طیب، طاہر، قاسم) پیدا ہوئے۔

نکاح الحفصہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا

عَنْ عُمَرَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ — ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل ہے

خُنَیْسُ بْنُ حُذَافَةَ عَرَضْتُ حَفْصَةَ عَلٰی عُثْمَانَ فَاَعْرَضَ عَنِّیْ فَذَکَرْتُ ذَالِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَعْجَبُ مِنْ عُثْمَانَ فَاِنِّیْ عَرَضْتُ عَلَیْهِ حَفْصَةَ فَاَعْرَضَ عَنِّیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ زَوَّجَ اللّٰهُ عُثْمَانَ خَیْرًا مِّنْ اِبْنَتِكَ وَزَوَّجَ اِبْنَتَكَ خَیْرًا مِّنْ عُثْمَانَ فَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَفْصَةَ وَزَوَّجَ اُمَّ کُلْثُوْمٍ مِنْ عُثْمَانَ۔	انہوں نے فرمایا جب خنیس بن حذافہ فوت کیئے گئے تو میں نے حفصہؓ کے نکاح کے لئے عثمان کو پیش کش کی تو انہوں نے مجھ سے اعراض کیا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اے اللہ کے رسول آپ تعجب نہیں فرماتے عثمان پر میں نے ان کے سامنے حفصہ کے نکاح کی پیش کش کی تو انہوں نے اعراض کیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے عثمان کے لیے تیری بیٹی سے بہتر عورت سے نکاح کر دیا ہے اور تیری بیٹی کا نکاح عثمان سے بہتر آدمی سے کر دیا ہے پس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے نکاح کیا اور ام کلثوم کا نکاح عثمان سے کیا۔

(کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۷)

اس حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب فوت ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافی پریشانی تھی کیونکہ اس زمانہ میں بیوہ عورتوں سے کوئی نکاح نہیں کرتا تھا مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولت اسلام سے مشرف ہو چکے تھے وہ ان پرانی جاہلانہ رسومات کو انتہائی برا سمجھتے تھے اس لیے اپنی اس بیوہ بیٹی کے نکاح کے سلسلہ میں خود جدوجہد شروع کی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے فرمایا کہ آپ میری بیٹی سے نکاح کرلیں تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سکوت فرمایا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جاکر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی کہ میں نے عثمان کو ایسا کہا ہے اور انہوں نے مجھے ہاں یا نہ کا جواب تک نہیں دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تسلی بخش جواب دے کر مطمئن فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے عثمان کے لیے بہتر عورت کا انتظام فرمادیا ہے اور تیری لڑکی کے لیے بھی بہتر مرد کا انتظام فرمادیا ہے چنانچہ حضرت عثمان کو اپنی لڑکی اُمّ کلثوم نکاح کرکے دی جس کی بہتری ظاہر ہے کہ مؤمنہ ہونے کے ساتھ ساتھ بنت امام الانبیاء بھی ہے اور حضرت حفصہؓ سے خود نکاح کیا اور آپ کا مرتبہ ساری مخلوق سے زیادہ ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیوہ کی دل جوئی کے لیے اس سے شادی کی تھی ورنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کنواری پہلے گھر میں موجود تھیں ان کے ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بیوہ کے ساتھ شادی کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

نکاحِ اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا لَمَّا قَدِمَتِ الْمَدِيْنَةَ اَخْبَرَتْهُمْ اَنَّهَا ابْنَةُ اَبِيْ اُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ فَكَذَّبُوْهَا حَتّٰى اَنْشَاءَ اُنَاسٌ مِنْهُمُ الْحَجَّ فَقَالُوْا تَكْتُبِيْ اِلٰى اَهْلِكِ فَكَتَبَتْ	ترجمہ:۔ اُمّ سلمہ سے نقل ہے کہ جب وہ مدینہ آئیں انہیں بتایا کہ وہ اُمیّہ بن مغیرہ کی بیٹی ہے تو انہوں نے تکذیب کی یہاں تک کہ کچھ لوگ ان میں سے حج کے لیے جانے لگے تو ان سے کہا کہ آپ اپنے خاندان کی طرف ایک خط لکھ دیں تو میں نے

مَعَهُمْ فَرَجَعُوا اِلَى الْمَدِيْنَةِ يُصَدِّقُوْنَهَا فَازْدَادَتْ عَلَيْهِمْ كَرَامَةً قَالَتْ فَلَمَّا وَضَعْتُ زَيْنَبَ جَاءَنِى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَنِي فَقُلْتُ مِثْلِي تُنْكَحُ اَمَّا اَنَا فَلَا وَلَدَ فِيَّ وَاَنَا غَيُوْرٌ ذَاتُ عِيَالٍ قَالَ اَنَا اَكْبَرُ مِنْكِ وَاَمَّا الْغَيْرَةُ فَيُذْهِبُهَا اللّٰهُ وَاَمَّا الْعِيَالُ فَاِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهِ فَتَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَاْتِيْهَا فَيَقُوْلُ اَيْنَ زِنَابُ حَتّٰى جَاءَ عَمَّارٌ فَاخْتَلَجَهَا۔

(کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۷)

انہیں لکھ دیا جب وہ لوٹ کر آئے تو انہوں نے تصدیق کی اور ان کی کرامت ان پر بڑھ گئی انہوں نے کہا کہ جب میں نے زینب کو جنا تو میرے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نکاح کے بارے میں مجھ سے بات کی تو میں نے کہا کہ مجھ جیسی عورت سے نکاح کیا جائیگا اب میں اولاد کے قابل نہیں ہوں غیرت مند ہوں عیال دار بھی ہوں آپؐ نے فرمایا میں تجھ سے بڑا ہوں اور غیرت کا دفاع اللہ کرے گا اور تیرا عیال اللہ اور اس کے رسول کے سپرد ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے ہاں تشریف لاتے تو فرماتے زینب کہاں ہے یہاں تک کہ عمار آئے انہوں نے اسے لے لیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہندہ اور کنیت ام سلمہ تھی ان کے پہلے شوہر حضرت عبداللہ بن عبدالاسد تھے جو ابوسلمہ کے نام سے مشہور تھے جو ان کے چچازاد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے حضرت ام سلمہ رضؓ اپنے اس شوہر کے ساتھ ایمان لائیں اور ان ہی کے ساتھ ہجرت کرکے حبشہ چلی

گئیں وہاں سے پھر واپس مکہ آئیں اور یہاں سے ہجرت کر کے مدینہ آئیں ان کے شوہر حضرت ابو سلمہؓ غزوہ احد میں زخمی ہو گئے تھے جو بعد میں فوت ہو گئے اب چونکہ حضرت ام سلمہؓ بیوہ ہو گئی تھیں حاملہ بھی تھیں اور بھی چھوٹے چھوٹے بچے تھے مہاجرہ تھی یہاں اپنی برادری کا کوئی بھی آدمی نہیں تھا اس لیے یہ وقت آپؓ کے لیے انتہائی مشکل اور کھٹن تھا مگر اس طرف مہاجرین اور انصار میں رشتہ اسلام اتنا بلند و بالا اور اہم تھا کہ ان کے سامنے دنیوی رشتوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی اور پرانی جاہلانہ رسومات ان کے قلب و دماغ سے نکل چکی تھیں کہ بیوہ سے کوئی نکاح نہیں کرتا تھا اب تو وہ عدل و انصاف کے پیکر اور رحماء بینھم بن چکے تھے۔

اس لیے انہوں نے آپ کے نکاح کے سلسلہ میں جدّوجہد شروع کی چنانچہ اس سلسلہ میں جب نسب کے متعلق آپ سے دریافت کیا گیا تو ہندہ بنت ابی اُمیّہ بتایا اور یہ ان کے والد کی کنیت ہے اصلی نام ان کا سہیل اور والدہ کا عاتکہ تھا تاہم صحابہؓ کو اس سے تسلّی نہ ہوئی تو حج کے لیے کچھ انصار گئے اور مزید تحقیق کی معلوم ہوا حضرت ام سلمہؓ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ صحیح تھا چنانچہ پھر صحابہؓ کے دلوں میں ان کا احترام اور بڑھ گیا اور ان کی دیکھ بھال شروع کی یہاں تک جب ان کی بیٹی زینب پیدا ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ نکاح کے سلسلہ میں ان کو پیغام بھیجا تو انہوں نے انکار نہ کیا بلکہ چند عذر پیش کر دیئے۔

(۱) میری عمر زیادہ ہے اولاد کے قابل بھی نہیں ہوں۔

(۲) میں سخت غیور ہوں غرضیکہ پتہ نہیں اور عورتوں کے ہوتے ہوئے گزارا کر سکوں یا نہ۔

(۳) اور صاحب عیال بھی ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلّی دیتے ہوئے انتہائی مشفقانہ انداز

میں فرمایا کہ میں عمر میں تجھ سے بڑا ہوں تیری غیوریت کو اللہ تعالیٰ دفع کردیں گے تیری اولاد کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول کے سپرد ہے اس تسلی کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد نکاح حضرت امّ سلمہؓ سے ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کی اولاد کی دیکھ بھال کرتے تھے جب ان کے گھر میں جاتے تو سب سے پہلے ان کی نوزائدہ بچی زینب کا حال پوچھتے کہ اس کا کیا حال ہے وہ کہاں ہے اور ان کے چھوٹے بچے عمر بن ابی سلمہؓ کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے چنانچہ عمر بن ابی سلمہ خود اس حدیث کے راوی ہیں۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ يَدِیْ تَطِيْشُ فِی الصَّفْحَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ (مشکوٰۃ ص ۳۶۳)

ترجمہ: عمر بن ابی سلمہؓ سے نقل ہے کہا میرا بچپن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں گزرا اور میرا ہاتھ برتن میں ادھر ادھر حرکت کرتا تھا پس مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

ازراہِ انصاف اگر غور کیا جائے تو اس کے سوا اور کچھ بھی نظر نہیں آئے گا سوائے اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیوہ کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی کرنا چاہتے تھے اور اس کے سوا اور کوئی صورت نظر ہی نہیں آتی تھی سوائے اس کے کہ انہیں اپنے حرم میں لاتے اور امہات المؤمنین میں انہیں شامل کرتے اور ان کے بچوں کو اسلامی تربیت دیتے۔

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سوا کسی اور صحابی کو ان کے ساتھ نکاح کا حکم

دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرتابی ان کے لیے ممکن نہیں تھی وہ ضرور بجا لاتے اور یہ نکاح کر گزرتے کیونکہ وہ تو آپ کے ہر حکم پر کٹ مرنے والے تھے مگر آپؐ رحمۃ للعالمین تھے آپ کی نظرِ شفقت جس طرح امّ سلمہؓ اور ان کے عیال پر تھی اسی طرح ہر ایک صحابی اور صحابیہ پر تھی۔

اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عیال دار اور بیوہ عورت کا بارِ گراں کسی اور پر ڈالنا مناسب نہ سمجھا اور ساری زحمتیں خود بنفس نفیس برداشت کیں نیز چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نسل انسانی کے لیے اسوۂ حسنہ تھے آپ نے سوتیلی اولاد کے ساتھ برتاؤ کا طریقہ بھی بتانا تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً بتایا کہ سوتیلی اولاد سے بھی ایسا ہی حسن سلوک اور شفیقانہ برتاؤ کرنا چاہیے جس طرح کہ اپنی اولاد سے کیا جاتا ہے۔

نکاحِ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ اَنَّھَا کَانَتْ تَحْتَ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِاَرْضِ الْحَبْشَۃِ فَزَوَّجَھَا النَّجَاشِیُّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَمْھَرَھَا عَنْہُ اَرْبَعَۃَ اٰلَافٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَرْبَعَۃَ اٰلَافِ دِرْھَمٍ وَبَعَثَ بِھَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ سے نقل ہے کہ وہ عبید اللہ ابن جحش کے تحت تھیں وہ حبشہ کی سرزمین میں فوت ہو گئے تو نجاشی نے ان کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرا دیا اور اپنی طرف سے چار ہزار درہم مہر بھی ادا کر دیا۔ اور اُنھیں شرجیل بن حسنہ کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

مَعَ شُرَحْبِيْلَ ابْنِ حَسَنَةَ ۔ پاس بھیج دیا۔
(مشکوٰۃ ص ۲۷۷)

تشریح حدیث

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے یہ اور ان کے شوہر عبیداللہ بن جحش دونوں مشرف باسلام ہوئے اور مشرکین کے ناروا سلوک کی وجہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے وہاں ان کے شوہر نصرانی ہو گئے تو انہوں نے ان سے علیحدگی اختیار کی اور پھر وہ مر گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا خیال دامن گیر ہوا کیونکہ وہ ایک سردار کی بیٹی تھی اور اسلام کی وجہ سے انہیں ہجرت کرنا پڑی اور وہاں حبشہ میں ان کا کوئی مجازی سہارا نہیں تھا۔ اور ظاہر بات ہے غریب الوطن غریب الدیار اور عدیم المال ہونے کی وجہ سے ان سے کون نکاح کرتا جب کہ بیوہ گان سے نکاح کا رواج بھی نہیں تھا۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن امیۃ الضمری بغرض نکاح نجاشی کے پاس اپنا قاصد بنا کر بھیجا چنانچہ نجاشی نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اس سے آگاہ کیا انہوں نے بھی جب رضامندی ظاہر کی تو کہا کہ آپ اپنا وکیل مقرر کریں تو آپؓ نے خالد بن سعید اموی کو اپنی طرف سے وکیل مقرر کیا شام کے وقت نجاشی نے وہاں رہنے والے مسلمانوں کو جمع کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود وکالت کے فرائض سر انجام دیئے عقدہ نکاح ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور چار ہزار دینار یا درہم مہر بنا بر اختلافِ روایتین خود اپنی طرف سے ام حبیبہؓ کو ادا کیا اور انہیں شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نکاح کا مقصد بھی حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دل جوئی تھی۔

نکاحِ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی لڑکی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ تجویز کیا حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی اس پر راضی نہ ہوئے کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو غلامی کا داغ لگا ہوا تھا اور غلاموں اور باندیوں کو اس زمانہ میں انتہائی ذلیل اور گھٹیا سمجھا جاتا تھا نہ غلاموں کو کوئی لڑکی دیتا اور نہ باندیوں سے کوئی نکاح کرتا یہ لوگ معاشرے کا ذلیل ترین طبقہ گنے جاتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آقائی اور غلامی امیر و غریب کے اس فرق کو ختم کر کے سب کو ایک ہی صف میں کھڑا کرنا چاہتے تھے اسی لیے ایک موقعہ پر فرمایا۔

كُلُّكُمْ اَبْنَاءُ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ ۔

ترجمہ: تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔

یعنی مٹی کے ایک حصے کو بحیثیت مٹی ہونے کے دوسرے حصے پر کوئی شرف اور فوقیت حاصل نہیں اسی طرح اس مٹی سے پیدا ہونے والی نسل انسانی کو بھی بحیثیت انسان ہونے کے ذات پات اور دولت کی وجہ سے دوسرے پر کوئی فوقیت اور برتری نہیں سب آپس میں برابر ہیں اور اس سلسلہ میں چونکہ صرف وعظ کافی نہیں بلکہ عملی نمونہ کی بھی ضرورت ہے چنانچہ آپ نے دو قسم کا عملی نمونہ پیش کیا ایک نماز روزہ حج زکوٰۃ کی شکل میں جس کی تفصیل دوسری کتابوں میں موجود ہے اور دوسرا عملی نمونہ نکاح ہے کہ امیر اور اونچی قوم کے لوگ غلاموں اور غریب لوگوں کو اپنی لڑکیاں نکاح کر کے دیں اور خود ان کی لڑکیوں سے اور باندیوں سے نکاح کریں چنانچہ اس کی ابتدا سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھرانے اور گھر سے کی اور حضرت

زیدؓ بن حارثہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار عکاظ سے خریدا تھا اور پھر انہیں آزاد بھی کر دیا تھا اس زمانہ میں حضرت زید بن حارثہ صغیر السن تھے جب آپ کی آزادی کی خبر ان کے رشتہ داروں کو ملی تو والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر زید جانا چاہے تو لے جائیں ورنہ میں خود اس کو اپنے گھر سے نہیں نکال سکتا چنانچہ اُنکے والد حارثہؓ نے جب انہیں اپنے ساتھ چلنے کو کہا تو حضرت زیدؓ نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کیا اور فرمایا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت کو نہیں چھوڑوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس جذبہ محبت کو دیکھ کر اس کو اپنے گھر میں رکھا اور انہیں اپنا متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) بنا لیا یہاں تک کہ لوگ ان کو زید بن حارث کے بجائے زید بن محمدؐ پکارنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر مزید نظرِ کرم اور شفقت فرمائی کہ جب جوان ہوئے تو ان کی شادی کا بندوبست کیا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی شادی کے لیے منتخب کیا مگر داغ غلامی کی وجہ سے جب حضرت زینبؓ اس پر راضی نہ ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ اتاری۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۔

ترجمہ:۔ اور کسی مومن مرد یا عورت کو لائق نہیں ہے جب اللہ اور اس کا رسول، کوئی حکم دیں تو انہیں اپنے کام میں اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہوا۔

(پ ۲۲، سورۃ احزاب ع ۵)

بر حکم خداوندی اُترنے کے بعد حضرت زینب اور اُن کے بھائیوںؓ نے سرِ تسلیم خم کیا اور اس نکاح پر سب راضی ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ذاتی طور پر شادی کی تقریب سعید میں مزید دلچسپی لی اور حضرت زید بن حارث کی شادی اس طرح کرائی جس طرح کہ اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی کرائی جاتی ہے چنانچہ حضرت زید بن حارث کی طرف سے تو یوں حصہ لیا کہ حضرت زینبؓ کا مہر خود ادا کیا جو دس دینار سرخ (تقریباً چار تولہ سونا ہوتا ہے) اور ساٹھ درہم (جس کی قیمت تقریباً اٹھارہ تولہ چاندی ہوتی ہے) اور حضرت زینبؓ کی طرف سے یوں حصہ لیا کہ ایک باربرداری کا جانور اور پورا زنانہ جوڑا اور پچاس مُدّ اناج یعنی تقریباً پچیس سیر اور دس مُد (پانچ سیر) کھجور تھا۔

(بحوالہ معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۱۴۹)

کتب تاریخ اور احادیث اس پر گواہ ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اہتمام اپنی کسی بیٹی کی شادی پر بھی نہیں فرمایا جب یہ عقد نکاح ہو گیا تو قدرتی طور پر ان دونوں میاں بیوی میں نباہ نہ ہو سکا حضرت زیدؓ بن حارثہ نے بامر مجبوری حضرت زینبؓ کو طلاق دی اس سے حضرت زینبؓ کی دل شکنی ہو چکی تھی کیونکہ وہ تو شروع سے ہی اس نکاح کو پسند نہیں کرتی تھیں انہوں نے تو صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی تھی اب ان کی دل شکنی اسی صورت میں دور ہو سکتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے ساتھ نکاح کرتے اور انہیں اپنے حرم میں شامل کرتے اور ادھر سے اللہ پاک کا حکم بھی اتر گیا زَوَّجْنٰکَھَا اے نبی ہم نے زینب کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا اس طرح حضرت زینبؓ امہات المومنین میں شامل ہوئیں۔ اور اللہ پاک نے بھی ان کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی فرمائی اور انہیں اس شرف عظیم سے نوازا اور یہ درحقیقت ارشادِ ربانی کی تعمیل کا نتیجہ ہے اور اس واقعہ سے یہ بات بالکل بے غبار ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

مقصد تعدد ازدواج سے شہوت پرستی نہیں تھی بلکہ شکستہ دلوں کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی تھی واللہ اعلم۔

نکاح صفیہ بنت حُیَیّ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

وَعَنْهُ (اَنَسٍ) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَتَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا وَاَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ	ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔ اور حیس سے ان کا ولیمہ کیا۔

(بحوالہ مشکوۃ ص ۲۷۸)

حضرت صفیہ بنت حُیَیّ جنگ خیبر میں قیدیوں کے ساتھ آئیں جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ قریظہ اور نضیر کی سردارن ہے اور حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی پشت میں سے ہے مسلمان بھی ہو چکی ہے تو آپ نے پہلے ان کو آزاد کیا اور پھر ان سے نکاح کیا اگر آپ بحیثیت باندی بھی ان کو رکھنا چاہتے تو رکھ سکتے شرعاً اسمیں کوئی قباحت نہیں تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا بلکہ پہلے ان کو آزاد کیا پھر اُن سے نکاح کیا اس میں صرف تین چیزیں پیش نظر تھیں اولاً یہ کہ جاہلیت کے دور میں اگر ایک دفعہ کسی کو غلامی کا داغ بھی لگ جاتا تھا تو اس کے ساتھ نکاح کرنا انتہا معیوب سمجھتے تھے جس کی تفصیل اس سے کچھ قبل گذر چکی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس فرق کو ختم کرنے کیلئے مبعوث فرمائے گئے تھے چنانچہ آپ نے اس کا ایک عملی نمونہ تو یہ قائم کیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کیا اور دوسرا عملی نمونہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندی

کی داغدار عورت سے نکاح کیا اور اسے امہات المؤمنین میں شامل کر کے تاقیامت آنے والے مسلمان مردوں اور عورتوں کی روحانی ماں بنا دیا اور دوسری چیز جو بارگاہ نبی کے پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ یہ بیوہ تھی ان کا خاوند اسی غزوہ خیبر میں مارا گیا تھا اب اس کو باندی کی حیثیت سے تو لوگ استعمال کر لیتے مگر نکاح کوئی نہ کرتا تو عملی نمونہ پیش کر کے اس رسم کو بھی ختم کیا اور تیسری چیز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال مبارک میں تھی وہ یہ ہے کہ حضرت صفیہؓ پر اسلام کی خوبیاں اور برکات واضح ہوں اور اسے یقین ہو جائے کہ غزوۂ خیبر میں جو اس کی قوم کے افراد مارے گئے ہیں وہ کسی ذاتی یا ملک گیری کی ہوس کی وجہ سے نہیں مارے گئے بلکہ صرف اور صرف اس وجہ سے مارے گئے ہیں کہ وہ دین حقہ کی مخالفت کرتے تھے اور اسلام کی ان برکات اور خوبیوں کا صحیح اور کما حقہٗ اندازہ گھرانۂ نبوّت کے سوا نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ نے جب ان سے نکاح کیا انہیں اپنے گھر میں لائے تو ازواجِ مطہرات میں سے کسی نے بھی کسی قسم کی کوئی بات طعنہ وتشنیع وغیرہ نہیں کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں گھر میں لائی ہے اس سے کیوں نکاح کیا ہے ایسی کوئی بات ان کی زبانوں سے نہیں نکلی اِلّا یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پوچھا کہ صفیہ کیسی ہے اس کو کیسا دیکھا ہے تو فرمایا کہ ایک یہودن دیکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فوراً ٹوک دیا اور فرمایا کہ ایسا مت کہو وہ اسلام لا چکی ہے سوال یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے ایسا شکوہ کیوں نہیں کیا حالانکہ عورت سب کچھ برداشت کر سکتی ہے مگر اپنی سوکن کبھی برداشت نہیں کر سکتی بات اصل میں یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات صرف ازواج کے درجہ میں نہیں تھیں بلکہ آپ کی تلمیذات کے درجہ میں بھی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تاقیامت آنے والی اُمّتی عورتوں کے لیے معلّمات اور ماں ہونے

کی حیثیت سے تربیت و تعلیم دے رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر مبارک عام گھروں جیسا نہیں تھا بلکہ تعلیمی حیثیت سے اسلامی یونیورسٹی (مسجد نبوی) کا ایک حصہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مردوں کی تعلیم و تربیت سے فارغ ہوتے تو عورتوں کے اس شعبہ میں تشریف لاکر تعلیم شروع کر دیتے تھے اور آپ کی اس تعلیم اور صحبت کا اثر تھا کہ جس طرح مردوں (صحابہؓ) کے دل کینہ بغض و عداوت اور دنیا کی لالچ سے پاک ہو چکے تھے اور آپس میں "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" بن چکے تھے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے دل بھی آپ کی اس صحبت اور فیض کی برکت سے کینہ بغض عداوت وغیرہ سے پاک ہو چکے تھے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں اس لیے نہیں آئی تھیں کہ یہاں زیب و زینت ہو گی کھانا پینا اچھا ہو گا بلکہ وہ تو صرف اور صرف اس لیے آئی تھیں کہ اللہ راضی ہو جائے آخرت سدھر جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس لیے نکاح نہیں کیا تھا کہ عیش پرستی اختیار کریں بلکہ اس لیے نکاح کیا تھا کہ وہ آنے والی نسل انسانی کے لیے مشعل راہ بنیں اب ایسی عورتوں کی زبان سے کینہ اور حسد بھری آواز کیسے نکل سکتی ہے کہ فلاں عورت ہمارے گھر میں کیوں آگئی ہے اور کیا خوب کہا ہے شاعر نے۔

کوئی دے کے دل کسی کو نوا سنج فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت تعلیم و تربیت اور اخلاق حمیدہ اور آپ کی بقیہ ازواج کے جذبہ ایثار اخوت اور بھائی چارے کا حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جو اثر پڑا اس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف آپ کی بیوی کے درجہ میں یا تلمیذہ کے درجہ میں نہیں رہیں بلکہ ان کے شوہر نے جس دین کی شدید مخالفت کی تھی اور اسی لیے وہ غزوہ خیبر میں مارے گئے تھے اسی دین کی یہ معلمہ بن گئیں حضرت

انس ابن عمر وغیرہ بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث آپؓ سے روایت کی ہیں۔

نکاح جُویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ کَانَتْ جُوَیْرِیَۃُ مِلْکَ رَسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَعْتَقَھَا وَجَعَلَ صَدَاقَھَا عِتْقَ کُلِّ اَسِیْرٍ مِنْ بَنِی الْمُصْطَلَقِ۔

ترجمہ ۲۶: شعبیؒ سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ جویریہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک میں تھی آپ نے انہیں آزاد کیا اور اس کے مہر کے بدلے بنی مصطلق کے سب قیدی آزاد کیے۔

(کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۹)

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں ان کا خاوند مسافع بن صفوان غزوہ مریسیع میں قتل ہوگیا اس غزوہ میں بڑی کثرت کے ساتھ غلام اور باندیاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں ان میں سے حضرت جویریہؓ بھی تھیں جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو وہ ثابت بن قیس انصاری کے حصہ میں آئیں انہوں نے اپنے مالک سے فرمایا کہ تم مجھ سے میری قیمت وصول کرلو اور مجھے آزاد کردو مالک اس پر راضی ہوگئے اور ۹ اوقیہ سونا ان کی قیمت طے ہوئی مگر چونکہ ان کے پاس اتنی قیمت نہیں تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ میری امداد فرمائیں اور ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ مسلمان ہوچکی ہوں اور میرا باپ قوم کا سردار تھا اور میں نے صرف آپ کے اعتماد پر مال کتابت قبول کرلیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ مال کتابت میں ادا کردوں اور تجھ سے نکاح کرلوں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ٹھیک ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مال کتابت ادا کیا، اب

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک میں آچکی تھیں اس لیے پہلے ان کو آزاد کیا اور پھر ان کے ساتھ نکاح اب مہر ادا کرنا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کے عوض ان کی قوم کے چالیس۴۰ غلام آزاد کیے جس کی تفصیل آنے والی حدیث پاک میں آرہی ہے۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ جُوَيْرِيَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَزْوَاجَكَ يَفْخُرْنَ عَلَيَّ وَيَقُلْنَ لَمْ يَتَزَوَّجْكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَوَلَمْ اُعْظِمْ صَدَاقَكِ اَلَمْ اُعْتِقْ اَرْبَعِيْنَ مِنْ قَوْمِكِ۔

ترجمہ: حضرت مجاہد سے نقل ہے انہوں نے کہا کہ جویریہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کی بیویاں مجھ پر فخر کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے نکاح نہیں کیا آپ نے فرمایا کیا میں نے تیرا مہر سب سے زیادہ نہیں رکھا اور تیری قوم کے چالیس۴۰ آدمی آزاد نہیں کیے۔

(کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو اگر بحیثیت باندی رکھنا چاہتے تو رکھ سکتے تھے اور مال کتابت ادا کرنے کے بعد تو بطریق اولی یہ حق پہنچتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہ کیا بلکہ پہلے انہیں آزاد کیا اور پھر ان سے نکاح کیا اس سے مقصد وہ جاہلانہ رسم (کہ باندیوں سے نکاح نہیں کرتے تھے) مٹانا ہے اب نکاح کے بعد ان کا حق مہر ادا کرنا تھا تو اس کے عوض جویریہ کی قوم کے چالیس۴۰ غلام آزاد کر دیئے۔

آپ کی بقیہ ازواجِ مطہرات کو اس بات کا علم نہیں تھا تو انہوں نے جویریہ پر اپنی برتری ظاہر کی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منکوحہ ہیں اور وہ صرف باندی ہے اور اس سے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالی عنہا کی دل شکنی ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ

وسلم سے شکایت کردی تو آپ نے انہیں تسلی دی اور نکاح کا ثبوت پیش کیا تو اس سے انہیں اطمینان ہوا۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پتہ چلا کہ جویریہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا ہے تو انہوں نے مناسب نہ سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والے ان کے غلام ہوں، تو انہوں نے سب کو آزاد کر دیا جن کی تعداد سات سو تھی

نکاح میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عَنْ عِكْرَمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَهَبَتْ مَيْمُوْنَةُ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ:۔ حضرت عباس رضی کے غلام عکرمہ سے نقل ہے انہوں نے کہا حضرت میمونہ نے اپنی ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہبہ کر دی تھی۔

(کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۹)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق مختلف روایات ہیں بعض میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور بعض میں ہے انہوں نے اپنی ذات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہبہ کی اصح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح کیا ہے اور وجہ اس کی یہ تھی کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ تھیں آپ جاہلانہ رسومات کو مٹا کر صنفِ نازک کو اونچا مقام دینا چاہتے تھے۔

نکاحِ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَمْرٍو اَبُوْ سَلَمَةَ وَيَحْيٰى قَالُوْا لَمَّا

ترجمہ:۔ محمد بن عمرو ابو سلمہ اور یحیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا جب

هَلَكَتْ خَدِيْجَةُ جَاءَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيْمٍ اِمْرَءَةُ عُثْمَانَ ابْنِ مَظْعُوْنٍ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَزَوَّجُ قَالَ مَنْ قَالَتْ اِنْ شِئْتَ بِكْرًا وَاِنْ شِئْتَ ثَيِّبًا قَالَ فَمَنِ الْبِكْرُ قَالَتْ اَحَبُّ خَلْقِ اللّٰهِ اِلَيْكَ عَائِشَةُ اِبْنَةُ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ وَمَنِ الثَّيِّبُ قَالَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ قَدْ اٰمَنَتْ بِكَ وَاتَّبَعَتْكَ قَالَ فَاذْهَبِيْ فَاذْكُرِيْهِمَا عَلَيَّ فَدَخَلَتْ بَيْتَ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَتْ يَا اُمَّ رُوْمَانَ مَاذَا اَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيْكِ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ قَالَتْ وَمَا ذَاكَ قَالَتْ اَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ قَالَتْ اُنْظُرِيْ اَبَا بَكْرٍ حَتّٰى يَأْتِيَ فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ فَقُلْتُ يَا اَبَا بَكْرٍ مَاذَا اَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ قَالَ

خدیجہؓ فوت ہوئیں تو خولہ بنت حکیم (جو عثمان بن مظعون کی بیوی ہے) آئیں کہا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے فرمایا کس سے کہا اگر چاہیں تو باکرہ سے چاہیں تو بیوہ سے فرمایا باکرہ کون ہے کہا اللہ کی مخلوق میں آپ کو جو سب سے زیادہ پسند ہے عائشہ ہے ابوبکر کی بیٹی، فرمایا بیوہ کون ہے تو کہا سودہ بنت زمعہ وہ آپ پر ایمان لائی ہے آپ کی پیروکار ہے فرمایا میری طرف ان کے متعلق آپ بات کریں وہ ابوبکر کے گھر میں آئیں اور کہا اے ام رومان اللہ نے تجھ پر کیسی خیر و برکت نازل کر دی ہے اس نے کہا وہ کیا کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے انہوں نے اپنے ساتھ عائشہ کی منگنی کا پیغام دیا اس نے کہا ٹھہرو ابوبکر آجائیں ابوبکر آئے تو میں نے کہا اے ابوبکر اللہ نے تم پر کیسی خیر و برکت نازل کردی ہے کہا کون سی کہا

وَمَا ذَاكَ قَالَتْ اَرْسَلَنِيْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ اَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ
قَالَ وَهَلْ تَصْلُحُ لَهٗ اِنَّمَا
هِيَ ابْنَةُ اَخِيْهِ فَرَجَعَتْ
اِلٰى رَسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ
لَهٗ قَالَ ارْجِعِيْ اِلَيْهِ فَقُوْلِيْ
لَهٗ اَنَا اَخُوْكَ وَاَنْتَ اَخِيْ
فِي الْاِسْلَامِ وَابْنَتُكَ
تَصْلُحُ لِيْ فَرَجَعَتْ فَذَكَرَتْ
ذٰلِكَ لَهٗ قَالَ انْتَظِرِيْ
وَخَرَجَ قَالَتْ اُمُّ رُوْمَانَ
اِنَّ مُطْعِمَ بْنَ عَدِيٍّ قَدْ
ذَكَرَهَا عَلَى ابْنِهٖ وَوَاللّٰهِ
مَا وَعَدَ اَبُوْبَكْرٍ وَعْدًا
قَطُّ فَاَخْلَفَهٗ فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ
عَلٰى مُطْعِمِ بْنِ عَدِيٍّ
وَعِنْدَهٗ امْرَاَتُهٗ اُمُّ الصَّبِيِّ
فَقَالَتْ يَا ابْنَ اَبِيْ قُحَافَةَ
لَعَلَّكَ مُصْبٍ صَاحِبَنَا

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بھیجا ہے اپنے متعلق عائشہ (رضی اللہ
تعالیٰ عنہا) کی منگنی کا پیغام دیا ہے
فرمایا کیا ان کے لیے جائز ہو سکتی
ہے یہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے
وہ لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آئی اور اس کا ذکر کیا
ان کے سامنے آپ نے فرمایا جائیں
اور ان سے کہیں کہ میں اور وہ آپس
میں دینوی بھائی ہیں آپ کی بیٹی میرے
لیے جائز ہے چنانچہ میں لوٹی اور ابوبکر
کے سامنے اس کا ذکر کیا تو انہوں
نے کہا آپ تھوڑی دیر انتظار کریں
اور خود نکل گئے اُم رومان کہنے لگی
کہ مطعم بن عدی نے اس کے متعلق
اپنے بیٹے کے بارے میں ذکر کیا تھا
اور اللہ کی قسم ابوبکر نے کبھی بھی وعدہ
کی خلاف ورزی نہیں کی۔ ابوبکر مطعم
بن عدی کے گھر گئے اس وقت اس
کے پاس اس کی بیوی اس لڑکے
کی ماں بھی موجود تھی اس نے کہا

تَدْخُلُهُ فِيْ دِيْنِكَ الَّذِيْ
اَنْتَ عَلَيْهِ اِنْ تَزَوَّجَكَ
اِلَيْكَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِلْمُطْعِمِ
ابْنِ عَدِيٍّ اَقُوْلُ هٰذِهٖ
يَقُوْلُ اِنَّهَا تَقُوْلُ ذٰلِكَ
فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ وَقَدْ
اَذْهَبَ اللّٰهُ مَا كَانَ
فِيْ نَفْسِهٖ مِنْ عِدَتِهِ الَّتِيْ
وَعَدَهٗ فَرَجَعَ فَقَالَ لِخَوْلَةَ
اُدْعِيْ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَدَعَتْهُ فَزَوَّجَهَا اِيَّاهُ
وَعَائِشَةُ يَوْمَئِذٍ بِنْتُ
سِتِّ سِنِيْنَ ثُمَّ خَرَجَتْ
فَدَخَلَتْ عَلٰى سَوْدَةَ بِنْتِ
زَمْعَةَ فَقَالَتْ مَا اَدْخَلَ اللّٰهُ
عَلَيْكِ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ
قَالَتْ وَمَا ذَاكِ قَالَتْ
اَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْطُبُكِ
عَلَيْهِ قَالَتْ وَدِدْتُ

اے ابی قحافہ اگر وہ لڑکا تیری لڑکی نکاح
کرے گا تو شاید تو اسے بہکا کر اپنے
دین میں داخل کرلے گا جس پر تم چلتے
ہو ابوبکر نے مطعم بن عدی سے کہا
میں بھی کہہ رہا ہوں اس نے کہا وہ
بھی یہی کہہ رہی ہے اور ابوبکر ان کے
پاس سے نکل کر آگئے اور ان کے
دل میں وعدہ کے متعلق جو بات تھی وہ
اللہ نے نکال دی کہ اس سے جو وعدہ
کیا ہے ابوبکر لوٹ کر آئے خولہ سے
کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے
پاس بلا لائیں چنانچہ وہ بلا لائیں
اور ابوبکر نے اُن سے عائشہ صدیقہ کا
نکاح کردیا اور عائشہ اس زمانہ میں
چھ سال کی تھیں، پھر خولہ وہاں سے نکلی
اور سودہ بنت زمعہ کے پاس گئی اس
سے کہا اللہ نے تجھ پر کیسی خیر و برکت
اتاری ہے اس نے کہا وہ کیا تو کہا مجھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
ساتھ منگنی کے سلسلہ میں تیرے پاس
بھیجا ہے اس نے کہا میری خواہش

اُدْخُلِیْ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَاذْکُرِیْ
ذَالِكَ لَهٗ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا
قَدْ اَدْرَكَهُ السِّنُّ قَدْ تَخَلَّفَ
عَنِ الْحَجِّ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ
فَحَيَّيْتُهٗ بِتَحِيَّةِ الْجَاهِلِيَّةِ
فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَتْ
خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيْمٍ قَالَ فَمَا
شَانُكِ قَالَتْ اَرْسَلَنِيْ
مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْطُبَ
عَلَيْهِ سَوْدَةَ فَقَالَ كُفْوٌ
كَرِيْمٌ مَاذَا تَقُوْلُ صَاحِبَتُكِ
قَالَتْ تُحِبُّ ذَالِكَ قَالَ
اُدْعِيْهَا اِلَيَّ فَدَعَتْهَا
قَالَ اَيْ بُنَيَّةُ اِنَّ
هٰذِهٖ تَزْعُمُ اَنَّ مُحَمَّدَ
بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
قَدْ اَرْسَلَ يَخْطُبُكِ وَهُوَ
كُفْوٌ كَرِيْمٌ اَتُحِبِّيْنَ
اَنْ اُزَوِّجَكِ بِهٖ قَالَتْ
نَعَمْ قَالَ اُدْعِيْهِ لِيْ
فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

ہے کہ تم میرے باپ بکر کے پاس جاکر
اس کا ذکر کرو وہ بڑی عمر کے سن رسیدہ
آدمی تھے اور اس وجہ سے کبھی حج
سے بھی رہ جاتے تھے تو میں ان کے
پاس گئی اور انہیں جاہلیت کے طرز
پر سلام دیا انہوں نے کہا یہ کون عورت
ہے اس نے کہا خولہ بنت حکیم
انہوں نے کہا کیسے آئی ہو اس نے
کہا مجھے محمدؐ بن عبداللہ نے بھیجا ہے
وہ اپنے ساتھ سودہ کی منگنی کرنا چاہتے
ہیں تو اس نے کہا اچھی کفو ہے تیری
سہیلی کیا کہتی ہے اس نے کہا وہ اسے
پسند کرتی ہے اس نے کہا اسے بلالاؤ
میرے پاس تو وہ بلا کر لائیں اس نے
کہا اے بیٹی اس کا خیال ہے کہ محمد
بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے تیرے
ساتھ منگنی کے سلسلہ میں پیغام بھیجا ہے
وہ اچھا خاندان ہے کیا تم چاہتی ہو
کہ میں ان کے ساتھ تیرا نکاح کردوں
اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے اس نے
خولہ سے کہا اسے میرے پاس بلا لاؤ تو

اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَزَوَّجَہَا اِیَّاہُ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو اس نے اس کا ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۳۲)

تشریح حدیث

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانیوں میں مزید اضافہ ہو گیا اس سے قبل تو تبلیغ دین کے سلسلہ میں قوم کی طرف سے دباؤ تھا اور اب مؤنسہ مجازی کی وفات سے چھوٹے بچوں کی تربیت اور نگاہ داشت کا غم تھا اولاً اس لیے کہ اگر آپ بچوں کی تربیت میں لگ جاتے تو فریضہ تبلیغ رہ جاتا ثانیاً اس لیے کہ بچوں یا بچیوں کی تربیت عورت ہی کر سکتی ہے باپ نہیں کر سکتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تکلیف کو دیکھ کر خولہ بنت حکیم (جو عثمان بن مظعون کی بیوی تھی) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور مشورہ دیا کہ آپ شادی کر لیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس سے شادی کروں تو انہوں نے فرمایا کنواری لڑکی سے شادی کرنا چاہیں تو بھی ہو سکتا ہے اور اگر بیوہ سے کرنا چاہیں تو بھی ہو سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنواری کون ہے اور بیوہ کون ہے تو انہوں نے فرمایا کنواری ابوبکر کی بیٹی عائشہ ہے اور بیوہ سودہ بنت زمعہ ہے اور ساتھ دونوں کی خوبیاں بھی بیان کیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خولہ بنت حکیم کو اپنی طرف سے ان دونوں کے ساتھ نکاح کرنے کے سلسلہ میں بات چیت کا اختیار دیا چنانچہ ان کی جدوجہد سے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گیا۔

مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی مکہ میں نہیں ہوئی اس لیے کہ

وہ ابھی نابالغہ تھیں ان کی عمر ابھی چھ ۶ سال تھی ان کی رخصتی مدینہ میں آ کر ہوئی، اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی مکہ میں ہوئی آپ پہلے سکران بن عمرؓ کے نکاح میں تھیں یہ دونوں میاں بیوی جب مشرف باسلام ہوئے تو کفار کی اذیتوں سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں سے پھر واپس مکہ میں آئے اور یہاں ان کے شوہر سکران بن عمر فوت ہو گئے تو یہ بیوہ ہو گئیں اب یہ انتہائی پریشان تھیں کیونکہ باپ بھائی اور رشتہ دار اسلام کیوجہ سے ان کے شدید مخالف تھے، اور یہ بال بچے دار عورت تھی اس کے بچوں کی تعداد بدایہ والنہایہ ص۱۳۳ ج ۳ نے چھ تک لکھی ہے اب ایسی عورت جس کے اتنے بچے ہوں قوم ساری مخالف ہو اور مسلمانوں کی حالت یہ ہو کہ کوئی صبح ہجرت کر رہا ہے اور کوئی شام تو ان حالات میں ایسی عورت کو کون پوچھتا ہے خصوصاً جب کہ بیوہ گان سے نکاح بھی انتہائی معیوب فعل تصور کیا جاتا تھا مگر ہادی برحق رحمتِ عالم لاوارثوں کے وارث غمزدوں کے غمخوار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیغامِ نکاح بھیج کر اسکے تمام غموں کو خوشیوں میں تبدیل کر دیا اور سکران بن عمرو کے سارے یتیموں کو اپنے آغوشِ رحمت میں لیا اگرچہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی چھوٹی چھوٹی بچیاں تھیں انکی تربیت کی بھی ضرورت تھی مگر آپ کے پیش نظر صرف اپنی بچیوں کی تربیت نہیں تھی بلکہ اس کے یتیموں کی دیکھ بھال بھی تھی۔

چنانچہ بدایہ والنہایہ میں آگے چل کر لکھا ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَمْنَعُكِ مِنِّيْ قَالَتْ وَاللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا يَمْنَعُنِيْ مِنْكَ اَنْ لَا	ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ سے فرمایا تمہیں میرے نکاح سے کون سی چیز مانع ہے اس نے کہا اے اللہ کے نبیؐ

تَكُونَ اَحَبَّ الْبَرِيَّةِ اِلَيَّ وَلٰكِنِّيْ اُكْرِمُكَ اَنْ يَمْنَحُوْا هٰؤُلَآءِ الصِّبْيَةُ عِنْدَ رَأْسِكَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا قَالَ فَهَلْ مَنَعَكِ غَيْرُ ذٰلِكِ قَالَتْ لَا وَاللّٰهِ قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُكِ اللّٰهُ۔

(بدایہ والنہایہ ص ۱۳۳ ج ۲)

خدا کی قسم ہے مجھے آپ کو ساری مخلوق سے محبوب تر بنانے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے لیکن میں آپ کی عزت کرتی ہوں اور یہ بچیاں صبح وشام آپ کے پاس آکر رو کاوٹ پیدا کریں گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے سوا بھی کوئی چیز مانع ہے تو کہا کہ خدا کی قسم اور کوئی چیز مانع نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر اللہ رحم کرے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات اور ملفوظات گرامی سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ اس بیوہ کے ساتھ نکاح کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد شہوت پرستی نہیں بلکہ ان جاہلانہ رسومات کو مٹانا ہے کہ بیوہ گان سے نکاح معیوب سمجھا جاتا انہیں اور یتیموں کو وراثت میں سے حصہ نہیں دیتے اور انہیں دھکے دے کر گھر سے نکال دیتے آپ نے اس بیوہ سے نکاح کیا اور اس کے یتیموں کو اپنے سایہ عاطفت میں جگہ دے کر ایک مثال قائم کردی۔

حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کی رخصتی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح مکہ مکرمہ میں ہوا اس وقت

آپ کی عمر چھ ۶ سال تھی اس لیے وہاں رخصتی نہیں ہوئی مدینہ منورہ آ کر رخصتی ہوئی جب کہ آپؓ کی عمر ۹ سال ہو چکی تھی اس وقت آپ یقیناً بالغہ ہو گئی ہوں گی تب ہی والدین نے رخصت کیا ہو گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گھر میں لائے ہوں گے ورنہ ایک نابالغہ بچی سے ایسا ارتکاب سنگ دل والدین بھی برداشت نہیں کرتے اور خصوصاً رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے لہٰذا ان کے بالغہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں دراصل بلوغت کا دارومدار عمر پر نہیں علاقہ پر ہے زیادہ گرم علاقوں میں گرم غذائیں کھانے سے بلوغت جلدی واقع ہوتی ہے آج کل بعض ممالک میں نو سال کی بچیوں سے ولادت کی خبریں اخبارات میں چھپ چکی ہیں عرب کی گرمی تو مشہور ہے اور ان کی غذا بھی زیادہ تر کھجور رہی تھی اس لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بالغہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہاں عقل کے اندھے اور کورے اُس زمانے میں بھی آپ کے سینکڑوں معجزات دیکھنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کاہن، مجنون، ساحر، مفتری وغیرہ کے الزامات لگاتے تھے آج بھی لگا رہے ہیں ایسے لوگوں کے جواب میں یہ کافی ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم

چشمِ آفتاب را چہ گناہ

ترجمہ:۔ اگر دن میں چمگادڑ نہ دیکھ سکے تو سورج کا کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس مقام پر سب سے زیادہ اہم اور قابل غور بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ میں سے صرف ایک کنواری لڑکی سے شادی کی بقیہ تمام بیوگان تھیں اور کنواری سے بھی اس وقت شادی کی جبکہ آپ کی عمر مبارک ۵۴ سال ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ سب سے زیادہ محبت بھی تھی اور اسی لیئے

ایک موقعہ پر دعا بھی فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ قِسْمَتِیْ فِیْمَا اَمْلِکُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِکُ وَلَا اَمْلِکُ۔

اے اللہ یہ میری برابر والی تقسیم ہے ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں اور وہ چیز جو آپ کے قبضہ میں ہے میرے اختیار میں نہیں ہے اس پر مجھ سے مواخذہ نہ فرمائیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اضطراری محبت تھی اختیاری نہیں تھی اور اضطراری پر گرفت نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں صاف ارشادِ گرامی موجود ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی ہی محبت تھی۔

چنانچہ آیت تخییر کے نزول کے موقعہ پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو ارشاد فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کئی کئی دن تک آگ نہیں جلتی تھی فقر و فاقہ کشی آپ کی اور آپ کی ازواج مطہرات کی غذا تھی مگر غزوۂ احزاب کے بعد بنو قریظہ اور بنو نضیر وغیرہ قبائل پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات نصیب ہوئیں اور کثرت کے ساتھ مال غنیمت آیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحقین میں تقسیم فرمایا اور ازواجِ مطہرات کے نفقہ میں اضافہ نہ فرمایا اس سے انہیں کوفت لاحق ہوئی اور سب نے جمع ہو کر روزینہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مطالبہ انتہائی

شاق گزرا تمام ازواج سے بائیکاٹ کر کے مسجد کے ایک بالاخانہ میں فروکش ہو گئے یہاں تک کہ ایک ماہ گزر گیا اور اللہ پاک نے عرش پر فیصلہ فرما کر جبریل امین ؑ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ آپ میرا یہ فیصلہ اپنی ازواج کو سنا دیں۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝	ترجمہ:۔ اے نبی آپ اپنی ازواج سے فرمادیں اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زیبائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ سامان دے کر اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو یقیناً اللہ تعالےٰ نے نیکو کار بیبیوں کے لیے تم میں سے بہت بڑا اجر تیار کیا ہے۔

(پ ۲۱ سورۃ احزاب ع ۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود فیصلہ سنا دیا کہ آپ کی ازواج میں سے جو بیبیاں ظلِّ نبی میں رہنا چاہیں سو بسم اللہ روکھا سوکھا کھا کر گذارا کریں اس کا بڑا اجر ملے گا اور ٹھاٹھ پسند کریں تو پھر وہ اس گھر میں نہیں رہ سکتی ہیں یہ آیت کریمہ اترنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارک سے نمودار ہوئے اور یہ حکم خداوندی سنانے کے لیے سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو فرمایا وہ انہیں کے الفاظ مبارک میں

ملاحظہ فرمائیں

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا
أُمِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِتَخْيِيْرِ اَزْوَاجِهٖ
بَدَاَ بِيْ فَقَالَ يَا عَائِشَةَ اِنِّيْ
ذَاكِرٌ لَكِ اَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ
اَنْ لَا تَسْتَعْجِلِيْ حَتّٰى
تَسْتَأْمِرِيْ اَبَوَيْكِ قَالَتْ
وَقَدْ عَلِمَ اَنَّ اَبَوَايَ
لَمْ يَكُوْنَا لِيَأْمُرَانِيْ
بِفِرَاقِهٖ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ
اللّٰهَ يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ
قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ
تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا
فَتَعَالَيْنَ حَتّٰى بَلَغَ لِلْمُحْسِنٰتِ
مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝
قُلْتُ اَفِيْ هٰذَا اَسْتَأْمِرُ
اَبَوَيَّ فَاِنِّيْ اُرِيْدُ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ
فَفَعَلَ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ مَا

ترجمہ: حضرت عائشہ سے نقل ہے
انہوں نے کہا جب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیویوں کے بارے
میں اختیار دیا گیا تو ابتداء مجھ سے کی
اور فرمایا عائشہ میں تیرے سامنے ایک
ایک بات ذکر کرنے لگا ہوں تو اس
سلسلہ میں والدین کے مشورہ کے
سوا جلد بازی سے کوئی قدم نہ اٹھانا
حالانکہ وہ جانتے کہ والدین مجھے
ان سے جدائی کا مشورہ نہیں دیں
گے پھر فرمایا یقیناً اللہ پاک فرماتے
ہیں اے نبی آپ اپنی بیویوں سے
فرمادیں اگر تم دنیا کی زندگی اور اس
کی زیبائش چاہتی ہو تو آجاؤ یہاں
تک کہ آپ للمحسنت منکن اجرا
عظیما تک پہنچ گئے میں نے کہا
کیا میں اس سلسلہ میں والدین سے
مشورہ کروں میں تو اللہ اس کے
رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہوں
اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

فَعَلْتُ۔ باقی ازواج نے بھی اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا۔
(ترمذی ج ۲ ص ۱۵۲)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے والدین کی بہ نسبت زیادہ محبّت تھی تب ہی تو ان سے مشورہ نہ کیا اور فاقوں کی زحمت گوارا کر کے آپ کی رفاقت کو ترجیح دی اور بقیہ ازواج مطہرات کے لیے نمونہ بنی، اور سب نے ثابت کر دیا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں روٹی کپڑے کے لیے نہیں آئیں بلکہ اس لیے آئی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ راضی ہو جائے اور بس۔ بقول شاعر

یہی اک تمنّا یہی آرزو ہے
کہ آقاؐ کے قدموں میں دم میرا نکلے

درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو شادی کی اس کا اصل مقصد ان کا کنوارہ پن جوانی یا حسن وجمال نہیں تھا بلکہ ان کا تدبّر ہے جو بچپن سے ہی آپ کے اخلاق وعادات اور قول وکردار سے ٹپک رہا تھا اور صرف آپ کی بقیّہ ازواج ہی کے لیے نہیں بلکہ تا قیامت آنے والی امّت کی بیٹیوں کے لیے نمونہ تھی اگر حسن وجمال پیشِ نظر ہوتا تو حضرت صفیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے زیادہ خوبصورت تھیں ان سے زیادہ محبّت رکھتے اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ کی ہمسری کی دعویدار بھی تھیں ان سے زیادہ محبّت رکھتے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبّت کے اسباب یہ نہیں ہیں اور یہ ایک پیغمبر کی شایانِ شان بھی نہیں ہے کہ ایک عورت کے عشق میں محو ہو کر رہ جائے یہ چیز اسوۂ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سراسر منافی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہادی اور رہبر بنا کر بھیجا ہے آپ نے دونوں کے سامنے رشد و ہدایت کے عملی نمونے پیش کیے۔ اور ظاہر بات ہے کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان بہت سے مسائل مشترک ہیں اور بہت سے مسائل میں امتیاز ہے اب ایسے مسائل جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں وہ تو آپ انہیں سمجھا سکتے تھے لیکن جو مسائل عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں وہ آپ بحیثیت مرد ہونے کے انہیں نہیں سمجھا سکتے تھے وہ مسائل سمجھانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر مبارک کو ہی بطور مدرسہ استعمال فرمایا اور اپنی ازواج کو ہی بطور معلمات مقرر فرمایا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم دین سیکھتی تھیں اور پھر باقی امت کی خواتین کو تعلیم دیتی تھیں گویا آپ کی ازواج مطہرات آپ کی بیویاں بھی تھیں اور تلمیذات بھی تھیں اور یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ جو شاگرد زیادہ لائق اور محنتی ہو استاد کو قدرتی طور پر اس کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے اور خصوصاً جبکہ عمر کے لحاظ سے چھوٹا ہو اور اس میں تدبر بڑوں جیسا ہو اس کے ساتھ تو یقیناً زیادہ محبت ہو گی اور وہ یہ کوشش کرے گا کہ میں اس کے ساتھ سب سے زیادہ محنت کروں تاکہ یہ میرے علمی کمالات کا مظہر بنے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی نوعیت کی محبت تھی،

صدیقہ بنت صدیق سلام اللہ علیہا کا تدبر عقل و دانش اور فہم مسلّم ہے باوجودیکہ وہ صغیر السن تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو علم نبوت عطا فرمایا ہے اس میں سے خواتین کا حصہ عائشہ کے ذریعہ ان تک پہنچے اور اسی لیے نو سال کی عمر میں انہیں اپنے گھر میں لائے

تاکہ خواتین کے متعلقہ تمام مسائل کوٹ کوٹ کران کے دل و دماغ میں بھر دیئے جائیں اور اس کو عملی نمونہ بنادیا جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر خوب محنت کی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امنگوں کا مظہر ثابت ہوئیں اور آپ نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کی بھی معلّمہ بنیں اور تمام کتب احادیث میں شاذ و نادر کوئی ایسا صفحہ ہوگا جس پر حضرت عائشہ سے مروی حدیث نہیں ہوگی ورنہ ہر صفحہ پر لازماً ایک دو حدیثیں ضرور آپؓ سے منقول پائی جاتی ہیں جن کی مجموعی تعداد دو ہزار دو سو دس ۲۲۱۰ بیان کی جاتی ہے اور تیس ۳۰ سپارے قرآن کریم ان کے علاوہ ہے جو آپ نے سیکھا۔

یہ ہے آپ کا وہ علم جو آپ نے نو ۹ سے لے کر اٹھارہ سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور آپ کے وصال کے بعد اپنے اس جلیل القدر، اور عظیم المرتبت خاوند کے مشن کو مسلسل اڑتالیس ۴۸ سال تک جاری رکھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شاگردوں کی تعداد دو سو ۲۰۰ کے لگ بھگ ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام شادیاں انتہائی سادگی سے کی ہیں۔ کسی بھی بیوی کی شادی پر تکلفات سے کام نہیں لیا نہ جہیز میں نہ مہر میں اور نہ ولیمہ میں وقت پر جو میسّر آیا وہ کیا چنانچہ سب سے چہیتی بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود فرماتی ہیں۔

مَا نُحِرَتْ عَلَيَّ جَزُوْرٌ	ترجمہ:- میری شادی کے موقعہ پر
وَلَا ذُبِحَتْ عَلَيَّ شَاةٌ	کوئی اونٹ یا بکری نہیں ذبح کی گئی
حَتّٰى اَرْسَلَ اِلَيْنَا سَعْدُ بْنُ	صرف سعد بن عبادہ نے ایک بڑا
عُبَادَةَ بِجَفْنَةٍ كَانَ يُرْسِلُ	پیالہ بھیج دیا تھا جو وہ حضور صلی اللہ
بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى	علیہ وسلم کے پاس ازواج کے ہاں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے موقع پر بھیجے گئے

تھے۔

(د) حضرت زینب بنت جحش کی شادی کے موقع پر حضرت زید

رضی اللہ عنہ ... گوشت ... حضرت عمر کا ارشاد ہے کہ حضور

سرور عالم ... جب ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان یہ ہے۔

عن ابی سلمۃ قال	ترجمہ: ابو سلمہ سے مروی ہے
سألت عائشۃ کم کان	فرماتے ہیں کہ میں نے عائشہ سے
صداق النبی صلی اللہ علیہ	پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر
وسلم قالت کان صداقہ	کتنا تھا۔ انہوں نے فرمایا آپ
لازواجہ ثنتی عشرۃ اوقیۃ	کی بیویوں کا مہر بارہ اوقیہ اور
ونشا قالت اتدری	نش تھا۔ فرمایا جانتے ہو نش کیا
ما النش قلت لا قالت	ہے میں نے کہا نہیں فرمایا نصف
نصف اوقیۃ فتلک خمس	اوقیہ پس وہ پانچ سو درہم ہوئے
مائۃ درھم۔	

(رواہ مسلم بحوالہ مشکوۃ)

ساری بحث کا خلاصہ اور لُبِّ لباب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنواری حضرت عائشہ کے سوا تمام بیوہ گان سے نکاح کیا اور اس سلسلہ میں کسی قسم کا قومی یا دولت کا امتیاز نہیں برتا سامانِ جہیز مہر ولیمہ کے تفاخر کی قطعاً پرواہ نہیں کی اس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اُن غلط رسومات کی وجہ سے صنفِ نازک جو پس رہی تھی اور

انسانی ترقی اور عروج کا یہ اہم ذریعہ اور پرزہ ناکارہ ہو کر رہ گیا تھا اسے ظلم کی چکی سے نکال کر اپنے صحیح اور جائز مقام پر فٹ کر دیا جائے اور عوام الناس کو بتا دیا جائے کہ عورت بحیثیت عورت بیوہ ہو یا کنواری امیر گھرانے کی ہو یا غریب خوبصورت ہو یا بدصورت سب ہی ترقی کا ذریعہ ہیں اور ان کو منجمد چھوڑنے سے انسانی عروج کی گاڑی خود بخود تباہ ہو جائے گی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے دکھایا اور عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ بیوہ سے نکاح کو ترجیح دینی چاہیئے کیونکہ وہ مشین یا پرزہ جس کی خوبیاں عام انسانوں پر واضح ہو چکی ہوں اس کے خریدنے میں آدمی تامل نہیں کرتا اور نئی مشین یا پرزہ جس کا ابھی تجربہ نہیں ہوا اس کے خریدنے میں ضرور خدشہ محسوس کرے گا پتہ نہیں یہ مشین اچھی ثابت ہو گی یا نہیں۔

یا اسی طرح ایک کاروباری آدمی جس کی امانت و دیانت مارکیٹ میں مشہور ہو ہر ایک اس کی دیانت کی گواہی دیتا ہو مگر قدرتی طور پر اگر اس کا کاروبار ڈاؤن ہو جائے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل نہ رہے تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا تعاون کرنا چاہیئے اسے سہارا دینا چاہیئے نہ کہ اس گرے ہوئے کو اوپر سے اور روندا جائے تاکہ اٹھ نہ سکے۔

اسی طرح وہ بیوہ عورت جس کا خاوند مر جائے یا اپنی کسی خامی کی وجہ سے اسے طلاق دے دے تو یہ اپنے منصب سے گر گئی ہے حالانکہ یہ مجرّبہ ہے زندگی کے تلخ مراحل عبور کر چکی ہے شکستہ دل ہے بے سہارا ہے بے آسرا ہے اس وقت جو اس کے ساتھ نکاح کرے گا یقیناً اس کے لیے وہ اچھی مددگار رفیقۂ حیات اور معاون ثابت ہو گی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اس کا جو مرتبہ ہے وہ بہت اونچا ہے۔

بیوہ کا نکاح کرانے والے کی فضیلت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّاعِیْ عَلَى الْاَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالسَّاعِیْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَحْسِبُهٗ قَالَ كَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ (متفق علیہ) مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ ص۴۲۲

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے نقل ہے انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے نکاح عورتوں اور مساکین کی خاطر کوشش کرنے والا گویا اللہ کے راستے میں کوشش کرنے والا ہے میں گمان کرتا ہوں آپ نے فرمایا رات کو قیام کرنے والے کی طرح اور ہمیشہ روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔

تشریح حدیث

اس حدیث پاک میں بے نکاح عورتوں کے نکاح کے سلسلہ میں محنت اور کوشش کرنے والے کی فضیلت کو بیان فرمایا گیا ہے اور اسے سعی فی سبیل اللہ قرار دیا ہے اور اس کی تین صورتیں متصور ہو سکتی ہیں ایک یہ ہے کہ انسان ہمیشہ رات دن جہاد میں مشغول ہو جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہمیشہ رات دن روزہ رکھنا شروع کر دے اور تیسری صورت یہ ہے کہ ہمیشہ رات کو اٹھ کر نوافل اور ذکر اذکار میں لگا رہے اور ان تینوں کے فضائل اور برکات قرآن کریم اور احادیث

ملیسّر میں مفصّل بیان فرما دیئے گئے ہیں یہ مختصر سی کتاب ان کی گنجائش نہیں رکھتی یہاں صرف اتنا بیان کرنا مقصود ہے کہ بے نکاح عورتوں کے نکاح کرنے کے لئے جو شخص کوشش کرے گا اسے مجاہد، غازی، صائم الدہر اور قائم اللیل کے برابر ثواب ملے گا اب جو شخص اُن سے نکاح کریگا اس کا ثواب یقیناً کہیں زیادہ ہوگا اور کنواری لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے کے سلسلہ میں تو ہر ایک کوشش کرتا ہے اور ان کے ساتھ نکاح کرنے کی ہر ایک کو رغبت بھی ہوتی ہے یہاں تک کہ اسّی ۸۰ سال کا بوڑھا بھی سترہ ۱۷ سال کی لڑکی کو پسند کرتا ہے زیادہ مشکلات مطلّقہ یا بیوہ عورتوں کو درپیش آتی ہیں کیونکہ ان سے رغبت بھی کم ہوتی ہے اور ان سے نکاح کو معیوب بھی سمجھا جاتا ہے اس لیے ان کے نکاح کے سلسلہ میں جو کوشش کرے گا وہ یقیناً مجاہد غازی صائم الدہر اور قائم اللیل کا مرتبہ پائے گا اور ان سے جو نکاح کرے گا وہ یقیناً بہت زیادہ درجات کا مستحق ہے۔ یہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عملی نمونہ پیش کیا گیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی شادیاں کرنے کے موقعہ پر اختیار فرمایا اب آئندہ انشاءاللہ ہم وہ نمونہ پیش کریں گے جو آپ نے اپنی بیٹیاں نکاح کر کے دینے کے موقعہ پر اختیار فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چار بیٹیاں تھیں۔

(۱) حضرت زینب رضی اللہ عنہا (۲) حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا (۳) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (۴) حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔

یہ چاروں بیٹیاں حضرت خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں۔

نکاح زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت زینب کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف نبوت سے قبل ہی ابو العاص بن ربیع سے ہو گیا تھا بعثت کے بعد آپ جب ہجرت فرما کر مدینہ میں آئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہیں مکہ میں رہ گئی تھیں غزوۂ بدر کے بعد آپ نے انہیں منگوا لیا تھا بعد میں ان کے شوہر ابو العاص بھی مسلمان ہو کر آ گئے تھے آپ نے ان کے مابین نکاح جدید کرا دیا تھا یہ یہ حضرت زینب کے خالہ زاد بھائی تھے۔

نکاح رقیہ رضی اللہ عنہا و ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی دوسری دونوں بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوا ابولہب نے آپ کی دشمنی کی بنا پر اپنے بیٹوں کو حکم دیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دے دو چنانچہ انہوں نے طلاق دے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا جب وہ فوت ہو گئیں تو پھر حضرت ام کلثوم ان کے نکاح میں دی اور فرمایا اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو بھی عثمان کو دیتا ان تینوں بیٹیوں کے نکاح کے موقعہ پہ شاید جہیز ولیمہ وغیرہ کا کچھ اہتمام کیا گیا ہو گا مگر تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی

بیٹی تھی اس لیے اس کے ساتھ آپ کو سب سے زیادہ محبت تھی اور حضرت خدیجہ کو بھی ان کے ساتھ زیادہ محبت تھی ان کی شادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی حضرت علی آپؐ کے چچا زاد بھائی یعنی ابو طالب کے بیٹے تھے یہ بھی اپنے والد سے صغیر السن رہ گئے تھے یتیم تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کی تربیت فرمائی تھی جس طرح ابو طالب نے آپ کی تربیت فرمائی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ سب سے بڑا احسان یہ فرمایا کہ اپنی سب سے زیادہ پیاری بیٹی ان کو دی حالانکہ ان کی مالی پوزیشن انتہائی خستہ تھی اگرچہ یہ رئیس مکہ کے بیٹے تھے مگر ان کا مال و متاع سب کچھ مکہ میں رہ گیا تھا مشرکین اس پر قابض ہو گئے تھے یہ لوگ ساتھ کچھ نہیں لا سکے تھے اور مدینہ میں ابھی انہیں بیٹھنے اور سر چھپانے کی خاطر خواہ جگہ بھی میسر نہیں آئی تھی کہ اوپر سے جنگ کا آغاز ہو گیا۔ اگرچہ انصار مدینہ نے دل کھول کر انکی امداد کی مالی جانی تعاون کیا نان نمک میں انہیں شریک کیا اپنی جائدادیں انہیں تقسیم کر کے دیں جس کے پاس دو بیویاں تھیں ایک کو طلاق دے کر اپنے مہاجر ساتھی کو دی اور ان عورتوں نے بھی جس ایثار کا ثبوت دیا تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی مگر اس کے باوجود ان کے اوقات انتہائی تنگ گزر رہے تھے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال و متاع اور رہائش کے بارے میں احادیث میں جو تفصیل مذکور ہے اسے ملاحظہ فرمائیں اور سب سے پہلے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے اثاثہ کا حال سنیں۔

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ لَقَدْ تَزَوَّجْتُ فَاطِمَةَ

ترجمہ:۔ شعبی سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے

بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لِي وَلَهَا فِرَاشٌ غَيْرُ جِلْدِ كَبْشٍ نَنَامُ عَلَيْهِ بِاللَّيْلِ وَنَعْلِفُ عَلَيْهِ نَاضِحَنَا بِالنَّهَارِ وَمَا لِي خَادِمٌ غَيْرُهَا۔

(کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۳)

فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا تو میرا اور ان کا بچھونا صرف مینڈھے کی کھال تھی اسی پر ہم رات کو سوتے تھے اور اسی پر دن میں اپنی سواری کو چارا ڈالتے تھے اور میرا خادم ان کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

مہر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عَنْ عِلْبَاءَ بْنِ أَحْمَرَ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ خَطَبْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَتَهُ فَاطِمَةَ قَالَ فَبَاعَ عَلِيٌّ دِرْعًا لَهُ وَبَعْضَ مَا بَاعَ مِنْ مَتَاعِهِ فَبَلَغَ أَرْبَعَ مِائَةٍ وَثَمَانِينَ دِرْهَمًا قَالَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَجْعَلَ ثُلُثَيْهِ فِي الطِّيبِ وَثُلُثًا فِي الثِّيَابِ

ترجمہ: علبا بن احمر سے نقل ہے انہوں نے کہا کہ علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ سے منگنی کی راوی نے کہا کہ علی نے اپنی زرہ اور کچھ سامان بیچا تو اس کی قیمت چار سو اسی ۴۸۰ درہم ہوئی علی نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کی دو تہائی خوشبو میں خرچ کی جائے اور تیسری تہائی کپڑوں میں۔

(کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۲)

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجْتُ فَاطِمَةَ قُلْتُ مَا اَبِیْعُ فَرَسِیْ اَوْ دِرْعِیْ قَالَ بِعْ دِرْعَكَ فَبِعْتُهَا عَشْرَةَ اَوْقِیَةً وَکَانَ ذَالِكَ مَهْرُ فَاطِمَةَ۔

ترجمہ:۔ حضرت علی سے نقل ہے فرمایا جب میں نے فاطمہ سے شادی کی تو میں نے کہا کہ میں اپنا گھوڑا اور زرہ نہیں بیچوں گا آپ نے فرمایا زرہ بیچ دو تو میں نے بارہ اوقیہ پہ بیچ دی اور یہ فاطمہ کا مہر تھا۔

(کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۲)

ولیمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ لَمَّا زَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا بُدَّ لِلْعُرُوْسِ مِنْ وَلِیْمَةٍ ثُمَّ اَمَرَ بِکَبْشٍ فَجَمَعَهُمْ عَلَیْہِ۔

ترجمہ:۔ بریدہ سے نقل ہے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کا نکاح کیا تو فرمایا شادی کے لیے ولیمہ کا ہونا ضروری ہے، پھر ایک بکرا لانے کا حکم دیا چنانچہ ولیمہ کے اسباب آپ کے پاس جمع کیے گئے۔

فِیْ رِوَایَةٍ قَالَ یَا عَلِیُّ اِنَّہٗ لَا بُدَّ لِلْعُرُوْسِ مِنْ وَلِیْمَةٍ قَالَ سَعْدٌ عِنْدِیْ کَبْشٌ وَجَمَعَ لَہٗ رَهْطٌ مِنَ الْاَنْصَارِ اَصْوُعٌ مِنْ ذُرَّةٍ۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۳)

ترجمہ:۔ ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا اے علی شادی کیلئے ولیمہ ضروری ہے سعد نے کہا میرے پاس مینڈھا ہے اور انصار کی ایک جماعت نے علی کیلئے چند صاع جوار جمع کیے۔

جہیز حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ جَھَّزَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاطِمَۃَ فِیْ خَمِیْلٍ وَقِرْبَۃٍ وَوِسَادَۃِ اَدَمٍ حَشْوُھَا اِذْخِرٌ۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۳)

ترجمہ: حضرت علی سے نقل ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کے جہیز میں ایک بڑی چادر ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ عنایت فرمایا جس کا بھراؤ اذخر سے تھا۔

تشریح احادیث

ان احادیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مہر[۱]۔ ولیمہ[۲]۔ جہیز[۳]۔ اور کچھ سامان[۴] زیبائش جس میں خوشبو کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے نیز زیور اور کپڑوں کو بھی تحائف میں شامل کیا جا سکتا ہے یہ چیزیں شادی کے لیے ہونا چاہئیں۔ البتہ مہر ولیمہ اور سامانِ زیبائش یہ مرد نے ادا کرنا ہے اور جہیز والد نے دینا ہے اور ان چاروں کی کوئی حد بھی مقرر نہیں جو میسّر آئے ادا کر دے اور سب سے زیادہ اہم اور قابلِ غور بات جو ان احادیث میں ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے زیادہ پیاری بیٹی کے لیے ایک غریب مفلس اور تنگ دست آدمی جس کے پاس مہر اور ولیمہ کے لیے بھی کچھ نہیں تھا اس کا انتخاب کیوں کیا۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے لیے کوئی امیر نہیں ملا تھا کہ آپ نے حالات سے مجبور ہو کر یہ بیٹی اسے دی تو بات دراصل یہ نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے صحابہ کرام میں سے امرا بھی تھے مہاجرین میں بھی اور انصار میں بھی آپ اگر اشارہ بھی فرماتے تو وہ لوگ اس رشتہ پر فخر محسوس کرتے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اس رشتہ کی خاطر پیش کش بھی کی تھی اور آپ نے اسے ٹھکرا دیا تھا۔

عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ قَالَ خَطَبَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فَاطِمَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ لَكَ يَا عَلِيُّ عَلٰى اَنْ تُحْسِنَ صُحْبَتَهَا۔	ترجمہ:- حجر بن عنبس سے نقل ہے کہا ابوبکر اور عمر نے اپنے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ کی منگنی کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا اے علی یہ تیرے لیے ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کرے تو۔

(کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کے رشتے کے خواہش مند حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت علی تینوں تھے مگر نگاہ انتخاب حضرت علی پر پڑی اس کی وجہ مندرجہ ذیل حدیث میں آ رہی ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنْتُ قَاعِدًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَشِيَهُ الْوَحْيُ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ اَتَدْرِي يَا اَنَسُ مَا جَاءَ بِهٖ جِبْرِيْلُ مِنْ عِنْدِ صَاحِبِ الْعَرْشِ قُلْتُ	ترجمہ:- انس سے نقل ہے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو وحی نے انہیں ڈھانپ لیا جب وحی ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا جانتے ہو اے انس جبریل صاحب عرش کے پاس سے کیا لائے ہیں میں نے عرض کیا میرا باپ اور

بِاَبِیْ وَاُمِّیْ وَمَاجَاءَ بِهٖ جِبْرِیْلُ	اور ہاں آپ پہ قربان جبریل صاحب
مِنْ عِنْدِ صَاحِبِ الْعَرْشِ	عرش کے پاس سے کیا لائے ہیں
قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ	فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہ
اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِیٍّ۔	کا نکاح علی سے کروں۔

(کنز العمال ج ۷ ص ۱۱۳)

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے اور انتخاب نبوی بامر الٰہی تھا اور اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کو کوئی اور آدمی نہیں ملتا تھا بلکہ اس کی اصلی وجوہ تین نظر آتی ہیں ایک یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابو طالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احسانات کیے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بدلہ چکانا چاہتے تھے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مفلس کو رشتہ نہ دیتے تو اور کون دیتا اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس غریب کو رشتہ دیکر آپ نے امیر اور غریب کے درمیان حائل امتیازی خلیج ختم کی ہے لیکن شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کو اپنی دو لڑکیاں رقیہ اور ام کلثوم کیوں دیں حالانکہ وہ تو بہت بڑے امیر تھے وہ لڑکیاں بھی آپ کسی اور غریب کو دیتے تاکہ آپ کا یہ فعل قومی اور دولتی امتیاز ختم کرنے کے لیے زیادہ معاون و ممد ثابت ہوتا۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو اپنی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے نکاح کر کے دی ہیں اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ حضرت عثمان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان ہے کہ آپ کی دو مطلقہ بیٹیوں سے شادی کی ہے اگر حضرت عثمان غنی

کسی کنواری لڑکی سے شادی کرتے تو انہیں کون رشتہ نہ دیتا آپ قوم کے لحاظ سے بھی اونچے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور دولت مند بھی تھے لیکن آپ نے کسی کنواری کی خواہش نہیں کی بلکہ ان مطلقہؓ سے نکاح کر کے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا بوجھ ہلکا کیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی دو بیٹیاں انہیں دی ہیں اس سے طبقاتی منافرت ختم کرنا مقصود ہے اور آپ کی بعثت کا مقصد فساد ختم کرنا ہے اور طبقات سے فساد پیدا ہوتا ہے۔

چنانچہ آپ کو امّت کی خاطر جو اصول زندگی عطا فرمائے گئے ہیں ان میں یہی چیز کار فرما ہے۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ صدقات قربانی نظام عدل وغیرہ ان سب سے مقصود تمام طبقات یکجا کر کے اجتماعیت پیدا کرنا ہے ایک دوسرے کے قریب لانا ہے جب آپس میں قرب ہوگا الفت محبّت پیدا ہوگی، بغض و عناد ختم ہوگا تو پھر طبقاتی امتیاز ختم ہو جائیگا اور اس اسلامی طرزِ نکاح سے بھی یہی مقصود ہے کہ امیر غریب کو رشتہ دے اور اس سے رشتہ لے اور اونچی برادری والا گھٹیا برادری والے کو رشتہ دے اور اس سے رشتہ لے تاکہ یہ آپس میں گھل مل جائیں شیر و شکر ہو جائیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پہلے اس پر عمل کیا کہ ایک بیٹی غریب کو دی اور دو امیر کو دیدیں اور آپ کے اس طرز عمل نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اندر ایک نئی روح پھونک دی اور پہلے جو لوگ اپنی لڑکی غریب اور گھٹیا خاندان میں دینے کے بجائے اسے زندہ گاڑنا پسند کرتے اور اسے دینے میں بے غیرتی اور عار سمجھتے تھے اور اب انہیں اپنی لڑکیاں دینا اپنے لیے سعادت اور فخر محسوس کرتے تھے چنانچہ چند صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین کے واقعات مشتے از نمونہ خروارے کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

نکاحِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

عَنْ سَلْمَانَ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ امْرَاَةً مِنْ كِنْدَةَ فَبَنٰى بِهَا فِيْ بَيْتِهَا فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْبِنَاءِ مَشٰى مَعَهٗ اَصْحَابُهٗ حَتّٰى اَتٰى بَيْتَ امْرَاَتِهٖ فَلَمَّا بَلَغَ الْبَيْتَ قَالَ ارْجِعُوْا اَجَرَكُمُ اللّٰهُ وَلَمْ يُدْخِلْهُمْ عَلَيْهَا كَمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَى الْبَيْتِ وَالْبَيْتُ مُنَجَّدٌ قَالَ اَمَحْمُوْمٌ بَيْتُكُمْ اَمْ تَحَوَّلَتِ الْكَعْبَةُ فِى الْكِنْدَةِ قَالُوْا مَا بَيْتُنَا بِمَحْمُوْمٍ وَلَا تَحَوَّلَتِ الْكَعْبَةُ فِى الْكِنْدَةِ فَلَمْ يَدْخُلِ الْبَيْتَ حَتّٰى نُزِعَ كُلُّ سِتْرٍ فِى الْبَيْتِ غَيْرَ سِتْرِ الْبَابِ فَلَمَّا دَخَلَ رَاٰى

ترجمہ:۔ سلمان سے نقل ہے کہ انہوں نے ایک کندہ عورت سے شادی کی اور اسی کے گھر میں شب عروسی منائی اور شب عروس والی رات ان کے ساتھ ان کے دوست بھی چلے یہاں تک کہ اپنی بیوی کے گھر تک پہنچے جب اس کے گھر تک پہنچے فرمایا تم لوگ لوٹ جاؤ اللہ تمہیں اجر دے اور انہیں اپنی بیوی کے پاس نہ داخل ہونے دیا جس طرح بے وقوف کرتے ہیں جب گھر کو دیکھا آراستہ ہے تو فرمایا کیا تمہارے گھر کو بخار ہو گیا ہے یا قبلہ کندہ میں آ گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہ ہمارے گھر کو بخار ہے اور نہ قبلہ کندہ میں آیا ہے تو وہ گھر میں داخل نہ ہوئے یہاں تک کہ دروازے کے پردے کے سوا تمام پردے

مَتَاعًا كَثِيرًا فَقَالَ لِمَنْ
هٰذَا الْمَتَاعُ قَالُوا مَتَاعُكَ
وَمَتَاعُ امْرَأَتِكَ قَالَ مَا بِهٰذَا
أَوْصَانِي خَلِيلِي أَنْ لَا
يَكُونَ مَتَاعِي مِنَ الدُّنْيَا
إِلَّا كَزَادِ الرَّاكِبِ وَرَأَى
خَدَمًا فَقَالَ لِمَنْ هٰذَا
الْخَدَمُ فَقَالُوا خَدَمُكَ
وَخَدَمُ امْرَأَتِكَ فَقَالَ مَا
بِهٰذَا أَوْصَانِي خَلِيلِي
أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا أُمْسِكَ
إِلَّا مَا أَنْكِحُ أَوْ أُنْكِحُ فَإِنْ
فَعَلْتُ فَبَغَيْنَ كَانَ عَلَيَّ
مِثْلُ أَوْزَارِهِنَّ مِنْ غَيْرِ
أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَوْزَارِهِنَّ
شَيْءٌ ثُمَّ قَالَ لِلنِّسْوَةِ الَّتِي
عِنْدَ امْرَأَتِهِ هَلْ أَنْتُنَّ
مُخْرِجَاتٌ عَنِّي مُخَلِّيَاتٌ
بَيْنِي وَبَيْنَ امْرَأَتِي قُلْنَ
نَعَمْ فَخَرَجْنَ فَذَهَبَ إِلَى

اتار لیے گئے جب داخل ہوئے بہت سا سامان دیکھا فرمایا یہ سامان کس کا ہے انہوں نے کہا یہ تمہارا سامان ہے اور تمہاری بیوی کا سامان ہے جواب میں فرمایا مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وصیّت نہیں فرمائی مجھے تو انہوں نے یہ وصیّت فرمائی ہے کہ میرا دنیا کا سامان ایک مسافر کے زادِ راہ جیسا ہونا چاہئے۔ اور بہت سے خدمت گزار دیکھے فرمایا یہ خدمت گزار کس کے ہیں انہوں نے کہا یہ تمہارے اور تمہاری بیوی کے خدمت گزار ہیں۔ فرمایا مجھے میرے حبیب نے اس کی وصیّت نہیں فرمائی مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس بات کی وصیّت فرمائی ہے میں صرف اس کو اپنے پاس رکھوں جس سے میں نکاح کروں اگر میں ان کو رکھوں تو وہ بغاوت کریں گے ان کا بوجھ مجھ پر ہوگا اور ان کے اب ... جھ میں کوئی

الْبَابَ حَتّٰى أَجَافَهُ وَأَرْخَى السِّتْرَ ثُمَّ جَاءَ حَتّٰى جَلَسَ عِنْدَ امْرَأَتِهِ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهَا وَدَعَا بِالْبَرَكَةِ فَقَالَ لَهَا هَلْ أَنْتِ مُطِيعَتِي فِي شَيْءٍ آمُرُكِ بِهِ قَالَتْ جَلَسْتُ مَجْلِسَ مَنْ يُطَاعُ قَالَ فَإِنَّ خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي إِذَا اجْتَمَعْتُ إِلٰى أَهْلِي أَنْ أَجْتَمِعَ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَامَ وَقَامَتْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّيَا مَا بَدَا لَهُمَا ثُمَّ خَرَجَا فَقَضٰى مِنْهَا مَا يَقْضِي الرَّجُلُ مِنِ امْرَأَتِهِ

حلیۃ الاولیاء

(ج ۱ صـ ۱۸۶)

کمی نہیں ہوگی پھر اس کی بیوی کے پاس جو عورتیں تھیں انہیں فرمایا کیا تم میرے پاس سے نکل جاؤ گی میرے اور میری بیوی کے درمیان راستہ خالی کردو گی انہوں نے کہا ہاں پھر وہ نکل گئیں تو دروازے کے پاس گئے اسے بند کیا پردہ لٹکایا پھر آکر اپنی بیوی کے پاس بیٹھے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی پھر فرمایا میں جو کہوں اس میں تم میری اطاعت کرو گی؟ اس نے کہا اس کی مجلس میں بیٹھی ہوں جس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ فرمایا مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے کہ جب میں اپنی اہل کے ساتھ ہم بستر ہو جاؤں تو اللہ جلّ شانہ کی اطاعت پر ہم بستر ہو جاؤں پھر اُٹھے وہ بھی اٹھی دونوں نے نماز پڑھی جہاں تک کہ ہو سکا پھر دونوں نکلے پھر اس سے وہ حاجت پوری کی جو مرد اپنی بیوی سے پوری کرتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں آپ کی شان کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ غزوہ احزاب کے موقعہ پر خندق کھودتے وقت مہاجرین نے انہیں اپنے ساتھ ملانیکی کوشش کی اور انصار نے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی اور ترجمانِ رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ اعلان نشر ہوا۔

سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ بَيْتٍ۔

"سلمان ہم سب میں سے ہے اہل بیت میں سے ہے یعنی سلمان مہاجرین اور انصار دونوں کا بھائی اور میرے بچوں کے برابر ہے۔

ترجمانِ وحی کا یہ نشریہ فرمان سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بڑی سعادت ہے جو کسی اور صحابی کو نصیب نہیں ہو سکی بقیہ صحابہؓ پہلے بھی انہیں قدر ومنزلت سے دیکھتے تھے لیکن اس نشریہ فرمان نے ان کی عظمت کو اور دوبالا کر دیا لیکن سوال یہ ہے کہ بارگاہِ نبوی میں انہیں اتنا شرف کیسے نصیب ہو گیا بات اصل میں یہ ہے کہ دینِ اسلام کی خاطر انہیں بڑی سخت تکالیف اور صعوبتیں برداشت کرنا پڑی ہیں اور ان کے ایمان لانے کی داستان بڑی دردناک ہے جس کی تفصیل انہوں نے خود بیان فرمائی ہے اور اس چھوٹی سی کتاب میں اسے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ خلاصہ اور لُبِّ لباب بیان کر دیتا ہوں تاکہ ان کی اہمیت سمجھ میں آئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارس کے علاقہ اصفہان کے رہنے والے تھے اسی لیے ان کو سلمان فارسی کہتے ہیں اُن کے آباؤ اجداد

مشرک تھے، انہیں اس عقیدہ سے نفرت ہوئی تو موصل شہر میں ایک عیسائی عالم کے پاس گئے ان سے کچھ راہ نمائی حاصل کی مگر وہ فوت ہو گئے تو ایک اور عیسائی عالم کے پاس گئے ان سے کچھ سیکھا لیکن وہ بھی فوت ہو گئے پھر ایک تیسرے عالم کے پاس گئے ان سے کچھ استفادہ کیا وہ بھی ایک دفعہ بیمار ہوئے انہیں خطرہ لاحق ہوا اگر یہ بھی فوت ہو گئے تو کس سے دین سیکھوں گا اور رونا شروع کیا تو اس عالم نے رونے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا آپ اگر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو جائیں گے تو میں کس سے دین سیکھوں گا اس لیے رو رہا ہوں انہوں نے فرمایا میرے بعد اس دھرتی پر کوئی دین سکھانے والا نہیں ہے عیسیٰ علیہ السلام کا دین اب ختم ہو گیا ہے اب مکہ میں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ایک شخص پیدا ہو چکا ہو گا یا عنقریب پیدا ہو گا وہ لوگوں کی رہنمائی کرے گا اس سے دین سیکھنا اور اس کی نشانیاں یہ ہیں کہ۔

اس کی پشت پر مہر نبوت ہو گی۔ ہدیہ کھائے گا، صدقہ نہیں کھائے گا لوگ اسے شاعر، کاہن، مجنون کہیں گے، اس سے لڑیں گے ان کے بارے میں یہ بشارات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہیں۔

تم اس پر ایمان لانا اس کی اتباع کرنا اور ان کے ملنے کا طریقہ یہ ہے کہ مکہ اور حجاز سے تجارت کے لیے لوگ یہاں آتے ہیں ان سے پوچھتے رہنا چنانچہ ایک قافلہ آیا ان سے پوچھا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خبر دی تو حضرت سلمان نے فرمایا آپ مجھے اپنا غلام بنا لیں اور اپنے ساتھ لے جائیں وہاں جا کر چاہے آپ مجھے بیچ دیں یا اپنے پاس ہی رکھیں آپ کی مرضی ہے چنانچہ ایک آدمی انہیں غلام کی حیثیت سے ساتھ لے گیا اور مختلف ہاتھوں میں ان کی خرید و فروخت ہوتی رہی یہاں تک اُن آقاؤں نے انہیں بیچے بعد

دیگرے خریدا جس آخری آقا نے انہیں خریدا اس نے ان کے ذمہ ایک باغ کی دیکھ بھال اور درختوں کی آب یاری لگائی تھی حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مشکل یہ تھی کہ عربی زبان نہیں جانتے تھے ایک دن ان کے باغ میں ایک عمر رسیدہ عورت آئی جو فارسی زبان جانتی تھی تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو اس نے آپ کا پتہ بتایا حضرت سلمان پہلے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھی تو کہا اللہ اکبر پہلی نشانی دیکھ لی ہے دوسرے دن حاضر ہو کر کچھ کھجوریں خدمت میں پیش کیں آپ نے پوچھا یہ کیسی ہیں کہا صدقہ ہے تو آپ نے وہ کھجوریں اپنے ساتھیوں کو دیدیں خود کچھ نہ کھایا حضرت سلمان نے کہا اللہ اکبر یہ دوسری نشانی دیکھ لی تیسرے دن ازبہت سی کھجوریں لا کر پیش خدمت کیں آپ نے پھر پوچھا یہ کیسی کھجوریں ہیں سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا ہدیہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کھجوریں خود بھی کھائیں اور صحابہ کو بھی دیں سلمان فارسی نے کہا اللہ اکبر یہ تیسری نشانی دیکھ لی ہے، اس کے بعد مشرف باسلام ہو گئے اور اپنی پوری داستان سنائی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس اوقیہ سونے پر انہیں خرید لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بن گئے اور ان کے ساتھ آپ کا برتاؤ غلاموں جیسا نہیں تھا بلکہ اولاد جیسا تھا ان کے اس قرب اور بارگاہِ نبوی میں مقبولیت کی وجہ سے تمام صحابہ انہیں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

چنانچہ انہوں نے جب کندہ خاندان میں شادی کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور بڑی گرم جوشی سے یہ شادی ہوئی جہیز میں خوب دل کھول کر سازوسامان دیا گیا، کئی غلام خدمت گار دیئے یہ ہر گز پروا نہیں کی کہ یہ غلام ہے فارسی ہے غریب ہے بلکہ آنکھیں بند کر کے اس کو رشتہ دیا

صرف اس وجہ سے کہ اس کے پاس دولتِ ایمان ہے متقی پرہیز گار ہے بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہے اور آپ نے وہ سارا ساز و سامان اور خدام ٹھکرا دیئے صرف ایک بیوی اپنے پاس رکھی اور دراصل یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کے نقوش اور اثرات ہیں جو صحابہؓ کے دل و دماغ میں رچ بس چکے تھے اور پرانی جاہلانہ رسومات کا تصوّر ختم ہو چکا تھا اور ان عورتوں کے اندر بھی اسلام کی ایک بے نظیر لگن پیدا ہو گئی تھی جس کا اندازہ حضرت سلمان فارسیؓ کی بیوی کے اس جوابی جملہ سے چلتا ہے جب انہوں نے اس کا سارا سامانِ جہیز اور خدام مسترد کر کے اس کی ساری سہیلیوں کو گھر سے باہر نکالا اور اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کیا میں جس کام کا حکم دوں وہ کام تو کرے گی تو فرمایا میں اس شخص کی مجلس میں بیٹھی ہوں جس کی اطاعت کی جاتی ہے تو فرمایا چل میرے ساتھ نماز پڑھ چنانچہ پہلے دونوں میاں بیوی نے نماز پڑھی اور پھر حقوقِ زوجیت ادا کیے، معلوم ہوتا ہے عورتوں کے اندر بھی گھر کی زیب و زینت آرائش اور ٹھاٹھ کی زندگی بسر کرنے کا رجحان ختم ہو گیا تھا وہ بھی یہی چاہتی تھیں کہ ہماری تمام شعبہائے زندگی کا جو قدم بھی اٹھے تو وہ رضا الٰہی کے لیے اٹھے اور ان کی نگاہوں میں اس دنیاوی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں تھی اس لیے اس خدا کی بندی نے اپنے اس خاوند سے شکوہ تک نہ کیا کہ تمہارے پاس اپنا بھی کچھ نہیں اور مجھے دیا ہوا جہیز بھی ٹھکرا دیا ہے یہ کیا ہے بلکہ انتہائی ادب کے ساتھ وفاداری کا وعدہ کرتی ہے کہ زندگی بھر آپ کی اطاعت کروں گی جو کھلاؤ گے کھاؤں گی جو پہناؤ گے پہنوں گی جہاں کہو گے رہوں گی اور اس نے بتا دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والی عورت کو اپنے خاوند کی کس طرح اطاعت کرنا چاہیئے مگر آج اس درسِ اخوت کو امّت بھول گئی

ہے اس لیے مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں سے ذلت اور رسوائی اٹھا رہے ہیں۔

نکاح جلیبیب رضی اللہ عنہ

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ زَوِّجْنِي ابْنَتَكَ قَالَ نَعَمْ وَكَرَامَةً يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَنِعْمَةَ عَيْنٍ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَسْتُ أُرِيدُهَا لِنَفْسِي قَالَ فَلِمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجُلَيْبِيبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُشَاوِرُ أُمَّهَا فَأَتَى أُمَّهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ ابْنَتَكِ فَقَالَتْ نَعَمْ نِعْمَةَ عَيْنٍ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ يَخْطُبُهَا لِنَفْسِهِ إِنَّمَا يَخْطُبُهَا لِجُلَيْبِيبٍ	ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے ایک آدمی کو فرمایا مجھے اپنی لڑکی نکاح کر کے دو اس نے کہا ہاں اور یہ عزت بھی ہے اے اللہ کے رسول اور بڑی اونچی نعمت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی ذات کے لیے اس کی خواہش نہیں رکھتا اس نے کہا پھر کس کے لیے اے اللہ کے رسول فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلیبیب کے لیے پھر اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں اس کی ماں سے مشورہ کر لوں پس اس کی ماں کے پاس آیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیری لڑکی کا رشتہ مانگتے ہیں تو اس نے کہا ہاں یہ بڑی نعمت ہے تو اس نے کہا وہ اپنے لیے نہیں مانگتے وہ جلیبیب

فَقَالَتْ اَجُلَيْبِيْبُ اِبْنُهٗ اَجُلَيْبِيْبُ اِبْنُهٗ اَلَا لَعَمْرُ اللّٰهِ لَا نُزَوِّجُهٗ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّقُوْمَ لِيَاْتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُخْبِرُهٗ بِمَا قَالَتْ اُمُّهَا قَالَتِ الْجَارِيَةُ مَنْ خَطَبَنِيْ اِلَيْكُمْ فَاَخْبَرَتْهَا اُمُّهَا فَقَالَتْ اَتَرُدُّوْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْرَهٗ اِدْفَعُوْنِيْ اِلَيْهِ فَاِنَّهٗ لَنْ يُّضَيِّعَنِيْ فَانْطَلَقَ اَبُوْهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شَاْنُكَ بِهَا فَزَوَّجَهَا جُلَيْبِيْبًا

(ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۰)

کے لیے مانگتے ہیں اس نے کہا کیا جلیبیب ان کا بیٹا ہے کیا جلیبیب ان کا بیٹا ہے خدا کی قسم اسے ہم رشتہ نہیں دیں گے پس جب اس نے ارادہ کیا کہ اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے اور آپ کو اس بات کی خبر دے جو اس کی ماں نے کہی ہے لڑکی نے کہا کس نے میری منگنی کی ہے تم سے پس ماں نے اس کو بتایا اس نے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مسترد کرتے ہو مجھے ان کے حوالے کر دو وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں کریں گے تو اس کے باپ نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کو اس کا اختیار ہے تو آپ نے اس کا نکاح جلیبیب سے کر دیا۔

تشریح

حضرت جلیبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی غریب اور مفلس آدمی تھے

شکل وصورت بھی اچھی نہیں تھی مدینہ کے بچے گلیوں میں اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم سب پر تھی امیر وغریب مرد وزن بچے بوڑھے اور جوان سب کی ضروریات زندگی کا خیال رکھتے تھے اور جس کو مصیبت زدہ پریشان حال دیکھتے تو اس کی پریشانی دور کرنے کی کوشش فرماتے چنانچہ حضرت جلیبیب کو دیکھا کہ یہ ایک مرد ہے جوان ہے مردانگی جذبات وخواہشات رکھتا ہے تو ایک باپ کی مانند اس روحانی بیٹے کے لیے شادی کی کوشش شروع فرمائی اور ایک انصاری صحابی سے بات کی اور انداز ایسا اختیار کیا کہ جس سے حضرت جلیبیب کی حیثیت کو بہت اونچا کیا تاکہ اس انصاری کو معلوم ہو جائے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس کی شان بڑی بلند ہے اور لوگ تو ایسے موقعہ پر قومیت دولت اور حسن وجمال کو پیش کرتے ہیں حضرت جلیبیب ان چیزوں کے مالک نہیں تھے البتہ ان میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ مقبول خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منظورِ نظر تھے اگر حضرت جلیبیب اس اطاعت محبت اور مقبولیت کا اظہار خود فرماتے تو اسے ملمع سازی پر محمول کیا جاتا کہ شادی کے لیے ایسا کر رہا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مقبولیت کا خود اظہار فرمایا ہے تاکہ انصاری اس کو حقیقت سمجھے۔

چنانچہ فرمایا۔ زَوِّجْنِی ابْنَتَكَ

ترجمہ:۔ مجھے اپنی بیٹی نکاح کر کے دو۔

تو وہ صحابی خوشی سے پھول گیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہماری نسبت تو پھر بہت اونچی ہو جائے گی یہ تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور انعام ہو جائے گا نہ بیٹی سے پوچھا نہ اس کی ماں

سے مشورہ کیا بلا تامل وعدہ کر دیا وہ جانتا تھا کہ میری بیوی اور بیٹی دونوں اس ناطے پر فخر کریں گی اس لیے ان سے مشورہ کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ رشتہ اپنے لیے نہیں مانگتا بلکہ جلیبیب کے لیے مانگتا ہوں تو پھر اپنی بیوی سے مشورہ کرنے کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی چنانچہ وہ اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس کی دیانت کا عالم یہ ہے کہ پہلے یوں نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلیبیب کے لیے تیری بیٹی کا رشتہ مانگتے ہیں بلکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیری بیٹی کا رشتہ مانگ رہے ہیں تو اس کی خوشیوں کی بھی انتہا نہ رہی اور بے ساختہ ہاں کر دی اور کہنے لگی کہ یہ تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہو جائے گا اور خاوند کے اس انداز بیان کا مقصد یہ ہے کہ میری بیوی کے دل میں جلیبیب کی وقعت پیدا ہو اس کے بعد کہا کہ نہیں وہ اپنے لیے نہیں مانگتے بلکہ وہ تو جلیبیب کے لیے مانگتے ہیں تو پھر بیوی نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جلیبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا تو نہیں ہے کہ ہم اسے رشتہ دیدیں جب وہ انصاری اٹھ کر جانے لگا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے کہ میری بیوی نہیں مانتی تو اس لڑکی نے پوچھا کہ میرے رشتہ کی کون خواہش رکھتا ہے تو ماں نے اس کو تفصیل بتائی تو اس نے کہا چونکہ یہ تجویز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے لہذا اس کو مسترد نہیں کرنا چاہیئے بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دیں میرے نکاح کا اختیار ان کو دے دیں وہ جہاں چاہیں میرا نکاح کر دیں یقیناً وہ میرا نکاح وہیں کریں گے جہاں میری بہتری ہو گی چنانچہ والد نے اپنی بیٹی کے مشورہ پر نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کو اس کے نکاح کا اختیار دیا تو حضور نے اس کا نکاح حضرت جلیبیب کے ساتھ کر دیا مقام غور ہے کہ یہاں ایک طرف تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے ہے اور ایک نوجوان بچی والدین کی رائے کو ٹھکرا کر نبی کی رائے کو ترجیح دیتی ہے اور حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح نمونہ پیش کرتی ہے وہ جانتی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ایمانداروں کے ساتھ ان کی جان سے بھی زیادہ ہے اسے یقین تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ جہاں تک پہنچتی ہے جو دیکھتی ہے وہاں تک میرے والدین کی رسائی نہیں ہے اس کا یہ ایمان تھا کہ نبی ایک انسان کے لیے جو سوچتا ہے جو تجویز کرتا ہے عام انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے ٹھیک ہے جلیبیب اگر کالا ہے غریب ہے تو اس کی کوئی پروا نہیں ہے چنانچہ اس کے اس جذبہ ایثار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور اس کا نکاح حضرت جلیبیب رضؓ سے کر دیا۔

اور کچھ عرصہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی کفار کو شکست ہوئی بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آدمیوں کا شمار شروع کیا تو جلیبیب کو نہ پایا تلاش کیا تو آپ کی لاش پائی اور ان کے برابر سات مشرکین کی لاشیں ملیں آپ نے فرمایا کہ جلیبیب نے ان سات کو مارا ہے پھر مشرکین نے اس کو شہید کیا ہے اور اس موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ جلیبیب مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں احادیث میں ہے کہ آپ نے تین مرتبہ یہ جملے دہرائے اور پھر اپنے مبارک ہاتھوں پر اس کی لاش کو اٹھایا اور بنفس نفیس خود قبر میں اتارا اس

سے واضح ہو جاتا ہے کہ بارگاہِ رسالت میں اس کا کتنا اونچا مقام ہے اور یہی وہ چیز تھی کہ جس کو وہ لڑکی بھانپ گئی تھی اور اس کے والدین نہیں سمجھے تھے اب یہ شہید کی بیوہ بن گئی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بہت دعا فرمائی احادیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس بیوہ پر خیر و برکت کی بوچھاڑ کر دے اور اس کے عیش کو مکدّر نہ کر احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اس کو بڑی دولت عطا فرمائی انصار میں اس بیوہ سے زیادہ اور کوئی سخی عورت نہیں تھی۔

یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونے کہ آپ نے ایک طرف تو امیر و غریب اونچ نیچ کے امتیاز کو ختم کیا اور دوسری طرف معاشرہ کی صنفِ نازک عورت جو ان غلط قسم کے رواج رسومات اور امتیازات کی وجہ سے ظلم کی چکی میں پس رہی تھی اسے ان مظالم سے نجات دی اور اسے قعرِ مذلت سے نکال کر معاشرہ میں اونچا مقام بخشا اور بنی نوع انسان کو بتا دیا کہ تمہاری ترقی اور عروج کی گاڑی اس اہم پرزے کے سوا آگے نہیں چل سکتی اور اس کی تخلیق تمام انسانوں کے لیے ہے کسی ایک قوم یا فرد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ صرف رنگ اور نسل کی وجہ سے خواہ مخواہ اس پر قابض ہو کر سانپ کی طرح بیٹھ جائے نہ خود فائدہ اٹھائے اور نہ کسی دوسرے کو فائدہ اٹھانے دے بلکہ تعلیم دی کہ معاشرے کے ہر فرد کو ان سے فائدہ اٹھانے کے مواقع فراہم کرنے چاہئیں جس طرح پانی مٹی آگ ہوا اناج وغیرہ ذرائع زندگی سب کے لیے ہیں کسی ایک کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان سب پر یا کسی ایک پر قابض ہو کر بیٹھ جائے نہ فائدہ اٹھائے نہ اٹھانے دے اور اگر کوئی ایسا کرے تو اسے قومی اور انسانی

مجرم سمجھا جاتا ہے اسی طرح عورتوں کے ساتھ بھی ایسا ناروا سلوک کرنے والے یقیناً انسانی مجرم ہیں کیونکہ عورت تمام سرمایوں میں سے سب سے اونچا اور قیمتی سرمایہ ہے اس نے افرادی قوت پیدا کرنا ہے اور بقول اقبال رحؒ

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملّت کے مقدر کا ستارا

اور اصلی اور حقیقی مقدر کا ستارہ عورت ہے اسی لیے قرآن حکیم میں اس کو اُمّ سے تعبیر فرمایا ہے اور اُم کے معنی مرکز کے ہیں معلوم ہوا کہ عورت دنیا کے تمام اسباب کا مرکز ہے اور یہ شرف مرد کو حاصل نہیں صرف عورت کو حاصل ہے اور یہ مانا ہوا اصول ہے کہ مرکز کا تحفظ ضروری اور اس سے وابستگی بھی ضروری ہے اسی طرح اس مرکز انسانی عورت کا تحفظ بھی اور اس سے وابستگی بھی ضروری ہے اس کی تفصیل شروع کی آیات اور احادیث میں بیان ہو چکی ہے دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اس کا خلاصہ اور لبّ لباب یہ ہے کہ عورت سے نکاح ہونا چاہیئے بلا نکاح استمتاع کی کوشش نہ کی جائے نیز لڑکی اللہ اور رسول کی وفادار ہو اور لڑکا بھی ایسا ہی ہو اگر ایسی صفات کی لڑکی اور لڑکا باہم نکاح کریں گے تو یقیناً یہ مشترکہ فرم خاطر خواہ نتیجہ برآمد کرے گی اور ملک وملت کے ترقی کا ذریعہ بنے گی اور اگر لڑکی ایسی صفات کی حامل نہ ہو تو وہ قدرت کی ناکارہ اور کنڈم مشینری ہے اس پر باصلاحیت مردوں کا وقت نہیں ضائع کرنا چاہیئے اسی طرح اگر لڑکا ایسی صفات کا حامل نہیں ہے تو وہ نکھٹو اور نااہل مستری ہے یہ قیمتی مشینری اس کے ہاتھ میں دیکر برباد نہیں کرنا چاہیئے یہاں

یہاں تک جو تشریح بیان ہوئی ہے یہ آیت نمبر ا کے شروع میں جو

"فَانْكِحُوْا مَا طَابَ" کے جملے فرمائے ہیں ان کے متعلق ہے اب آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ بقیہ آیت کریمہ کی تشریح بیان ہوگی۔

مسئلہ تعدّد ازدواج

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مقدسہ سے قبل متعدد عورتیں نکاح میں رکھنے پر کوئی پابندی نہیں تھی کسی بھی نبی کی شریعت میں اس کا ثبوت نہیں ملتا عیسائیوں میں جو ترک ازدواج کا سلسلہ تھا وہ محض ان کا اختراعی تھا شریعت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے قرآن حکیم میں ہے۔

وَرَهْبَانِيَّةَنِ ابْتَدَعُوْهَا۔ انہوں نے خود رہبانیت ایجاد کی۔ اللہ پاک کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کے طفیل انہیں یہ تعلیم نہیں دی گئی بلکہ ان کے بارے میں تو یوں ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً۔

ترجمہ:- یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ہیں انہیں ہم نے بیویاں بھی اور اولاد بھی دی۔

اس سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام نے متعدد شادیاں کیں۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی سنوا بیویاں تھیں اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی بھی متعدد بیویاں مذکور ہیں اسی طرح ایوب علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی بھی ایک سے زیادہ بیویوں کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے شرائع میں تعدّد پر پابندی نہیں تھی اگر کسی نے ایک شادی کی ہے یا بالکل نہیں کی تو اس کا ذاتی

فعل ہے حکم خداوندی یہ نہیں تھا۔ کرشن جی جسے ہندو بہت بڑا اوتار مانتے ہیں اس کی بیک وقت سینکڑوں بیویاں تھیں معلوم ہوتا ہے انبیاء کے علاوہ بقیہ اقوام کے اندر بھی اس تعدد پہ کوئی پابندی نہیں تھی یہ پابندی صرف اور صرف رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دین مقدس میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیویوں کی تعداد بیک وقت نو تک بیان کی گئی ہے جو آپ کی خصوصیت ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۔

معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں آپ پر بھی پابندی تھی اور آپ کے سوا باقی ایمانداروں کے لیے چار سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔

حکمت تحدید ازدواج

یہ مانا ہوا اصول ہے کہ۔ فِعْلُ الْحَكِيمِ لَا يَخْلُو عَنِ الْحِكْمَةِ یعنی کسی حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا، تو اللہ پاک سب سے بڑا حکیم ہے اس کا فعل حکمت سے کس طرح خالی ہو سکتا ہے قرآن کریم میں ہے

مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۔

یعنی اللہ پاک بے کار کام نہیں کرتے۔

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تعدد پر جو پابندی نہیں تھی اس کا مقصد نسل انسانی کو زیادہ سے زیادہ بڑھانا تھا اور ان مردوں میں اتنی عورتیں سنبھالنے کی صلاحیت بھی رکھی تھی اور اس شریعت میں جو پابندی عائد کی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اب نسل کافی حد تک بڑھ چکی ہے اب زمانہ قیامت قریب ہے اب تدریجی طور پر اسے گھٹانا مقصود ہے جیسا کہ

شب و روز کے تکوینی حالات شاہد ہیں شاید اسی لیئے آج کل کے مردوں میں زیادہ کی صلاحیّت بھی نہیں رکھی صرف چار تک کی صلاحیّت رکھی ہے اور وہ بھی سب میں نہیں ہے بعض میں ہے اور ان کو ہی چار تک کی اجازت ہے سب کو نہیں۔ اور فرمایا ہے کہ نکاح کرو دو دو تین تین اور چار چار سے یعنی جس میں دو کی صلاحیّت ہے وہ دو سے نکاح کرے جس میں تین کی صلاحیّت ہے وہ تین سے نکاح کرے اور جس میں چار کی صلاحیّت ہے وہ چار سے نکاح کرے اور آگے فرمایا ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً

یعنی اگر تمہیں اندیشہ ہے کہ دو یا تین یا چار کے ساتھ انصاف نہیں کر سکیں گے تو پھر صرف ایک سے نکاح کرو۔

معلوم ہوا پیش نظر انصاف ہے یعنی اگر کسی انسان میں ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو اسے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ قانون قدرت سے غلط فائدہ اٹھائے اور دو یا تین یا چار سے خواہ مخواہ نکاح کر کے ان ترقی کے ذرائع پر ناجائز قابض ہو جائے نہ خود فائدہ اٹھا سکے اور نہ کسی اور کو فائدہ اٹھانے دے اور وہ بے چاری مظلوم اس کے چنگل میں گرفتار رہیں بلکہ اسے صرف ایک ہی سے نکاح کرنا چاہیئے اور اس کے لیے بھی انصاف شرط ہے یعنی حقوق زوجیّت پورے کر سکتا ہو اور اگر اس میں یہ صلاحیّت نہ ہو اور نکاح ہو جائے تو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اس سے طلاق حاصل کر لے اور اگر خاوند گم ہو گیا ہے تو چار سال کے بعد قاضی عورت کی درخواست پر از سر خود تفریق کر دے اور کسی دوسرے کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ فراہم کرے کیونکہ جب اس میں صلاحیّت نہیں تو یہ اسے نکاح میں رکھنے کا حق دار نہیں

ہے بیہ اور باصلاحیت مردوں کا حق ہے اسلام کسی کے حق پر ناجائز قبضہ کی اجازت نہیں دیتا۔

تحقیق صلاحیت قبل النکاح

جب انسان ایک چھوٹی سی چیز بازار سے خریدتا ہے تو پہلے جانچ پڑتال کرتا ہے کیا یہ چیز میرے لیے مفید ہے یا نہیں کیا اس میں کوئی عیب تو نہیں ہے حتی کہ پوری طرح دیکھتا ہے پھر خریدتا ہے اسی طرح نکاح کے سلسلہ میں جانبین کو چاہیئے کہ پہلے پوری طرح تحقیق کریں ایمان دیانت تقویٰ اخلاق قومیت جمال وغیرہ معلوم کریں پھر نکاح کریں کیونکہ یہ دو چار دن کا معاملہ یا بچوں کا کھیل تو نہیں ہے یہ تو زندگی بھر کا معاملہ ہے بلکہ قومی تعمیر کی خشت اوّل اور انسانی عروج کی پہلی سیڑھی ہے اس لیے بعد کی ندامت اور شرمندگی سے بچنے کے لیے پہلے ہی غور فکر کرلیں تو اچھا ہے بلکہ اگر لڑکے اور لڑکی کا ڈاکٹری معائنہ کرالیا جائے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے ورنہ اس پر خاندانوں کے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں قرآن حکیم نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے اَن تَبۡتَغُوۡا جو ابتغاء سے بنا ہے اس کے معنی ڈھونڈنے اور تلاش کرنے کے ہیں یعنی لڑکے والوں کو چاہیئے کہ مذکورہ صفات کی حامل لڑکی تلاش کریں اور لڑکی والوں کو چاہیئے کہ ایسا لڑکا تلاش کریں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح یوں بیان فرمائی ہے۔

عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ	ترجمہ:۔ نقل ہے ابوہریرہؓ سے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میں نے

اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ اِمْرَاَۃً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَانْظُرْ اِلَیْھَا۔ (مشکوٰۃ کتاب النکاح باب النظر المخطوبۃ صـ ۲۶۸)

انصار کی ایک عورت سے منگنی کا پروگرام بنایا ہے۔ فرمایا پہلے اسے دیکھ لو۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اَحَدُکُمُ الْمَرْاَۃَ فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَا یَدْعُوْہُ اِلٰی نِکَاحِھَا فَلْیَفْعَلْ۔ رواہ ابو داؤد (بحوالہ مذکورہ)

ترجمہ: حضرت جابر سے نقل ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی عورت سے منگنی کرے تو جہاں تک ہو سکے اسے نکاح کی داعی چیزوں کو دیکھ لے۔

وَعَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ خَطَبْتُ اِمْرَاَۃً فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ نَظَرْتَ اِلَیْھَا قُلْتُ لَا قَالَ فَانْظُرْ اِلَیْھَا فَاِنَّہٗ اَحْرٰی اَنْ یُّؤْدَمَ بَیْنَکُمَا (رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ والدارمی بحوالہ مذکورہ صـ ۲۶۹)

ترجمہ: اور حضرت مغیرہ بن شعبہ سے نقل ہے کہا منگنی کی میں نے ایک عورت سے تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے اسے دیکھا ہے تو میں نے عرض کیا نہیں فرمایا اسے دیکھ لو یہ تمہارے درمیان الفت پیدا کرنے کے لیے بہت مناسب ہوگا۔

ولایت النکاح اور عورت سے حصولِ اجازت

جس طرح کوئی چیز خریدنے کے لیے براہ راست خود مالک سے بات

کی جاتی ہے یا اس کے کارندے یا وکیل سے بغیر اس کے کسی کی چیز لینا ناجائز ہے اسی طرح نکاح کے وقت بھی براہِ راست یا عورت سے بات ہونا چاہیئے یا اس کے کارندے اور وکیل سے اس کے بغیر نکاح متصور ہی نہیں ہو سکتا۔

جیساکہ قرآن کریم میں ہے فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ ترجمہ ان سے نکاح ان کی اہل کی اجازت سے کرو۔

اگرچہ یہ آیت کریمہ سیاق و سباق کے لحاظ سے باندیوں کے متعلق ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور تعامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ چھوٹی نابالغ اور مجنونہ بچیاں بھی اس میں شامل ہیں کیونکہ جب باندی باوجود عاقلہ بالغہ ہونے کے نکاح اور بقیہ دنیاوی امور میں مختار نہیں کیونکہ وہ مملوکہ ہے اور نابالغ بچی اور مجنونہ کو تو ابھی تک شعور ہی نہیں ہے انہیں یقیناً اپنے نکاح کا اختیار نہیں ہونا چاہیئے جیسا کہ باقی معاملات میں انہیں اختیار نہیں اور نکاح کا معاملہ تو زیادہ اہم ہے لہٰذا ان کے ساتھ نکاح وارثوں کی اجازت کے سوا نہیں ہو سکتا۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَزُفَّتْ اِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ۔

(رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب النکاح باب الولی) سن ۲۷

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا دراں حالیکہ وہ سات سال کی لڑکی تھی اور بھیجا گیا انہیں پاس ان کے دراں حالیکہ وہ نو سال کی لڑکی تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ یا ولی عصبہ اگر نابالغہ کا نکاح کر دیں تو وہ درست ہے کیونکہ حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کا نکاح حضور سے

کیا جب کہ ان کی عمر سات سال کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اگر یہ نکاحِ نابالغہ ناجائز ہوتا تو ہادی اسلام ایسا کبھی نہ کرتے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ۔

ترجمہ:۔ انہوں نے نقل کیا ہے ابی موسیٰ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا نہیں نکاح سوائے ولی کے۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی بحوالہ مذکورہ)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغہ مجنونہ اور عاقلہ کا نکاح وارثوں کی اجازت کے سوا منعقد نہیں ہو سکتا۔

نکاح کے بارے میں عورت سے مشورہ کرنا چاہیئے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُنْکَحُ الْاَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْکَحُ الْبِکْرُ حَتّٰی تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ اِذْنُھَا قَالَ اَنْ تَسْکُتَ۔

(متفق علیہ بحوالہ مذکورہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ سے نقل ہے انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ نکاح کر کے دی جائے بیوہ یہاں تک کہ اس سے امر نکاح نہ طلب کیا جائے اور نہ نکاح کر کے دی جائے کنواری یہاں تک کہ اس سے اجازت نہ طلب کی جائے انہوں نے عرض کیا اس کی اجازت کی کیا کیفیت ہو گی فرمایا خاموشی۔

تشریح حدیث:۔ اس حدیث پاک میں ایک ایّمٌ کا لفظ آیا ہے

اس سے مراد ایسی عورت ہے جو ایک دفعہ شادی کر چکی ہو اور پھر خاوند نے اسے طلاق دے دی ہو یا مر گیا ہو خواہ وہ عورت عاقلہ بالغہ ہو یا غیر عاقلہ بالغہ ہو دونوں کو یہ لفظ شامل ہے اور دوسرا لفظ بِکرٌ آیا ہے جس کے معنی غیر شادی شدہ کے ہیں خواہ عاقلہ بالغہ ہو یا غیر عاقلہ بالغہ دونوں کو یہ لفظ شامل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَیِّمٌ کا نکاح بغیر اس کے امر کے نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تجربہ کار ہو چکی ہے اب وہ اس سلسلہ میں شرم محسوس نہیں کرے گی بلکہ کھل کر بات کہہ دے گی کہ فلاں مرد مجھے پسند ہے یا نہیں رہا باکرہ کا معاملہ تو چونکہ وہ ابھی تجربہ کار نہیں ہے اس لیے وہ شرم محسوس کرے گی اور شاید کہ منہ سے کچھ نہ کہے اس لیے اس کا سکوت بھی رضا کی متصور ہو گا بہرحال نکاح کے سلسلہ میں باکرہ بالغہ یا بیوہ کی رضا ضروری ہے ان کی رضا کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔

عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَالِكَ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهَا۔ رواہ البخاری۔ وَفِيْ رِوَايَةِ ابن ماجہ نِكَاحَ اَبِيْهَا۔

(بحوالہ مذکور)

ترجمہ:۔ خنساء بنت خذام سے نقل ہے کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کیا اور یہ رنڈی تھی پس اس نے یہ نکاح ناپسند کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ نے اس کے نکاح کو رد کیا اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ اس کے باپ کے نکاح کو رد کیا۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نکاح کے سلسلہ میں بیوہ عورت سے اجازت لینا ضروری ہے اور اس کی بدون اجازت نکاح نہیں ہو سکتا

اور باپ کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس پر جبر کرے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ جَارِيَةً بِكْرًا اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(رواہ ابوداؤد بحوالہ مذکورہ ص۲۷۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس سے نقل ہے کہ ایک باکرہ لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اس نے ذکر کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کیا ہے اور وہ پسند نہیں کرتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دیا۔

تشریح حدیث

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نکاح کے سلسلہ میں عاقلہ بالغہ لڑکی کی رضا بھی ضروری ہے اور اگر اس کی رضا کے سوا کسی وارث نے خواہ باپ ہی کیوں نہ ہو اس کا نکاح کرادیا تو اس نکاح کو باقی رکھنا اس لڑکی کے اختیار میں ہے چاہے منظور کرے یا نہ کرے۔ البتہ عدالت کی طرف رجوع ضروری ہے۔

بوقت نکاح عاقلہ بالغہ عورت کو اپنے وارثوں سے مشورہ کرنا چاہیئے

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا

ترجمہ:۔ نقل ہے عائشہؓ سے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی عورت اپنا نکاح کرلے گی سوائے اجازت ولی کے تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح

باطِلٌ فنکاحُها باطِلٌ فَاِنْ دَخَلَ بِهَا فلھا المَھرُ بِمَا استحلَّ مِنْ فرجِها فَاِنْ اشتجروا فالسُّلطانُ وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَہٗ۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی بحوالہ مذکورہ صنے ۲۷۰)

باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے اگر مرد اس سے ہمبستر ہو تو اس کے لیے مہر ہے کیونکہ اس نے اس کی شرم گاہ اپنے لیے حلال کرنے کی کوشش کی ہے اگر ان کا آپس میں اختلاف ہوا تو بادشاہ ولی ہے اس کا جس کا ولی نہیں ہے۔

تشریح حدیث

اس سے قبل کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح کے سلسلہ میں خود مختار ہے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے اور اس میں بتایا ہے کہ اسے چاہیئے کہ اپنے وارثوں سے مشورہ کرے اگر بغیر مشورہ نکاح کر لے گی تو وہ نکاح بیکار ہوگا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نکاح کے بہت سے مقاصد ہیں۔

اوّلین مقصد یہ ہے کہ اس نکاح کے ذریعہ مختلف طبقات اور خاندانوں کو قریب کر کے طبقاتی جنگ ختم کر دی جائے دوسرا مقصد یہ ہے کہ نسلِ انسانی کو ترقی اور عروج نصیب ہو یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ تمام انسانی پرزوں کو کام میں لایا جائے کوئی پُرزہ بیکار نہ رہے یہ فائدہ اور استفادہ تب ہو سکتا ہے کہ ورثاء کے مشورہ سے نکاح ہو کیونکہ وہ اس کے حقوق کی رعائیت رکھیں گے آئندہ کے لیے ان کا تحفظ کریں گے اگر بلا مشورہ نکاح ہوگا تو طبقاتی جنگ چھڑ جائے گی اور یہ لڑکی اپنے خاندان سے ہمیشہ ہمیشہ کٹ جائے گی قطع رحمی ہوگی حتیٰ کہ والدین کی نگاہ سے بھی گر جائے گی اور بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے

کہ اس پر خاندانوں کے خاندان کٹ مرتے ہیں اور یہ لڑکی اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔

غرضیکہ بلا مشورہ نکاح کرنے سے مقاصد نکاح فوت ہو جاتے ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نکاح کو بیکار اور بے برکت قرار دیا یہ مقصد نہیں کہ نکاح نہیں ہوتا نکاح ہو جاتا ہے جیسے گذشتہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور نیز اس حدیث میں بھی فرمایا کہ ایسے نکاح سے مہر لازم ہو جاتا ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ نفس نکاح ہو جاتا ہے۔ اور آگے فرمایا ہے کہ اگر مشورہ کے بعد خاندان کا اختلاف ہو کوئی یہ رشتہ دینا چاہے اور کوئی نہ دینا چاہے اور اس وجہ سے نکاح میں تعطل پیدا ہو تو مسلمان بادشاہ کو مداخلت کر کے اس تعطل کو دور کرنا چاہیے ورنہ اس خاندانی کش مکش میں عورت جو معاشرہ کا مرکزی اور بنیادی پرزہ ہے بیکار ہو کر رہ جائے گا۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے حین حیات میں کیا ہوا تھا جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا اگر کسی لڑکی کا وارث نہ ہو تو پھر تمام ذمہ داری وقت کے حکمران پر عائد ہو جاتی ہے کہ وہ ایسی لڑکی کی شادی کا انتظام و انصرام کرے۔

بوقت نکاح ۲ گواہ ضروری ہیں

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ

ترجمہ:۔ مقرر کرو دو گواہ اپنے مردوں میں سے اگر نہ ہوں دو مرد پس ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم پسند کرو گواہوں میں سے کیونکہ ایک بھولے

الشُّهَدَاۤءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى
گی تو دوسری اُسے یاد دلا دے گی۔

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عقد نکاح کے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے اگرچہ سیاق وسباق کے لحاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت قرض کے متعلق ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ عام ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَغَايَا اَللَّتِيْ يُنْكِحْنَ اَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس سے نقل ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زنا کرنے والی ہیں وہ عورتیں جو نکاح کرتی ہیں اپنا سوائے گواہوں کے۔

(بحوالہ مذکورہ ص ۲۷۱)

اس حدیث پاک سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ نکاح کے لیے گواہ ضروری ہے اور دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر گواہ جو نکاح ہو گا وہ نکاح متصور نہیں ہو گا بلکہ وہ زنا متصور ہو گا۔

بلوغت کے بعد فوراً نکاح ہو جانا چاہیئے

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي التَّوْرَاةِ

ترجمہ:۔ نقل ہے عمر بن خطاب اور انس بن مالک سے انہوں نے نقل کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا تورات میں لکھا ہے

مَكْتُوْبٌ مَنْ بَلَغَتْ اِبْنَتُهُ	جس کی بیٹی کی عمر بارہ سال ہو جائے
اِثْنَتَيْ عَشَرَةَ سَنَةً وَلَمْ	اور وہ اس کا نکاح نہ کرے
يُزَوِّجْهَا فَاَصَابَتْ اِثْمًا	پس وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو تو اس کا
فَاِثْمُ ذَالِكَ عَلَيْهِ	گناہ اس باپ پر ہے۔
وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَابْنِ	ترجمہ:۔ اور نقل ہے ابی سعید اور
عَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ	ابن عباس سے انہوں نے کہا فرمایا
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس
مَنْ وُلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنْ	کی اولاد پیدا ہو اسے چاہئے اس کا
اِسْمَهٗ وَاَدَبَهٗ فَاِذَا بَلَغَ	نام اچھا رکھے اور اسے ادب بھی سکھائے
فَلْيُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ	جب بالغ ہو جائے اس کا نکاح
يُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا	کرائے اگر وہ بالغ ہو اور وہ نکاح نہ
فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلٰى اَبِيْهِ۔	کرائے پس وہ کوئی گناہ کرے پس
رواہما البیہقی فی شعب الایمان	بے شک اس کا گناہ اس کے باپ
(بحوالہ مذکورہ ص ۲۷۱)	پر ہے۔

تشریح ان دونوں احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے والد کی ذمہ داریوں کو بیان فرمایا ہے۔

پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنی بچی یا بچے کا نام اچھا رکھے یعنی شرکیہ نام نہ ہو اور دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ جب وہ بارہ سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کی شادی کرا دے ورنہ اگر وہ کوئی گناہ کریں گے تو گناہ کا وبال باپ پر ہوگا اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ بعد میں بیان ہوگی یہاں مقصد یہ ہے کہ وقت بلوغت نکاح ہونا چاہئے۔

باب

تفصیل محرمات

اگرچہ صنفِ نازک (عورت) کی تخلیق تمام مردوں کے لیے ہے کسی ایک مرد یا خاندان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ خواہ مخواہ کسی عورت پر قبضہ کر کے بیٹھ جائے نہ فائدہ اٹھائے نہ دوسرے کو فائدہ اٹھانے دے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ ترجمہ:۔ وہ عورتیں تمہاری زینت ہیں اور تم ان کی زینت ہو۔

سورۃ بقرہ ع ۲۳

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ۔ ترجمہ:۔ تمہاری عورتیں تمہارے لیے کھیت ہیں۔

بقرۃ ع ۲۸

وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا۔ ترجمہ:۔ اور اسی جان سے اس کی بیوی پیدا کی تاکہ اسے سکون ہو۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی پیدائش تمام مردوں کی زینت ترقی اور سکون کے لیے ہے کسی ایک کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ مشترکہ ذرائع پر ناجائز قابض ہو جائے اور دوسروں کا آرام اور سکون چھین لے بلکہ جس سے

جی چاہے انسان نکاح کر سکتا ہے لیکن بعض کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل آیات میں ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ
اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا
مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ
فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭ وَسَآءَ
سَبِيْلًا ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ
اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ
وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ
الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ
الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ
مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ
نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ
الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ
نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ
بِهِنَّ ۡ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا
دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ ۡ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ
الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ
وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ
الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ

ترجمہ:۔ اور ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے مگر ہاں جو کچھ ہو چکا ہو چکا بیشک یہ بڑی بے حیائی اور نفرت کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے تمہارے اوپر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں رہی ہیں جو تمہاری ان بیویوں سے ہوں جن سے تم نے صحبت کی ہے لیکن اگر ابھی تم نے ان بیویوں سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور جو بیٹے تمہاری نسل سے ہوں ان کی بیویاں اور یہ بھی (حرام ہے) کہ تم

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ کِتٰبَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ ۔	دو بہنوں کو یکجا کرو مگر ہاں جو ہو چکا ہو چکا بے شک اللہ بڑا بخشنے والا بڑا مہربان ہے اور وہ عورتیں بھی (حرام کی گئی ہیں) جو قید نکاح میں ہوں بجز ان کے جو تمہاری مِلک میں آجائیں اللہ نے فرض کر دیا ہے (ان احکام کو) تم پر اور جو ان کے علاوہ ہیں وہ تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔

سورت نسآء ع ۴

ان آیات کی تشریح جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض نے بیان فرمائی درج ذیل ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حُرِّمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ وَّمِنَ الصِّھْرِ سَبْعٌ ثُمَّ قَرَاَ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ الْاٰیَۃَ ۔	ترجمہ: نقل ہے حضرت ابن عباس سے کہا حرام کی گئی ہیں نسب سے سات اور مصاہرت سے سات پھر پڑھی یہ آیت حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں آخر آیت تک۔

(رواہ البخاری بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۷۵)

نسب سے سات عورتیں یہ حرام ہیں ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی اور مصاہرت اس قرابت کو کہتے ہیں جو بسبب نکاح کے حاصل ہو اور اس سے چار عورتیں ہمیشہ حرام ہیں۔

ماں بیوی کی اور بیویاں بیٹے اور پوتے کی اگرچہ نیچے کے درجہ میں ہوں اور باپ اور دادا کی بیویاں اگرچہ اوپر کے درجے میں ہوں، اور بیٹی اس بیوی

کی کہ صحبت کی ہو اس سے اور تین عورتیں ہیں مصاہرت کے علاقہ میں کہ ہمیشہ کو حرام نہیں جیساکہ بیوی کی بہن پھوپھی اور خالہ۔

عَنْ بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَرَّ بِیْ خَالِیْ اَبُوْ بُرْدَةَ ابْنُ دِیْنَارٍ وَمَعَهُ لِوَاءٌ فَقُلْتُ اَیْنَ تَذْهَبُ قَالَ بَعَثَنِی النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةَ اَبِیْهِ اٰتِیَهٗ بِرَأْسِهٖ۔ رواہ الترمذی وابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ صـ ۲۷۴

ترجمہ: نقل ہے براء بن عازب سے کہا گزرے میرے پاس سے میرے ماموں ابو بردہ بن دینار اور اس کے پاس جھنڈا تھا میں نے کہا کہاں جا رہے ہیں انہوں نے کہا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) سے نکاح کیا ہے اس کا سر لاؤں گا۔

تشریح حدیث

معلوم ہوا سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے دورِ جاہلیت میں لوگ ایسا ارتکاب کرتے تھے اب اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کی سزا قتل ہے اور یہ حدیث وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ سے متعلق ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُجْمَعُ بَیْنَ الْمَرْاَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَیْنَ الْمَرْاَةِ وَخَالَتِهَا متفق علیہ۔

ترجمہ: ابی ہریرہ سے نقل ہے کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جمع کیا جائے عورت کو اور اس کی پھوپھی کو اور نہ عورت کو اور اس کی خالہ کو۔ (بحوالہ مشکوٰۃ صـ ۲۷۳)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ۔

ترجمہ:۔ نقل ہے عائشہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام ہو جاتی ہیں دودھ سے وہ جو حرام ہو جاتی ہیں ولادت سے۔

(رواہ البخاری بحوالہ مشکوٰۃ صـ۲۷۳)

عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لَكَ فِيْ بِنْتِ عَمِّكَ حَمْزَةَ فَاِنَّهَا اَجْمَلُ فَتَاةٍ فِيْ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ حَمْزَةَ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ۔

ترجمہ:۔ حضرت علی سے نقل ہے بے شک انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ کو اپنے چچا حمزہ کی بیٹی میں رغبت ہے تو آپ نے انہیں فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حمزہ میرا دودھ کا بھائی ہے اور اللہ تعالےٰ نے دودھ سے وہی حرام کی ہیں جو نسب سے حرام کی ہیں۔

(رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ صـ۲۷۳)

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً فَدَخَلَ بِهَا فَلَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُ ابْنَتِهَا وَاِنْ لَّمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلْيَنْكِحِ ابْنَتَهَا

ترجمہ:۔ نقل ہے عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی کسی عورت سے نکاح کرے اور پھر اس سے ہمبستر ہو جائے پھر اس کی بیٹی سے نکاح کرنا اس کے لیے حلال نہیں اور اگر اس سے

وَاَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً فَلَا يَحِلُّ لَهُ اَنْ يَنْكِحَ اُمَّهَا دَخَلَ بِهَا اَوْ لَمْ يَدْخُلْ۔

رواہ الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۷۵

ہم بستر نہیں ہوا تو اس کی بیٹی سے نکاح بعد طلاق کر سکتا ہے اور جو آدمی کسی عورت سے نکاح کرے پھر حلال نہیں اس کے لیے کہ اس کی ماں سے نکاح کرے خواہ اس سے ہم بستر ہو یا نہ ہو۔

تشریح

ان احادیث میں صرف چار عورتوں کی حرمت کی تشریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ ایک سوتیلی ماں آپ کے فرمان مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص سوتیلی ماں سے نکاح کرے وہ واجب القتل ہے اور دوسرے نمبر پر ان تجمعو بین الاختین کی تشریح بیان فرمائی کہ اس سے مراد صرف دو سگی بہنیں نہیں ہیں بلکہ ایک قاعدہ کلیہ بتایا کہ ہر وہ دو عورتیں مراد ہیں کہ ان میں سے جس کو بھی مرد فرض کیا جائے تو ان کا نکاح آپس میں حرام ہو جیسا کہ بھتیجی اور پھوپھی بھانجی اور خالہ کیونکہ ان میں سے جس کو بھی نر فرض کیا جائے تو حرمت علیکم والی آیت کے تحت باہم نکاح حرام ہو جاتا ہے تو ایسی عورتوں کا اجتماع بھی ایک شخص کے نکاح میں حرام ہے۔ تیسرے نمبر پر آپؐ نے رضاعت کی تشریح بیان فرمائی کہ اس سے مراد صرف وہ عورت نہیں کہ جس کا دودھ پیا یا جس کے ساتھ دودھ پیا بلکہ اصل سے مراد یہ ہے کہ

بچہ جب کسی غیر ماں کا دودھ پی لے تو اس پر وہ تمام عورتیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسبت سے حرام ہو جاتی ہیں اور چوتھے مرتبہ پر آپ نے ربائبہ ( ) کی تشریح بیان فرمائی کہ اگر کوئی شخص ایک عورت سے صرف نکاح کرے اور ابھی اس سے ہم بستر نہ ہوا ہو اور اسے طلاق دے دے تو اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر اس سے ہم بستر ہو چکا ہے تو طلاق دے کر بھی اس کی بیٹی سے نکاح نہیں کر سکتا لیکن ایسی عورت کی ماں سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس کی ساس بن چکی ہے اور ان چار کے علاوہ بقیہ محرمات واضح ہیں۔ اس لیے ان کی تفصیل آپ نے نہیں بیان فرمائی اور مذکورۃ الصدر خواتین کے ساتھ نکاح کے سلسلہ میں پابندی عائد کرنے کی وجوہات شروع میں بیان فرمائی ہیں انہ کان فاحشۃ ومقتا ساء سبیلا۔ اگرچہ یہ آیت کریمہ سیاق و سباق کے لحاظ سے سوتیلی ماں کے متعلق نظر آتی ہے لیکن بنظرِ غائر اگر دیکھا جائے تو بقیہ محرمات کے متعلق بھی ہے کیوں کہ جس طرح سوتیلی ماں سے نکاح کرنا بے حیائی، غضب اور برا راستہ ہے تو بقیہ کے ساتھ بھی یقیناً نکاح کرنا بطریقہ اولیٰ ایسا ہی ہے باقی تینوں وجوہات قابل تشریح ہیں۔ اب ہم انشاء اللہ بالترتیب ہر ایک کی تشریح بیان کریں گے۔ اللہ پاک نے سب سے پہلے لفظ فاحشہ فرمایا ہے جو فحش سے بنا ہے اور فحش کے معنی بدی میں حد سے گزر جانے کے ہیں اور یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ دنیا میں بعض کام اچھے ہیں اور بعض برے ہیں اور کون سے کام اچھے ہیں اور کون سے برے ہیں اس سلسلہ میں اگرچہ لوگوں کا نظریہ بدلتا رہتا ہے کہ وہ ایک ٹائم پر ایک کام کو اچھا کہتے

ہیں اور دوسرے ٹائم پر اسی کام کو بُرا کہتے ہیں اور اسی طرح ایک ٹائم پر ایک کام کو بُرا کہتے ہیں اور دوسرے ٹائم پر اسی کام کو اچھا کہتے ہیں جیساکہ شب و روز کے حالات اس پر شاہد ہیں لیکن انبیاء اور ختم المرسلین ہادی برحق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس چیز کو خالقِ کائنات نے بدی فرمایا ہے وہ تا قیامت بدی ہی رہے گی اور جس کو نیکی فرمایا ہے وہ تا قیامت نیکی ہی رہے گی کیونکہ وہی اشیاء اور اسباب ہیں نیکی اور بدی کی تاثیر رکھنے والا ہے انسان کے نظریہ میں تبدیلی آنے سے اللہ پاک کی پیدا کردہ تاثیرات میں تبدیلی نہیں آسکتی اور اللہ پاک نے جن خواتین سے نکاح حرام قرار دیا ہے اس کی وجہ خود بیان فرمائی ہے کہ یہ یقیناً بے حیائی ہے بس یہ کافی اور شافی ہے۔ اگرچہ کچھ انسانوں کا نظریہ تبدیل ہوچکا ہے مگر وہ فرمان خداوندی ہوتے ہوئے قابل التفات نہیں ہے اور رب العلمین نے دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے لفظ مُقتْ فرمایا ہے اس کے معنے بغض اور دشمنی کے آتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مذکورۃ الصدر خواتین کے ساتھ نکاح کرنے والے سے بغض اور دشمنی ہو جاتی ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ تمام محرمات میں سے مرکزی حیثیت ماں کو حاصل ہے باقی سب اس کے توابع اور فروعات ہیں اور ماں چونکہ آدمی کی پیدائش اور ترقی کا ذریعہ ہے اس لیے اس کا احترام ضروری قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ نکاح کرنے سے احترام ختم ہو جائے گا اور برابر کی سطح پر آجائے گی اور اس کی حق تلفی ہو جائے گی چنانچہ والدہ کا منصب عالی مندرجہ ذیل آیات اور احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

والدہ کا منصب عالی

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا
تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ
وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط
اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ
الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ
كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ
لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا
تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ
لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝
وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ
الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ
وَقُلْ رَّبِّ
ارْحَمْهُمَا كَمَا
رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝
(بنی اسرائیل ع ۳)

اور تیرے رب نے فیصلہ
کیا ہے کہ اس کے سوا کسی
کی عبادت مت کرو اور
والدین کے ساتھ نیکی کرو اگر
تیرے سامنے ان میں سے
ایک یا دونوں بڑھاپے کو
پہنچ جائیں تو انہیں اُف بھی
نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور
ان سے نرمی کے ساتھ بات
کرو اور ان کے سامنے شفقت
اور عاجزی کے ساتھ جھکے
رہو اور کہو اے میرے
رب جس طرح انہوں نے
مجھے بچپن میں پالا ہے اسی
طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ
بِوَالِدَيْهِ ج حَمَلَتْهُ
اُمُّهٗ وَهْنًا
عَلٰي وَهْنٍ

اور ہم نے انسان کو اس
کے ماں باپ کے متعلق
تاکید کی ہے اس کی ماں نے
ضعف پر ضعف اٹھا کر

وَّفِصَالُهٗ فِيْ	اسے پیٹ میں رکھا اور
عَامَيْنِ اَنِ	دو برس اس کا دودھ چھڑانا
اشْكُرْ لِيْ	ہے کہ میری اور اپنے ماں
وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ	باپ کی شکر گزاری کرے
الْمَصِيْرُ ۝ وَاِنْ	میرے پاس ہی لوٹ کر آنا
جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ	ہے اور اگر تجھ پر اس بات
تُشْرِكَ بِيْ	کا زور ڈالے کہ تو میرے اس
مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ	کو شریک بنائے جس کو تو
عِلْمٌ فَلَا	جانتا بھی نہ ہو تو ان کا کہنا نہ
تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا	مان اور دنیا میں اس کے ساتھ
فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا	نیکی سے پیش آ۔

(لقمان ع ۲)

ان آیات میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا حق بیان فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ ہی درحقیقت سب کا خالق مالک مُربّی و محسن ہے تو پھر انسان کو چاہیئے کہ صرف اور صرف اس کی بندگی اور عبادت کرے اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے حتیٰ کہ ماں باپ جیسے محسن بھی اگر اسے شرک پر مجبور کریں تو اسے چاہیئے کہ اس سلسلہ میں ان کا حکم بھی نہ مانے اور دوسرے نمبر پر اطاعت والدین ہے ان کا ادب و احترام اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم ہے۔ ان کے سامنے عاجزی انکساری اور شریفانہ گفتگو کی تعلیم ہے انہیں جھڑکنے، ستانے اور تنگ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے

اور ان کے آگے ایسا لفظ بولنے کی اجازت نہیں ہے جس سے اُن کا دِل آزردہ ہو بلکہ یہ تعلیم دی کہ اے انسان جس طرح تیرے والدین نے تیری تربیت، نگاہ داشت، تحفظ اور خدمت گزاری میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ تیرے لیے محنت مزدوری اور سخت مشقّت اُٹھا کر بھی تجھے روزی اور آب و دانہ پہنچایا ہے تیری صحت بہبود اور ترقی کے لیے شب و روز دعائیں مانگ کر اپنے آپ کو انہوں نے تھکا دیا تھا۔ اے انسان اب تیرے اوپر بھی فرض ہے کہ اسی جذبہ اور محبت کے ساتھ ایسی ہی محنت اور مشقت اُٹھا کر ان کی خدمت کر اور اللہ پاک سے شب و روز ان کے لیے دعائیں مانگ اور خصوصی طور پر ماں کا تذکرہ فرمایا ہے کہ اس نے ایام حمل اور شیر خوارگی میں انتہائی ضعف کی حالت میں تیری جو خدمات کی ہیں انہیں کبھی بھی تجھے بھولنا نہیں چاہیئے یہاں تک ان ایات قرآنیہ سے جو مفہوم ظاہری اور سرسری طور پر معلوم ہوا۔ عرض کیا گیا ہے

اب آئندہ انشاء اللہ العزیز ترجمان، وحی محسنِ انسانیت محبوب کبریا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعتِ والدین کے جو فوائد اور طریقے ارشاد فرمائے ہیں ان کا بیان ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ	ابی ہریرہ سے کہا ایک
قَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ	آدمی نے اے اللہ کے
اللّٰہِ مَنْ اَحَقُّ	رسول میرے احسان کا کون
بِحُسْنِ صِحَابَتِیْ قَالَ	زیادہ مستحق ہے فرمایا تیری
اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ	ماں پھر کہا اور کون، فرمایا

مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ — تیری ماں پھر کہا اور کون کہا
ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ — تیری ماں پھر کہا اور کون فرمایا
قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ — تیرا باپ۔
اَبُوْكَ۔ (متفق علیہ بحوالہ
مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۸ باب البر والصلۃ)

تشریح

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے تین سوالوں کے جواب میں تین مرتبہ صرف ماں کا ذکر فرمایا اور چوتھی دفعہ کے سوال کے جواب میں باپ کا ذکر فرمایا ہے اس کا مقصد تاکید در تاکید ہے یعنی قرآن کریم میں جو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے اس میں ماں مقدم ہے اور اس کا حق پہلے ہے اور باپ کا حق بعد میں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ماں بحیثیت عورت ہونے کے فطرتی طور پر کمزور ہوتی ہے اور بڑھاپا آنے کی وجہ سے اس پر ضعف در ضعف آجاتا ہے اس لیے اس کا حق مقدم ہے اور باپ بحیثیت مرد ہونے کے فطرتی طور پر قوی اور توانا ہوتا ہے اور اگر ضعیف بھی ہو جائے تب بھی فطرتی توانائی اس میں کچھ نہ کچھ موجود ہوتی ہے اس لیے اس کا حق مؤخر ہے نیز ماں کی خدمات اور احسانات اولاد پر بہ نسبت باپ کے زیادہ ہیں کیونکہ ماں کم از کم چھ ماہ تک بچے کو اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے اور ولادت کے وقت اسے انتہائی تکلیف ہوتی ہے اور بعد از ولادت اس کی گندگی اور پاخانہ تک صاف کرتی ہے اور اس کی خاطر اپنی رات کی نیند بھی حرام کر دیتی ہے اور اس

کی بہ نسبت باپ کی خدمات کم ہیں لہٰذا خدمات کے سلسلہ میں ماں کا حق مقدم ہے اور باپ کا مؤخر۔

عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ	اسمار بنت ابی بکر سے کہا
بَكْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ	میری والدہ میرے پاس آئی
عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ	اور وہ دور قریش میں مشرکہ تھی
مُشْرِكَةٌ فِیْ عَهْدِ	میں نے کہا اے اللہ کے رسول
قُرَيْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ	میری والدہ آئی ہے اور اسے
اللّٰهِ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ	دین سے رغبت نہیں ہے
عَلَیَّ وَھِیَ رَاغِبَةٌ	کیا میں اس سے صلۂ رحمی
اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ	کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں
صِلِيْهَا۔	اس سے صلہ رحمی کر۔

(متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ باب البر والصلۃ ص۴۱۹)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں تب بھی ان کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ اصل میں اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ اور لب لباب یہی ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق پہنچا دیا جائے اس میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں ہے تو پھر مذہب کی بنا پر اتنے بڑے محسنین ماں اور باپ کا حق کس طرح روکا جا سکتا ہے اس لیے آپ نے فرمایا کہ اس کے مشرکہ ہونے کے باوجود اس سے صلہ رحمی کرو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ	عبد اللہ ابن عمرو سے روایت ہے کہ انہوں
عَمْرٍو قَالَ قَالَ	نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ — کو گالی دینا بڑا گناہ ہے انہوں
الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ — نے کہا اے اللہ کے رسول
وَالِدَيْهِ قَالُوا يَا — کیا اپنے والدین کو کوئی گالی دیگا
رَسُولَ اللهِ وَهَلْ — فرمایا ہاں کوئی آدمی کسی کے
يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ — باپ کو گالی دے تو وہ
قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ — اس کے باپ کو گالی دے
الرَّجُلُ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ — گا وہ اس کی ماں کو گالی دے
اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ — گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دیگا۔
فَيَسُبُّ اُمَّهُ

(متفق علیہ) بحوالہ مشکوٰۃ باب البر والصلۃ ص ۴۱۹

اس حدیث پاک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو اپنے والدین کے علاوہ دوسروں کے والدین کا ادب واحترام اور تعظیم کرنے کی تعلیم دی ہے اور ان کی شان میں گستاخی کرنے سے منع فرمایا ہے فرمایا اگر ایسا کروگے تو وہ تمہارے والدین کے ساتھ ایسا کریں گے تو جو چیز اپنے والدین کی توہین یا بے ادبی کا باعث بنے اس سے بھی بچنے کی ترغیب دی ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ — حضرت ابن عمر سے نقل ہے
قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى — انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک
اِنَّ مِنْ اَبَرِّ — نیکیوں میں بڑی نیکی اپنے
الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ — باپ کے دوستوں کے ساتھ

اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ — اس کی عدم موجودگی میں صلہ
اَنْ يُوَلِّيَ (رواہ مسلم) — رحمی کرنا ہے۔

(بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۱۹)

تشریح

اس حدیث پاک میں باپ کی قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے یعنی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف باپ کے دوستوں کی تعظیم و تکریم بیان کرنا نہیں بلکہ ماں کے تعلق داروں کی بھی تعظیم کرانا مقصود ہے۔ باپ کا ذکر اتفاقی طور پر ہوا اور ان کے دوستوں کی تعظیم اور صلہ رحمی کا حکم اس لیے دیا کہ اگر اولاد ایسا نہیں کرے گی تو ماں باپ کو کوفت ہوگی گویا کہ یہ توہین اور قطع رحمی بالواسطہ طور پر والدین کی ہو رہی ہے جو گناہ کبیرہ ہے اس سے بھی انسان کو بچنا چاہیئے اور والدین کے اقارب اور دوستوں کے ساتھ بدستور تعلقات صلہ رحمی اور احسانات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے سب سے بڑی نیکی کا اجراء اور ثواب پانا چاہیئے کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سب سے بڑی نیکی قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان یہ سلسلہ جاری رکھے گا تو ایک طرف سے اس کے والدین کو صدقہ جاریہ اور باقیات الصالحات کا ثواب ملے گا اور دوسری طرف سے خود یہ اجر پائے گا لہٰذا انسان کو چاہیئے نہ خود اس عبادت سے محروم رہے اور نہ اپنے والدین کو محروم کرے۔

عَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ — ابی اسید ساعدی سے

الساعدی قال بینما	انہوں نے کہا اس دوران کہ
نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ	ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	وسلم کے پاس تھے ۔ جب
اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ مِّنْ	ایک آدمی آپ کے پاس
بَنِیْ سَلِمَۃَ فَقَالَ	بنی سلمہ میں سے آیا اور کہا
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ	اے اللہ کے رسول کیا باقی
بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ	ہے میرے والدین کی نیکی میں
شَیْءٌ اَبَرُّھُمَا بِہٖ	سے کچھ کروں میں وہ نیکی ان
بَعْدَ مَوْتِھِمَا قَالَ	کے ساتھ بعد ان کے مرنے
نَعَمْ اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمَا	کے فرمایا ہاں ان کے لیے
وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا	دُعا، استغفار ان کے کیے
وَاِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا	ہوئے عہد کا ایفا صلہ رحمی
مِنْ بَعْدِھِمَا وَصِلَۃُ	جو ان کے ذریعہ ہوتی تھی ۔
الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ	اور ان کے دوستوں کا اکرام ۔
اِلَّا بِھِمَا وَاِکْرَامُ	
صَدِیْقِھِمَا (رواہ ابوداؤد	

وابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ باب البر والصلۃ ص۴۲۰)

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ والدین کے فوت ہونے کے بعد بھی اولاد پر ان کے پانچ حقوق ہوتے ہیں پہلا حق یہ ہے کہ انسان ان کے لیے بلندی درجات کی ہر وقت اللہ تعالےٰ سے دُعا مانگتا رہے ۔

دوسرا حق یہ ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے ان کے گناہوں کی معافی مانگتا رہے۔

تیسرا حق یہ ہے کہ انہوں نے اگر اپنی زندگی میں کسی کے ساتھ کوئی وعدہ کیا ہو مثلاً مال میں سے تیسرے حصہ کی وصیت کوئی ھبہ کوئی صدقہ جاریہ وغیرہ تو اولاد کو چاہیئے کہ وہ ان کو پورا کریں۔

چوتھا حق یہ ہے کہ ماں باپ اپنی زندگی میں اپنی برادری میں سے جس جس کے ساتھ صلہ رحمی رکھتے تھے وہ اسے بدستور اب جاری رکھیں۔

پانچواں حق یہ ہے کہ اولاد کو چاہیئے ان کے دوستوں اور احباب درفقار کا اسی طرح اکرام اور تعظیم کریں جس طرح وہ خود کیا کرتے تھے۔

ان پانچ چیزوں کے اپنانے سے ماں باپ کو بھی اجر ملتا رہے گا اور ان کے ساتھ نیکی ہوگی۔

عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ	نقل ہے ابی طفیل سے کہا
رَئَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی	دیکھا میں نے نبی صلی اللہ
اللّٰہُ یُقْسِمُ لَحْمًا	علیہ وسلم کو جعرّانہ میں گوشت
بِالْجِعْرَانَۃِ اِذْ	تقسیم کرتے ہوئے۔ ایک
اَقْبَلَتْ اِمْرَاَۃٌ	عورت آئی یہاں تک کہ
حَتّٰی دَنَتْ اِلَی	وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ	قریب ہوئی تو آپ نے اس
عَلَیْہِ فَبَسَطَ لَھَا	کے لیے چادر بچھائی تو وہ
دَرَاءَہٗ فَجَلَسَتْ	اس پر بیٹھی۔ میں نے کہا یہ
عَلَیْہِ فَقُلْتُ مَنْ	کون ہے۔ انہوں نے کہا

هِیَ فَقَالُوْا هِیَ اُمُّہٗ	یہ ان کی وہ ماں ہے جس نے
الَّتِیْ اَرْضَعَتْہٗ	انہیں دودھ پلایا۔

(رواہ ابوداود بحوالہ مشکوٰۃ باب البر والصلۃ صنہ ۴۲۰)

اس حدیث پاک میں عورت کا ذکر ہے وہ حلیمہ ہیں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا آپ نے ان کا بھی اتنا احترام کیا کہ ان کے لیے چادر بچھائی اور اس پر انہیں بٹھایا اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ پہلے تعظیماً اُٹھ کر کھڑے ہو گئے پھر چادر بچھائی اور اس پر بٹھایا اس کے اندر تعلیم ہے کہ جو عورت دودھ پلائے اس کی بھی تعظیم کرنا چاہیئے۔

اطاعتِ والدین کی دنیاوی برکات

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ	انس سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پسند
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ	کرتا ہے کہ اس کی روزی
اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ	کشادہ کی جائے اور عمر بڑھا
فِیْ رِزْقِہٖ وَیُنْسَاَ لَہٗ	دی جائے تو اسے چاہیئے
فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ	کہ صلہ کرے۔

(متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ باب البر والصلۃ صہ ۴۱۹

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی دو دُنیاوی برکتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک روزی میں وسعت، فراوانی اور دوسری عمر میں برکت یعنی صلہ رحمی کرنے والا انسان اپنی عمر میں اتنے

عظیم کارنامے سرانجام دینا ہے کہ اس کے مقابلے میں لاکھوں افراد مل کر بھی ایسا کام نہیں کر سکتے اور اس کے لیے مرنے کے بعد بھی یہ کارنامے صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کے یہ فوائد بیان فرمائے ہیں اور اس سلسلہ میں والدین اور خصوصًا والدہ تو سب سے مقدم ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ معلوم ہوا کہ جب عام اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کا یہ انعام ہے تو والدین کے ساتھ اور خصوصًا والدہ کے ساتھ احسان کرنے کا یقینًا یقینًا یہ صلہ اور انعام ملے گا تو انسان کو چاہیئے کہ مقدور بھر والدین کی خدمت پر کمر بستہ رہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ	ترجمہ نقل ہے ابن عمر سے اور انہوں نے نقل کیا
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے
وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا	فرمایا کہ اس دوران کہ چلتے تین
ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَاشَوْنَ	آدمی پھر پکڑ لیا ان کو بارش
اَخَذَهُمُ	نے پس مائل ہوئے طرف
الْمَطَرُ فَمَالُوْا اِلٰى	غار کے پہاڑ میں پس گر
غَارٍ فِي الْجَبَلِ	پڑی ان کی غار کے منہ
فَانْحَطَّتْ عَلٰى فَمِ	پر ایک چٹان پہاڑ سے
غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ	پس برابر مضبوط ہو گئی وہ
الْجَبَلِ فَانْطَبَقَتْ	ان پر پس کہا انہوں نے
عَلَيْهِمْ فَقَالَ	ایک دوسرے کو غور کرو
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ انْظُرُوْا	تم اپنے نیک اعمال جو

اَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا	کئے تم نے رضائے الٰہی
لِلّٰهِ صَالِحَةً فَادْعُوا	کے لیے دُعا کرو ان کے
اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ يُفَرِّجُهَا	وسیلہ سے شائد کہ
فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَللّٰهُمَّ	دور کرے اللہ ان سے
اِنَّهٗ كَانَ لِيْ وَالِدَانِ	اس کو پس کہا ان میں
شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ	سے ایک نے اے
وَلِيْ صِبْيَةٌ صِغَارٌ	اللہ یقیناً میرے والدین
كُنْتُ اَرْعٰى عَلَيْهِمْ	بہت بوڑھے تھے اور
فَاِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ	میری شیرخوار بچی تھی میں
فَحَلَبْتُ بَدَاْتُ	ان کے بکریاں چراتا تھا جب
بِوَالِدَيَّ اَسْقِيْهِمَا	شام کو ان کے پاس واپس
قَبْلَ وَلَدِيَّ وَاِنَّهٗ	آتا تو دُودھ نکال کر پہلے
قَدْ نَاٰى بِيْ	ان والدین کو پلاتا اپنے بچوں
الشَّجَرُ فَمَا اَتَيْتُ	سے دور رکھا مجھے درختوں
حَتّٰى اَمْسَيْتُ	نے پس نہ آیا میں یہاں تک
فَوَجَدْتُّهُمَا قَدْ نَامَا	کہ شام کی میں نے پس پایا
فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ	میں نے ان کو سو چکے تھے
اَحْلُبُ فَجِئْتُ	پس نکالا میں نے دودھ جیسا
بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ	کہ نکالتا تھا پس لایا میں دودھ
عِنْدَ رُءُوْسِهِمَا	پس کھڑا ہو گیا پاس اُن کے
اَكْرَهُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا	سر کے مکروہ جانا کہ بیدار

وَاَکْرَہُ اَنْ اَبْدَأَ	کروں اور مکروہ جانا کہ پہلے
بِالصِّبْیَۃِ قَبْلَھُمَا	پلاؤں دودھ بچی کو قبل ان
وَالصِّبْیَۃُ یَتَضَاغَوْنَ	کے اور بچی بلک رہی تھی
عِنْدَ قَدَمَیَّ فَلَمْ	میرے قدموں کے پاس
یَزَلْ ذٰلِكَ دَاْبِیْ	پس مسلسل یہی حالت رہی
وَدَاْبُھُمْ حَتّٰی طَلَعَ	میری اور ان کی یہاں تک
الْفَجْرُ فَاِنْ كُنْتَ	کہ صبح ہوئی پس اگر تو جانتا
تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ	ہے کہ بے شک میں نے
ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ	یہ کیا تیری رضا کے لیے
فَافْرُجْ لَنَا	تو کھول دے ہمارے لیے
فُرْجَۃً نَرٰی مِنْھَا	ایک سوراخ دیکھ لیں ہم
السَّمَاءَ فَفَرَّجَ اللّٰہُ	اس سے آسمان کو پس کھولا
لَھُمْ حَتّٰی یَرَوْنَ	اللہ نے ان سے یہاں تک

السَّمَاءَ (مشکوٰۃ ص۴۲۰ باب البر والصلۃ) دیکھنے لگے۔

یہ حدیث کافی مفصل ہے صرف مدعا کا مضمون ہی نقل کیا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ پاک کسی انسان پر مصیبت اتار دے تو ماں باپ کی خدمت کی برکت سے اس مصیبت کو دور بھی فرما دیتے ہیں جیسا کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ زمانہ میں تین آدمیوں نے پہاڑی سفر اختیار کیا بارش ہوئی تو اس کی وجہ سے انہوں نے ایک غار میں پناہ لی اوپر سے ایک بڑی چٹان گری جس نے غار کا منہ بند کر دیا ان آدمیوں کو ہلاکت کا خطرہ لاحق ہوا انہوں نے باہم مشورہ کر کے اپنی

اپنی نیکیوں کا وسیلہ پیش کیا جن میں سے ایک نے اپنے والدین کی خدمت کا وسیلہ پیش کیا تو اللہ پاک نے ان پر اُتری، ہوئی مصیبت ٹال دی اور ان کو اس ہلاکت سے نجات بخشی

اطاعتِ والدین کی اُخروی برکات

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلت الجنۃ فسمعت فیھا قراءۃ فقلت من ھذا قالوا حارثۃ ابن النعمان کذالکم البر کذالکم البر وکان ابر الناس بامہ	ترجمہ نقل ہے حضرت عائشہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے قرائت کی آواز سنی میں نے کہا یہ کون ہے انہوں نے کہا حارثہ بن نعمان ہیں تمہیں بھی ایسی نیکی کرنا چاہیئے تمہیں ایسی نیکی کرنا چاہیئے وہ اپنی ماں کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ نیکی کرنے والا تھا۔
(بحوالہ مشکوٰۃ ص٤١٩)	

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں اور باپ کے ساتھ نیکی کرنے سے اس کے بقیہ اعمال صالحہ بھی بارگاہ ایزدی درجہ قبولیت پاتے ہیں جیسا کہ حارثہ بن نعمان زمین پر جو قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے تو اللہ پاک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب کی حالت میں جنت کی سیر کرائی تو ان کی تلاوت بھی جنت میں سنائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

دریافت فرمانے پر بتایا کہ یہ تمہارے فلاں صحابی حارثہ بن نعمان کی تلاوت ہے تو آپ نے صحابہ کو فرمایا تمہیں بھی یوں نیکی کرنا چاہیئے جس طرح اس نے کی فرمایا یہ شرف اسے اپنی ماں سے نیکی کی بدولت نصیب ہوا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ۔	ترجمہ نقل ہے عبداللہ بن عمر سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

(رواہ الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص۴۱۹)

تشریح

اس حدیث میں صرف والد کا ذکر خصوصیت کے طور پر اہتمام کے لیے ہے کہ والد کا بھی احترام کرنا چاہیئے یہ مقصد نہیں کہ والدہ کا احترام نہ ہو بلکہ بعض احادیث میں والدہ کے احترام کو مقدم رکھا گیا ہے اس میں والد کا ذکر فرما کر اس کی تعظیم کا بھی حکم دے دیا۔ خلاصہ یہ ہے جو خدا کی رضا چاہتا ہے وہ والدین کو راضی کرے جس پر والدین ناراض ہوں گے اس پر خدا بھی ناراض ہو گا اور دوسری آیات اور احادیث سے یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ اطاعت والدین اللہ کی تابعداری میں ہے نافرمانی میں نہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلاً	ترجمہ نقل ہے ابن عمرؓ سے کہ
اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ	بے شک ایک آدمی نبی صلی
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ	اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس
یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ	کہا اے اللہ کے رسول میں
اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا	نے ایک بہت بڑا گناہ کیا
فَهَلْ لِیْ مِنْ تَوْبَۃٍ	ہے کیا میری توبہ ہے فرمایا
قَالَ هَلْ لَکَ مِنْ	کیا تیری ماں ہے کہا نہیں فرمایا
اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ	کیا تیری خالہ ہے کہا ہاں فرمایا
لَکَ مِنْ خَالَۃٍ قَالَ	پھر اس کے ساتھ نیکی کر۔
نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا	

(سورۃ الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ صہ ۴۲۰)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی اور حُسنِ سلوک کرے تو وہ اس کے گناہوں کا کفّارہ بنتا ہے اور اگر ماں باپ بحیات نہ ہوں تو ان کے اقارب کے ساتھ حُسنِ سلوک اور صلہ رحمی کرنے سے بھی یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے ۔ خلاصہ یہ نکلا کہ یہ رشتے اُخروی برکات کا بھی باعث ہیں ۔

عَنْ مُعٰوِیَۃَ بْنِ	ترجمہ نقل ہے معٰویہ بن جاہمہ
جَاهِمَۃَ اَنَّ جَاهِمَۃَ	سے کہ بے شک جاہمہ نبی
جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی	صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

اللّٰہُ علیہِ وسلّم فقالَ یَا رسُولَ اللّٰہِ اَرَدتُّ اَنْ اَغزُوَ وَقَدْ جِئتُ اَستَشِیرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا ۔

آیا پس کہا اے اللہ کے رسول میں چاہتا ہوں کہ جہاد کروں اور آپ کے پاس مشورہ کرنے آیا ہوں پس فرمایا کیا تیری ماں ہے کہا ہاں فرمایا پس اسی کے ساتھ چمٹ جاؤ پس بیشک جنت اس کے قدموں کے پاس ہے۔

(فی شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ ص۴۲۱)

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کی خدمت جہاد جیسے مقدس فریضہ سے بھی مقدم اور بہتر ہے تب ہی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہمہ صحابی کو اپنے ساتھ جہاد پر جانے کی اجازت مرحمت نہ فرمائی اور اسے والدہ کی خدمت پر مامور فرمایا۔

عَنْ اَبِی اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ

ترجمہ ابی امامہ سے نقل ہے کہ بے شک ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول والدین کا اولاد پر کیا حق ہے فرمایا وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں۔

(رواہ ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ مذکورہ)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک انسان ہزاروں نیکیاں کرے لیکن وہ والدین کا نافرمان ہو تو وہ جنت میں نہیں بلکہ دوزخ میں جائے گا اور اگر بڑا نافرمان ہو مگر ماں باپ کا تابعدار ہو تو وہ جنت میں جائے گا لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ بہرحال ماں باپ کی تابعداری کرے اور نافرمانی سے بچے اور مقدور بھر ان کی خدمت کرے تاکہ وہ اس سے ناراض ہو کر دنیا سے نہ جائیں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ	ترجمہ انسؓ سے نقل ہے
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ	وسلم نے بے شک آدمی کے
الْعَبْدَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاہُ	والدین یا ایک مر جائے اور
اَوْ اَحَدُھُمَا وَ اَنَّہٗ	وہ ان کا نافرمان ہو اور پھر
لَھُمَا لَعَاقٌّ فَلَا	مسلسل ان کے لیے دعا اور
یَزَالُ یَدْعُوْا لَھُمَا	استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ
وَیَسْتَغْفِرُ لَھُمَا حَتّٰی	اس کو والدین کے ساتھ نیکی
یَکْتُبَہُ اللّٰہُ بَارًّا	کرنے والا لکھتے ہیں۔

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ اگر کسی کے والدین ناراض فوت ہو جائیں اور پھر اولاد ان کے لیے دعا استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو فرمانبرداروں میں لکھتے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ	ترجمہ نقل ہے ابن عباس سے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا وَمَنْ اَصْبَحَ عَاصِيًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ اِنْ وَاحِدًا فَوَاحِدًا قَالَ رَجُلٌ وَاِنْ ظَلَمَاهُ قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ۔

انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص صبح کرے دراں حالیکہ والدین کے بارے میں اللہ کا مطیع ہو تو صبح کے وقت اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اگر ایک ہو تو ایک کھول دیا جاتا ہے اور جو صبح کرے دراں حالیکہ والدین کے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرنے والا ہو تو صبح کے وقت اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اگر ایک ہو تو ایک کھول دیا جاتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا اگرچہ وہ زیادتی کریں فرمایا ہاں اگرچہ وہ زیادتی کریں اگرچہ وہ زیادتی کریں اگرچہ وہ زیادتی کریں۔

(بحوالہ مشکوٰۃ ص۴۲۱)

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ

ترجمہ انہیں سے نقل ہے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ إِلَىٰ وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُورَةً قَالُوا وَإِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ (حوالہ مذکورہ)	کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی نیک لڑکا جو اپنے والدین کی طرف ایک دفعہ شفقت سے نظر کرے مگر اللہ تعالےٰ ہر نظر کے بدلے اس کے لیے حج مقبول کا ثواب لکھتے ہیں انہوں نے کہا اگرچہ روزانہ سو دفعہ دیکھے فرمایا ہاں اللہ بہت بڑا ہے بہت پاکیزہ ہے۔

یہ دونوں حدیثیں پہلی حدیثوں کی تفصیل ہیں۔

والدین کی نافرمانی کی دُنیاوی نحوست

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَىٰ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلَىٰ قَوْمٍ فِيهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ (رواه البیہقی فی شعب الایمان)	ترجمہ نقل ہے عبداللہ بن اوفیٰ سے انہوں نے کہا سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے نہیں اترتی رحمت اس قوم پر جس میں قطع رحمی کرنے والا ہو۔

تشریح

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نسل انسانی کو ایک بہت بڑے عذاب سے آگاہ فرمایا ہے اور وہ قطع رحمی ہے اور اس میں بنیادی حیثیت ماں اور باپ کی ہے باقی رشتے اپنے مقام پر ہیں انہیں کے طفیل سے فرمایا جس قوم میں قطعی رحمی کرنے والا ہوگا وہاں رحمت خداوندی نہیں اترے گی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ جتنے بھی رشتے ہیں مثلاً ماں باپ بھائی بہن تایا چچا ماموں خالہ پھوپھی دادی دادا، نانی نانا وغیرہ ۔ اللہ پاک نے ان کو اپنی رحمت کے نزول کا ذریعہ بنایا ہے ۔ ماں باپ کے دل میں اپنی اولاد کی جو محبت موجزن ہوتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے اور پھر ان کے واسطے سے باقی انسان خویش و اقارب کی محبت کا مرکز بنتا ہے اور جب انسان پر تکلیف آتی ہے تو اس وقت ماں باپ اور بقیہ رشتے داروں کے دل سے جو گزرتی ہے وہ وہی جانتے ہیں لیکن جو شخص ان رحیمانہ رشتوں کو توڑتا ہے تو وہ درحقیقت رحمت خداوندی کا دروازہ اسے وہ خود بند کرتا ہے اور اس سے وہ اکیلا متاثر نہیں ہوتا بلکہ پوری قوم اور برادری متاثر ہوتی ہے مثلاً اگر وہ اپنی ماں کو کوئی تکلیف یا اذیت پہنچائے گا تو ماں کی طرف کے سارے رشتے اس سے کٹ جائیں گے اسی طرح اگر وہ اپنے باپ کو تکلیف دے گا تو باپ کی طرف کے سارے رشتے اس سے کٹ جائیں گے ۔ خون ریزی جنگ و جدل تک نوبت آئے گی ۔ بیسیوں بلکہ بسا اوقات سینکڑوں آدمی اس فساد کی زد میں آتے ہیں اور قتل ناحق سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور قطع رحمی

کے اس ایک گناہ کی وجہ سے ہزاروں گناہ ہوتے ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنیادی گناہ سے بچنے کی تعلیم دی ہے اور اس کے اندر جو خطرات مضمر ہیں ان سے آگاہ فرمایا یہی وجہ ہے کہ آج وہ قومیں یا ممالک جہاں ان رشتوں کا پاس نہیں ہے ان میں درندگی وحشت اور بربریت پائی جاتی ہے۔ ان کے دلوں میں اور انسان تو کجا اپنے والدین کے ساتھ بھی کوئی الفت اور محبت نہیں ہے وہ باہم انسانوں کو اس طرح چیر اور پھاڑ رہے ہیں جس طرح ایک جنگل کا درندہ شکار کو پکڑ کر پھاڑتا ہے اور جہاں ان رشتوں کا پاس ہے وہاں انسان تو کجا حیوانات پر بھی شفقت اور رحم کے مظاہرے ہیں۔ خلاصہ یہ نکلا کہ صلہ رحمی انسانی ترقی اور عروج کی بنیاد اور ستون ہے اگر اس کا تحفظ ہوگا تو انسان ترقی کریگا ورنہ ترقی نہیں کر سکتا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سب سے زیادہ زور دیا۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ	ترجمہ نقل ہے کعب بن عجرہ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	اللہ علیہ وسلم نے سارے
وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا	جمع ہو جاؤ منبر کے پاس پس
الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا	ہم جمع ہو گئے جب چڑھے
ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ	وہ سیڑھی پر فرمایا آمین پس
اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقٰى	جب چڑھے وہ دوسری
الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ	سیڑھی پر فرمایا آمین جب
قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا	چڑھے وہ تیسری سیڑھی پر فرمایا

ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ
فَقَالَ آمِيْنَ وَلَمَّا
نَزَلَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ
اللهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ
الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا
نَسْمَعُهُ قَالَ إِنَّ
جِبْرِيْلَ عَرَضَ لِيْ
فَقَالَ بَعُدَ مَنْ
أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ
يُغْفَرْ لَهُ قُلْتُ
آمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ
الثَّانِيَةَ قَالَ
بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ
عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ
عَلَيْكَ قُلْتُ آمِيْنَ
فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ
قَالَ بَعُدَ مَنْ
أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ الْكِبَرُ
عِنْدَهُ أَوْ أَحَدُهُمَا
فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ
قُلْتُ آمِيْنَ۔

آمین پس جب اترے ہم نے
کہا اے اللہ کے رسول تحقیق
سنی ہم نے آپ سے آج
ایک ایسی چیز نہیں سنتے
تھے فرمایا جبریل آئے میرے
پاس پس کہا دور ہو وہ جو
پائے رمضان پس نہ بخشش
کی جائے اس کی۔ میں نے
کہا آمین جب چڑھا میں دوسری
سیڑھی پر کہا دور ہو وہ ذکر
کیا جائے تیرا پاس اس کے
پس نہ درود پڑھے آپ
پر میں نے کہا امین جب
چڑھ گیا میں تیسری سیڑھی پر
کہا دور ہو وہ پائے اس
کے والدین کو بڑھاپا اس کی
موجودگی میں یا ایک کو پس
نہ داخل کرائیں وہ اسے
جنت میں، میں نے کہا امین۔

تشریح

اس حدیث پاک میں تین آدمیوں پر جبریل امین کی بدعا کا ذکر ہے اور اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین فرمانے کا ذکر ہے۔ آمین کے معنی ہیں اے اللہ اس بد دُعا کو قبول فرما۔ وہ تین آدمی یہ ہیں تارک روزہ، تارک درود اور والدین کا نافرمان۔ ہمیں اس وقت پہلے دو کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے اس وقت صرف تیسرے کے بارے میں غور کرنا ہے کہ اس کے خلاف اتنی اونچی دو ہستیوں کی بد دُعا کیوں ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام فرشتے بشمول جبریل امین کے سارے شفیع المذنبین ہیں ان کے کام تو گناہ گاروں کی شفاعت کرنا اور ان کے لیے معافی مانگ کر انہیں تباہی، بربادی اور ہلاکت سے بچانا ہے نہ کہ ان کی ہلاکت کے لیے بد دعائیں کرنا۔ اسی لیے مقام طائف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کے لیے بد دُعا نہیں فرمائی حالانکہ ان درندہ خصلت کافروں کی سنگ باری سے آپ کا جسم اطہر زخموں سے چور چور ہو چکا تھا اور آپ سے کہا گیا کہ آپ ان کے لیے بد دُعا مانگیں تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے زحمت بنا کر مبعوث نہیں فرمایا اور دُعا فرمائی اے اللہ میری اس قوم کو ہدایت عطا فرما یہ ناسمجھ ہیں تو والدین کے نافرمان کے لیے بد دُعا کیوں فرمائی۔ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ جو رشتے ہیں ترقی اور تعمیر انسانی میں ان کی حیثیت بنیادی اجزاء اور عناصر کی ہے اور ماں باپ ان کا محور ہیں ان رشتوں کے باہم تعاون سے ہی معاشرہ اور قوم ترقی پذیر ہوتی ہے اور ان میں خامی

اور کمزوری آنے سے پوری قوم تباہی کا شکار ہوتی ہے اور ماں باپ سے قطع رحمی کرنے والا پوری قوم کو تباہی کے گڑھے میں دھکیلنے والا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام اقوام عالم کی نجات کے لیے مبعوث فرمائے گئے تھے اور آپؐ نے ان بنیادی اجزا عناصر اور رشتوں کو جوڑ کر نسلِ انسانی کو ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا تھا اور لوگ ملّتِ اسلامیہ کی ضیا ر پاشیوں سے محظوظ و مستفید ہو رہے تھے اور صدیوں سے اُن ٹوٹے ہوئے رشتوں کو از سرِ نو جوڑ رہے تھے۔ اخوت، بھائی چارے اور ہمدردی کی نمونہ ایک ایسی جماعت تیار ہو چکی تھی جو تا قیامت آنے والی نسلِ انسانی کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی تھی مگر آپ کو اندیشہ تھا کہ شاید کوئی ایسا منچلہ عنصر پیدا ہو کر ان بنیادی اجزاء میں رخنہ نہ ڈالے اور لوگ اس کی اہمیت کو نہ سمجھتے ہوں اور اس کی طرف عدم توجہ سے پھر تباہی کا شکار نہ ہو جائیں اس لیے جبریل امین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بددُعا دے کر بتا دیا کہ ایسا انسان صرف اپنے ماں باپ کا ہی دشمن نہیں بلکہ پُوری انسانیت کا دشمن ہے اور ایسا انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مشن کا دُشمن ہے اور آپ کی محنت پر پانی پھیرنے والا ہے اور ایسا آدمی کافروں سے بھی بدتر ہے اس لیے آپ نے اور جبریل امین نے اس کے لیے بددُعا فرمائی ہے کیونکہ کافر اور مشرک تو انسانیت کی اس عمارت کے بنانے میں رکاوٹ پیدا کر رہے تھے اور ایسا آدمی بنی ہوئی عمارت کو زمین بوس کرتا ہے اور یہ یقیناً کافر سے بدتر ہے غرضیکہ ماں باپ نافرمانی کے رُجحان سے دنیا میں ایسی نحوست پڑتی ہے اس لیے آج وہ ممالک جہاں یہ رجحان ہے وہاں ماں باپ اولاد کی ہمدردیوں اور

اولاد ان کی شفقتوں سے محروم ہے اور آج وہ پوری انسانیت کے لیے تباہی کا باعث بنے ہوئے ہیں ۔

والدین کی نافرمانی کی اخروی سزا

وَعَنْہُ (ابی ہریرہ) قَالَ	ترجمہ ابی ہریرہ سے نقل ہے
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی	کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم نے خاک آلود ہو
رَغِمَ اَنْفُہٗ رَغِمَ	ناک اس کی خاک آلود ہو ناک
اَنْفُہٗ رَغِمَ اَنْفُہٗ	اس کی خاک آلود ہو ناک اس
قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ	کی کہا گیا کس کی یا رسول اللہ
اللّٰہِ قَالَ مَنْ	فرمایا جو پائے اپنے والدین
اَدْرَكَ وَالِدَیْہِ عِنْدَ	کو بڑھاپے میں ایک کو یا
الکبر احدھما	دونوں کو پھر نہ داخل ہو جنت
او کلاھما ثم لم	میں ۔
یدخل الجنۃ	

(رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۸)

اس حدیث پاک کا خلاصہ مطلب یہ ہے جو ماں باپ کی اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو نہیں کرے گا وہ دوزخ میں داخل ہوگا گویا کہ ماں باپ انسان کی جنت بھی ہے اور دوزخ بھی جس کا جی چاہے ان کی خدمت کرکے جنت اختیار کرے اور جس کا جی چاہے ان کی نافرمانی کرکے دوزخ اختیار کرے ۔

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ	ترجمہ جبیر بن مطعم سے نقل ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ صہ ۴۱۹

اس حدیثِ پاک کا مقصد یہ ہے کہ ہر رشتہ دار اور قریبی سے تعلق توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا لہٰذا ماں باپ جو برادری کا محور ہیں ان سے تعلق توڑنے والا یقیناً جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلَّ الذُّنُوْبِ یَغْفِرُ اللّٰہُ مِنْہَا مَا شَآءَ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَیْنِ فَاِنَّہٗ یُعَجِّلُ لِصَاحِبِہٖ فِی الْحَیٰوۃِ قَبْلَ الْمَمَاتِ	ترجمہ نقل ہے ابی بکرہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام گناہ بخش دے گا اللہ جو چاہے گا سوائے والدین کے نافرمان کے پس بے شک جلدی دیتا ہے اس کو عذاب زندگی میں مرنے سے قبل۔

(مشکوٰۃ صہ ۴۲۱)

اس حدیث کا مقصد یہ ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک کے بعد دوسرے نمبر پر والدین کی نافرمانی کا گناہ ہے اور جس طرح مشرک ناقابلِ معافی ہے یہ بھی ناقابلِ معافی ہے اور کل الذنوب سے مراد

بقیہ گناہ ہیں شرک نہیں ہے کیونکہ شرک کی اعظمیت قرآن سے ثابت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ماں باپ کا یہ شعبہ ترقی اور عروجِ انسانی کا ذریعہ اعظم ہے اور اس کے مسمار کرنے سے سیلاب کی طرح جرائم کے ابواب کھل جائیں گے جن کا سدِّباب اور تدارک ناممکن ہوگا پوری انسانیت اس سے متاثر ہوگی اسی لیے ایسے مجرم کو مشرک کے دوسرے نمبر پر رکھا گیا ہے اور اس کی طرح اس کی سزا بھی دنیا میں ہی شروع ہو جاتی ہے تاکہ بقیہ معاشرہ اس سے سبق حاصل کر کے اپنے والدین کی نافرمانی سے بچے بخلاف بقیہ گناہوں کے کہ ان کی سزا ضروری نہیں کہ دنیا میں شروع ہو جائے ہو سکتا ہے کہ آخرت میں ہو ان کی معافی کی بھی صورت ہے۔ بخلاف والدین کے نافرمان کے کہ اس کے لیے معافی کی کوئی صورت نہیں ہے سوائے اس کے کہ اگر والدین بحیات ہوں تو ان سے انسان خود معافی مانگے اور اگر فوت ہو گئے ہیں تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بلندی درجات کی دعا اور ان کے گناہوں کی معافی مانگے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ بہرحال سورۃ نساء کی آیت نمبر ۲۲، ۲۳ اور ۲۴ کے شروع کے حصہ میں جن عورتوں سے نکاح ممنوع قرار دیا ہے وہ چار قسم کی ہیں۔ ایک ماں کا زمرہ ہے اس میں ایک تو باپ کی منکوحہ (سوتیلی ماں) اور اس کے دادا کی منکوحہ (سوتیلی دادی) نانا کی منکوحہ (سوتیلی نانی) شامل ہیں کیونکہ قرآن کریم میں آبا کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے جو آبؑ کی جمع ہے اور اس کا اطلاق اپنے حقیقی باپ دادا اور نانا تینوں پر ہوتا ہے لہٰذا ان تینوں کی منکوحات سے نکاح حرام ہے اور دوسرے نمبر پر اپنی ماں کا ذکر ہے اس میں اپنی حقیقی ماں، دادی اور نانی تینوں آگئے ہیں کیونکہ قرآن کریم میں لفظ "ام"

استعمال فرمایا ہے اور اُم کے معنی مرکز (ماں) کے ہیں اور اس کا اطلاق ان تینوں پر ہوتا ہے لہٰذا ماں دادی پر دادی نگردادی وغیرہ نانی پرنانی نگرنانی وغیرہ ان سب سے نکاح حرام ہے اور تیسرے نمبر پر پھوپھی ہے اس میں اپنے باپ کی حقیقی، پدری مادری تینوں بہنیں شامل ہیں ان سے بھی نکاح حرام ہے چوتھے نمبر پر خالہ ہے اس سے مراد اپنی ماں کی حقیقی پدری اور مادری تینوں بہنیں ہیں ان سے بھی نکاح حرام ہے۔ پانچویں نمبر پر وہ عورت ہے جس نے دودھ پلایا ہے اور اس سے مراد صرف وہی نہیں بلکہ اس کی بہنیں نانی دادی پھوپھی خالہ اور اس کے خاوند کی بہنیں پھوپھی خالہ دادی نانی وغیرہ سب شامل ہیں۔ یہ تو وہ عورتیں ہیں جن میں سے بعض کو حقیقتاً اور بعض کو مجازاً ماں کہا جاسکتا ہے بہرحال ماں حقیقی ہو یا مجازی سب کے ساتھ نکاح حرام ہے اور ان میں بنیادی حیثیت اگرچہ ماں حقیقی کی ہے باقی بالتبع ہیں۔ تاہم اس لفظ اور مناسبت کو ملحوظ رکھ کر سب کے ساتھ نکاح حرام قرار دیا گیا ہے کیوں کہ یہ بیٹے پوتے بھتیجے بھانجے نواسے وغیرہ کے لیے۔

معاشرہ میں محترم شخصیات ہیں ان کے ساتھ بیوی کا سا برتاؤ مذکورین کے لیے قطعاً ناروا ہے اور جو فرد یا قوم اس قانون خداوندی کو توڑ کر ایسا کرے گی تو وہ دنیاوی اور اخروی گرفت سے نہیں بچے گی۔ جس کی تفصیل پہلے گزرچکی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو یہاں تک اہمیت دی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ بیوی کو ماں کے ساتھ یا دیگر محارم خالہ وغیرہ کے ساتھ یا ان کے اجسام کے کسی مشہور حصے کے ساتھ اپنی منکوحہ بیوی کے کسی مشہور حصے (چہرہ پیٹھ وغیرہ) کو صرف تشبیہہ دیدے تو وہ منکوحہ

بیوی بھی اس پر حرام ہو جاتی ہے جب تک کفارہ نہ ادا کرے اس کا قرب (جماع) نہیں کر سکتا جس کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب بیان کی جائیگی۔

اور چھٹے نمبر پر سا سیں ہیں ان سے بھی نکاح حرام ہے اس کی وجہ بھی وہی ہے جو پہلے مذکور ہو چکی ہے۔ یہ تفصیل زمرہ ماں کے متعلق تھی جو بیان ہو چکی ہے اب ہم دوسرے زمرہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں اسے قرآن کریم نے لفظ بنات سے تعبیر فرمایا ہے بنت کی جمع ہے اور بنت مؤنث ہے (بیٹا) ابن کی جو بَنُوٌ سے بنا ہے اس کے معنی بنانے اور تعمیر کرنیکے آتے ہیں اور بیٹی اور بیٹے پر اس لفظ کا اطلاق اس وجہ سے ہے کہ یہ بھی معاشرہ میں اور نسل میں تعمیر کا کام دیتے ہیں حاصل یہ نکلا باپ، دادا نانا وغیرہ کے لیے بیٹی، پوتی، نواسی وغیرہ کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ بھتیجیاں اور بھانجیاں بھی اسی زمرہ سے تعلق رکھتی ہیں نیز لے پالک بھی انہیں کے ساتھ شامل ہے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کی ماں سے صحبت کر چکا ہو ورنہ اس کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اسی طرح اپنے بیٹوں کی بیویوں سے بھی نکاح کرنا حرام ہے۔ غرضیکہ اس دوسرے زمرہ میں آنے والی بعض عورتیں ایسی ہیں کہ حقیقتاً انہیں بیٹی کہا جاتا ہے اور بعض کو مجازاً بہرحال ان سب کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ باپ تایا دادا نانا وغیرہ اس زمرہ کے لیے محترم ہستیاں ہیں جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے اور ان کو خاوند بنانے سے وہ احترام ختم ہو جائے گا اور نیز باپ تایا دادا نانا وغیرہ کے لیے یہ صنف قابل رحم ہے اور ان کے حقوق کا تحفظ ان پر فرض ہے اور ان کو بیوی کی حیثیت سے استعمال کرنے سے وہ رحم ختم ہو گا اور حقوق بھی متاثر ہوں گے اس لیے ان کے ساتھ نکاح حرام ہے۔

تیسرا زمرہ اَخَوات کا ہے جو جمع ہے اُخْتٌ کی معنی اس کے بہن کے ہیں اس سے مراد حقیقی پدری اور مادری تینوں بہنیں ہیں ان کے ساتھ نکاح حرام ہے اور رضاعی بہنیں بھی ان کے ساتھ شامل ہیں نیز دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے اور وجہ اس کی بھی یہی ہے کہ جانبین سے احترام اور حقوق کا تحفظ مقصود ہے اور اس نکاح کی صورت میں تحفظ حقوق ہوگا نہ احترام مشہور مقولہ ہے۔ گھر کی مرغی دال برابر لہٰذا اس احترام اور حقوق کا لحاظ کرتے ہوئے شریعت نے ایسے نکاح کو حرام قرار دیا ہے کیوں کہ جب کسی دوسری جگہ نکاح ہوگا تو بھائی بہن کے درمیان صلہ رحمی کا رشتہ بھی قائم رہے گا اور یہ بھائی اپنی ہمشیرہ کے حقوق کا تحفظ بھی کرے گا۔

بڑے بھائی کا احترام بھی والد کے برابر ہے

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ كَبِيْرِ الْاِخْوَةِ عَلٰى صَغِيْرِهِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ	ترجمہ نقل ہے سعید بن عاص سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق بڑے بھائی کا مثل والد کے ہے اپنے بیٹے پر نقل کیا اس حدیث کو بیہقی نے۔

(رَوَى الْبَيْهَقِيُّ، بحوالہ مشکوٰۃ صد ۴۲۱)

تشریح

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بھائی کا حق باپ کے برابر قرار دیا یعنی چھوٹے بھائیوں کو چاہیئے کہ اپنے بڑے بھائی کی عزت اور احترام اپنے باپ کی طرح کریں اور بڑے بھائی کو چاہیئے کہ اپنے چھوٹے بھائیوں کے ساتھ باپ کی طرح شفقت اور محبت سے پیش آئے اور ان کی تربیت اور کفالت کرے اسی طرح بڑی بہن کا درجہ ماں کے برابر ہے یعنی بقیہ بھائیوں اور بہنوں کو چاہیئے کہ ماں کے برابر اس کی عزت کریں اس کا ادب بجا لائیں اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو اس سے تعاون کریں اور بڑی بہن کو چاہیئے کہ چھوٹے بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ ماں کی طرح شفقت سے پیش آئے ان کے ساتھ ہمدردی کا مظاہرہ ماں کی مانند کرے بہرحال ہمشیرہ کے ساتھ نکاح اس لیے حرام ہے کہ یہ رشتہ قائم ہونے سے بنیادی رشتہ کٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قائم دائم رکھنے کے لیے یہ قانون بنا دیا ہے کہ کوئی بہن کے ساتھ نکاح نہ کرے خواہ وہ دودھ کی بہن کیوں نہ ہو اور دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے سے بھی اسی لیے روکا گیا ہے کیونکہ اگر انہیں ایک نکاح میں جمع کیا گیا تو زوجیت کی رقابت کی بنا پر ان کا بنیادی اور خونی رشتہ کٹ جائے گا۔

اور چوتھا زمرہ ان عورتوں کا ہے جو کسی کے نکاح میں موجود ہوں ان سے بھی نکاح حرام ہے یعنی ایک عورت ایک ہی خاوند رکھ سکتی ہے زیادہ خاوند رکھنے کی اسے اجازت نہیں ہے ہاں اگر پہلا خاوند مر جائے

یا اسے طلاق دے دے تو پھر اور سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن ایک کی موجودگی میں دوسرے خاوند کی اجازت قطعاً نہیں ۔ یہ مسئلہ ذرا تفصیل طلب ہے اس پر صرف طائرانہ نگاہ ڈال کر چلا جانا مناسب نہیں ہے کیونکہ بہت سی آزاد منش عورتیں اس کی دلدادہ ہیں وہ یہ چاہتی ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مردوں کے ساتھ تعلقات استوار کر کے جنسی خواہش پوری کی جائے اور چونکہ ایک شریف معاشرہ میں یہ فعل بدنامی کا باعث ہے اس لیے وہ یہ مطالبہ کرتی ہیں کہ ایک عورت کو زیادہ خاوند رکھنے کی اجازت ہونا چاہیئے اور بعض مرد بھی بیاہ شادیوں کے اخراجات سے بچنے کے لیے یہ پسند کرتے ہیں کہ ایک ہی عورت پر سارا خاندان قناعت کرے اور بس لیکن ایسا طبقہ درحقیقت تخلیق عورت کا مقصد ہی نہیں سمجھا وہ یہ خیال کرتے ہیں اس کی پیدائش کا مقصد صرف ہوس پوری کرنا ہے اور بس حالانکہ یہ مقصد ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کی تخلیق کا مقصد نسل انسانی کی زیادہ سے زیادہ ترقی اور عروج ہے اور ان کے ذریعہ تمام طبقات میں الفت، محبت اور بھائی چارے کو بڑھانا اور فروغ دینا ہے اور پورے معاشرہ میں اُنس اور سکون پیدا کرنا ہے اور ظاہر بات ہے کہ یہ مقصد عظیم مختلف ہوا پرستوں کے ہاتھوں میں دینے سے ہرگز حاصل نہیں ہوگا بلکہ فوت ہو جائے گا کیونکہ ہر ایک اسے اپنی طرف کھینچے گا یہ ارتقائی گاڑی تباہ ہو جائے گی ۔ نہ رہے بانس نہ بجے گی بانسری کیونکہ ایک بیوی پر بحیثیت بیوی ہونے کے خاوند کے اس پر حقوق ہیں ۔ یہ کس کس کے حقوق پورے کرے گی یہ اس کے لیے انتہائی مشکل مسئلہ ہے نیز اولاد کی تربیت بھی اس کی ذمہ داریوں میں سے ہے اب اتنی کثیر التعداد اولاد

کا سنبھالنا کون سا آسان کام ہے اور پھر یہ اولاد کس خاوند کی ہوگی اس کا ذمہ دار کون ہوگا ۔اب ظاہر بات ہے کہ ان حالات میں ایسی اولاد کسی ایک خاوند کے سر تھوپنا مشکل ہے اور سارے دعوے دار بن جائیں تو انکار مشکل ہے کوئی عدالت یہاں فیصلہ نہیں دے سکتی اور ان حالات میں سارا نزلہ اس عورت پر گرے گا اور ساری اولاد اس کو سنبھالنا پڑے گی ۔اب ایک طرف سے وہ دس مردوں کو برداشت کرے ان کی خدمت کرے اور دوسری طرف سے ان کی اولاد کو بھی سنبھالے یہ کہاں کا انصاف ہے کیا اس مظلومہ کے بس میں یہ ہے ہرگز نہیں اس لیے قانون ہی یہ رکھا کہ ایک سے زیادہ خاوند کی اجازت ہی نہیں یہاں تک تفصیل اُن عورتوں کے متعلق ہے جن کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور ہر ایک کے ساتھ نکاح حرام ہونے کی وجوہات بھی بیان ہو گئی ہیں اور ان سب کے ساتھ نکاح حرام ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے ساتھ نکاح کی اجازت سے ایک طرح کا انجماد پیدا ہوگا اور منشار ایزدی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیمتی سرمایہ چند ہاتھوں میں محدود اور بیکار نہ رہے بلکہ زیادہ سے زیادہ افراد اس سے فائدہ اٹھائیں اور ان کے ساتھ نکاح کی اجازت دینے سے معاشرہ کی بے شمار عورتیں بے کار ہو جائیں گی اور خاندانوں کے خاندان ایک پر ہی گزارہ کرتے رہیں گے اور ارتقائی منزل کھوٹی ہو جائے گی اس لیے قانون ہی یہ رکھا کہ ان مذکورات کے ساتھ نکاح نہ کیا جائے اور ان کے سوا بقیہ جن سے نکاح کرنا چاہیں کر سکتے ہیں

اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ یہ جملہ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ سے استثناء ہے ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ شوہر والی

بیوی سے کسی دوسرے شخص کو نکاح کرنا جائز نہیں مگر ایسی صورت جس کو مسلمان کافروں کے ملک سے ان کے ساتھ جہاد کی شکل میں لڑیں اور ان کی عورتوں کو گرفتار کر کے لے آئیں اور یہ عورتیں اگر اہل کتاب یا کافرہ ہوں مگر مسلمانوں کے ملک میں آنے کے بعد مسلمان ہو جائیں تو مسلمان ان کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں اگرچہ ان کے شوہر اپنے وطن میں زندہ موجود ہوں اور انہوں نے انہیں طلاق نہ دی ہو کیونکہ انہیں اس وطن میں لانے کے بعد ان کا نکاح اپنے خاوندوں سے از سر خود ختم ہو جاتا ہے لیکن اتنی بات ہے کہ ایسی عورتوں سے نکاح کرنے والے کو ہمبستری کرنا تین حیض کے بعد جائز ہے اور اگر حاملہ ہو تو وضع حمل بھی ضروری ہے اور اگر یہ عورت کافرہ مشرکہ ہو تو اس کے ساتھ نکاح تو جائز نہیں ہے البتہ اسے باندی بنانا جائز ہے اور اسی طرح اہل کتاب کی عورتوں کو بھی باندی بنانا جائز ہے اور انکے ساتھ نکاح بھی جائز ہے اور یہ امیر المومنین کا کام ہے انہیں مجاہدین میں تقسیم کر دے اور وہ انہیں بطور بیوی استعمال کر سکتے ہیں انہیں نکاح کی ضرورت نہیں، بہرحال منکوحہ مملوکہ کے ساتھ نکاح کی اجازت کی بھی یہی وجہ ہے کہ عورت ایک ترقی کا ذریعہ ہے اسے بے کار نہیں چھوڑنا چاہیئے اور باندی سے استمتاع کی بھی یہی وجہ ہے اور آگے ارشاد ہے کِتَابَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اللہ کا حکم ہے تم پر جس کی تعمیل ازبس ضروری ہے ۔ واللہ اعلم

شروط نکاح شرط اوّل

یہاں تک جو تفصیل بیان ہوئی وہ تو ان عورتوں کے متعلق ہے جن کے ساتھ نکاح حرام ہے ۔ اب آگے ان عورتوں کا بیان ہے جن سے

نکاح کرنا جائز ہے اور ساتھ ساتھ اس کی تین شرطیں بھی بیان فرمائی ہیں جن کی وضاحت مندرجہ ذیل آیت سے ہو رہی ہے۔

وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ	اور حلال ہیں تمہارے لیے
ذٰلِکُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا	وہ عورتیں جو ان کے سوا ہیں
بِاَمۡوَالِکُمۡ مُّحۡصِنِیۡنَ	کہ تلاش کرو مالوں کے بدلے
غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ ط	ہمیشہ نکاح میں رکھنے کے
(نسآء ع ۴)	لیے نہ مستی نکالنے کو۔

اس آیت کے پہلے حصّے سے معلوم ہوتا ہے کہ محرمات کے سوا بقیہ سب عورتیں حلال ہیں۔ انسان جتنی چاہے نکاح کر سکتا ہے لیکن یہ آیت مجمل ہے اور قرآن کریم کی بعض آیات خود بعض کی تفصیل بیان کرتی ہیں چنانچہ اس کی تفصیلی سورت کے شروع میں فانکحوا ما طاب لکم سے بیان ہو چکی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ چار سے زیادہ کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا اور آیت میں نکاح کی پہلی شرط تبتغوا سے بیان فرمائی۔ اس کی تفصیل بھی پہلے بیان ہو چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایجاب وقبول بھی چاہیے یہ ایجاب وقبول لڑکا لڑکی خود کریں یا ان کا کوئی وکیل، اس سے دونوں کی رضامندی ظاہر ہو جائے گی ورنہ بغیر رضامندی حاصل کرنے کے نکاح جائز نہیں۔

نکاح کی دوسری شرط یہ ہے باموالکم یعنی یہ ایجاب وقبول مالوں کے بدلے ہونا چاہیئے بغیر مالوں کے نہیں ہونا چاہیئے یعنی انکا تذکرہ بوقتِ نکاح ضروری ہے ادائیگی اس وقت ضروری نہیں ہے بعد میں بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ بعد والی آیت سے معلوم ہوتا ہے ——— اس کی

تفصیل انشاء اللہ عنقریب ہوگی۔ یہاں اب قابل غور یہ بات ہے کہ مہر کی مقدار متعین نہیں فرمائی اَمْوَال کا صیغہ بیان فرمایا ہے جو جمع ہے مَال کی معلوم ہوتا ہے کہ بہت کچھ دینا دلانا مقصود ہے اور اٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا (دے دیا ہو تم نے ان کو خزانہ مت لو ان سے کچھ) والی آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مہر ہونا ضروری ہے بغیر مہر نکاح نہیں ہوتا اور دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہر مرد کی طرف سے ہونا چاہیئے کیونکہ اموالکم میں کُمْ ضمیر جمع مذکر مخاطب کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عملی نمونہ نکاح ازواج اور بنات کی بحث میں گزر چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مہر کی حد متعین نہیں ہے مرد کی حیثیت پر موقوف ہے۔ اب انشاء اللہ ہم آپ کے اس سلسلہ میں فرامین نقل کریں گے جن میں آپ نے امت کو بھی یہی تعلیم دی ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ	ترجمہ نقل ہے سہل بن سعد
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى	سے کہ بیشک رسول اللہ صلی
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک
جَاءَتْهُ اِمْرَاَةٌ فَقَالَتْ	عورت آئی۔ پس کہا اے
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ	اللہ کے رسول میں نے اپنی
وَهَبْتُ نَفْسِىْ لَكَ	ذات کو آپ بخش دی ہے
فَقَامَتْ طَوِيْلًا فَقَامَ	پھر وہ تا دیر کھڑی رہی پھر
رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ	ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا
اللّٰهِ زَوِّجْنِيْهَا اِنْ	اے اللہ کے رسول آپ وہ

لَمْ تَكُنْ لَكَ فِيهَا حَاجَةٌ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا قَالَ مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هٰذَا قَالَ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ سُورَةُ كَذَا وَسُورَةُ كَذَا فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْآنِ ۔

(متفق علیہ) بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۷۶

عورت مجھے نکاح کر دیں اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں فرمایا کیا تیرے پاس کچھ ہے کہ اسے بطور مہر دے اس نے کہا میرے پاس سوائے میری اس چادر کے اور کچھ نہیں فرمایا تلاش کر اگرچہ لوہے کی انگوٹھی کیوں نہ ہو اس نے تلاش کیا تو کچھ نہ ملا پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تیرے پاس قرآن سے بھی کچھ ہے اس نے کہا ہاں ہے اور فلاں سورۃ ہے فرمایا میں نے اس کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا ہے اس کے بدلے جو تیرے پاس ہے قرآن سے اور ایک روایت میں ہے فرمایا چل میں نے اس کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا سکھا تو اس کو قرآن ۔

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے کوئی معمولی سی چیز بھی ہو سکتی ہے۔ اگر اور کچھ نہ ہو تو تعلیم قرآن بھی اس کا معاوضہ بن سکتا ہے البتہ کچھ نہ کچھ ہونا ضروری ہے۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ	ترجمہ نقل ہے جابرؓ سے کہ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	بے شک رسول اللہ صلی
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ	اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو
اَعْطٰی فِیْ صُدَاقِ اِمْرَاَتِہٖ	اپنی عورت کے مہر میں
مِلْأَ کَفَّیْہِ سَوِیْقًا	مٹھی ستو یا کھجور دے تو بھی
اَوْ تَمْرًا فَقَدِ اسْتَحَلَّ	وہ اس کے لیے حلال ہو
(رواہ ابو داؤد بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۷۷)	جاتی ہے۔
عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ	ترجمہ نقل ہے عامر بن ربیعہ
اِنَّ اِمْرَاَۃً مِنْ بَنِیْ	سے کہ بے شک بنی فزارہ
فَزَارَۃَ تَزَوَّجَتْ	کی ایک عورت نے دو جوتیوں
عَلٰی نَعْلَیْنِ فَقَالَ	پر نکاح کیا تو رسول اللہ صلی
لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی	اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	کیا تو اپنی طرف سے اور اپنے
اَرَضِیْتِ مِنْ نَفْسِكِ	مال کی طرف سے دو جوتیوں
وَمَالِكِ بِنَعْلَیْنِ	پر راضی ہے اس نے کہا
قَالَتْ نَعَمْ فَاَجَازَہٗ	ہاں راضی ہوں تو آپ نے

(رواہ الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۷۷) اس کے نکاح کی اجازت دی

تشریح

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر کا ہونا ضروری ہے اگرچہ وہ مال حقیر ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ دو مٹھی ستو، کھجوریں اور جوتیاں یا ان کی مانند کوئی چیز۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ تَزَوَّجَ	ترجمہ نقل ہے انس رضی اللہ عنہ سے
اَبُوْ طَلْحَةَ اُمَّ سُلَيْمٍ	کہا نکاح کیا ابو طلحہ نے ام
فَكَانَ صَدَاقُ مَا	سلیم سے پس ان کے مابین
بَيْنَهُمَا الْاِسْلَامُ	مہر اسلام تھا ام سلیم ابو طلحہ
اَسْلَمَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ	سے پہلے مسلمان ہوئی تھی پھر
قَبْلَ اَبِيْ طَلْحَةَ	اس نے پیغام نکاح دیا تو فرمایا
فَخَطَبَهَا فَقَالَتْ	میں مسلمان ہو گئی ہوں اگر تو
اِنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ	بھی مسلمان ہو جائے تو نکاح
فَاِنْ اَسْلَمْتَ نَكَحْتُكَ	کر لوں گی پس وہ مسلمان ہو گیا
فَاَسْلَمَ فَكَانَ	پس وہ اسلام ان کے درمیان
صَدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا	مہر تھا۔

(رواہ النسائی ص۲۷۷)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کافر مرد کا قبولِ اسلام بھی مہر بن سکتا

ہے اور یہ عورت کی مرضی پر موقوف ہے کہ مرد کے اسلام لانے کی وجہ سے اسے اپنا مہر معاف کر دے کوئی دوسرا اس پر دباؤ نہیں ڈال سکتا۔

عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ بْنِ	ترجمہ علقمہ سے نقل ہے وہ
مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ سُئِلَ	ابن مسعود سے نقل کرتے ہیں
عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ	کہ ان سے ایسے مرد کے
اِمْرَاَةً وَلَمْ يُفْرِضْ	بارے میں پوچھا گیا کہ جس نے
لَهَا شَيْئًا وَلَمْ	عورت سے نکاح کیا اور
يَدْخُلْ بِهَا حَتّٰى	اس کے لیے مہر مقرر نہ
مَاتَ فَقَالَ ابْنُ	کیا اور اس سے ہم بستر بھی
مَسْعُوْدٍ لَهَا مِثْلُ	نہ ہوا یہاں تک کہ مر گیا
صُدَاقِ نِسَآءِ هَالَا	ابن مسعود نے کہا اس کے
وَكْسَ وَلَا شَطَطَ	لیے اس کی عورتوں کے مثل
وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ	مہر ہے کمی زیادتی نہیں ہوگی
وَلَهَا الْمِيْرَاثُ فَقَامَ	اس پر عدت بھی ہے
مَعْقَلُ بْنِ سِنَانٍ	اور میراث بھی ہے اس
الاَشْجَعِيُّ فَقَالَ قَضٰى	کے بعد معقل بن سنان
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	اشجعی کھڑے ہوئے اور
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
فِىْ بِرْوَعِ بِنْتِ وَاشِقٍ	علیہ وسلم نے ہمارے خاندان
اِمْرَاَةٍ مِنَّا بِمِثْلِ	کی ایک عورت بروع بنت
مَا قَضَيْتَ فَفَرِحَ	واشق کے بارے میں ایسا

بھا ابن مسعود ہی فیصلہ کیا تھا جس طرح
(رواہ الترمذی و ابوداؤد و تم نے کیا ہے اس پر
النسائی والدارمی بحوالہ مشکوۃ ص۲۷۶) ابن مسعود خوش ہوئے۔

تشریح

اس حدیث سے مزید معلوم ہوا کہ مہر ہونا ضروری ہے اگر بوقت نکاح مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور تقدیراً مرد بغیر ہم بستری فوت ہو جائے تو اس لڑکی کی برادری کی عورتوں کا جو مہر ہوگا وہی اس کا ہوگا اور وہ عورت چار مہینے دس دن عدت گزارے گی اور اس کو مرد کی وراثت میں سے حصہ بھی ملے گا بہرحال یہاں تک تو وہ احادیث پیش کی گئی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہر کم سے کم بھی ہو سکتا ہے اور اس مہر کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ نکاح و شادی کا سلسلہ انسانوں کے طبقات کے درمیان اتفاق و اتحاد کی بنیاد زینہ اور خیر سگالی کا پودا ہے اور مہر اس کا ابتدائی تحفہ اور ہدیہ ہے یہاں جتنا بھی فراخ دلی کا ثبوت دیا جائے اتنا ہی کم ہے کیوں کہ اصلی مقصد اس نونہال پودے کی آبیاری ہے۔ اگر شروع میں ہی کنجوسی سے کام لیا گیا تو بغض و عناد کا بیج پڑ جائے گا۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

اگر فراخدلی کا ثبوت دیں گے تو محبت کا بیج پڑ جائے گا بہرحال یہ مہر لڑکی کا خصوصی تحفہ ہے اسے ضرور دینا ہے خواہ نقدی ہو زیور ہو کپڑے ہوں جو بھی توفیق ہو مرد کا فرض ہے کہ یہ ہدیہ اپنی بیوی کو ادا

کرے اور لڑکی اور اس کے وارثوں کا فرض ہے کہ مرد نے حسب توفیق جو دے دیا ہے اسے خندہ پیشانی سے قبول کریں ان پر کسی قسم کا طعن و تشنیع نہ کریں کیونکہ اصل چیز خلوص ہے فلوس نہیں اور شرفاء ہمیشہ خلوص کی قدر کرتے ہیں فلوس آنے جانے والی چیز ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں کرتے اور دنیا میں خلوص سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔

حکایت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بغداد میں بڑا سخت قحط پڑا، کھانے کو غذا اور پینے کو پانی تک میسّر نہیں تھا۔ ایک مرد سست و کاہل ہر وقت گھر میں پڑا رہتا تھا، کچھ محنت مزدوری بھی نہیں کرتا تھا اس کی بیوی بیچاری تنگ آ گئی آخر اس نے کہا کہ تم کچھ محنت تو کرو یہاں گھر بیٹھے بیٹھے کیا ملے گا اس نے کہا کیا کروں کہیں مزدوری ملتی ہی نہیں تو بیوی نے کہا کہ میں تمہیں ایک طریقہ بتاؤں کہ تم خلیفہ کے پاس چلے جاؤ وہ بڑا کریم النفس مشہور ہے شاید کہ وہ تمہیں کچھ دیدے اس نے کہا کہ خلیفہ کے پاس جانے کے لیے بہرحال کچھ نہ کچھ تحفہ ہدیہ چاہیئے اور ہمارے پاس تو کھانے کے لیے روٹی نہیں ہے اور ویسے جانا بھی مناسب نہیں ہے بیوی نے کہا اچھا ہمارے تالاب میں گندہ سڑا ہوا تھوڑا سا پانی ہے وہی لے جاؤ شائد کہ قحط سالی کی وجہ سے خلیفہ کو پانی کی تنگی ہو گی چنانچہ اس کی بیوی نے تالاب کا وہ گندا پانی ایک مٹکے میں ڈال کر اوپر سے مٹکے کا منہ بند کر کے اپنے خاوند کے سر پہ رکھا اور اسے دربار خلافت میں روانہ کیا کئی دن کی مسافت طے کر کے یہ بے چارہ دیہاتی خستہ حال تھکا ماندہ پراگندہ پھٹے

ہوئے کپڑے غبار آلود ہیئت میں دربارِ خلافت میں پہنچا۔ دراں حالیکہ خلیفہ تخت پر جلوہ گر تھا اس نے پہنچتے ہی پانی کا وہ مٹکا خلیفہ کے سامنے تخت پر رکھ دیا اور کہا کہ یہ حضور کے لیے تحفہ لایا ہوں خلیفہ نے جوں ہی اس مٹکے کا منہ کھولا تاکہ دیکھے کیا تحفہ ہے وہ تو گندہ سڑا ہوا بدبودار پانی تھا۔ اس کے تعفّن اور سڑانڈ کی وجہ سے پورے اعیانِ دربار پریشان ہوئے مگر قربان جاؤں اس کریم النفس خلیفہ پر کہ اس نے ذرہ بھر محسوس نہ کیا اور خدام کو حکم دیا کہ اس مٹکے کو خزانہ میں رکھو اور اس دیہاتی کو نہلاؤ اسے نئے کپڑے دو اور روزانہ نہرِ فرات کے کنارے اسے سیر کراؤ اور یہ جب تک یہاں رہے یہ شاہی مہمان ہوگا بہرحال کچھ عرصہ رہنے کے بعد یہ جب واپس ہونے لگا تو خلیفہ نے حکم دیا کہ وہی مٹکا جو یہ لایا تھا وہ اشرفیوں سے بھر کر اسے واپس کر دو چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اب مقامِ غور ہے کہ کہاں وہ بدبودار ہدیہ اور کہاں یہ انعام۔ چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔ مگر اصل میں خلیفہ نے اس کے بدبودار ہدیہ کو نہیں دیکھا بلکہ اس کے خلوص کو دیکھا اس لیے اتنی اس کی قدر و منزلت کی جو اس کی شان کے موافق تھی، تو شرفاء ہمیشہ خلوص دیکھتے ہیں۔ دنیا کی چند کوڑیاں اس کے ہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتی لہٰذا شادی کے موقعہ پر لڑکے کے خلوص تقویٰ، طہارت اور ایمان کو دیکھنا چاہیئے۔ ہدیوں کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے وہ جو بھی دے اسے خندہ پیشانی سے قبول کرکے اسے داد دینا چاہیئے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اگر ایسا کریں گے تو زوجین میں دونوں خاندانوں میں الفت اور محبت پیدا ہوگی اور یہ شادی بار آور، بابرکت ثابت ہوگی اور اگر طعنے شروع کر دیں گے

کہ انہوں نے کیا دیا ہے کچھ بھی نہیں یہ تو بڑے گھٹیا لوگ ہیں۔ ہم نے بڑی غلطی کی ہے ان کو رشتہ دے کر یہ کمینے ہیں یہ فلاں ہیں یہ فلاں ہیں تو ان باتوں سے وہ محبت اور الفت عداوت میں بدل جائے گی اور یہ شادی بارآور اور بابرکت ثابت نہیں ہوگی اور مرد کو چاہیئے کہ صرف اسی ہدیہ (مہر) پر اکتفا نہ کرے بلکہ حسب توفیق اپنی بیوی کے برادری والوں کو بھی کبھی کچھ نہ کچھ دیتا رہے تاکہ اس کا یہ رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

تَهَادُوْا تَحَابُّوْا یعنی ایک دوسرے کو ہدیہ دو تاکہ تمہاری آپس میں محبت پیدا ہو چنانچہ آپ کا معمول بھی یہی تھا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد بھی ان کی سہیلیوں کو گوشت کا ہدیہ دیا کرتے تھے۔ نکاح کی تیسری شرط مُحْصِنِيْنَ فرمایا ہے یعنی نکاح کرتے وقت تادمِ حیات نکاح میں رکھنے کی غرض ہو۔ اس شرط سے مقصود متعہ اور زناکاری کو روکنا ہے کیونکہ ان میں مرد اور عورت دونوں کی رضامندی بھی ہوتی ہے۔ مال بھی ہوتا ہے ایجاب وقبول بھی ہوتا ہے مگر خداوند پاک نے اس سے منع فرما دیا ہے۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

متعہ اور نکاحِ موقت حرام ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ	ترجمہ۔ اور مومن وہ لوگ ہیں
حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى	جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت
اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا	کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں
مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ	سے یا ان کنیزوں سے جو

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ	ملک ہیں ہوں کیونکہ ان پر
مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ	انہیں کوئی ملامت نہیں ہے
ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ	جو ان کے سوا خواہش
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ	کرے وہ حد سے تجاوز کرنے
(مومنون ع)	والے ہیں۔

تشریح

ان آیات میں ایمان داروں کی صفات اور تعریف بیان فرمائی گئی ہے جن میں سے چار صفتیں پہلے بیان ہو چکی ہیں اور دو ان آیتوں میں ہیں ان دو میں سے پہلی صفت یہ ہے جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہوں یعنی زنا کاری سے بچنے والے۔ دوسری صفت یہ ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ یا کنیزوں کے ساتھ ایسے تعلقات رکھنے والے ہوں اور آگے فرمایا ہے جو خواہش کرے سوائے اس کے یعنی بیویوں یا کنیزوں کے یا جو بھی صورت منی نکالنے کی ہو خواہ اپنی محرمات سے ہو یا مرد سے یا کسی بچے یا جانور سے یا ہاتھ سے وغیرہ ذالک یہ تمام صورتیں عادون میں داخل ہیں یعنی ان افعال قبیحہ کا مرتکب کامل ایمانداروں کی صف میں شامل نہیں۔ یہاں تک ان آیات کا بیان اور وضاحت گزری ہے جن سے حرمت متعہ اور حرمت نکاح موقت معلوم ہوتی ہے۔ آگے ہم وہ احادیث بیان کرتے ہیں جو ان آیات کی تشریح اور حرمت متعہ وغیرہ کا واضح ثبوت ہیں۔

چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے باب ما جاء فی

نکاح المتعہ میں دو حدیثیں نقل فرمائی ہیں ۔

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ	ترجمہ نقل ہے علی بن ابی طالب
اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	سے کہ بے شک روکا نبی
نَہٰی عَنْ مُتْعَۃِ	صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں
النِّسَآءِ وَعَنْ لُحُوْمِ	کے ساتھ متعہ کرنے سے
الْحُمُرِ الْاَھْلِیَّۃِ	اور پالتو گدھوں کا گوشت
زَمَنَ خَیْبَرَ	کھانے سے جنگ خیبر کے
(مشکوٰۃ صـ۲۷۲ باب اعلان النکاح)	زمانہ میں ۔

حضرت علیؓ کی یہ روایت بخاری اور مسلم میں بھی ہے دوسری حدیث جو

امام ترمذیؒ نے نقل کی ہے وہ یہ ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ	ترجمہ نقل ہے ابن عباس سے
اِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ	کہا یقیناً متعہ شروع اسلام
فِیْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ	میں (جائز) تھا یہاں تک
حَتّٰی اِذَا نَزَلَتِ الْاٰیَةُ	جب یہ آیت اتری مگر اپنی
اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ	بیویوں پر یا ان پر کہ مالک
اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ	ہوئے ان کے دائیں ہاتھ
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ	ان کے کہا ابن عباس نے
فَرْجٍ سِوَاهُمَا فَهُوَ حَرَامٌ	ہر شرم گاہ سوائے ان دو کے حرام ہے

تشریح

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ شروع اسلام میں متعہ کی اجازت

تھی اور مذکورہ آیت اترنے کے بعد وہ اجازت منسوخ ہو گئی البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ حضرت ابن عباس کچھ عرصہ تک متعہ کو جائز سمجھتے رہے پھر حضرت علیؓ کے سمجھانے سے جیساکہ صحیح مسلم ج۱ ص ۴۵۲ پر ہے اور آیت شریفہ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم سے متنبہ ہوکر رجوع فرمالیا جیساکہ ترمذی کی روایت سے معلوم ہوا۔ معارف القرآن ج۲ ص ۳۶۶۔

نوٹ :۔ متعہ اور نکاح موقت میں فرق صرف الفاظ کا ہے مقصد ایک ہی ہے یعنی متعہ اسے کہتے ہیں کہ مرد عورت سے نکاح کرے اس طرح کہ میں نفع اٹھاؤں گا تجھ سے اتنے دنوں تک اتنے روپوں کے بدلے اور موقت میں لفظ وقت استعمال ہوتا ہے یعنی اتنے وقت فائدہ اٹھانا ہے۔ اور مال بھی خرچ ہوتا ہے مگر وہاں چونکہ ہمیشہ نکاح میں رکھنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ صرف وقتی ضرورت پوری کرنا پیش نظر ہوتی ہے جو سراسر مقاصدِ نکاح کے منافی ہے اس لیے اللہ تعالےٰ نے اسے روکنے کے لیے مُحْصِنِیْنَ کی قید لگا کر اس کا دروازہ بند کیا ہے اور غیر مسافحین (نہ مستی نکالنے والے) بڑھا کر اس کو اور مؤکد کر دیا ہے۔

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ	ترجمہ اور دیدو عورتوں کو
نِحْلَةً ط فَاِنْ طِبْنَ	ان کے مہر خوشی سے پھر
لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ	اگر وہ خوش ہوکر تمہیں اس
مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ	میں سے اپنے دل کی خوشی
هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا	سے چھوڑ دیں تو کھاؤ اس

(نساء ع)　　　　　　　　　　　　کورچتا پچتا

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ	پھر جس سے تم نے نفع اٹھایا
مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ	ان عورتوں میں سے تو دے
اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً	دو انہیں ان کے مہر مقرر
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ	اور نہیں گناہ تم پر اس میں
فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ	جس پر آپس میں راضی ہو جاؤ
مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ	بعد مہر مقرر کر لینے کے۔

(نساء ع)

تشریح

ان آیات سے اور پہلے والی آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر ہونا ضروری ہے جو بھی طے ہو جائے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مقرر ہو جائے وہ فرض ہے۔ حقوقِ زوجیت ادا کرنے کے بعد اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ اگر فوراً ادا کرنے کا وعدہ ہے۔ اگر قرض ہے تو فوراً ادائیگی ضروری تو نہیں تاہم اس کی تاریخ مقرر ہونا چاہیئے تاکہ فساد نہ پیدا ہو اور مقرر شدہ مہر سے وہ عورت اپنے شوہر کو کچھ چھوڑ دے تو وہ مرد کے لیے جائز ہے البتہ اس کی صورت یہ ہے کہ مرد پہلے وہ سارا مہر اس کو دے دے اس کے بعد اگر وہ اس میں سے کچھ یا سارا اسے واپس کر دے تو کر سکتی ہے کیوں کہ وہ اب اس کی مالکہ ہے اگر کسی کو وہ مہر بطور صدقہ یا ہبہ دینا چاہے تو دے سکتی ہے تو اپنے خاوند کو بھی یقیناً دے سکتی ہے اور اگر

مرد مہر ادا نہ کرے ٹال مٹول کرے عورت سے معافی کا مطالبہ کرے اور عورت اس اندیشہ سے کہ یہ دیتا تو ہے نہیں خواہ مخواہ ٹالتا ہے اگر معاف نہیں کروں گی تو طلاق مل جائے گی چلو معاف ہی کر دینا چاہیئے تو معافی نہیں ہے اور یہ شوہر کے لیے کھانا حلال نہیں ہے عنداللہ مجرم ہوگا۔ یہ اس کے ذمہ قرض ہے جس طرح اور قرض ادا کرنا ضروری ہے اگر مر گیا تو اس کی وراثت سے یہ قرض ادا کیا جائے کیونکہ آیت میں دو الفاظ آئے ہیں طبن نفسا۔ ان سے مراد دل کی خوشی ہے اور دو دفعہ ذکر سے مقصود تاکید ہے۔ یعنی جب تک وہ عورت دل کی خوشی سے معاف نہ کرے وہ معاف نہیں ہو سکتا اور اس کے دل کی خوشی معلوم کرنے کا طریقہ وہی ہے جو اوپر نقل کیا گیا ہے۔ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ میں ایک تو مہر شامل ہے جس کی تفصیل یہاں تک بیان ہو چکی ہے۔

عورت کے بقیہ اخراجات بھی خاوند کے ذمہ ہیں

اور دوسرا اس میں عورت کے اخراجات بھی شامل ہیں جنکی تفصیل مندرجہ ذیل آیات سے بھی معلوم ہوتی ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ	اور ان عورتوں کا ویسا ہی
الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ	حق ہے جیسا ان پر ہے
بِالْمَعْرُوْفِ	(مردوں کا) دستور کے مطابق
(بقرہ ع ۲۸)	

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ	اور باپ پر ہے ان کا رزق
رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ	اور ان کے کپڑے معروف
بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا	طریقہ سے نہ تکلیف دی
تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا	جائے نفس کو مگر اس کی
وُسْعَهَا ۚ	وسعت کے موافق ۔

(البقرہ ع ۳۰)

وَعَاشِرُوْهُنَّ	اور گزران کرو اُن سے دستور
بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ	کے ساتھ پھر اگر تم ناپسند
كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى	کرو انہیں تو کچھ بعید نہیں کہ
اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـــًٔا	تم ناپسند کرو کوئی چیز اور
وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ	رکھے اللہ اس میں بھلائی
خَيْرًا كَثِيْرًا	بہت
اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ	انہیں رکھو جہاں تم خود رہتے
سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ	ہو اپنے مقدور کے مطابق
وَلَا تُضَاۗرُّوْهُنَّ	اور انہیں ایذا نہ دو انہیں
لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۭ	تنگ کرنے کے لیے ۔

(الطلاق ع ۱)

تشریح

ان آیات سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں ۔ ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہر کے علاوہ عورت کی رہائش ، خوراک اور کپڑوں کا انتظام کرنا بھی

خاوند کا حق ہے اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ یہ بندوبست خاوند کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیئے نہ کہ عورت کی حیثیت کے مطابق یعنی اگر خاوند امیر ہے تو اسے چاہیئے کہ اپنی اس امیرانہ حیثیت کے مطابق اپنی بیوی کا یہ بندوبست کرے یہ خیال نہ کرے کہ اس کی بیوی اگر غریب گھرانے کی ہے تو اسے غریبانہ خرچ وغیرہ دے اور اگر خاوند غریب ہے اور اس کی بیوی کسی امیر گھرانے سے تعلق رکھتی ہے تو اسے اپنی غریبانہ حیثیت کے مطابق خرچ دینا ہے نہ کہ بیوی کی حیثیت کے مطابق ۔ اس کی مزید تفصیل حدیث پاک کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں ۔

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ	ترجمہ روایت ہے عقبہ بن
عَامِرٍ قَالَ قَالَ	عامر سے کہا فرمایا رسول اللہ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی	صلی اللہ علیہ وسلم نے لائق
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	ترین شرطوں کی کہ وفا کرو تم
اَحَقُّ الشُّرُوْطِ	ان کو وہ شرط ہے کہ حلال کیا
اَنْ تُوْفُوْا بِہٖ مَا	تم نے ساتھ اس کے
اسْتَحْلَلْتُمْ بِہِ الْفُرُوْجَ	شرم گاہیں ۔ (اس حدیث
(متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۷۱)	پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے)

یہ حدیث بڑی جامع کافی اور شافی تشریح ہے گویا سمندر کوزے میں بند کیا ہوا ہے ۔ اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے سلسلہ میں لگائی جانے والی شرطوں کے بارے میں انتہائی میانہ روی اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے آپ کے فرمان اور ارشاد گرامی کا مقصد یہ ہے ۔ شرطیں ہونا بھی چاہیئں اور غلو بھی نہیں ہونا چاہیئے ۔ جن شرطوں

کا ہونا ضروری ہے وہ یہ ہیں مہر، مکان، لباس، نفقہ، زیور، خوشبو، زیبائش وغیرہ جو عورتوں کے مناسب ہے جس کی تفصیل نکاح فاطمہ میں گزر چکی ہے اور اس میں غلو کی ضرورت نہیں ہے۔ خاوند کو جو میسّر ہو مہیا کر دے ایسی درمیانی شروط عورت کا بنیادی حق ہے۔ ان کے سوا عورت مرد کے لیے حلال نہیں ہو سکتی اور اس میں مرد کے لیے بھی آسانی ہوگی اور آپ نے زیادہ اونچی شرطیں لگانا عورت کا بنیادی حق نہیں قرار دیا کیونکہ ہر مرد ایسی شرطیں پوری نہیں کر سکے گا پھر وہ شادی کرنا ہی چھوڑ دے گا تو اس سے معاشرہ کی بنیاد صنف نازک عورت متأثر ہوگی اور اس کے متأثر ہونے سے پورا معاشرہ تباہ ہوگا اس لیے رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی شرطیں لگاؤ جو مرد پوری کر سکے اور ایسی شرطیں نہ لگاؤ جو وہ پورا نہ کر سکے۔

سوال :-

نکاح کے سلسلہ میں عورت کے مذکورہ حقوق مہر، نان نفقہ وغیرہ دیکھ کر ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ مفاد تو دونوں کے مشترکہ ہیں۔ زندگی کے تلطّف سے دونوں برابر محظوظ ہوتے ہیں تو پھر عورت کے سارے اخراجات مرد پر کیوں ڈال دیئے گئے ہیں۔ بظاہر یہ قانون مساوات اور عدل وانصاف کے خلاف نظر آتا ہے۔ مناسب تو یوں نظر آتا ہے کہ جب مفاد مشترکہ ہیں تو ہر ایک کو اپنے اپنے اخراجات خود برداشت کرنے چاہئیں اور اولاد چونکہ مشترکہ ہے لہٰذا ان کے اخراجات ضروریات ماں باپ دونوں کو برابر برابر مل کر برداشت کرنے چاہئیں اور یہاں تو سارا بوجھ صرف مرد پر ڈالا گیا ہے

جواب :-

خلاصہ جواب یہ ہے کہ بظاہر اگرچہ مرد کی ذمہ داریاں زیادہ نظر آتی ہیں اور عورت کی کم مگر حقیقت یہ ہے کہ عورت کی ذمہ داریاں بھی مرد سے کم نہیں ہیں۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی یہاں اس تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ	اور ابی مسعود سے نقل ہے
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی	انہوں نے فرمایا کہ جناب
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ	نے فرمایا جب مسلمان اہل پر
نَفَقَةً عَلٰی اَهْلِهٖ	خرچ اور اسے نیکی شمار کرے
وَهُوَ یَحْتَسِبُهَا كَانَتْ	تو وہ خرچ کرنا اس کے لیے
لَهٗ صَدَقَةٌ (مشکوٰۃ ص۱۷۱)	صدقہ ہو گا۔
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ	حضرت عائشہ سے نقل ہے
اِنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ	انہوں نے فرمایا بے شک ھندا
قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	بنت عتبہ نے کہا اے اللہ
اِنَّ اَبَا سُفْیَانَ رَجُلٌ	کے رسول بے شک ابوسفیان
شَحِیْحٌ وَلَا یُعْطِیْنِیْ	بخیل آدمی ہے وہ اتنا خرچ
مَا یَكْفِیْنِیْ وَوَلَدِیْ	نہیں دیتا جو مجھے اور میرے
اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ	بچے کو کفایت کرے مگر کر لوں
وَهُوَ لَا یَعْلَمُ فَقَالَ	میں اس کے مال سے اور اسے
خُذِیْ مَا یَكْفِیْكِ	پتہ نہ ہو تو آپ نے فرمایا لے

وَوَلَدَكَ بِالْمَعْرُوْفِ۔	تو جو کفایت کرے تجھے اور تیرے بچے کو معروف طریقہ سے۔
(مشکوٰۃ باب صفہ ۲۹۰)	
وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَعْطَى اللّٰهُ اَحَدَكُمْ خَيْرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ۔	اور جابر بن سمرہ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ مال دے تو اسے چاہیئے کہ خرچ کرے پہلے اپنی ذات پر اور اپنے اہلِ بیت پر

تشریح

ان دونوں حدیثوں کا مقصد یہ ہے کہ انسان پر اپنی بیوی بچوں کا خرچ واجب ہے اگر نہ دے تو بیوی اس کے مال سے اپنی مرضی سے بھی اتنا خرچ لے سکتی ہے جو اسے اور اس کی اولاد کو کفایت کرے یہ اس کے لیے حرام نہیں ہے۔

اور مذکورہ بالا آیات سے تیسری یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اپنے اہل وعیال اور اپنی بیوی بچوں پر یہ خرچ کرنا نیک بھی ہے کیونکہ ان آیات میں بار بار لفظ معروف کو ذکر کیا گیا ہے اور معروف کے معنے مشہور اور جانے پہچانے ہوئے کے بھی آتے ہیں اور نیکی کے بھی آتے

ہیں۔ اگر پہلے معنے لیے جائیں تو مقصد یہ ہوگا کہ معاشرہ میں اپنی بیوی بچوں کو خرچ دینے کا جو رواج ہے وہ دیا جائے اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور اگر دوسرے معنے مراد لیا جائے تو پھر دو توجیہہ ہو سکتی ہیں۔ ایک حلال یعنی اپنے بچوں کو حلال روزی دے حرام نہ دے اور دوسری توجیہہ یہ ہو سکتی ہے کہ اپنی بیوی کو یہ خرچ دینا نیکی ہے۔ اگر خاوند کا یہ تصور ہو جائے گا تو دل کھول کر خرچ کرے گا کنجوسی نہیں کریگا چنانچہ اس کی مزید تفصیل آئندہ حدیث میں آرہی ہے۔

نکاح میں بعض منفی چیزوں کا بیان اور پہلی چیز

یہاں تک وہ شرطیں بیان ہوئی ہیں جن کا ہونا نکاح میں ضروری ہے اور اب وہ چیزیں بیان ہوں گی جن کا نہ ہونا ضروری ہے۔ ان میں سے پہلی چیز منگنی پر منگنی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ	ترجمہ نقل ہے ابوہریرہ سے
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی	کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم نے نہ پیغام بھیجے
لَا یَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰی	مرد نکاح کا اوپر پیغام نکاح
خِطْبَةِ اَخِیْهِ حَتّٰی	اپنے بھائی مسلمان کے یہاں
یَنْكِحَ اَوْ یَتْرُكَ	تک کہ وہ نکاح کرے یا

پھوڑ دے۔ (متفق علیہ) بحوالہ مشکوۃ صـ۲۷۱

تشریح

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ ایک مرد نے اگر کسی عورت سے نکاح کی بات چیت کی اور دونوں راضی ہو گئے ہوں تو اب کسی دوسرے کو نہیں چاہیئے کہ عورت کو اپنے ساتھ نکاح کی دعوت دے اور اسے چھوڑنے کی ترغیب دے کیوں کہ ان کے پاس عہد و پیمان کے بعد یہ عورت اس مرد کا حق بن چکا ہے صرف رسومات باقی ہیں اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو برادریوں میں فساد ہو گا اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

دوسری منفی چیز کا بیان

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ	اور انہیں سے (ابو ہریرہ)
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی	نقل ہے کہا فرمایا رسول اللہ
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت
لَا تَسْاَلُ الْمَرْاَۃُ	اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ
طَلَاقَ اُخْتِهَا	کرے تاکہ اس کا پیالہ خالی
لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا	کرائے اور خود اس سے نکاح

وَلْتَنْكِحْ فَإِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔	کرے بے شک اس کے لیے ہے جو اس کا مقدر ہے
(متفق علیہ) بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۷	(بخاری اور مسلم نے یہ حدیث نقل کی ہے)

تشریح

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی مرد دوسری شادی کرنا چاہے اور اس کے نکاح میں پہلے سے بھی ایک عورت موجود ہو اور یہ نئی آنے والی مرد سے یہ مطالبہ کرے کہ میں تب نکاح کروں گی کہ تم اس پہلی عورت کو طلاق دو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کیوں کہ اس سے اس عورت کی حق تلفی ہوتی ہے یہ ناجائز ہے نکاح کرنا چاہتی ہے تو کرلے وہ اپنا مقدر پائے گی یہ اپنا مقدر پائے گی نیز اس حدیث کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے نکاح میں مثلاً دو عورتیں ہوں اور ایک مرد سے یہ مطالبہ کرے کہ تم دوسری کو طلاق دو تب میں تمہارے گھر میں رہوں گی ورنہ نہیں رہوں گی یہ بھی ناجائز ہے۔ دوسری کی حق تلفی ہے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ فرمایا ہر ایک اپنا اپنا مقدر اور اپنا اپنا نصیب پائیگی۔

تیسری منفی چیز کا بیان

وَعَنِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ	ترجمہ ابن عمر سے نقل ہے
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	کہ بے شک رسول اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى	صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا

عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ	ہے شغار سے اور شغار یہ ہے
اَنْ يُّزَوِّجَ الرَّجُلُ	کہ آدمی اپنی بیٹی دوسرے
اِبْنَتَهٗ عَلٰى اَنْ	کو اس شرط پر نکاح کر کے
يُّزَوِّجَهُ الْاٰخَرُ	دے کہ وہ اپنی بیٹی اسے
اِبْنَتَهٗ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا	دے اور ان کے درمیان
صَدَاقٌ (متفق علیہ)	مہر نہ ہو۔

بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۷۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دورِ جاہلیت میں لوگوں کے مابین یہ ایک رواج تھا کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن دوسرے کے بیٹے کو یا بھائی وغیرہ کو اس شرط پر نکاح کر کے دیتا کہ ہم تم سے اپنی لڑکی کے لیے مہر نہیں مانگو گے اور تم ہم سے نہ مانگو ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کیونکہ قرآن کریم کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر خالصۃً لڑکی کا اپنا ذاتی حق ہے اور اس کا تقرر اور تذکرہ بوقتِ نکاح ضروری ہے اس کے وارثوں میں سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی طرف سے اس کا مہر کسی کو معاف کرتے پھریں یا خود کھا جائیں ، بلکہ درحقیقت یہ مہر اللہ کا حق ہے اور اللہ نے اپنی طرف سے اسے منتقل کیا ہے لہٰذا وہ تقرر کے بعد تو کسی کو دینا چاہیئے یا اپنے خاوند کو سارا یا آدھا معاف کرنا چاہے تو کر سکتی ہے لیکن تقرر سے پہلے عورت کو بھی معاف کرنے یا دست بردار ہونے کا حق نہیں ہے تو اس کے وارثوں کو یہ حق کس طرح پہنچ سکتا ہے یہ ایک ظالمانہ رسم تھی جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو روک دیا ہے ۔

تشہیر نکاح

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْلِنُوْا ھٰذَا النِّکَاحَ وَاجْعَلُوْہُ فِی الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَیْہِ بِالدُّفُوْفِ

رواہ الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۷۲

ترجمہ عائشہ سے نقل ہے انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کا اعلان کرو اور اس کی تقاریب مساجد میں رکھو اور اس موقعہ پر دف بجایا کرو۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ زُفَّتْ اِمْرَاَۃٌ اِلٰی رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا کَانَ مَعَکُمْ لَھْوٌ فَاِنَّ الْاَنْصَارَ یُعْجِبُ ھُمُ اللَّھْوُ

(رواہ البخاری) بحوالہ مشکوٰہ ص۲۷۱

ترجمہ نقل ہے حضرت عائشہ سے کہا لائی گئی ایک عورت (بعد بیاہ کے) طرف ایک انصاری مرد کے پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے تمہارے پاس کھیل یقیناً انصار کو کھیل پسند ہے۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَتْ عِنْدِیْ جَارِیَۃٌ مِنَ الْاَنْصَارِ زَوَّجْتُھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ترجمہ نقل ہے عائشہؓ سے کہا میرے پاس انصار کی ایک لڑکی تھی میں نے اس کا نکاح کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ تو گانے

يٰا عَائِشَةُ اَلَا تُغَنِّيْنَ
فَاِنَّ هٰذَا الْحَيَّ
مِنَ الْاَنْصَارِ يُحِبُّوْنَ
الْغِنَآءَ (رَوَاهُ ابْنُ
حَيَّانَ فِىْ صَحِيْحِهٖ

کو کیوں کہتی ہے یقیناً یہ انصار
کا قبیلہ گانے کو پسند کرتا ہے
(نقل کیا اس حدیث کو
ابن حیان نے)
بحوالہ مشکوٰۃ صـ۲۷۲

عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
اَنْكَحَتْ عَائِشَةُ
ذَاتَ قَرَابَةٍ لَهَا
مِنَ الْاَنْصَارِ
فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ اَهْدَيْتُمُ
الْفَتَاةَ قَالُوْا نَعَمْ
قَالَ اَرْسَلْتُمْ مَعَهَا
مَنْ تُغَنِّيْ قَالَ لَا
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ
قَوْمٌ فِيْهِمْ غَزَلٌ
فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا
مَنْ يَقُوْلُ اَتَيْنَاكُمْ
اَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا

ترجمہ نقل ہے ابن عباس
سے اس نے کہا نکاح کر دیا
عائشہؓ نے اپنی ایک قریبی
انصاری لڑکی کا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم آئے فرمایا کیا
تم نے نوجوان بچی (اپنے
خاوند کے پاس) بھیج دی
ہے۔ انہوں نے کہا ہاں فرمایا
کیا اس کے ساتھ کوئی گانے
والی بھی بھیجی ہے کہا نہیں پس
فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے بے شک انصار
ایک قوم ہے ان میں گانا
ہے اگر بھیجتے تم اس کے
ساتھ جو یوں کہتا آئے ہم
تمہارے پاس آئے ہم تمہارے
پاس زندہ رکھے اللہ ہمیں اور

وَحَيَّاكُمْ	زندہ رکھے وہ تمہیں۔

(رواہ ابن ماجہ) بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۷۲

اور بعض نے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

وَلَوْلَا الْحِنْطَةُ السَّمْرَاءُ	اگر سرخ گندم نہ ہوتی تو
لَمْ تَسْمَنْ عَذَارَاكُمْ	تمہاری لڑکیاں موٹی نہ ہوتیں
وَلَوْلَا الْعَجْوَةُ السَّوْدَاءُ	اگر کالی کھجوریں نہ ہوتیں ہم
مَا كُنَّا بِوَادِكُمْ	تمہارے پاس نہ ہوتے۔
عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ	ترجمہ نقل ہے عامر بن سعد
قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى	سے انہوں نے کہا کہ میں قرظہ
قُرَظَةَ ابْنِ كَعْبٍ	بن کعب اور ابومسعود انصاری
وَاَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ	کے ہاں ایک شادی میں گیا
فِيْ عُرْسٍ وَاِذَا جَوَارٍ	اچانک بچیاں گا رہی تھیں
يُغَنِّيْنَ فَقُلْتُ اَيْ	میں نے کہا اے رسول اللہ
صَاحِبَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ	صلی اللہ علیہ وسلم کے دو
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	ساتھیو اے اہل بدر تمہاری
وَسَلَّمَ وَاَهْلِ بَدْرٍ	موجودگی میں ایسا کیا جارہا
يُفْعَلُ هٰذَا عِنْدَكُمْ	ہے انہوں نے کہا بیٹھ جا
فَقَالَ اِجْلِسْ اِنْ	اگر چاہتے ہو تو ہمارے ساتھ
شِئْتَ فَاسْمَعْ مَعَنَا	سنو اگر چاہتے ہو تو چلے
وَاِنْ شِئْتَ فَا	جاؤ شادی کے موقعہ
ذْهَبْ فَاِنَّهٗ قَدْ	پر اس کھیل کی ہمیں یقیناً

رُخِّصَ لَنَا فِی اللَّھْوِ عِنْدَ الْعُرُسِ — اجازت دے دی گئی ہے۔

(رواہ النسائی) بحوالہ مشکوٰۃ ص۲۷۳

تشریح

ان مذکورہ احادیث میں شادی کے سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید چھ ہدایات دی ہیں۔ تشہیر[1]، مسجد میں[2] انعقاد۔ دف[3] بجانا۔ گیت[4] گانا اور نابالغ[5] بچیوں کا گیت گانا۔ گیت[6] کے الفاظ۔ سب سے پہلی چیز جو تشہیر ہے اس کی ضرورت اس لیے درپیش آئی کہ اس سے زنا کا سدّباب کرنا مقصود ہے نیز یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اس عورت کا کسی اور مرد سے نکاح نہیں ہے وغیرہ ذالک اس لیے اسے خفیہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ دوسری چیز جو مسجد میں انعقاد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد ایک متبرک مقام ہے اور شادی بھی ایک متبرک فعل ہے اس لیے اس کا انعقاد مسجد میں مناسب ہے نیک فال ہے ضروری نہیں کہ مسجد میں ہو گھر کے اندر بھی ہو سکتا ہے۔ تیسری اور چوتھی چیز جو دَف اور گیت ہے ان کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں خوشی کی ہیں اور شادی (نکاح) بھی خوشی کی چیز ہے اور اللہ کی نعمت پر خوشی کرنے کا حکم ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا (یونس ع۶) ترجمہ: آپ فرما دیں اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی انہیں چاہیئے کہ خوش ہوں اور نکاح بھی اس اعتبار سے فضل اور رحمت ہے کہ اس کے ذریعہ دو

خاندانوں میں تعلقات استوار ہوں گے آپس میں الفت اور محبت پیدا ہوگی نیک اور صالح اولاد پیدا ہوگی یہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے اس پر انسان کو خوشی کرنا چاہیئے اور سورۃ الفرقان کے اندر بھی ایسا ی ارشاد موجود ہے ۔

وَھُوَ الَّذِی خَلَقَ	اللہ وہی ذات ہے جس نے
مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا	پانی سے انسان بنایا اور اسے
فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا	صاحب خاندان اور سسرال
(الفرقان ع۵)	والا بنایا ۔

اس آیت میں اللہ پاک نے انسانوں پر جو احسانات فرمائے ہیں ان میں سے ایک احسان یہ بتایا ہے کہ اس کو پانی سے پیدا کیا ہے اور دوسرا احسان یہ بتایا ہے کہ اس کا خاندان اور اس کا سسرال بنایا اور یہ خاندان اور سسرال نکاح کے ذریعہ ہی ہو سکتے ہیں ۔ معلوم ہوا کہ شادی بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے اور ہر احسان پر خوشی کا حکم ہے لہٰذا شادی پر بھی خوشی کرنا چاہیئے اور یہ خوشی گانے اور دف بجانے کی صورت میں بتائی اور پانچویں چیز نابالغہ بچوں کا گانا ہے یعنی یہ گانے بجانے کا کام نابالغہ بچیوں کو کرنا چاہیئے ، بالغہ کو نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ مقصود اس گانے سے تشہیر ہے اور یہ گانے کی آواز غیر محرم مرد بھی سنیں گے اور عورت کی آواز بھی پردہ ہے لہٰذا بالغہ عورتوں کے لیے یہ گانا بجانا حرام ہے اور چھٹی چیز گیت کے وہ الفاظ ہیں جو اس موقعہ پر گانے چاہیئں جو احادیث کے ضمن میں بیان ہو چکے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ گیت ایسا ہونا چاہیئے جس میں اللہ کی تعریف ، مدح ثنا ہو اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ ہونا چاہیئے

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بقیہ صحابہ اور بزرگان دین کے تذکرے بھی نعت اور گیت کی صورت میں کیے جا سکتے ہیں جن کی بدولت انسانوں کو آپس میں جوڑنے والا یہ دین نصیب ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گیت کے الفاظ اس لیے بتائے کہ آپ سے پہلے عرب میں انتہائی فحش قسم کے گانوں کا رواج تھا اور ایسے موقعہ پر وہ لوگ ان گانوں سے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرتے تھے آپ نے انہیں مطلقاً نہیں روکا بلکہ ان کے فحش کلام کو شریفانہ اور ثواب سے بھرپور کلام سے تبدیل کیا اور درحقیقت یہ آپ کی حکیمانہ تبلیغ اور موعظہ حسنہ کا بہترین عملی نمونہ تھا

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ	ترجمہ نقل ہے عائشہؓ سے کہا
اِنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ	انہوں نے بے شک ابوبکر آئے
عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِ	ان کے پاس دراں حالیکہ ان
يَتَانِ فِىْ اَيَّامِ مِنًى	کے پاس دو بچیاں تھیں ایام
تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ	منیٰ (عیدالاضحیٰ) میں وہ
وَفِىْ رِوَايَةٍ تُغَنِّيَانِ	بچیاں اچھلتی تھیں اور دف
بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ	بجاتی تھیں اور ایک روایت
يَوْمَ بُعَاثٍ وَالنَّبِىُّ	میں ہے کہ وہ اشعار پڑھ رہی
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	تھیں جو انصار نے زمانہ (جنگ
مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَ	بعاث میں پڑھے تھے اور
هُمَا اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ
النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا
وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ	تو ابوبکر نے انہیں ڈانٹا
فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ	تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَّ	اپنے چہرے سے پردہ اُٹھایا
فِىْ رِوَايَةٍ يَا اَبَا بَكْرٍ	پس فرمایا ابوبکر انہیں چھوڑ دو
اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا	عید کا زمانہ ہے اور ایک
وَ هٰذَا عِيْدُنَا	روایت میں ہے ابوبکر ہر
(متفق علیہ) بحوالہ مشکوٰۃ ص۱۲۶	قوم کی عید ہے اور یہ ہماری
	عید ہے۔

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح ولیمہ کے علاوہ عید کے موقعہ پر بھی نابالغہ بچیوں کے لیے کھیل کود، دف بجانا اور گانا جائز ہے۔ حضرت ابوبکر کا روکنا لاعلمی کی وجہ سے تھا بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی سمجھا دیا تو وہ خاموش ہو گئے۔

عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِىَ اللّٰهُ	حضرت بریدہؓ سے روایت
عَنْهَا قَالَتْ خَرَجَ	ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	کسی غزوہ میں تشریف لے
فِىْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ	گئے جب واپس لوٹے تو
فَلَمَّا انْصَرَفَ	ایک سیاہ فام باندی آپ
جَاءَتْ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ	کے پاس آئی وہ کہنے لگی یا
فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ	رسول اللہ میں نے نذر مانی
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	تھی کہ اگر اللہ تعالےٰ آپ
وَسَلَّمَ اِنِّىْ كُنْتُ	کو سلامت واپس لائے

نَذَرْتُ إِنْ رَدَّكَ
اللّٰهُ سَالِمًا اَنْ
اَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ
بِالدُّفِّ وَاَتَغَنّٰى
فَقَالَ لَهَا اِنْ كُنْتِ
نَذَرْتِ فَاضْرِبِيْ
وَاِلَّا فَلَا فَجَعَلَتْ
تَضْرِبُ فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ
وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ
دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ
تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ
عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ
ثُمَّ دَخَلَ
عُمَرُ فَاَلْقَتِ الدُّفَّ
تَحْتَ اِسْتِهَا ثُمَّ
فَقَعَدَتْ عَلَيْهَا فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ
مِنْكَ يَا عُمَرُ اِنِّيْ كُنْتُ
جَالِسًا وَهِيَ تَضْرِبُ
فَدَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَهِيَ

تو میں آپ کے سامنے دف
بجاؤں گی اور گیت گاؤنگی
تو حضورؐ نے فرمایا اگر تو نے
نذر مانی تھی تو بجالے ورنہ
رہنے دے چنانچہ باندی
نے دف بجانا شروع کیا
اتنے میں حضرت ابوبکرؓ
تشریف لائے مگر وہ بجاتی
رہی پھر حضرت علیؓ تشریف
لائے تو وہ پھر بھی دف
بجاتی رہی پھر حضرت عثمانؓ
تشریف لائے تو بھی وہ دف
بجاتی رہی پھر حضرت عمرؓ
داخل ہوئے تو اس نے
دف سرین کے نیچے رکھا
اور اس پر بیٹھ گئی تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
عمرؓ بیشک تجھ سے شیطان ڈرتا
ہے میں بیٹھا ہوا تھا تو یہ دف
بجارہی تھی ابوبکرؓ آئے تو یہ
بجاتی رہی، علیؓ آئے تو تب
بھی بجاتی رہی۔ عثمانؓ آئے

تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ	تو تب بھی بجانے میں لگی رہی
عَلِیٌّ وَهِیَ تَضْرِبُ	لیکن عمر جب تم آئے تو اس
ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ	نے دف رکھ دی۔
وَهِیَ تَضْرِبُ فَلَمَّا	(یہ حدیث احمد اور ترمذی نے نقل
دَخَلْتَ اَنْتَ یَا عُمَرُ	کی ہے۔ منقولہ از اسلام اور موسیقی
اَلْقَتِ الدُّفَّ	مؤلفہ مفتی محمد شفیع مرحوم صفحہ ۱۹۹)

(رواہ احمد والترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشی کے موقعہ پر دف بجانا جائز ہے۔

عَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ	ترجمہ نقل ہے ربیع بنت
بْنِ عَفْرَآءَ جَاءَ النَّبِیُّ	معوذ بن عفراء سے کہ جب
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ	میری رخصتی ہوئی تو نبی صلی
وَسَلَّمَ فَدَخَلَ	اللہ علیہ وسلم تشریف لائے
حِیْنَ بُنِیَ عَلَیَّ	اور وہ اس طرح بیٹھے جس
فَجَلَسَ عَلٰی فِرَاشِیْ	طرح تم میرے سامنے بیٹھے
کَمَجْلِسِکَ مِنِّیْ فَجَعَلَتْ	ہوا تنے ہیں ہماری کچھ بچیوں
جُوَیْرِیَاتٌ لَنَا	نے دف بجانا شروع کیا اور
یَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ	میرے ان آباء و اجداد کی
وَیَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ	تعریف شروع کی جو بدر میں
مِنْ آبَائِیْ یَوْمَ بَدْرٍ	مارے گئے تھے اچانک
اِذْ قَالَتْ اِحْدَاهُنَّ	ایک بچی نے یہ مصرعہ پڑھا
وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ	ہم ہیں ایک نبی ہے ایسا

مَا فِیْ غَدٍ فَقَالَ دَعِیْ هٰذَا وَ قُوْلِیْ بِالَّذِیْ کُنْتِ تَقُوْلِیْنَ (رواہ البخاری فی باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ بحوالہ اسلام اور موسیقی صـ ۱۹۵ مؤلفہ مفتی محمد شفیعؒ)

جو کل کی باتیں بھی جانتا ہے حضور نے فرمایا اسے رہنے دو اور پہلے جو کہہ رہی تھیں وہی کہتی رہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشی کے موقع پر بھی نابالغ بچیوں کا دف بجانا جائز ہے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبِ الْجُمَحِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصْلُ مَا بَیْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الصَّوْتُ وَالدُّفُّ فِی النِّکَاحِ (بحوالہ مشکوٰۃ صـ ۲۷۲)

ترجمہ محمد بن حاطب جمحی سے نقل ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ نکاح حلال اور حرام کاری میں فرق کرنے والی چیز آواز (گانا اور دف بجانا) ہے۔

ان احادیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر چپکے سے نکاح کر لیا جائے تو شبہات پیدا ہوں گے۔ لہٰذا کچھ تشہیر دف اور نابالغہ بچیوں کی گیت سے ہو جانی چاہیئے تاکہ شکوک رفع ہو جائیں۔ بہر حال اتنا معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے موقعہ پر بچیوں کا گانا اور دف بجانا جائز ہے اور بالغہ لڑکیوں کا گانا حرام ہے۔

حرام گانوں کی تفصیل

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ — اور بعض لوگ کھیل کی باتیں اس
يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ — لیے مول لیتے ہیں تاکہ اللہ کے
عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ — دین سے سوائے علم کے گمراہ
عِلۡمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ — کریں اور اس دین سے تمسخر اڑاتے
اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ — ہیں ان لوگوں کے لیے رسوا کن
مُّهِيۡنٌ ۝ (سورہ لقمان آیت ٦) — عذاب ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول ایک خاص واقعہ ہے کہ نضر بن حارث مشرکین مکہ میں سے ایک بڑا تاجر تھا اور تجارت کے لیے مختلف ملکوں کا سفر کرتا تھا وہ ملکِ فارس سے شاہانِ عجم کسریٰ وغیرہ کے تاریخی قصے خرید کر لایا اور مشرکین مکہ سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو قوم عاد و ثمود وغیرہ کے واقعات سناتے ہیں۔ میں تمہیں ان سے بہتر رستم اسفندیار اور دوسرے شاہانِ فارس کے قصے سناتا ہوں۔

اور دُرِ منثور میں ہے کہ وہ ایک کنیز (لونڈی) بھی خرید کر لایا تھا جو لوگوں کو گانے سناتی تھی اور وہ اس سلسلہ میں خصوصی محافل منعقد کرتا تھا اور کہتا تھا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں قرآن سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز پڑھو روزہ رکھو جس میں تکلیف ہی تکلیف ہے آؤ تم یہ گانا سنو اور جشنِ طرب مناؤ اس موقعہ پر آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔

(معارف القرآن مصنفہ مفتی محمد شفیعؒ ج ۷ صفحہ ۲)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فحش کہانیاں اور بالغہ عورتوں کے

گانے سننا حرام ہے اور ایسے لوگوں کے لیے رُسوا کن عذاب کا وعدہ ہے اور آیت میں دنیا یا آخرت کا ذکر نہیں ہے بلکہ مطلق چھوڑا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جہان میں عذاب دینا مقصود ہے اور روزانہ اخبارات میں آرہا ہے کہ ایسا پیشہ کرنے والے مرد اور عورتیں بُری طرح رُسوا ہوتے ہیں اور وعدہ خداوندی سچّا ثابت ہو رہا ہے اور آخرت کا عذاب تو ہے ہی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی مزید تشریح بیان فرمائی ہے جو مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ بَیْعُ الْمُغَنِّیَاتِ وَلَا شِرَآءُھُنَّ وَاَکْلُ اَثْمَانِھِنَّ حَرَامٌ وَفِیْھِنَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیَّ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَالْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔	ترجمہ ابی امامہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا گانے والیوں کی خرید و فروخت حلال نہیں اور ان کی قیمت کھانا حرام ہے اور انہی کے بارے میں اللہ عزت وجلال نے مجھ پر آیت اتاری ہے کہ بعض لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ گمراہ کریں اللہ کے راستے سے۔

(ابن کثیر ج۳ ص۴۴۲)

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْھُمْ بِصَوْتِکَ	ترجمہ پھیر لے جس کی طاقت رکھتا ہے ان میں سے اپنی آواز کے ساتھ۔

(بنی اسرائیل ع۷)

تشریح

یہ ارشاد اللہ پاک نے شیطان کو جنت سے نکالتے وقت بطورِ ناراضگی فرمایا جب کہ اس نے یہ کہا تھا کہ میں آدم کی ساری اولاد کو گمراہ کر دوں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے، تو جواب میں حق تعالےٰ شانہٗ نے فرمایا پھیر لے جس کی طاقت رکھتا ہے ان میں سے ساتھ اپنی آواز کے اور آواز سے مراد گانے بجانے کی آواز ہے اور یہ ہی زیادہ مؤثر بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ گانے بجانے کی آواز پر جو گمراہی کا باعث بنے اس پر اللہ پاک سخت ناراض ہیں اور وہ بالغہ عورتوں کی آواز ہی ہو سکتی ہے نابالغہ کی آواز نہیں ہو سکتی لہٰذا معلوم ہوا کہ شادی کے موقعہ پر بالغہ کا گانا حرام ہے اور نابالغہ کا جائز ہے (واللہ اعلم۔

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ ۝ (نجم ع۳)

ترجمہ کیا تم اس بات (قرآن) سے تعجب کرتے ہو ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور کھلاڑیاں کرتے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہ کھیل جو دین سے غافل کرے وہ ناجائز ہے لہٰذا شادی کے موقعہ پر بالغہ لڑکیوں کا گانا بجانا اس طور پر کہ مردوں تک اس کی آواز پہنچے وہ ناجائز ہے کیونکہ یہ آواز باعث فتنہ ہے اس میں جاذبیت ہے مردوں کے دِل میں بدی کی خواہش پیدا کرتی ہے ہاں اگر بالغہ عورتیں باہم مل کر گائیں اور مردوں تک ان کی آواز نہ پہنچے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے البتہ یہ ضروری ہے

کہ وہ گیت خواہشاتِ نفسانی اُبھارنے والے نہ ہوں خدا اور رسول کی تعریف بزرگانِ دین کے اخلاق سیرت اور خواتین کی مذہبی غیرت اور حمیّت ابھارنے والی ہو۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان ع ۶) اور جو بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے۔

اس آیت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کے نیک بندوں کی بہت سی صفات بیان ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ صفت بھی ہے کہ جو بیہودہ باتوں میں اور کاموں میں شرکت نہیں کرتے اور بیاہ شادیوں میں جو فحش گانے ہوتے ہیں وہ یقیناً بے ہودہ بے فائدہ ہیں ان کا سننا سنانا حرام ہے خواہ یں خلوت میں گائے جائیں یا جلوت میں دونوں برابر ہیں لہٰذا ایسا گانا بالغہ عورتیں گائیں یا نابالغہ بچیاں، سب کے لیے ناجائز اور حرام ہے اور ایسا کرنے والیاں اللہ کی نیک بندیوں میں شامل نہیں ہوں گی اور اسی طرح بے ریش لڑکوں سے بھی نظم پڑھانا، نعت خوانی کرانا، بیاہ شادیوں میں رقص کرانا ناجائز اور حرام ہے کیونکہ جس فتنہ کا احتمال عورتوں سے ہے ان سے بھی ہے۔

لونڈیوں سے نکاح کی اجازت اور اس کا طریقہ

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِمَّا

اور جو کوئی اس بات کی طاقت نہ رکھے کہ خاندانی مسلمان عورتیں نکاح میں لائے تو تمہاری ان لونڈیوں میں

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِنْ	سے کسی سے نکاح کرلے
فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ	جو تمہارے قبضہ میں ہوں
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ	اور ایمان دار بھی ہوں اور
بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ ۚ	اللہ تعالیٰ تمہارے ایمانوں
فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ	کا حال خوب جانتا ہے تم
اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ	آپس میں ایک ہو لہٰذا ان
اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ	کے مالکوں کی اجازت سے
مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ	ان سے نکاح کر لو اور دستور
مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ	کے موافق ان کا مہر دے دو
اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَا	دراں حالیکہ نکاح میں آنے
اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ	والیاں ہوں آزاد شہوت
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ	رانی کرنے والی نہ ہوں اور
نِصْفُ مَا عَلَى	نہ چھپی یاری کرنے والیاں
الْمُحْصَنٰتِ مِنَ	پھر جب وہ قید میں آ
الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ	جائیں پھر اگر وہ بے حیائی
خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ	کا کام کریں تو ان پر آدھی سزا
وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ	ہے جو خاندانی عورتوں پر مقرر
لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ	کی گئی ہے یہ سہولت اس
رَّحِيْمٌ ۝ يُرِيْدُ اللّٰهُ	کے لیے ہے جو کوئی تم
لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ	میں سے تکلیف میں پڑنے
سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ	سے ڈرے اور صبر کرو تو

قَبۡلِكُمۡ وَيَتُوبَ	تمہارے حق میں بہتر ہے اور
عَلَيۡكُمۡ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ	اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
حَكِيۡمٌ ۝ وَاللّٰهُ يُرِيۡدُ	اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے
اَنۡ يَّتُوۡبَ عَلَيۡكُمۡ	واسطے بیان کرے اور تمہیں
وَيُرِيۡدُ الَّذِيۡنَ	پہلوں کی راہ پہ چلائے اور
يَتَّبِعُوۡنَ الشَّهَوٰتِ	تمہاری توبہ قبول کرے اور
اَنۡ تَمِيۡلُوۡا مَيۡلًا عَظِيۡمًا	اللہ جاننے والا حکمت والا ہے
۝ يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ	اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنی
يُّخَفِّفَ عَنۡكُمۡ	رحمت سے متوجہ ہو اور جو لوگ
وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ	اپنے مزوں کے پیچھے لگے ہوئے
ضَعِيۡفًا ۝	ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ سے
(سورہ نساء آیت ۱۵ تا ۲۸)	بہت دور ہٹ جاؤ۔ اللہ
	تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم سے
	بوجھ ہلکا کر دے کیونکہ انسان
	کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

تشریح

ان آیات میں دس مسائل کا بیان ہے۔ پہلا مسئلہ یہ کہ اگر کسی مسلمان کو خاندانی مسلمان عورت سے نکاح کی طاقت نہ ہو تو وہ مسلمان لونڈی سے بھی نکاح کر سکتا ہے اور اس ایمانی سلسلہ میں اس کے ظاہری حالات دیکھ کر نکاح کر لینا چاہیئے اس کے دل کے حالات

کے درپے ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دلوں کی کیفیت کو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس نکاح کو عار اور شرم بھی نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ بنی آدم سب آپس میں ایک ہی ہیں ۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور ان آیات میں دوسرا مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ ان لونڈیوں سے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے ہونا چاہیئے ان کی اجازت کے سوا نکاح جائز نہیں جیسا کہ حدیث میں بھی اس کی تائید معلوم ہوتی ہے ۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اَیُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ	جو بھی غلام اپنے مالک کی
بِغَیْرِ اِذْنِ مَوَالِیْهِ	مرضی کے سوا نکاح کرے
فَهُوَ عَاهِرٌ	تو وہ زانی ہے ۔

(ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۵)

اور لونڈی سے مراد گھر کی مسلمان نوکرانی نہیں ہے بلکہ وہ عورتیں مراد ہیں جنہیں مسلمان مجاہدین دورانِ جہاد گرفتار کرلیں ایسے قیدیوں کے بارے میں اسلام نے چار صورتیں روا رکھی ہیں ۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اس کافر حکومت کے ساتھ قیدیوں کا تبادلہ کیا جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ان سے فدیہ (تاوانِ جنگ) وصول کیا جائے اور پھر اس کو چھوڑ دیا جائے اور تیسری صورت یہ ہے کہ انہیں مسلمان شہدا کے بدلے قتل کیا جائے اور اگر اسلامی حکومت ان تین صورتوں میں سے کوئی بھی اختیار نہ کرے تو پھر انہیں پابندِ سلاسل نہ رکھے ۔ چوتھی صورت اپنائے کہ ایسے قیدیوں کو مسلمان مجاہدین میں تقسیم کر دے وہ مجاہدین ان کے مالک کہلائیں گے اور یہ جو قیدی ہیں ان میں سے مردان کے

غلام اور عورتیں ان کی لونڈیاں کہلائیں گی۔ اسلامی معاشرہ میں امتیاز کے طور پر ان کے لیے یہ الفاظ وضع کیئے گئے ہیں اور ان مالکوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ان غلاموں کو وہ کسی دوسرے پر بیچ دیں یا ان سے اپنا کوئی ذاتی کام لیں، تجارت وغیرہ کرائیں اس میں منافع رکھ لیں۔ ان قیدیوں میں جو عورتیں ہیں ان کے مالکوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ان سے جماع وغیرہ کریں البتہ مسلمان عورت کو اپنے غلام سے جماع کی اجازت نہیں اور اگر وہ مُسلمان مجاہدین ان لونڈیوں سے جماع نہ کرنا چاہیں تو ان کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ ان لونڈیوں کا مسلمان نوجوانوں سے نکاح کرا دیں اگر وہ مسلمان ہو گئی ہوں پس معلوم ہوا کہ لونڈیوں کا یہ سلسلہ ان مسلمان نوجوانوں کی جنسی ضروریات پورا کرنے کے لیے ہے جو خاندانی مسلمان عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہیں رکھتے اور یہ نکاح مالک کی اجازت کے سوا جائز نہیں۔ اور تیسرا مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ نکاح کرنے والے ان لونڈیوں کو مہر بھی ادا کریں جو دستور کے موافق دیا جاتا ہے اور چوتھا مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ لونڈیاں جن سے نکاح کی اجازت ہے وہ پاک دامن ہوں زنا کار نہ ہوں اور مخفی طور پر ان کے کسی سے تعلقات استوار نہ ہوں اور پانچواں مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ اس بندھن کے بعد اگر وہ زناکاری کرائیں تو وہ خاندانی مسلمان عورتوں کی بہ نسبت ان کی سزا نصف ہوگی یعنی پچاس دُرّے اور چھٹا مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ لونڈیوں سے نکاح کی اجازت اس شخص کو ہے جو خاندانی مسلمان عورت سے نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو اور اسے زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو اور فرمایا لونڈیوں سے نکاح کی نسبت صبر بہتر ہے کیونکہ

لونڈیوں کی جو اولاد ہوگی وہ مالک کی غلام ہوگی اور نکاح کرنے والے کے لیے سوائے تسکین کے اور کچھ بھی نہیں ہوگا اور ساتواں مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ نکاح کے اصول وہی ہیں جو تم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے ان کی امتوں کو عطا فرمائے تھے اور اس بیان اور رہنمائی کا مقصد تمہیں ان سے جوڑنا ہے اور ان سے ہم آہنگ کرنا ہے اور نیز ان اصولوں کی پیروی کرا کر تم پر رحمت نازل کرنا مقصود ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے اور اس نے تم پر اپنی رحمت نازل کرنے کے لیے یہ حکیمانہ اصول وضوابط رکھے ہیں اور آٹھواں مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ سماج دشمن عناصر تمہیں ان نکاح کے اصولوں پر چلنے نہیں دیں گے اور وہ اپنے مختلف حربوں اور ہتھکنڈوں سے تمہیں ان اصولوں سے ہٹانے کی کوشش کریں گے اور نواں مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ انسان چونکہ کمزور ہے اور قدم قدم پر اس کو ہمدرد بازوؤں کی ضرورت ہے اور ایسے بازو نکاح کے ذریعہ ہی پیدا ہو سکتے ہیں لہٰذا یہ اصولِ نکاح تمہاری آسانی کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔

عورتوں سے مجامعت اور ہم بستر ہونے کا طریقہ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ	اور آپ سے حیض کے
الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ	بارے میں پوچھتے ہیں آپ
اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ	فرما دیں وہ نجاست ہے
فِى الْمَحِيْضِ وَلَا	پس حیض میں عورتوں سے

تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى	علیحدہ رہو اور ان کے پاس
يَطْهُرْنَ ج فَاِذَا تَطَهَّرْنَ	نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک
فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ	ہو لیں پھر جب وہ پاک ہو
اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ	جائیں تو ان کے پاس جاؤ
اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ	جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم
وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ٥	دیا ہے۔ بے شک اللہ توبہ کرنے
نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ	والوں کو اور پاکوں کو دوست
لَّكُمْ ص فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ	رکھتا ہے۔ تمہاری بیویاں
اَنّٰى شِئْتُمْ	تمہاری کھیتیاں ہیں پس تم
وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ط	اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا	آؤ اور اپنے لیے آئندہ کی
اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ط	بھی تیاری کرو اور اللہ سے
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥	ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم
(سورۃ البقرۃ پارہ دوم	ضرور اسے ملو گے اور
آیت ۲۲۲ - ۲۲۳)	ایمان والوں کو خوشخبری سناؤ۔

تشریح

اس آیت کریمہ کے شروع میں جو لفظ حیض آیا ہے اس کے لغوی معنی جاری ہونے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ خون ہے جو عورت کے رحم سے سوائے بیماری اور جننے کے نکلے۔ اس کی کم مدت تین دن ہیں اور زیادہ دس دن۔ پس اس مدت

ہیں خالص سفید خون کے سوا جس رنگ کا بھی خون آئے خواہ سُرخ ہو۔ سیاہ ہو۔ زرد ہو۔ سبز ہو یا مٹی کے رنگ کا ہو یہ حیض ہی میں شمار ہو گا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ خاوند اس حالت میں اپنی بیوی کی شرمگاہ کو استعمال نہیں کر سکتا اس کے علاوہ اس کا بوسہ لے سکتا ہے اس کے ساتھ لیٹ بھی سکتا ہے اس حالت میں عورت نماز نہیں پڑھ سکتی' روزہ بھی نہیں رکھ سکتی البتہ روزے کی قضا کرے گی اور نماز کی قضا بھی اس پر نہیں اور تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ جو خون آئے وہ استحاضہ کہلاتا ہے اس کا یہ حکم نہیں ہے اور جس عورت کی عادت ایام ماہواری دس دن سے کم مثلاً چھ دن مقرر ہو جائے تو وہی مقررہ دن حیض کے شمار ہوں گے۔ اور ولادت کے بعد عورت کو جو خون آتا ہے وہ نفاس کہلاتا ہے اس کا حکم بھی حیض جیسا ہی ہے اور حیض و نفاس کے بقیہ فقہی مسائل بہشتی زیور میں دیکھ لیے جائیں۔ اب ہم اس آیت کریمہ کا شانِ نزول اور تشریح جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے عرض کرتے ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ	انسؓ سے نقل ہے انہوں
الْيَهُوْدَ كَانُوْا اِذَا حَاضَتِ	نے فرمایا بے شک یہود جب
الْمَرْاَةُ فِيْهِمْ لَمْ	ان میں کسی عورت کو حیض آتا
يُؤَاكِلُوْهَا وَلَمْ	تو گھروں میں ان کے ساتھ
يُجَامِعُوْهُنَّ فِي	کھاتے نہیں تھے اور ہمبستر
الْبُيُوْتِ فَسَاَلَ	بھی نہیں ہوتے تھے تو نبی
اَصْحٰبُ النَّبِيِّ صَلَّى	صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	نے آپ سے پوچھا پھر اللہ تعالیٰ

النَّبِیَّ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ	نے آیت اُتاری اور وہ
تَعَالٰی وَ یَسْئَلُوْنَکَ	پوچھتے ہیں آپ سے حیض
عَنِ الْمَحِیْضِ ؕ الْاٰیَۃُ	کے متعلق آخر آیت تک
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی	پس فرمایا رسول اللہ صلی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	اللہ علیہ وسلم نے کرو ہر
اِصْنَعُوْا کُلَّ شَیْئٍ	کام مگر جماع نہ کرو پس
اِلَّا النِّکَاحَ فَبَلَغَ	یہ خبر یہود کو پہنچی تو انہوں
ذَالِکَ الْیَھُوْدَ فَقَالُوْا	نے کہا نہیں چاہتا یہ آدمی
مَا یُرِیْدُ ھٰذَا	کہ چھوڑے ہمارے دین
الرَّجُلُ اَنْ یَّدَعَ	میں سے کچھ بھی مگر مخالفت
مِنْ اَمْرِنَا شَیْئًا	کی اس نے ہماری اس
اِلَّا خَالَفَنَا فِیْہِ	میں پس آئے اُسید بن
فَجَاءَ اُسَیْدُ ابْنُ	حضیر اور عباد بن بشیر پس
حُضَیْرٍ وَعَبَّادُ	کہا ان دونوں نے اے
ابْنُ بَشِیْرٍ فَقَالَا	اللہ کے رسول بے شک
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ	یہود ایسا اور ایسا کہتے
الْیَھُوْدَ یَقُوْلُ کَذَا	ہیں پس نہ ہمنشینی کریں
وَکَذَا اَفَلَا	ہم ان عورتوں سے پس
نُجَامِعُھُنَّ فَتَغَیَّرَ	متغیّر ہوا چہرہ رسول اللہ
وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ	صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	تک کہ ہم نے گمان کیا کہ

وَسَلَّمَ حَتّٰى ظَنَنَّا	آپ ناراض ہو گئے ہیں ان
اَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا	پر پس وہ دونوں نکل کر
فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا	چلے گئے پس ان کے سامنے
هَدِيَّةٌ مِنْ	سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
لَبَنٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى	کے پاس دودھ کا ہدیہ آیا
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	تو آپ نے ان کے پیچھے
فَاَرْسَلَ فِيْ اٰثَارِهِمَا	پیغام بھیجا پھر ان کو وہ دودھ
فَسَقَاهُمَا فَعَرَفَا	پلایا پھر وہ سمجھ گئے کہ آپ
اَنَّهٗ لَمْ يَجِدْ	ان پر ناراض نہیں ہوئے۔
عَلَيْهِمَا (رواہ مسلم)	(اس حدیث کو امام مسلم نے نقل کیا ہے)

(مشکوٰۃ ص۵۶ باب الحیض)

تشریح

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عورت کے ایام ماہواری کے زمانہ میں افراط و تفریط تھی یعنی یہودی اس زمانہ میں عورت سے ہمبستری کرنا تو کجا ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی نہیں کھاتے تھے ان کے استعمال کے برتن بھی الگ کر دیتے تھے اور بعض گھر سے بھی نکال دیتے تھے اور اس سلسلہ میں ان کا تصور یہ تھا کہ ان ایام میں صرف عورت ہی ناپاک نہیں ہوتی بلکہ اس کو جو چھوئے گا یا وہ کسی چیز کو اگر ہاتھ لگا دے گی یا جس زمین پر وہ چلے گی جہاں ٹھہرے گی وہ چیزیں سب ناپاک ہو جاتی ہیں اور اسے بڑا خطرناک متعدی مرض تصور کیا جاتا تھا اور عیسائی ان ایام میں ان سے ہمبستر بھی ہوتے تھے

اور قرآن نے اس سلسلہ میں راہِ اعتدال پیش کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان ایّام میں عورت کا مقام مخصوص استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ وہ گندہ ہے باقی اس کا سارا جسم پاک ہے۔ خاوند اسے بوسہ دے سکتا ہے اس کے ساتھ لیٹ سکتا ہے اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھا سکتا ہے اگر کوئی شخص ان ایّام میں عورت کا وہ مقام مخصوص حلال سمجھ کر استعمال کریگا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر وہ اسے حلال نہ جانے ویسے استعمال کرے تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اسے توبہ کرنا چاہیئے اور کچھ صدقہ بھی دے دینا افضل ہے۔ مزید تفصیل اگلی حدیثوں میں آ رہی ہے۔ ؏

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

وَعَائِشَةَ قَالَتْ	اور حضرت عائشہؓ سے نقل
كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا	ہے انہوں نے فرمایا میں اور
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	سے غسل کرتے تھے حالانکہ
مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ	ہم دونوں جنبی ہوتے تھے
وَكِلَانَا جُنُبٌ	اور آپ مجھے حکم فرماتے تھے
وَكَانَ يَاْمُرُنِيْ	پس میں تہ بند باندھتی تھی پھر
فَاَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِيْ	آپ میرے ساتھ لیٹ جاتے
وَاَنَا حَائِضٌ	تھے حالانکہ میں حیض سے ہوتی
وَكَانَ يُخْرِجُ	تھی اور آپ اعتکاف کی حالت
رَاْسَهُ اِلَىَّ	میں اپنا سر مبارک مسجد سے

وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَاَغْسِلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ
(مشکوٰۃ باب الحیض ص۵۶)

میری طرف نکالتے تھے پس میں اسے دھوتی تھی حالانکہ میں حیض سے ہوتی تھی۔
(امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اس حدیث کی صحت پر اتفاق کیا ہے)

تشریح

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں آج کل کی طرح پانی کی فراوانی اور نلکوں کا انتظام نہیں تھا لوگ گھروں میں بڑے بڑے برتنوں میں پانی بھر کر لاتے تھے اور پھر استعمال کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک میں بھی ایسا ہی بڑا برتن ہوتا تھا اور رات کو بوقت ضرورت اس سے پانی لے کر غسل کر لیا کرتے تھے اور اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کے صرف زیر ناف کا حصہ استعمال کرنا جائز نہیں وہ ناپاک ہے باقی سارا بدن پاک ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى حَائِضًا اَوِ امْرَاَةً فِیْ دُبُرِهَا اَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا

ابی ہریرہؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حیض والی عورت سے ہمبستری کرے یا کسی عورت کا پاخانہ والا حصہ استعمال کرے یا غیب کی خبر سنانے والے

اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ	یا نجومی وغیرہ کے پاس جائے
(رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی)	پس تحقیق اس نے انکار کیا
(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب	اس کتاب کا جو اتاری گئی محمدؐ
الحیض ص۵۶ سے نقل کی گئی ہیں)	پر ۔ (اس حدیث کو ترمذی ابن ماجہ
	اور دارمی نے نقل کیا ہے)

تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ کے پاس جانے کو یا عورت کا پاخانہ والا حصہ استعمال کرنے کو یا غیب کی خبریں سنانے والے نجومی وغیرہ کے پاس جانے کو کفر فرمایا ہے اس کی توجیہہ و توضیح محدثین نے یہ نقل کی ہے کہ اگر حلال جان کر ایسا کرے گا تو کافر ہو جائیگا اور حلال نہ جانے ویسے ایسا ارتکاب کرے تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے فاسق ہے ۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچوں سے ایسا فعل کرنا یا دو مردوں کا باہم ایسا کرنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے کیونکہ جب اپنی منکوحہ عورت سے ایسا کرنا حلال نہیں تو بچوں سے ایسا کرنا یا دو مردوں کو باہم ایسا کرنا کس طرح حلال ہو سکتا ہے ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ	ترجمہ اور ابن عباس سے
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	جناب رسول اللہ صلی اللہ
وَسَلَّمَ اِنْ وَقَعَ	علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
الرَّجُلُ بِاَھْلِہٖ	آدمی حیض کی حالت میں اپنی

وهي حائض فليتصدق نصف دينار (رواه الترمذي وابو داؤد والنسائي والدارمي و ابن ماجہ)

بیوی کا اگلا حصہ استعمال کرے تو اس کو ایک دینار صدقہ کرنا چاہیئے (اس حدیث کو امام ترمذی ابوداؤد نسائی دارمی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے)

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ دَمًا اَحْمَرَ فَدِيْنَارٌ وَاِذَا كَانَ دَمًا اَصْفَرَ فَنِصْفُ دِيْنَارٍ (یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الحیض ص۵۶ سے نقل کی گئی ہیں)

اور ان سے ہی نقل ہے انہوں نے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا آپ نے فرمایا جب خون سُرخ ہو تو ایک دینار ہے اور اگر زرد ہو تو نصف دینار ہے (اس حدیث کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے)

تشریح

اس حدیث میں بحالت حیض اپنی بیوی سے صحبت کرنے والے کو ایک دینار یا نصف دینار بطور کفارہ ادا کرنے کا جو حکم دیا ہے یہ صرف اسی صورت میں ہے جب اس فعل کو حلال نہ جانے اور اگر حلال جانے گا تو کافر ہو جائے گا جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔

دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے لہٰذا ساڑھے چار ماشہ سونا کی قیمت لگا کر کفارہ ادا کرنا چاہیئے اور جہاں دینار مروّج ہے وہاں تو وہ دے دینا چاہیئے۔

عورت کا پاخانہ والا راستہ استعمال کرنیوالا ملعون ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰی اِمْرَاَتَهٗ فِیْ دُبُرِهَا

(رواہ احمد وابوداود)

ترجمہ ابی ہریرہؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رحمت سے دور ہے وہ شخص جو اپنی بیوی کے پاخانہ والا حصہ کو استعمال کرے (اس حدیث کو امام احمد اور ابوداود نے نقل کیا ہے)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰی رَجُلٍ اَتٰی رَجُلًا اَوْ اِمْرَاَةً فِی الدُّبُرِ ۔

(رواہ الترمذی)

اور ابن عباسؓ نے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے آدمی کو نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے جو کسی مرد یا عورت کا پاخانہ والا حصہ استعمال کرے ۔

(اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے)

اپنی بیوی کا بھید ظاہر کرنا گناہ ہے

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ	ترجمہ اور ابی سعیدؓ سے نقل
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ	نے فرمایا بے شک سب سے
الْاَمَانَۃِ عِنْدَ	بڑی امانت اللہ کے نزدیک
اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ	قیامت کے دن اور ایک
وَفِیْ رِوَایَۃٍ	روایت ہے کہ بے شک
اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ	تمام لوگوں سے زیادہ شریر
عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً	اللہ کے نزدیک مرتبہ کے
یَوْمَ الْقِیَامَۃِ	لحاظ سے قیامت کے دن
اَلرَّجُلُ یُفْضِیْ اِلٰی	وہ آدمی ہے کہ پہنچے طرف
اِمْرَاَتِہٖ تُفْضِیْ	اپنی بیوی کے اور وہ پہنچے
اِلَیْہِ ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّھَا	طرف اس کے پھر افشا کر
(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب المباشر	اس کا راز (یہ حدیث امام
صہ۲۷۶ سے نقل کی گئی ہیں۔)	مسلم نے روایت کی ہے)

تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بھید کو امانت قرار دیا اور یہ بھید پھیلانے والے مرد کو بدترین

قرار دیا اور بعض محدثین نے اس پر قیاس کرکے عورت کے لیے بھی یہی حکم دیا ہے یعنی مرد کے بھید عورت کے لیے امانت ہیں اور عورت کے بھید مرد کے لیے امانت ہیں دونوں میں سے کسی کو بھی یہ نہیں چاہیئے کہ ایک دوسرے کے راز اوروں کے سامنے بیان کریں خواہ وہ عیوب ہوں یا کہ خوبیاں اگر ایسا کریں گے تو یہ لوگ اللہ کے نزدیک سب سے بُرے ہیں کیونکہ یہ امانت میں خیانت ہے۔ ہاں اگر فریقین میں یا دونوں میں سے ایک میں کوئی ایسا عیب موجود ہے کہ اس کے ہوتے ہوتے ان کی جنسی خواہشات ہی پوری نہیں ہوتیں مقاصد نکاح تولید میں رکاوٹ ہے تو پھر ایسے عیوب بتائے جا سکتے ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ	اللہ تعالیٰ کسی کی بری بات ظاہر کرنے کو پسند نہیں فرماتا مگر جس پہ زیادتی کی جائے۔

ضبط تولید عورت کی اجازت کے سوا جائز نہیں

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُعْزَلَ عَنِ الْحُرَّةِ	ترجمہ حضرت عمر بن خطابؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ عزل کیا جائے حُرّہ عورت

الا باذنھا۔ ۔۔۔ سے مگر اس کی اجازت سے

(رواہ ابن ماجہ) ۔۔۔ (ابن ماجہ)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تولید اور لذّت جماع میاں بیوی کے مشترکہ حقوق ہیں۔ خاوند از سر خود انہیں ضائع نہیں کر سکتا ہاں اگر بیوی کی رضا بھی شامل ہو تو قباحت نہیں ہے۔

حمل اور رضاعت میں جماع سے بچنا چاہیئے

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ	اسماء بنت یزید سے نقل ہے
یَزِیْدَ قَالَتْ سَمِعْتُ	انہوں نے فرمایا میں نے
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	سے سنا ہے آپ فرماتے
یَقُوْلُ لَا تَقْتُلُوْا	تھے اپنی اولاد کو مخفی طور پر
اَوْلَادَکُمْ سِرًّا	قتل مت کرو پس تحقیق غیل
فَاِنَّ الْغِیْلَ یُدْرِکُ	پاتا ہے سوار پھر اسے گراتا
الْفَارِسَ فَیُدَعْثِرُہٗ عَنْ فَرَسِہٖ	ہے گھوڑے سے۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب المعاشرت ص۲۷۶ سے نقل کی گئی ہیں۔)

تشریح

لفظ غِیل غین کی زیر سے پڑھنا ہے اس کے معنی ہیں حمل کی

حالت میں دودھ پلانا اور بعض نے یہ معنی لکھا ہے کہ بچے کی شیر خوارگی کے دور میں اپنی بیوی سے جماع کرنا اس سے بچہ کمزور رہتا ہے دشمن کے مقابلے میں لڑ نہیں سکتا وہ اسے اس کی کمزوری کی وجہ سے اسے قتل کر دیتا ہے تو اصل قتل کا باعث ماں باپ ہوئے جنہوں نے اسے کمزور چھوڑا ہے اور اسے مؤثر حقیقی نہیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ صرف کمزوری کا ایک سبب ہے۔ مؤثر حقیقی اللہ ہے جیسا کہ بعض عرب ایسا سمجھتے تھے۔

دعوتِ ولیمہ

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ	انس رضؓ سے نقل ہے کہ بیشک
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ رَاٰى عَلٰى	نے عبدالرحمان بن عوف
عَبْدِ الرَّحْمٰنِ	پر زردی کا نشان دیکھا تو
ابْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَةٍ	فرمایا یہ کیا ہے اس نے
فَقَالَ مَا هٰذَا	کہا کہ میں نے کھجور کی گٹھلی
قَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ	کے وزن کے برابر سونے
امْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ	پر ایک عورت سے نکاح
نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ	کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ
قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ	تجھے برکت دے ولیمہ کر
اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ	اگرچہ بکری کیوں نہ ہو۔

(مشکوٰۃ باب الولیمہ ص۲۷۸) (متفق علیہ)

ولیمہ التیام سے ہے التیام کے معنے جمع ہونے کے ہیں اصطلاح

ہیں ولیمہ اس کھانے یا دعوت کو کہتے ہیں جو نکاح کے بعد میاں بیوی کے باہم جمع ہونے کے وقت کھلایا جاتا ہے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس پر عمل کیا اور امت کو بھی اس کا حکم دیا ہے۔ قانونی طور پر بعض علماء اس کو واجب کہتے ہیں۔ بعض سنت کہتے ہیں اور یہ ولیمہ خاوند کی وسعت پر موقوف ہے۔ امیر ہو تو اچھا اہتمام کرے ورنہ درمیانہ اور اس سلسلہ میں آج کل جو اسراف برتا جاتا ہے۔ وہ شرعاً حرام ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۔	ترجمہ۔ فضول خرچی مت کرو بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے اور قارون کو بھی (جو موسیٰ علیہ السلام کا ایک امتی تھا اور دولت کو بے جا خرچ کرتا تھا) حکم دیا تھا۔
لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝	حد سے بڑھ کر خوشی نہ کر بیشک اللہ ایسے حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یہ آیت قارون کے بارے میں ہے

چنانچہ وہ باز نہ آیا تو اللہ تعالےٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا خلاصہ یہ نکلا کہ ایسے فضولیات سے انسان کو بچنا چاہیئے ورنہ گرفت الٰہی سے نہیں بچیں گے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل احادیث سے بھی یہی

روشنی ملتی ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِیَیْنِ اَنْ یُّؤْکَلَ (رواہ ابوداود)

ابن عباس رضؓ سے نقل ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا باہم دکھلاوا کرنے والوں کو کھانا کھانے سے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَبَارِیَانِ لَا یُجَابَانِ وَلَا یُؤْکَلُ طَعَامُھُمَا (قَالَ امام احمد یَعْنِیْ الْمُتَعَارِفَیْنِ بالضیافۃ فَخْرًا وَرِیَاءً

ابی ہریرہؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دکھلاوا کرنے والوں کی دعوت نہ قبول کی جائے اور انکا کھانا نہ کھایا جائے (امام احمد نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ جو دو آدمی ضیافت ہیں فخر اور ریار کریں۔)

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اِجَابَۃِ طَعَامِ الْفَاسِقِیْنَ۔

عمران بن حصین سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الولیمہ ص ۲۷۹ سے نقل کی گئی ہیں)

تشریح

ان تین احادیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی دعوت قبول کرنے سے روکا ہے۔ ایک ریاکار کیونکہ یہ ایک قسم کا شرک ہے اور مومن کو ایسی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت نہیں اور دوسرا فاسق ہے، کیونکہ ایسے لوگ حلال و حرام میں امتیاز نہیں کرتے۔

ولیمہ کے سلسلہ میں رسول اللہ کا اپنا عملی نمونہ

وَعَنْهُ قَالَ اَوْلَمَ	اور انسؓ سے روایت ہے
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب
بَنٰى بِزَيْنَبَ بِنْتِ	زینب بنت جحش کو بیاہ کر
جَحْشٍ فَاَشْبَعَ	گھر میں لائے تو ولیمہ کیا،
النَّاسَ خُبْزًا وَّلَحْمًا	گوشت اور روٹی سے لوگوں
(رواہ البخاری)	کو سیر کیا
وَعَنْهُ قَالَ اَقَامَ	اور ان سے ہی نقل ہے
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ	انہوں نے فرمایا کہ جناب
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
خَيْبَرَ وَالْمَدِيْنَةِ	خیبر اور مدینہ کے درمیان
ثَلٰثَ لَيَالٍ يُبْنٰى	تین راتیں قیام کیا۔ شادی
عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ	ہوئی آپ کی حضرت صفیہ

فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِيْنَ	سے تو میں نے مسلمانوں کو
اِلٰى وَلِيْمَتِهٖ	آپ کے ولیمہ کی طرف بلایا
وَمَا كَانَ فِيْهَا	اور اس میں روٹی اور گوشت
مِنْ خُبْزٍ	وغیرہ نہیں تھا اور بھی اس
وَلَا لَحْمٍ وَمَا	میں کوئی ایسی خاص چیز نہیں
كَانَ فِيْهَا اِلَّا اَنْ	مگر حضورؐ نے دسترخوان
اَمَرَ بِالْاَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ	بچھانے کا حکم دیا تو بچھایا
فَاُلْقِيَ عَلَيْهَا التَّمْرُ	تو اس پر کھجوریں، پنیر اور
وَالْاَقِطُ وَالسَّمْنُ۔	گھی ڈالا گیا۔
(رواه البخاری)	(یہ حدیث امام بخاری نے نقل کی ہے)
وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ	صفیہ بنت شیبہ سے نقل ہے
شَيْبَةَ قَالَتْ اَوْلَمَ	انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ	صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى	بیویوں میں سے کسی بیوی کا
بَعْضِ نِسَائِهٖ بِمُدَّيْنِ	ولیمہ دو سیر جو سے کیا۔

مِنْ شَعِيْرٍ۔ (یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الولیمہ ص۲۷۹ سے نقل کی گئی ہیں)

تشریح

ان تین احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے موقعہ پر ولیمہ ہونا چاہیے اور اس میں تکلفات برتنے کی ضرورت نہیں ہے حسب توفیق جتنا ہو سکے کرے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ذاتی

معمول یہی تھا۔

دعوت ولیمہ قبول کرنا واجب ہے

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْوَلِیْمَۃِ فَلْیَاْتِھَا (متفق علیہ) وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَلْیُجِبْ عُرْسًا کَانَ اَوْ نَحْوَہٗ۔

اور عبد اللہ بن عمر سے نقل ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو دعوت ولیمہ کی طرف بلایا جائے تو اسے چاہیئے کہ جائے اور ایک روایت میں ہے کہ قبول کرے خواہ وہ دعوت شادی یا اس کی طرح اور کوئی دعوت ہو۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلٰی طَعَامٍ فَلْیُجِبْ فَاِنْ شَآءَ طَعِمَ وَاِنْ شَآءَ تَرَکَ (رواہ مسلم)

اور جابرؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو کھانے کی طرف بلایا جائے تو قبول کرے پھر چاہے تو کھائے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے (مسلم)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ	اور ابی ہریرہ سے نقل ہے
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	انہوں نے فرمایا کہ جناب
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ	نے فرمایا کھانوں میں سے
الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى	برا کھانا ولیمہ ہے جس میں
لَهَا الْاَغْنِيَآءُ وَيُتْرَكُ	صرف غنی لوگ بلائے جائیں
الْفُقَرَآءُ وَمَنْ	اور غریب چھوڑ دیئے جائیں
تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ	اور جس نے دعوت چھوڑی
عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	پس تحقیق اس نے اللہ اور
(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الولیمہ سے نقل کی گئی ہیں)	اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

تشریح

ان احادیث سے دو باتیں معلوم ہوئی ہیں ایک یہ کہ دعوت قبول کرنا واجب ہے اور کھانا واجب نہیں ہے اسے چاہیئے کہ دعوت دینے والے کے گھر میں چلا جائے اگر اس کا جی چاہے جتنا کھا سکتا ہے کھائے ورنہ نہ کھائے اس میں دعوت دینے والے کی دل جوئی ہے اور اس کا اکرام ہے اور دوسرا یہ معلوا ہوا کہ اس دعوت میں غریب کو بھی بلانا چاہیئے صرف اُمراء پر اکتفا نہ کرے۔

بغیر دعوت کسی کے کھانے میں شریک نہیں ہونا چاہیئے

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ	اور ابو مسعود انصاری سے

الْاَنْصَارِیْ قَالَ کَانَ
رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ
یُکْنٰی اَبَا شُعَیْبٍ
کَانَ لَہٗ غُلَامٌ لَحَّامٌ
فَقَالَ اِصْنَعْ لِیْ
طَعَامًا یَکْفِیْ خَمْسَۃً
لَعَلِّیْ اَدْعُو النَّبِیَّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ خَامِسُ
خَمْسَۃٍ فَصَنَعَ لَہٗ
طُعَیِّمًا ثُمَّ اَتَاہُ
فَدَعَاہُ فَتَبِعَھُمْ
رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِیُّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ یَا اَبَا شُعَیْبٍ
اِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا
فَاِنْ شِئْتَ اَذِنْتَ
لَہٗ وَاِنْ شِئْتَ
تَرَکْتَہٗ قَالَ بَلْ
اَذِنْتُ لَہٗ

(متفق علیہ)

روایت ہے انہوں نے فرمایا
کہ انصار میں سے ایک آدمی
تھا اس کی کنیت اباشعیب
تھی ۔ ایک قصائی اس کا
غلام تھا پس اس نے اسے
کہا کہ تم میرے لیے کھانا تیار
کرو جو پانچ آدمیوں کو کفایت
کرے شاید کہ میں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو بلاؤں وہ پانچویں
ہوں گے پس اس نے
اس کے لیے بڑا عمدہ اور
نرم کھانا تیار کیا پھر وہ شخص
حضور کے پاس آئے آپ
کو دعوت دی تو ان کے
پیچھے ایک آدمی ہو گیا تو نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے اباشعیب ایک آدمی
ہمارے پیچھے آیا ہے اگر تم
چاہو تو اسے اجازت دو اگر
چاہو تو اسے چھوڑ دو اس نے
کہا بلکہ میں اسے اجازت دیتا ہوں

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ دَخَلَ عَلٰى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِيْرًا

عبد اللہ بن عمرؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو دعوت دی جائے پس وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو بلانے کے سوا دعوت میں شریک ہوا وہ داخل ہوا چور کی حیثیت سے اور نکلا لوٹ مار کرتے ہوئے (ابو داؤد)

یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب الولیمہ ص۲۷۸ سے نقل کی گئی ہیں۔

تشریح

ان دونوں حدیثوں سے دو باتیں معلوم ہوئی ہیں اول یہ کہ مہمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنی مرضی سے کسی کو کسی کی دعوت میں شریک کرے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ میزبان نے تھوڑا کھانا پکایا ہو اور عین وقت پر اس کی وجہ سے اسے پریشانی لاحق ہو اور اس کی باعث یہ مہمان ہوگا جو غیر مدعو کو ساتھ شریک کر رہا ہے اور دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کھانا اس شخص کے لیے جائز بھی نہیں کیونکہ میزبان اگر اسے کھلائے گا تو بادل نخواستہ کھلائے گا اور جو چیز دل کی خوشی سے نہ کھلائی جائے وہ جائز نہیں حرام ہے۔

وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِیَانِ فَاَجِبْ اَقْرَبَھُمَا بَابًا وَاِنْ سَبَقَ اَحَدُھُمَا فَاَجِبْ الَّذِیْ سَبَقَ (رواہ احمد وابوداود)	ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صحابی سے نقل ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو دعوت دینے والے جمع ہو جائیں تو اس کی دعوت قبول کر جو دروازے کے لحاظ سے ان میں سے زیادہ قریب ہو اور اگر ایک ان میں سے پہلے آیا ہو تو اس کی دعوت قبول کریں جو پہلے آیا ہے

تشریح

یہ اس صورت میں ہے جب کہ ٹائم ایک ہو تو پھر اس کی دعوت قبول کرے جو دروازے کے لحاظ سے زیادہ قریب ہو اور اگر ٹائم مختلف ہو تو پھر دونوں کی دعوت قبول کرے اور اگر دعوت دینے والوں کے دروازے تو دونوں کے قریب ہیں تو پھر جس نے پہلے دعوت دی ہے اس کی دعوت قبول کرے۔ اگر دعوت دینے والے شہری ہیں تو برادری، دوستی، بزرگی، تعلقات کی بناء پر جسے چاہیے ترجیح دے سکتا ہے اور اگر دعوت دینے والے دو سے زیادہ ہوں

توان کا بھی یہی طریقہ کار ہے جو دو کا ہے۔

دعوتِ ولیمہ کا وقت

وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ	ترجمہ اور حضرت ابن مسعودؓ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	سے نقل ہے انہوں نے
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی
وَسَلَّمَ طَعَامُ	اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے
اَوَّلِ يَوْمٍ حَقٌّ وَ	دن کا کھانا واجب ہے اور
طَعَامُ يَوْمِ الثَّانِيْ	دوسرے دن کا کھانا سنت
سُنَّةٌ وَ طَعَامُ	ہے اور تیسرے دن کا کھانا
يَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَةٌ	لوگوں کو سنانا ہے اور جو
وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ	سنائے گا اللہ تعالےٰ بھی
اللّٰهُ بِهٖ۔	سنائے گا اس کی یہ خبر۔

یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب الولیمہ ص۲۷۹ سے نقل کی گئی ہیں۔ (ترمذی)

تفسیر

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف پہلے دن کی دعوت ولیمہ قبول کرنا واجب ہے۔ اگر قبول نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور دوسرے دن کی دعوت قبول کرنا سنت ہے اور تیسرے دن کی دعوت قبول کرنا اچھا نہیں ہے کیونکہ اس میں ریا کا احتمال ہے اگر کسی کے تعلق دار زیادہ ہوں دو دن میں انہیں نہ نمٹا سکے تو پھر تیسرے دن میں

بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص اسے قبول نہ کرے تو گناہگار نہیں ہوگا۔

مطلقہ عورت مندرجہ ذیل شرائط کے تحت اپنی مرضی کی شادی کرسکتی ہے

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (سورہ بقرہ آیت ۲۳۲)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت تمام کرچکیں تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ آپس میں دستور کے مطابق راضی ہوجائیں تم میں سے یہ اسے نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے یہ تمہارے لیے بڑی پاکیزگی اور بڑی صفائی کی بات ہے اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تفسیر

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل لوگوں میں

یہ رواج تھا کہ جب کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا تو پھر اس کو کہیں اور جگہ بھی نکاح نہیں کرنے دیتا تھا اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتا تھا اور اگر وہ عورت مجبور ہو کر پہلے خاوند سے صلح کرنا چاہتی تھی تو اس کے بھائی رشتہ دار وغیرہ اس کو پہلے خاوند سے صلح نہیں کرنے دیتے تھے۔ اس طرح وہ مظلوم عورت برادریوں کے اس چکر میں پس رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان مظلوموں کی دادرسی کے لیے ہادیٔ اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ان پر اپنی مقدس کتاب قرآن کریم نازل فرمائی اور ان جاہلانہ رسومات کا قلع قمع کیا چنانچہ بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ حضرت معقل ابن یسارؓ نے اپنی بہن کی شادی ایک شخص کے ساتھ کر دی اس نے طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی۔ اس کے بعد یہ شخص اپنے اس فعل پر نادم ہوا اور چاہا کہ دوبارہ نکاح کریں اور اس کی وہ مطلقہ بیوی معقل بن یسار کی بہن بھی اس پر آمادہ ہو گئی لیکن جب اس شخص نے معقل سے اس کا ذکر کیا تو ان کو طلاق دینے پر غصہ تھا اس لیے اس نے کہا کہ خدا کی قسم اب وہ تمہارے نکاح میں نہیں لوٹے گی۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت جابر بن عبداللہ کی چچازاد بہن کا بھی پیش آیا تھا اس پر قرآن کریم کی یہ آیات اتریں اور ان میں پہلے تو مطلقہ عورت کے رشتہ داروں اور سابق شوہر کو اس عورت کے نکاح جدید کے سلسلہ میں رکاوٹ بننے سے روکا گیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مطلقہ عورت اپنا نکاح جدید کرنے میں خود مختار ہے خواہ پہلے خاوند سے عقدِ ثانی کرنا چاہے یا کسی اور سے البتہ ایک شرط رکھی ہے جس کو اللہ تعالیٰ

وَتَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ سے تعبیر فرمایا ہے یہ جمع مذکر غائب ماضی معلوم کا صیغہ ہے ۔ باب تفاعل سے ہے یہ باب مشارکت کے لیے آتا ہے اگر اس سے مراد پہلا شوہر اور مطلقہ عورت لیں تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ اگر وہ سابق شوہر اور اس کی مطلقہ بیوی عقد ثانی پر رضامند ہو جائیں تو اب عورت کے یا مرد کے وارثوں کو اس عقد میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیئے البتہ یہاں دونوں میاں اور بیوی کی رضامندی کی شرط رکھی ہے اگر وہ عورت سابق شوہر کے دباؤ کے تحت آکر اس سے عقد ثانی کر رہی ہے تو اس کے وارثوں کو رکاوٹ بننے کا حق ہے اور اگر وہ شوہر عورت کے رشتہ داروں کے دباؤ کے تحت آکر عقد ثانی کر رہا ہے تو اس کے رشتہ داروں کو رخنہ ڈالنے کا حق ہے اور اگر تَرَاضَوْا سے مراد وہ مطلقہ عورت اور کوئی اور مرد لیا جائے تو پھر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ پہلے خاوند کو اس عقد میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیئے البتہ اگر اس عورت نے شوہر اوّل کے سامنے خلعہ ادا کرنا ہو اور ابھی تک اس نے ادا نہ کیا ہو تو پھر اس شوہر اوّل کو اس عقد ثانی میں رکاوٹ بننے کا حق ہے جب تک کہ وہ عورت مال خلعہ ادا نہ کرے اب خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ مطلقہ کے نکاح ثانی کے لیے زوجین کے مابین رضامندی ضروری ہے ۔

نیز لفظ معروف لگا کر بتا دیا کہ اگر یہ عورت کسی ایسے خاندان میں نکاح کرے جو اس کی برادری کے لیے باعث بدنامی ہو تو بھی اس کے وارثوں کو اعتراض کا حق حاصل ہے اور وہ اس نکاح کو توڑ سکتے ہیں ۔

ہر مجرّد باصلاحیت مرد اور عورت کا نکاح کرانا چاہیئے

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ	اور جو تم میں مجرّد ہوں اور
وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ	جو تمہارے غلام اور لونڈیاں
عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ ؕ	نیک ہوں سب کے نکاح
اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ	کرا دو اگر وہ مفلس ہونگے
يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ	تو اللہ اپنے فضل سے
فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ	انہیں غنی کر دے گا اور اللہ
عَلِيْمٌ ۝ (سورہ نور آیت ۳۲)	وسعت والا جاننے والا ہے

تفسیر

اس آیت میں جو لفظ انکحو آیا ہے یہ جمع مذکر امر حاضر کا صیغہ ہے اس کے معنی نکاح کرانے کے ہیں اور اس کے مخاطب حکومت ورثار اور غلاموں کے مالک ہیں اور ایامیٰ جو لفظ آیا ہے یہ اَیِّمٌ کی جمع ہے اس کے معنی بے نکاح کے ہیں اور یہ عام ہے جو خواہ شروع سے ہی ابھی شادی نہ ہوئی ہو یا بیوی مر گئی ہو یا اسے طلاق دی ہو یا عورت ایسی ہو یہ سب کو شامل ہے اور عباد عبد کی جمع ہے اس کے معنی یہاں غلام کے ہیں اور اماء اَمَۃٌ کی جمع ہے اس کے معنی لونڈی کے ہیں اور صالحین صالح کی جمع ہے اس کے معنی نیک کے بھی ہیں اور باصلاحیت کے بھی

ہیں پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ وارثوں کو چاہیئے کہ جب ان کے لڑکے یا لڑکیاں بالغ ہو جائیں یا لڑکے رنڈوے اور لڑکیاں بیوہ یا مطلقہ ہو جائیں تو وہ وارث از سر خود ان کے نکاح کے سلسلہ میں تگ و دو کریں اس سلسلہ میں اوّلین فریضہ والدین کا ہے اور دوسرے نمبر پر بقیہ رشتے ہیں ۔ اگر رشتہ دار بھی نہ ہوں تو پھر یہ ذمہ داری وقتی حکومت پر عائد ہوتی ہے تاہم اگر وہ لڑکے یا لڑکیاں عاقل و بالغ ہوں اور از سر خود اگر کہیں وہ اپنا نکاح گواہوں کی موجودگی میں کرلیں تو اس میں صرف اتنی قباحت ہے کہ سنت کے خلاف ہے ورنہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور وہ سنت یہ ہی ہے کہ نکاح وارثوں کی اجازت سے ہونا چاہیئے اور اسی طرح اگر غلام یا لونڈیاں ہوں تو ان کے مالکوں کو چاہیئے کہ لونڈیوں سے از سر خود ہم بستر ہوں ورنہ ان کا اور غلاموں کا نکاح کرادیں اور مالکوں کی عدم موجودگی میں یہ وقتی حکومت کی ذمہ داری ہے بہرحال ایک اسلامی ریاست میں کسی بھی باصلاحیت مرد یا عورت آزاد یا غلام کو بے نکاح رہنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس میں دو قسم کا نقصان ہے ایک یہ ہے کہ اس سے زناکاری پھیلے گی جو باعث قطع رحمی ہے اس کی حیثیت ایک دیمک کی ہے جو لکڑی کو کھوکھلا کر کے رکھ دیتی ہے اسی طرح اس زناکاری سے معاشرے کے اندر سے اخوّت اور محبّت کی روح نکل جائے گی اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ یہ مرد اور عورت ترقی کا ذریعہ ہیں ۔ افرادی قوت پیدا کرتے ہیں اور انہیں بیکار چھوڑنے سے انسانی ترقی کی رفتار میں رخنہ پیدا ہوگا اور ان یکونوا فقراء یغنیھم اللہ من فضلہ فرماکر

انسانوں کے ایک بہت بڑے خدشے کو دُور فرما دیا ہے اور یہ وہ خدشہ ہے جس کے پیشِ نظر لاکھوں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس لیے شادی نہیں کرتے یا ان کی کوئی شادی کراتا نہیں کہ گھر میں لڑکی آئیگی تو اس کو روٹی کہاں سے دیں گے اولاد ہوگی تو کہاں سے کھلائیں گے۔ اس شیخ چلی کے تصور میں نوجوانوں کی زندگیاں ضائع ہو جاتی ہیں اور زنا کاری سے بے راہروی پھیلتی ہے اور پھر اسی کے باعث کشت وخون سے دولتِ ایمان سے بھی محروم ہو جاتے ہیں ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یا پھر اسقاطِ حمل کے ذریعہ لاکھوں بلکہ کروڑوں کے قتل کے ذمہ دار ٹھہرے ہوئے ہیں۔ نامعلوم وہ آنے والی روحیں کتنے اولیاء اللہ کی ہوں گی اور ان میں کتنے ہی خلقِ خدا کے خادم اور ہمدرد ہوں گے مگر اس چرب لقمے کے لالچی انسان نے ان کی راہ کو بند کیا ہوا ہے اور کر رہا ہے اور یہ صرف اور صرف اس بنا پر کہ انسان نے اپنے آپ کو اپنا اور اپنی بیوی بچوں کا خالق و مالک اور رازق سمجھا ہوا ہے اور خدا کی خالقیت و مالکیت اور ربوبیت پر اس کا یقین اور ایمان نہیں ہے۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے پہلے تو مجردین کے نکاح کا حکم دیا ہے اور بعد میں لوگوں کا خدشہ دور کرنے کے لیے وعدہ فرمایا کہ اگر تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ وہ فقیر ہیں تو اس کی پرواہ مت کرو اللہ تعالیٰ خود ان کو غنی کر دیگا چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کے ایک ارشادِ گرامی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم نکاح

کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو تو اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ غنا عطا کرنے کا فرمایا ہے وہ پورا کرے گا پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ان یکونوا فقراء یغنیھم اللہ من فضلہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم غنی ہونا چاہتے ہو تو نکاح کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان یکونوا فقراء یغنیھم اللہ من فضلہ (یہ حوالہ ابن کثیر سے منقول ہے) اور قرآن کریم کی اس اگلی آیت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ	بچتے رہیں وہ لوگ جو طاقت
لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا	نکاح نہیں رکھتے یہاں تک
حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ	کہ اللہ تعالیٰ انہیں غنی کردے
مِنْ فَضْلِهٖ ؕ (نور)	گا اپنے فضل سے۔

تفسیر

یعنی جو لوگ مالی لحاظ سے نکاح کی طاقت نہیں رکھتے اور انہیں اندیشہ ہو کہ اگر شادی کریں گے تو عورت کے اخراجات پورے نہیں کرسکیں گے۔ اس طرح اس کی حق تلفی ہوگی اور عنداللہ مجرم ہوں گے تو انہیں چاہیئے کہ صبر کریں اور صبر کا طریقہ یہ ہے کہ روزہ رکھیں۔ اس سے قوتِ شہوانیہ پر کنٹرول ہوجائے گا پس معلوم ہوا کہ یہ وعدہ غنی اس کے لیے جو پاک دامن رہنا چاہتا ہو اور اللہ پر یقین رکھنے والا متوکل بھی ہو۔

ایک سے زائد بیویاں ہوں تو مساوات کا طریقہ

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوٓا اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَاِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ۝

اور تم عورتوں کو ہرگز برابر نہیں رکھ سکو گے اگرچہ اس کی حرص کرو پس بالکل ایک ہی طرف نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو لٹکی ہوئی چھوڑ دو اور اگر اصلاح کرتے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر دونوں میاں بیوی جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے پروا کر دے گا اور اللہ وسعت کرنے والا حکمت والا ہے۔

(سورہ نساء آیت ۱۲۹-۱۳۰)

شانِ نزول

جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازدواج کے لیے نوبت مقرر کی ہوئی تھی اور حضرت سودہ بنت زمعہ جب بوڑھی ہو گئیں اور ظاہر بات ہے کہ ان کی جنسی خواہشات کم ہو گئی ہوں گی اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ ان کی نوبت عائشہؓ کو دی جائے کیونکہ وہ جوان

تھی لیکن حضرت سودہؓ کے ہوتے ہوئے یہ مناسب نہیں تھا اس لیے ارادہ فرمایا کہ انہیں طلاق دے دیں اور حضرت سودہؓ کو اس بات کا پتہ چل گیا تو آپ نے اپنی نوبت حضرت عائشہؓ کو خود بخش دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف زوجیت میں رہنا ہی پسند کیا ۔ اس پر قرآن کریم کی یہ مذکورہ بالا آیات اتریں ۔ شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن چونکہ صیغے عام ہیں اس لیے حکم عام ہے اور ان آیتوں میں تمام اہل ایمان کو تین ہدایات دی گئی ہیں ——— پہلی ہدایت یہ ہے کہ جب متعدد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان مساوات قائم رکھو اور یہ مساوات دو قسم کی ہے ایک قلبی محبت اور دوسری قسم بقیہ حقوق زوجیت شب باشی نفقہ وغیرہ قسم اول کے بارے میں تو خالق کائنات علیم و خبیر نے خود ہی فرما دیا ہے کہ تمہارے بس کا روگ ہی نہیں ہے کہ تم عورتوں سے محبت میں مساوات قائم رکھ سکو اور دوسری قسم کے بارے میں فرمایا ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ جس کے ساتھ قلبی محبت زیادہ ہے سارا جھکاؤ اسی کی طرف رکھو اور جس کے ساتھ محبت کم ہے یا نہیں تو اسے معلق رکھو نہ اس کے حقوق ادا کرو اور نہ طلاق دو ہرگز ایسا مت کرو بلکہ ان کے حقوق نفقہ شب باشی وغیرہ پورے ادا ہونے چاہیئں اس کی صورت یہ ہے کہ شب باشی کی باری مقرر ہو جائے ——— اور دوسری ہدایت یہ دی ہے کہ جب تمہاری متعدد بیویاں ہوں گی تو ان کے درمیان بھی چپقلش ہوگی دنگا فساد تک نوبت آئے گی ایسی صورت میں مرد کو حکمران اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے تقوے کی حدود میں رہ کر فیصلہ کرنا ہوگا اور انکی اصلاح کی کوشش کرنا ہوگی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے عظوھن ———

واھجروھن فی المضاجع واضربوھن وان اطعنکم فلا تبغو علیھن سبیلا ۔ انہیں نصیحت کرو شب باشی کا بائیکاٹ کرو اور پیٹو اگر وہ اس سے تمہاری اطاعت کریں تو پھر طلاق کا اقدام نہ کرو اور اس سے بھی کام نہ بنے تو پھر تیسری ہدایت یہ دی ہے کہ انہیں طلاق دے سکتے ہو اور آخر میں وعدہ فرمایا ہے کہ طلاق کی صورت میں اللہ تعالیٰ دونوں کو غنی کر دے گا کہ مرد کو گھر بسانے کے لیے عورت دے گا اور عورت کو سرپرستی کیلئے حسب منشا خاوند دے گا وہ اللہ تعالیٰ وسیع خزانوں کا مالک ہے اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے اور چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور افعال سے بھی اس کی تائید مزید ہوتی ہے ۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ وَكَانَ يُقْسِمُ مِنْهُنَّ لِثَمَانٍ ۔ (متفق علیہ)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو بیویاں چھوڑ کر فوت کیے گئے اور وہ ان میں سے آٹھ کے مابین باری تقسیم کرتے تھے ۔ (اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)

تفسیر

جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت نو بیویاں

تھیں ۔ عائشہ ۔ حفصہ ۔ ام حبیبہ ۔ سودہ ۔ ام سلمہ ۔ صفیہ ۔ میمونہ زینب بنت جحش ۔ جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن ۔ ان میں سے حضرت سودہ نے اپنی نوبت حضرت عائشہ کو بخشی ہوئی تھی ۔ باقی سب کی آپ نے باری مقرر کی ہوئی تھی اور ایک ایک رات اُن کے پاس رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت عائشہ کی نوبت میں آپ کی وفات ہوئی ۔ معلوم ہوا جس شخص کی متعدد بیویاں ہوں اس کو ان کے پاس رہنے کے لیے باری مقرر کرنا واجب ہے مگر کہ ایک بیوی ان میں سے اپنی باری معاف کر دے دوسری کو بخش دے ورنہ مرد از سرِ خود ان میں سے کسی کی حق تلفی نہیں کر سکتا ، گناہِ کبیرہ ہے ۔

وَعَنْ عَائِشَةَ	اور حضرت عائشہ رضی اللہ
اَنَّ سَوْدَةَ لَمَّا	تعالیٰ عنہا سے روایت ہے
كَبُرَتْ قَالَتْ	کہ بیشک حضرت سودہ رضی
يَا رَسُوْلَ اللهِ	اللہ تعالیٰ عنہا جب کہ بوڑھی
قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِيْ	ہوگئی تو انہوں نے فرمایا اے
مِنْكَ لِعَائِشَةَ	اللہ کے رسول تحقیق میں
فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ	نے اپنا دن (نوبت) جو آپ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ	کی طرف سے مجھے ملا ہوا ہے
وَسَلَّمَ يَقْسِمُ	عائشہ کو چھوڑ دیا ہے
لِعَائِشَةَ يَوْمَهَا	پس رسول کریم صلی اللہ علیہ
وَيَوْمَ سَوْدَةَ	وسلم عائشہ کے لیے دو دن
یہ دونوں احادیث مشکوٰۃ باب القسم	تقسیم کرتے تھے ایک ان

ص۲۷۹ سے نقل کی گئی ہیں۔

کا اپنا دن اور سودہ کا۔ اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

تفسیر

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بیوی اپنی نوبت اپنی سوکن کو بخشنا چاہے تو بخش سکتی ہے بشرطیکہ خاوند کی طرف سے کوئی رشوت وغیرہ نہ دی گئی ہو اور جب چاہے رجوع بھی کر سکتی ہے۔

وَعَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ	اور حضرت عائشہ رضی اللہ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	تعالیٰ عنہا سے روایت ہے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	کہ بے شک رسول اللہ
كَانَ يَسْأَلُ فِيْ	صلی اللہ علیہ وسلم جس بیماری
مَرَضِهِ الَّذِيْ	میں آپ کا وصال ہوا اس
مَاتَ فِيْهِ اَيْنَ	میں آپ پوچھتے تھے میں کل
اَنَا غَدًا اَيْنَ	کہاں ہوں گا اس سے مراد
اَنَا غَدًا يُرِيْدُ	آپ کی عائشہ کی
يَوْمَ عَائِشَةَ	نوبت تھی تو آپ کی تمام
فَاَذِنَ لَهٗ	بیویوں نے آپ کو اجازت
اَزْوَاجُهٗ يَكُوْنُ	دی جہاں آپ چاہیں رہیں
حَيْثُ شَاءَ	تو آپ حضرت عائشہ کے
وَكَانَ فِيْ	گھر منتقل ہو گئے یہاں تک

بَیْتِ عَائِشَۃَ حَتّٰی مَاتَ عِنْدَھَا۔ (رواہ البخاری)

کہ وہیں آپ کی روح مبارک نے پرواز کی (اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے)

تفسیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار سوال کرنے سے مقصود دوسری ازواجِ مطہرات سے حضرت عائشہؓ کے پاس رہنے کی اجازت چاہنا تھا، چنانچہ وہ آپ کی رائے گرامی کو سمجھ گئیں اور ایثار کرتے ہوئے آپ کی رائے کو ترجیح دی اور سب نے آپ کو حضرت عائشہ کے پاس رہنے کی اجازت دی۔

وَعَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَیْنَ نِسَائِہٖ فَاَیَّتُھُنَّ خَرَجَ سَھْمُھَا خَرَجَ بِھَا مَعَہٗ (متفق علیہ)

اور حضرت عائشہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تھے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے تھے جس کا بھی حصّہ نکلتا تھا اس کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

تفسیر

اس حدیث میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل و انصاف

کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش فرمایا ہے اس میں آپ نے تعلیم دی ہے کہ جس بھی آدمی کی متعدد بیویاں ہوں اس کو سفر پر جاتے وقت ایسا کرنا چاہیے یعنی اگر سفر میں کسی بیوی کو ساتھ لے جانا چاہے تو قرعہ اندازی سے لے جائیے۔

وَعَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ قَالَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهُ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (متفق علیہ)	اور حضرت ابی قلابہ سے روایت ہے اور انہوں نے روایت کی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ سنت میں سے ہے جب آدمی کنواری کو شادی شدہ پر نکاح کرے تو (اس) کنواری کے پاس سات دن ٹھہرے پھر نوبت تقسیم کرے اور جب بیوہ سے نکاح کرے یا مطلقہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن قیام کرے پھر نوبت تقسیم کرے ابو قلابہ نے کہا اگر میں چاہتا تو کہتا کہ حضرت انس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ حدیث رفع کی (اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے)۔

تفسیر

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی پہلے سے شادی شدہ ہو اور اب نئی شادی کرنا چاہتا ہو تو اگر وہ نئی کنواری ہو تو پہلے اس کے پاس سات روز رہے اور پھر نوبت تقسیم کرے اور اگر وہ نئی بیوہ یا مطلقہ ہو تو پہلے اس کے پاس تین روز تک رہے پھر نوبت تقسیم کرے اور یہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے جیسا کہ حدیث کے پہلے حصہ سے معلوم ہوتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ	حضرت ابی بکر بن عبد الرحمان
ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَانِ	سے روایت ہے کہ بیشک
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	نے جب ام سلمہ سے شادی
حِیْنَ تَزَوَّجَ اُمَّ	کی اور اس نے آپ کے پاس
سَلَمَةَ وَاَصْبَحَتْ	صبح کی تو آپ نے اسے فرمایا
عِنْدَهٗ قَالَ لَهَا	نہیں ہے تیرے سبب تیری
لَیْسَ بِكِ عَلٰی	اہل پر کوئی ذلت اگر چاہے
اَهْلِكِ هَوَانٌ اِنْ	تو تو میں سات دن تیرے
شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ	پاس گزاروں اور سات دن
وَسَبَّعْتُ عِنْدَهُنَّ	گزاروں اور سب بیویوں کے
وَاِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ	پاس اور اگر چاہے تو تین
عِنْدَكِ وَدُرْتُ	دن گزاروں تیرے پاس اور

فَالَتْ ثَلٰثٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ لَهَا لِلْبِكْرِ سَبْعٌ وَلِلثَّيِّبِ ثَلٰثٌ۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب القسم ص۲۷۹ سے نقل کی گئی ہیں۔)

اور دورہ کروں تو اس نے کہا کہ آپ تین دن گزاریں میرے پاس اور ایک روایت ہے آپ نے انہیں فرمایا کنواری کے لیے سات دن ہیں اور بیوہ وغیرہ کے لیے تین دن (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)

تفسیر

نوبت تقسیم کرنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ سات روز نئی دُلہن کے پاس رہے اور سات روز پرانی دلہن کے پاس یا تین دن نئی دلہن کے پاس رہے اور تین اوروں کے پاس۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهٖ فَيَعْدِلُ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَا اَمْلِكُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان نوبت مقرر کیا کرتے تھے اور عدل کرتے تھے اور دُعا کرتے تھے اے اللہ یہ میری تقسیم ہے جس میں مَیں

فلا تلمنی فیما تملك ولا املك
(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب القسم صـ۲۷۹ سے نقل کی گئی ہیں)

مالک ہوں پس آپ مجھے ایسی چیزوں میں ملامت نہ کریں جس کے آپ مالک ہیں اور میں مالک نہیں ہوں (اس حدیث کو ترمذی، ابو داؤد، نسائی ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے)

تفسیر

یعنی نوبت کرنے اور نفقہ دینے میں انسان مکلف ہے اس میں تمام بیویوں کے درمیان مساوات چاہیے اور اگر قلبی جھکاؤ کسی کی طرف زیادہ ہے تو اس میں مواخذہ نہیں ہے کیونکہ یہ انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ اِمْرَأَتَانِ فَلَمْ یَعْدِلْ بَیْنَهُمَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ

اور حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نقل کیا جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا جب آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان رہ کر مساوات نہ کرے تو قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک دھڑ گرا ہوا ہوگا اس

(رواہ الترمذی وابو داود روا
نسائی وابن ماجہ والدارمی)

حدیث کو ترمذی، ابوداؤد نسائی
ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کیا ہے)

تفسیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں کا ذکر بطور تمثیل فرمایا ہے زیادہ سے نا انصافی کرے تو بھی یہی سزا ہے۔

عورتوں کے عقائد اعمال اور اخلاقی اصلاح بھی مردوں پر لازم ہے

اس سلسلہ میں پہلے آیاتِ قرآنی ملاحظہ فرمائیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ
نَارًا وَّ قُوْدُهَا
النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ
عَلَیْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ
غِلَاظٌ شِدَادٌ
لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ
اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا
یُؤْمَرُوْنَ (سورہ تحریم آیت ۶)

اے ایمان والو اپنے آپ
کو اور اپنے اہل و عیال کو
آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن
لوگ اور پتھر ہیں جس پر بڑے
سخت فرشتے متعین ہیں
اپنے رب کے حکم کی نافرمانی
نہیں کرتے اور وہی کرتے
ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ
عَلَى النِّسَآءِ بِمَا

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس
لیے کہ اللہ نے انہیں ایک

فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ط وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ج فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝

(سورۃ النساء آیت: ۳۴)

دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال ان پر خرچ کرتے ہیں پس نیک بیبیاں تابعداری کرنے والی مردوں کے حقوق کی پس پشت حفاظت کرتی ہیں کیونکہ اللہ نے حفاظت کی ہے اور جن بیبیوں کی خلاف ورزی کا تمہیں ڈر ہو تو انہیں نصیحت کرو اور انہیں لیٹنے کی جگہوں میں چھوڑ دو اور انہیں مارو پس اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے خلاف کوئی راستہ مت تلاش کرو بے شک اللہ بہت بلند شان والا ہے۔

تفسیر

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر کی چار دیواری میں مرد کی حیثیت حاکم کی ہے اور عورت کی حیثیت رعیت کی ہے جس طرح حکمرانوں پر لازم ہے کہ رعیت کی ضروریات زندگی کا انتظام کریں اور ان کے

عقائد اعمال اور اخلاق کی اصلاح کریں اور رعایا پر لازم ہے کہ حکومت کی اطاعت کریں اگر رعایا سرتابی کرے تو حکومت کو تادیبی کارروائی کا حق ہے اسی طرح مرد پر لازم ہے کہ عورت کی ضروریات زندگی کا انتظام کرے اور اس کے عقائد اعمال اور اخلاق کی اصلاح کرے تاکہ وہ دوزخ سے بچے اور عورت پر فرض ہے کہ اس کے حکم کی اطاعت کرے ورنہ مرد کو تادیبی کارروائی کا حق ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اسے نصیحت کرے اگر اس سے کام نہ بنے تو پھر اس سے ازدواجی تعلقات منقطع کرے اور اس سے بھی اس کی اصلاح نہ ہو تو اسے مار پیٹ بھی سکتا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ	حضرت ابی ہریرہ سے نقل
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	فرمایا کہ عورتوں کو نصیحت کرو
اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ	بے شک وہ پسلی سے پیدا
فَاِنَّ هُنَّ خُلِقْنَ	کی گئی ہیں اور بے شک سب
مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ	سے زیادہ ٹیڑھی چیز پسلی میں
اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ	اوپر کا حصّہ ہوتا ہے اگر تو
اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ	اسے سیدھا کرنا شروع کریگا
تُقِیْمُهُ کَسَرْتَهُ وَاِنْ	تو توڑ دے گا اگر چھوڑ دے
تَرَکْتَهُ لَمْ یَزَلْ	گا تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی پس

نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بے شک عورت پسلی
سے پیدا کی گئی ہے ہرگز تیرے
لیے ایک طریقے پر نہیں ٹھہرے
گی۔ اگر تو اس سے نفع اٹھانا
چاہے گا تو نفع اُٹھا سکے گا
اس حال میں کہ اس میں یہ
کجی موجود ہو اور اگر تو اسے
سیدھا کرنا شروع کرے گا
تو اسے توڑ دے گا اور
توڑنا اس کا اسے طلاق دینا
ہے

اور ان سے ہی نقل ہے انہوں
نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ

كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا — ایک خُلق پر وہ راضی نہیں ہوگا
رَضِیَ مِنْهَا آخَرَ — تو دُوسرے خُلق پر وہ راضی ہو جائے گا۔

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء صنہ ۲۸ سے منقول ہیں۔)

تفسیر

ان تینوں احادیث میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیات کی توضیح و تشریح بیان فرمائی ہے اور عورتوں پر کنٹرول کا طریقہ بتایا ہے اگر معاشرہ میں اس طریقہ پر عمل ہو تو یقیناً گھروں میں روزمرّہ جو جھگڑے دنگا فساد ہو رہا ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ عورتوں اور مردوں کی خودکشی، طلاق وغیرہ کی نوبت نہ آئے مگر افسوس یہ ہے کہ موجودہ معاشرہ اس تعلیم سے بالکل بے خبر اور ناآشنا ہے اور انہیں ایسی تعلیم دی جا رہی ہے جو اس مرض کی اصلی دوا اور علاج نہیں ہے بلکہ اسی تعلیم سے ہی ایسے جرائم جنم لیتے ہیں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں احادیث میں خاوند کو یہ تعلیم دی ہے کہ اگر کسی کی بیوی اس کا حکم نہ مانے سرتابی کرے تو فوراً حاکمانہ کارروائی نہ کرے۔ مارے پیٹے نہ طلاق بھی نہ دے بلکہ ناصحانہ طرز اپنائے۔ اگر اس کی بیوی میں کچھ خامیاں ہوں تو ہزاروں خوبیاں بھی ہوں گی تو خوبیوں پر نگاہ رکھ کر خامیوں کو نظر انداز کر دینا چاہیئے کیونکہ اگر شروع میں ہی طلاق دے دے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ محنت شاقہ سے تیار کیا ہوا انسانی ترقی کا یہ پہلا یونٹ تباہی کا شکار ہو جائیگا اور بعد میں خود اس پر دستِ حسرت ملے گا اور اس کے نتائج قبیحہ فریقین کو بھگتنے پڑیں لہٰذا خاوندوں کو چاہیئے کہ بیویوں کی معمولی نازیبا حرکات

لَمْ يُؤْذَنْ لِاَحَدٍ	جن میں سے کسی کو بھی اندر
مِّنْهُمْ قَالَ فَاُذِنَ	جانے کی اجازت نہ ملی تو
لِاَبِيْ بَكْرٍ فَدَخَلَ	پھر ابوبکرؓ کو اجازت ملی تو
ثُمَّ اَقْبَلَ عُمَرُ	وہ اندر چلے گئے پھر عمرؓ
فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ	آئے انہوں نے اجازت
لَهٗ فَوَجَدَ	مانگی تو انہیں بھی اجازت مل
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ	گئی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم کو بالکل خاموش بیٹھا
جَالِسًا حَوْلَهٗ نِسَآئُهٗ	ہوا پایا آپ کے پاس آپ
وَاجِمًا سَاكِتًا قَالَ	کی بیویاں جمع ہیں راوی نے
فَقَالَ لَاَقُوْلَنَّ شَيْئًا	کہا عمرؓ نے اپنے دل میں
اُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى	کہا کہ میں ضرور ایسی بات
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ	کہوں گا جس سے نبی صلی اللہ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ	علیہ وسلم کو ہنسا دوں گا پھر
رَأَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ	کہا اے اللہ کے رسول
سَاَلَتْنِي النَّفَقَةَ	اگر آپ دیکھیں خارجہ کی بیٹی
فَقُمْتُ اِلَيْهَا	کو وہ مجھ سے خرچ مانگے
فَوَجَاْتُ عُنُقَهَا	اور میں اس کی گردن کو ٹوں
فَضَحِكَ رَسُوْلُ	پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	وسلم ہنس پڑے اور فرمایا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	یہ اسی لیے میرے پاس جمع

قَالَ هُنَّ حَوْلِي كَمَا
تَرٰى يَسْئَلْنَنِي النَّفَقَةَ
فَقَامَ اَبُوْبَكْرٍ اِلٰى
عَائِشَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا
وَقَامَ عُمَرُ اِلٰى حَفْصَةَ
يَجَأُ عُنُقَهَا كِلَاهُمَا
يَقُوْلُ تَسْاَلِيْنَ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَيْسَ
عِنْدَهٗ فَقُلْنَ وَاللّٰهِ لَا
لَا نَسْاَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا
اَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهٗ ثُمَّ
اعْتَزَلَهُنَّ شَهْرًا
اَوْ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ
ثُمَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ
الْاٰيَةُ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ
قُلْ لِاَزْوَاجِكَ
حَتّٰى بَلَغَ لِلْمُحْسِنٰتِ
مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا
قَالَ فَبَدَاَ
بِعَائِشَةَ فَقَالَ

ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو
مجھ سے نفقہ مانگتی ہیں تو
حضرت ابوبکرؓ اٹھے عائشہ
کی گردن میں مارنا شروع کیا
اور عمرؓ اٹھے تو حفصہ کی گردن
میں مارنا شروع کیا۔ دونوں کہہ
رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے وہ چیز مانگتی
ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے
انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہے
ہم کبھی بھی ایسی چیز نہیں مانگیں
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس نہ ہو پھر ان سے
ایک مہینہ یا انتیس دن الگ
ہو گئے پھر یہ آیت نازل
ہوئی اے نبی آپ اپنی
بیویوں سے فرما دیں یہاں تک
آپ اس جملہ تک پہنچے نیکی
کرنے والیوں کے لیے تم
میں سے بڑا اجر ہے راوی
نے کہا پھر آپ نے عائشہ

يَا عَائِشَةُ إِنِّي
أُرِيدُ أَنْ أَعْرِضَ
عَلَيْكِ أَمْرًا أُحِبُّ
أَنْ لَا تَعْجَلِي فِيهِ
حَتّٰى تَسْتَشِيرِي
أَبَوَيْكِ قَالَتْ وَمَا
هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ
فَتَلَا عَلَيْهَا الْآيَةَ
قَالَتْ أَفِيكَ يَا
رَسُولَ اللّٰهِ أَسْتَشِيرُ
أَبَوَيَّ بَلْ
أَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ
وَالدَّارَ الْآخِرَةَ
وَأَسْأَلُكَ أَنْ لَا
تُخْبِرَ امْرَأَةً
مِنْ نِسَائِكَ
بِالَّذِي قُلْتُ قَالَ
لَا تَسْأَلُنِي امْرَأَةٌ
مِنْهُنَّ إِلَّا أَخْبَرْتُهَا
إِنَّ اللّٰهَ لَمْ
يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا

سے ابتدا کی فرمایا اے عائشہ
میرا ارادہ ہے کہ تمہارے
سامنے ایک بات پیش کرتا
ہوں میں چاہتا ہوں کہ تم اس
میں جلدی نہ کرنا یہاں تک
کہ اپنے والدین سے مشورہ
نہ کرے اس نے کہا اے
اللہ کے رسول وہ کیا ہے
آپ نے آیت پڑھی اس
کے سامنے اس نے کہا کیا
آپ کے بارے میں والدین
سے مشورہ کروں بلکہ میں اللہ
اور اس کے رسول کو اور آخرت
کے گھر کو پسند کرتی ہوں
اور آپ سے میری درخواست
ہے کہ آپ اپنی بیویوں میں
سے کسی کو یہ بات نہ بتائیں
جو میں نے کہی ہے انہوں
نے فرمایا نہیں پوچھے گی ان
میں سے کوئی بھی مگر ضرور
بتاؤں گا میں اسے بے شک

وَلَا مُتَعَنِّتًا وَّلٰكِنْ بَعَثَنِيْ مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا (یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء صنہ۲۸ سے منقول ہیں)

اللہ نے نہیں بھیجا مجھے مشقت میں ڈالنے والا اور نہ تیرکلف مشقت میں ڈالنے والا بلکہ بھیجا ہے مجھے تعلیم دینے والا آسانی پیدا کرنے والا

تفسیر

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں قرآن کریم کے اس جملہ وھجروھن فی المضاجع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ پیش فرمایا ہے ۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ قبیلہ بنو قریظہ اور بنو نضیر جو مدینہ کے قریب رہتے تھے جہاد میں بہت سامال ان کا غنیمت میں آیا اور آپ نے وہ مال قرآنی اصول کے موافق مستحقین میں تقسیم فرمایا اور اپنی ازواج مطہرات کو خمس میں سے جو حق پہنچتا تھا عنایت فرمایا اور انہیں گمان ہوا کہ مال زیادہ آیا ہے اور ہمیں تھوڑا ملا ہے اس لیے سب نے جمع ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ ہمارے نفقہ میں اضافہ کریں اور ساتھ ساتھ رومی بادشاہوں کی عورتوں کی مثال پیش کی کہ وہ ایسے ایسے ٹھاٹھ سے رہتی ہیں اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا اور ایک ماہ تک ان سے بائیکاٹ کیا ایک بالا خانہ میں فروکش ہوگئے ایک پاؤں مبارک میں موچ آئی ہوئی تھی اس لیے نیچے نہیں اتر سکتے تھے اور اس دوران ازواج مطہرات کا نفقہ حسب معمول جاری رہا گھروں سے ان کا اخراج نہیں کیا صرف مخصوص ازدواجی تعلقات منقطع کرنے کے لیے

اور ایک ماہ کے بعد سورۂ احزاب کی یہ آیات اتریں۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ	اے نبیؐ آپ اپنی بیویوں
لِاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ	سے فرما دیں اگر تمہیں دنیا
تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا	کی زندگی اور اس کی آرائش
وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ	منظور ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ
اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ	دے دلا کر اچھی طرح سے
سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝	رخصت کروں۔
وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ	اور اگر تم اللہ اس کا رسول
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ	اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو
الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ نے تمہیں سے
اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ	نیکی کرنے والیوں کے لیے
مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝	بڑا اجر تیار کیا ہے۔

(سورہ احزاب آیت نمبر ۲۸-۲۹)

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا عائشہ میں تمہیں ایک بات کہنے والا ہوں لیکن اس میں جلد بازی نہ کرنا اپنے والدین کے ساتھ مشورہ کر کے کوئی قدم اٹھانا تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ آپ کون سی بات فرمانا چاہتے ہیں تو آپؐ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں اور چونکہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو دو باتوں کا اختیار دیا ہے۔ اوّل یہ ہے کہ اگر تم دنیا کی آرائش چاہتی ہو تو اس نبی کے گھر میں نہیں رہ سکتی۔ تم طلاق حاصل کر لو

اور تمہارا جو حق مہر بنتا ہے وہ لے لو اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو نفقہ عنایت فرمائیں اس پر قناعت کرو ۔ یہ بہت بڑی نیکی ہے اور اللہ تعالی نے نیکوکاروں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کیا ہے تو حضرت عائشہ رضؓ نے سُن کر فرمایا یا یارسول اللہ میں اللہ اور اس کے رسول کو چاہتی ہوں مجھے اس سلسلہ میں اپنے والدین سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں مگر آپ سے میری درخواست ہے کہ میری یہ بات اپنی دوسری بیویوں کو نہ بتائیں تو فرمایا بتاوں گا میں ایک معلم ہوں ۔

بات دراصل یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا یہ ایک مشترکہ منصوبہ تھا اور حضرت عائشہ رضؓ کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر باقی ازواج مطہرات کو پتہ چلا تو وہ مجھے طعنہ دیں گی اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر یہ چیز ہے کہ عائشہ رضؓ نے انتہائی تدبر کا ثبوت دیا ہے اور اپنی دوسری بیویوں کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ عائشہ رضؓ کے ساتھ میری تم سب سے زیادہ محبت ہے وہ کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ اس کے تدبر اور عقل و دانش کی وجہ سے ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ازواج مطہرات کو جب یہ آیت سنائی اور حضرت عائشہ رضؓ کی یہ بات بھی بتائی تو ان سب نے ان کی تقلید کی اور اسی کے اسوہ حسنہ کو اپنایا اور اسی دن حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ مشہور ہوئیں ۔ الغرض جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور آپ کی ازواج کے درمیان جب اقتصادیات کے مسئلے پر جھگڑا ہوا تو وعظ و نصیحت کا سلسلہ جو شب و روز جاری رہتا تھا اس کا اثر نہ پڑا تو آپ نے دفعہ دو واھجروھن کو استعمال کیا اس

کا اثر نہ پڑا تو پھر پروردگار نے حکم دیا کہ آپ انہیں طلاق کی دھمکی دیں تو اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا اور آیت کی تیسری دفعہ واضربوھن انہیں پیٹو اس پر آپ نے کبھی بھی عمل نہیں کیا بہرحال ان آیات اور احادیث کا خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ عورتوں کے عقائد اعمال اور اخلاقی اصلاح کی ذمہ داری بھی خاوندوں پر لازم ہے کیونکہ خاوند اس کا حکمران ہے اور عورت اس کی رعیت ہے اگر خاوند اس کی طرف توجہ نہیں دے گا تو

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ	تم میں سے ہر ایک حکمران ہے اور ہر حکمران سے قیامت کے دن اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

عند اللہ اس کی گرفت ہوگی اور یہ ذمہ داری نبھانے کا طریقہ یہ بتایا کہ پہلے انہیں نصیحت کرو دوسرے نمبر پر بائیکاٹ اور تیسرے نمبر پر مارنا پیٹنا بھی ہے اس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب بیان کریں گے۔

خاوند بیوی کو مارنے میں حد سے تجاوز نہ کرے

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ زَمْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْلِدُ اَحَدُكُمْ	اور عبد اللہ بن زمعہ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت مارے تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو

اِمْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ	غلام کی طرح پھر اس سے دن
ثُمَّ يُجَامِعُهَا وَ فِيْ	کے آخر میں ہم بستر ہو اور
آخِرِ الْيَوْمِ وَفِيْ	ایک روایت میں ہے کہ
رِوَايَةٍ يَعْمَدُ اَحَدُكُمْ	قصد کرتا ہے تم میں سے
فَيَجْلِدُ اِمْرَأَتَهُ جَلْدَ	ایک پھر مارتا ہے اپنی بیوی
الْعَبْدِ فَلَعَلَّهُ	کو جیسے غلام مارا جاتا ہے
يُضَاجِعُهَا فِيْ آخِرِ	پھر شاید کہ ہم بستر ہو وہ اس
يَوْمِهِ ثُمَّ وَعَظَهُمْ	سے اپنے دن کے آخر میں
فِيْ ضِحْكِهِمْ مِنَ	پھر آپ نے انہیں نصیحت
الضَّرْطَةِ فَقَالَ	فرمائی ان کے ہنسنے میں گوز
لِمَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ	کی وجہ سے آپ نے فرمایا
مِمَّا يَفْعَلُ	کیوں ہنستا ہے تم میں سے
(مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء صفحہ ۲۸۰)	ایک اس سے جو خود کرتا ہے

تفسیر

اس حدیث پاک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو اپنی بیوی کے ساتھ دو طرح کے حسنِ سلوک کی تعلیم دی ہے اول یہ کہ اگر اس سے کوئی ایسی نازیبا حرکت صادر ہو جائے تو اگرچہ خاوند کو حق پہنچتا ہے کہ اسے سزا دے لیکن ایسا وحشیانہ طریقہ نہ اختیار کرے جس سے اس کی بیوی کے دِل میں اس کی نفرت بیٹھ جائے کیونکہ مرد کے ایسے طرزِ عمل کو عورت اصلاحی اور تادیبی کارروائی تصور نہیں کرے گی بلکہ ذاتی

پر خاش پر محمول کرے گی جو باعث انقطاع بھی ہو سکتا ہے لہٰذا ایسے موقعہ پر خاوندوں کو احتیاط برتنا چاہیے تاکہ سانپ مرے اور لاٹھی بھی بچ جائے۔

دوسرا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر عورت سے ہوا خارج ہو جائے تو مرد کو یہ مناسب نہیں کہ اسے شرمندہ کرے کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے اس سے کوئی بھی بری نہیں ہے

لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأْتِيَ مِثْلَهُ
عَارٌ عَلَيْكَ اِذَا فَعَلْتَ عَظِيْمٌ

واقعہ: حاتم اصم ایک بزرگ تھے۔ یہ ایک مرتبہ ایک عورت کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے گئے اتفاقاً اس سے ان کے سامنے ہوا خارج ہو گئی جس سے وہ شرمندہ ہوئی تو انہوں نے اپنے آپ کو زور سے بہرہ بنا دیا حالانکہ یہ بہرہ نہیں تھے اور اس کے سامنے زور زور سے بولنے لگے جیسا کہ بہرے بولتے ہیں تاکہ وہ یہ سمجھے کہ اس نے سنا ہی نہیں اور زندگی بھر انہوں نے اپنے آپ کو بہرہ بنائے رکھا اس لیے انہیں اصم کہتے ہیں یعنی بہرہ۔ اس لیے یہ معلوم ہوا کہ کسی مومن کے لیے مناسب نہیں کہ دوسرے مومن کو رسوا کرے اگرچہ بیوی ہو یا خاوند یا کوئی اور۔

وَعَنْ حَكِيْمِ ابْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ اَنْ	اور حضرت حکیمؓ بن معاویہ قشیری سے نقل ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا انہوں نے فرمایا میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا حق ہے ہم میں سے ہر ایک کی

تطعمها اذا طعمت — بیوی کا اس پر آپ نے فرمایا
وتکسوها اذا — کھلا اسے جب خود کھائے
اکتسیت ولا تضرب — پہنا اسے جب خود پہنے
الوجه ولا تقبح — اور مت مار چہرے پر اور نہ
ولا تهجر الا فی — کہہ بُرا اور نہ جُدائی کر اس سے
البیت۔ — مگر گھر میں (روایت کی یہ حدیث
(مشکوٰۃ ص۲۸۱ باب عشرۃ النساء) — احمد ابو داود و ابن ماجہ نے)

تفسیر

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنی بیوی کے چہرے پر نہیں مار سکتا اس کے علاوہ بدن کے بقیہ اعضاء پر مار سکتا ہے اور چہرے پر مارنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ انسان کے بدن کا افضل ترین حصّہ ہے اور باقی پر اس وقت مار سکتا ہے جب اس میں کوئی عیب شرعی ہو مثلاً ترک فرائض، ترک زینت، ترک غسل فرض یا جب خاوند اسے اپنی حاجت براری کے لیے بلائے اور وہ سوائے عذر شرعی اس کے پاس نہ آئے تو ان صورتوں میں خاوند اسے سزا دے سکتا ہے اسی طرح اگر زبانی طور پر اسے کچھ بُرا بھلا کہتا ہے تو صرف گھر میں کہہ سکتا ہے سرِعام اجازت نہیں ہے کیونکہ یہ شرف انسانی کے منافی ہے۔

وَعَنْ لَقِيْطِ ابْنِ — حضرت لقیط بن صبرہ سے
صَبِرَةَ قَالَ قُلْتُ — نقل ہے انہوں نے فرمایا میں
يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ — نے کہا اے اللہ کے رسول

لِیْ اِمْرَأَۃٌ فِیْ	بے شک میری ایک عورت
لِسَانِھَا شَیْءٌ یَعْنِیْ	ہے اس کی زبان میں کچھ چیز
الْبَذَاءَ قَالَ	ہے یعنی فحش کلامی آپ نے
طَلِّقْھَا قُلْتُ اِنَّ لِیْ	کہا اس کو طلاق دے دے
مِنْھَا وَلَدًا وَلَھَا	میں نے کہا میری اس سے
صُحْبَۃٌ قَالَ فَمُرْھَا	اولاد ہے اور اس سے پرانی
یَقُوْلُ عِظْھَا فَاِنْ	صحبت ہے آپ نے فرمایا
یَكُ فِیْھَا خَیْرٌ	اس کو حکم دے آپ کی مراد یہ
فَسَتَقْبَلُ وَلَا	تھی کہ اسے نصیحت کر اگر
تَضْرِبَنَّ ظَعِیْنَتَكَ	اس میں بہتری ہوگی تو قبول کریگی
ضَرْبَكَ اُمَیَّتَكَ	اور مت مار اپنی بیوی کو مثل
(رواہ ابوداود)	مارنے تیرے اپنی باندی کو۔
	(یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے)

تفسیر

اس حدیث میں لفظ یَقُوْلُ راوی کا کلام ہے اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی مُرْھَا کی تشریح بیان کی ہے اس حدیث کے آخر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو پیٹ سکتا ہے مگر اس طرح نہ پیٹے جس طرح باندیوں کو پیٹا جاتا ہے۔

وَعَنْ اَیَاسِ ابْنِ	حضرت ایاس بن عبداللہ سے
عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ	نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ

وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی	جناب رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی لونڈیوں
لَا تَضْرِبُوْا اِمَآءَ اللّٰہِ	کو مت مارو پھر حضرت عمر
فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰی رَسُوْلِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	کے پاس آئے پس عرض کیا
فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَآءُ	عورتیں اپنے خاوندوں پر
عَلٰی اَزْوَاجِھِنَّ	جری ہوگئی ہیں پھر آپ نے
فَرَخَّصَ فِیْ	انہیں مارنے کی اجازت دی
ضَرْبِھِنَّ فَاَطَافَ	پھر جمع ہوگئیں رسول اللہ صلی
بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی	اللہ علیہ وسلم کی آل کے پاس
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	بہت سی عورتیں شکایت
نِسَآءٌ کَثِیْرٌ یَشْکُوْنَ	کرنے لگیں اپنے خاوندوں
اَزْوَاجَھُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ	کی پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	علیہ وسلم نے بے شک جمع
وَسَلَّمَ لَقَدْ طَافَ بِاٰلِ	ہوئیں محمد کی آل کے پاس بہت
مُحَمَّدٍ نِسَآءٌ کَثِیْرٌ یَشْکُوْنَ	سی عورتیں شکایت کرتی ہیں
اَزْوَاجَھُنَّ لَیْسَ اُولٰٓئِکَ	اپنے خاوندوں کی وہ لوگ تم
بِخِیَارِکُمْ (رواہ ابوداود وابن ماجہ والدارمی)	میں سے اچھے نہیں ہیں۔

تفسیر

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے لوگ عورتوں کو بری طرح مارتے

ہوں گے جیسا کہ دورِ جاہلیت میں صنفِ نازک کے ساتھ ایسا ناروا سلوک بھی برتا جاتا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں پر ڈھائے جانے والے اور مظالم کا جس طرح سدِّباب کیا اس طرح اس ظلم کو بھی بند کیا مگر اس سے عورتیں جری ہو گئیں۔ انہوں نے اس آزادی سے غلط فائدہ اٹھایا۔ حضرت عمرؓ نے اس کی شکایت کی تو آپ نے معمولی مارنے پیٹنے کی اجازت دی ہو گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ پھر کچھ لوگوں نے مارنے میں حد سے تجاوز کی ہو گی اور عورتوں نے بھی شکایت کی ہو گی اس لیے حضورؐ نے فرمایا وہ لوگ بہتر نہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ	اور حضرت عمرؓ سے نقل ہے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	انہوں نے نقل کیا نبی صلی اللہ
وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُسْأَلُ	علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا
الرَّجُلُ فِيمَا ضَرَبَ	آدمی سے نہیں سوال کیا جائیگا
اِمْرَأَتَهٗ عَلَيْهِ۔	اس میں کہ مارے اپنی بیوی
(یہ تینوں احادیث باب عشرۃ النساء صفحہ ۲۸۰ سے منقول ہیں)	کو اس پر۔

تفسیر

یعنی خاوند اگر کسی نازیبا حرکت پر اپنی بیوی کو مارے تو قیامت کے دن اس سے سوال نہیں ہو گا لیکن مارنے کی جو حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرے ورنہ سوال ہو گا۔

خاوند کو بیوی کے ساتھ کبھی ظرافت بھی اختیار کرنا چاہیئے

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ	اور حضرت عائشہؓ سے روایت
كُنْتُ اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ	ہے انہوں نے فرمایا میں نبی
عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى	صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	سے کھیلتی اور میری ہمجولیاں
وَكَانَ لِي صَوَاحِبُ	تھیں جو میرے ساتھ کھیلتی
يَلْعَبْنَ مَعِيَ فَكَانَ	تھیں اور جب رسول اللہ صلی
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف
اِذَا دَخَلَ يَتَقَمَّعْنَ	لاتے تھے تو وہ آپ سے
مِنْهُ فَيُسَرِّبُهُنَّ	چھپ جاتی تھیں تو پھر آپ
اِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ	انہیں میرے پاس بھیجتے تھے
مَعِيَ ۔	پھر وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں
(متفق علیہ)	(بخاری و مسلم)

تفسیر

بچوں کا باہم کھیلنا خوش طبعی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو بچیوں کے ساتھ کھیلنے سے روکا نہیں بلکہ چھپ جانے والی بچیوں کو حضرت عائشہؓ کے ساتھ کھیلنے کے لیے بھیجا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاوند کو اپنی بیوی کی ظرافت کا بھی

لحاظ رکھنا چاہیئے ہر وقت غیظ و غضب کی حالت میں نہیں رہنا چاہیئے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ وَاللّٰهِ	اور حضرت عائشہؓ سے روایت
لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ	ہے انہوں نے فرمایا خدا کی
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	قسم ہے بے شک میں نے
يَقُوْمُ عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ	دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ	کھڑے ہوئے اپنے حجرے
بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ	کے دروازے پر اور حبشہ
وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	والے کھیل رہے تھے مسجد
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	کے چبوترے میں اور رسول اللہ
يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهٖ	صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
لِاَنْظُرَ اِلٰى لَعِبِهِمْ	چادر سے مجھ پر پردہ کیا ہوا تھا
بَيْنَ اُذُنِهٖ وَعَاتِقِهٖ	تاکہ میں ان کا کھیل دیکھوں آپ
ثُمَّ يَقُوْمُ مِنْ اَجْلِيْ	کے کان اور کندھے کے
حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّتِيْ	درمیان سے پھر آپ میری
اَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوْا	خاطر کھڑے رہتے یہاں تک
قَدْرَ الْجَارِيَةِ	کہ میں نے بس کی اندازہ لگا
الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ	لو چھوٹی عمر کی لڑکی کا کتنی

الْحَرِيْصَةِ عَلَى اللَّهْوِ (متفق علیہ) حریص ہوتی ہے کھیل پر۔

تفسیر

اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ یہ تیر اندازی

جو جہاد کی خاطر تھی مسجد میں جائز ہے۔ دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ بچیاں کھیل دیکھ سکتی ہیں۔ اور تیسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاوند کو عورت کی خوش طبعی کا بھی لحاظ کرنا چاہیئے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آیت پردہ اترنے سے پہلے کا ہے واللہ اعلم)

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اِذَا كُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً وَاِذَا كُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی فَقُلْتُ مِنْ اَیْنَ تَعْرِفُ ذَالِكَ فَقَالَ اِذَا كُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً فَاِنَّكِ تَقُوْلِیْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَاِذَا كُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِیْمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ وَاللهِ یَا رَسُوْلَ اللهِ مَا اَهْجُرُ اِلَّا اِسْمَكَ (متفق علیہ)	اور انہی سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا میں جانتا ہوں جب تو مجھ سے راضی ہوتی ہے اور جب مجھ سے ناراض ہوتی ہے تو میں نے کہا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا جب تو مجھ سے راضی ہوتی ہے تو کہتی ہے یوں نہیں محمد کے رب کی قسم اور جب تو مجھ پر ناراض ہوتی تو یوں کہتی ہے نہیں ابراہیم کے رب کی قسم انہوں نے کہا میں نے کہا ہاں خدا کی قسم یا رسول اللہ میں صرف آپ کا نام ہی چھوڑتی ہوں۔

تفسیر

اس حدیث پاک سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت تھی جب کبھی گھریلو معاملات کی وجہ سے بتقاضائے بشریت دل میں ملال آتا تو صرف آپ کا نام نامی اسم گرامی زبان پر نہیں لاتی تھیں اور دل میں آپ کی محبت اسی طرح موجزن رہتی تھی اور دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر بیوی کبھی غضب کی حالت میں ہو تو خاوند کو یہ نہیں چاہیئے کہ اس کے غصے کی آگ کو مزید بھڑکائے بلکہ چشم پوشی سے کام لے اور ظرافت طبعی سے اس کو ٹھنڈا کرے۔

وَعَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَکْمَلِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُھُمْ بِاَھْلِہٖ۔ (رواہ الترمذی)	اور حضرت عائشہؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تمام ایمانداروں میں ایمان کے لحاظ سے کامل وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو اور اپنی اہل سے نرمی کرنے والا ہو۔ (ترمذی)
وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ

وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآءِهِمْ (رواہ الترمذی)

علیہ وسلم نے فرمایا ایمانداروں میں زیادہ کامل وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ بہتری کرنے والا ہو۔ (ترمذی)

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ وَاِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَدَعُوْهُ (یہ چھ احادیث مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء سے نقل کی گئی ہیں)

اور ان سے ہی نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی اہل کے لیے بہتر ہے اور میں بہتر ہوں اپنی اہل کے لیے اور جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے چھوڑ دو۔ (ترمذی)

ان تینوں احادیث میں ایک لفظ اَلْطَفُ آپ نے استعمال فرمایا ہے اور ایک لفظ خیر استعمال فرمایا ہے اور ایک لفظ خیار جو خیر کی جمع ہے ان سب سے مراد اپنی اہل وعیال کے ساتھ حسنِ سلوک اور خوش اخلاقی برتنا ہے جس کی تفصیل پہلی احادیث میں بیان ہو چکی ہے۔

عورتوں کا نفقہ اور ازدواجی تعلقات عبادت ہیں

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: اور حضرت ابی ذر سے نقل ہے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ کُلَّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلَّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلَّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلِّ تَهْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃٌ وَاَمْرٍ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَنَهْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَفِیْ بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیَاْتِیْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ وَیَکُوْنُ لَهٗ فِیْهَا اَجْرٌ قَالَ اَرَئَیْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِیْ حَرَامٍ کَانَ عَلَیْهِ فِیْهِ وِزْرٌ فَکَذَالِکَ اِذَا وَضَعَهَا فِی الْحَلَالِ کَانَ لَهٗ اَجْرٌ۔

(رواہ مسلم)

انہوں نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر تکبیر صدقہ ہے اور ہر حمد صدقہ ہے اور ہر لا الٰہ کے صدقہ ہے اور ہر نیکی کا امر کرنے میں صدقہ ہے اور برائی سے روکنے میں صدقہ ہے اور تم میں سے ہر ایک کی شرمگاہ میں صدقہ ہے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا پوری کرے ہم میں سے کوئی اپنی شہوت ہوگا اس کے لیے بھی اس میں اجر تو آپ نے فرمایا ذرا سوچو تم اگر ڈالے وہ اس شہوت کو حرام میں تو ہوگا اس میں گناہ اس پر پس اسی طرح ہے جب ڈالے اس شہوت کو حلال میں تو ہوگا اس کے لیے اجر (مسلم)

تفسیر

ہر انسان میں اللہ تعالےٰ نے قوت شہوانیہ رکھی ہے اور وہ اسے کہیں نہ کہیں ضرور استعمال کرے گا۔ اگر اسے جائز محل نہ ملے تو ناجائز میں استعمال کرے گا جو ہزاروں گناہوں کا باعث بنے گا مثلاً زنا سے اس کا ایمان سلب ہوگا قطع رحمی ہوگی ناجائز اولاد کی وراثت حقوق تربیت وغیرہ متاثر ہوں گے اور بسا اوقات قتل و غارت خون ریزی وغیرہ تک نوبت آئے گی اور اگر اسے جائز محل میں استعمال کرے گا تو مذکورہ جرائم کے انسداد کے ساتھ ساتھ خیر کا سنگ بنیاد بھی قائم ہوگا مثلاً اس کا اپنا ایمان کامل اور محفوظ ہوگا اسی طرح اس کی بیوی کا بھی ایمان سلامت رہے گا نیک اولاد پیدا ہوگی جو اس کے لیے باقیات الصالحات ہوگی اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال بیان فرما کر میاں بیوی کے ہم بستر ہونے کے فوائد بیان فرما دیئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ	اور حضرت ابوہریرہؓ سے
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	نقل ہے انہوں نے فرمایا
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ	کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
وَسَلَّمَ دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ	علیہ وسلم نے فرمایا ایک
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدِیْنَارٌ	وہ دینار ہے جسے خرچ کرے
اَنْفَقْتَهٗ فِیْ	تو اللہ کے راستے میں اور ایک
رَقَبَةٍ وَدِیْنَارٌ	وہ دینار جسے خرچ کرے
تَصَدَّقْتَ بِهٖ	تو غلام آزاد کرنے میں اور

عَلٰی مِسْکِیْنٍ وَدِیْنَارٌ — ایک وہ دینار ہے جسے تو
اَنْفَقْتَہٗ عَلٰی — صدقہ کرے کسی مسکین پر اور
اَھْلِکَ اَعْظَمُھَا — ایک وہ دینار ہے جسے خرچ
اَجْرًا اَلَّذِیْ — تو اپنی اہل پر اجر کے لحاظ
اَنْفَقْتَہٗ عَلٰی — سے بڑا فضیلت والا وہ ہے
اَھْلِکَ — جو خرچ کیا تو نے اپنی اہل

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب الانفاق اور فصل الصدقہ سے نقل کی گئی ہیں) — پر (امام مسلم نے یہ حدیث روایت کی ہے)

تفسیر

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے بیوی بچوں پر جو بھی خرچ کرے یعنی مکان، روٹی، کپڑا وغیرہ وہ سب عبادت ہے اور اس کا اجر و ثواب نفلی عبادت سے زیادہ ہے اس کی دو وجہ ہیں اوّل یہ ہے کہ اس سے صلہ رحمی پیدا ہوتی ہے جس کی تفصیل ہم ابتداء میں بیان کر چکے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا انسان کا فریضہ ہے اور دوسری نفلی عبادت میں خرچ کرنا جائز ہی نہیں جب تک کہ اپنے اہل و عیال سے فالتو نہ ہو اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے گا تو اپنے اہل و عیال کی حق تلفی کرے گا یہ عند اللہ جائز نہیں ہے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ اپنے پاس جو ہو اسے تو صدقہ کر دے اور خود یا اس کی بیوی بچے مانگتے پھریں چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ — اور اپنا ہاتھ اپنی گردن کے

مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ	ساتھ بندھا ہوا مت رکھ اور
وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ	اسے بالکل مت کھول پھر
الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا	تو پشیمان اور تہی دست ہو
مَحْسُوْرًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل آیت ٢٩)	کر بیٹھ رہے گا۔

تفسیر

اس آیت کریمہ کے پہلے جملے میں جو فرمایا کہ اپنے ہاتھ کو گردن کے ساتھ بندھا ہوا مت رکھ یہ کنایہ ہے کنجوسی سے یعنی کنجوس مت بن بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو عنایت فرمایا ہے اس میں سے خرچ کر اور دوسرے جملے کا مقصد یہ ہے کہ سارا خرچ نہ کرنا پھر خالی ہاتھ ہو جائے گا۔ دستِ حسرت ملو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے نہ خرچ کرتا تو اچھا ہوتا اور اسی طرح کا ایک ارشاد گرامی ایک اور جگہ پر بھی موجود ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا	اور اللہ کے نیک بندے
لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ	وہ ہیں جب خرچ کرتے ہیں
يَقْتُرُوْا وَكَانَ	تو اسراف نہیں کرتے اور
بَيْنَ ذَالِكَ قَوَامًا	تنگی بھی نہیں کرتے اور ان
(سورہ فرقان آیت نمبر ٦٧)	کا خرچ اعتدالی ہوتا ہے۔

تفسیر

ان دونوں آیتوں کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ بھی کرنا چاہیئے لیکن سارا خرچ نہیں کر سکتا بلکہ اپنے اہل وعیال

سے جو فالتو ہو وہی خرچ کرے۔

شبہ اور اس کا جواب

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا خرچ کرنا ثابت ہے اور اسی طرح بعض صحابہؓ سے اور آپؐ کی بعض ازواج مطہرات سے بھی سارا خرچ کرنا ثابت ہے کیا پھر انہوں نے یہ قرآن کے خلاف کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان جیسا کامل ایمان سب کا نہیں ہے کہ خرچ کر کے افسوس کریں ان کا تو ایمان یہ تھا خرچ کریں گے تو اللہ تعالیٰ فوراً عطا فرمائے گا اس کے بے شمار نمونے موجود ہیں انہیں یہاں بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

عورت پر خاوند کی اطاعت کرنا لازم ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ	اور حضرت ابو ہریرہؓ سے
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	روایت ہے انہوں نے
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی
اِذَا دَعَى الرَّجُلُ	اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
امْرَاَتَهٗ اِلٰى	آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر کی
فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ	طرف بلائے پس وہ انکار
فَبَاتَ غَضْبَانَ	کرے پھر وہ مرد اس سے
لَعَنَتْهَا الْمَلٰٓئِكَةُ	ناراض رات گزارے تو فرشتے
حَتّٰى تُصْبِحَ	اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں
(متفق علیہ)	یہاں تک کہ صبح کرے

وَفِیْ رِوَایَةٍ	اور امام بخاری و مسلم کی ایک
لَّهُمَا قَالَ وَالَّذِیْ	روایت میں ہے انہوں نے
نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا	فرمایا قسم ہے اس ذات کی
مِنْ رَجُلٍ یَدْعُوْا	جس کے دستِ پاک میں میری
اِمْرَأَتَهٗ اِلٰی	جان ہے جو بھی آدمی اپنی بیوی
فِرَاشِہٖ فَتَابٰی	کو اپنے بستر کی طرف بلائے
عَلَیْہِ اِلَّا کَانَ	پھر وہ اس کے پاس جانے
الَّذِیْ فِیْ	سے انکار کرے تو آسمان والی
السَّمَآءِ سَاخِطًا	ذات ناراض ہی رہتی ہے
عَلَیْهَا حَتّٰی یَرْضٰی	جب تک خاوند اس پر راضی
عَنْهَا	نہ ہو۔

تفسیر

حدیث میں جو صبح کا ذکر آیا ہے یہ قید احترازی نہیں بلکہ عرف کے لحاظ سے ہے کیونکہ میاں بیوی عموماً رات کو ہمبستر ہوتے ہیں ۔ اگر دن کو ہمبستر ہونا چاہیں تو بھی جائز ہے اور اگر خاوند بیوی کو دن میں اپنی خواہش نفسانی کے لیے طلب کرے اور وہ نہ آئے تو اسی طرح گناہگار ہوگی جس طرح کہ رات کو انکار پر گناہ گار ہوتی ہے اور یہ گناہ گار اس وقت ہوگی جب اس میں عذر شرعی نہ ہو مثلاً حیض کی حالت یا اور کوئی شدید مرض ان حالات میں اگر خاوند کی طلبی پر اس کے پاس نہ جائے تو گناہ گار نہیں ہوگی اور بحالتِ حیض بھی انکار سے اس وقت گناہ گار نہیں ہوگی۔

اگر خاوند اس کی شرمگاہ کو استعمال کرنا چاہے اور اگر اس حالت میں خاوند اسے بوس وکنار کے لیے طلب کرے اور وہ نہ آئے تو بھی گناہ گار ہوگی کیونکہ بحالت حیض اپنی بیوی سے بوس وکنار اور اس کے ساتھ لیٹنا جائز ہے اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور یہ انکار ناجائز اس لیے ہے کہ خاوند اس پر جو خرچ کرتا ہے روٹی کپڑا مکان وغیرہ مہیّا کرتا ہے تو اس لیے کہ وہ اس عورت سے یہ استفادہ کرے اور یہ اس کا حق ہے اگر وہ عورت اس کا یہ حق روکتی ہے تو عند اللہ بہت بڑی مجرم ہے اس کے لیے خاوند کی یہ حق تلفی جائز نہیں اور اگر ان حالات میں وہ اپنی بیوی کا نان نفقہ بند کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ بحث کا خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر خاوند اپنی بیوی کو جو بھی حکم دے تو اس کی اطاعت ضروری ہے اور اگر شرعی احکامات کے خلاف وہ حکم دیتا ہے تو پھر اس کی اطاعت جائز نہیں۔

وَعَنْ طَلْقِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَأْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ	اور حضرت طلق بن علی سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لیے بلائے تو اسے جانا چاہیئے اگرچہ وہ تنور پر ہو (ترمذی)

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء سے نقل کی گئی ہیں۔)

تفسیر

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ عورت کسی بہت ہی اہم کام میں لگی ہوئی ہو مثلاً روٹی وغیرہ پکا رہی ہو اور خاوند اس کو اپنی حاجت براری کے لیے طلب کرے تو اسے وہ تمام ضروری کام چھوڑ کر خاوند کے پاس جانا چاہیئے اگر نہیں جائے گی تو گناہ گار ہوگی کیونکہ باقی جو اس کا کام ہوگا تو وہ بھی خاوند کا ہی ہوگا اور وہ وہی کام چھڑانا چاہتا ہے تو وہ چھوڑ دے اگر نقصان ہوگا تو خاوند کا ہوگا۔

خاوند کی اطاعت نفلی عبادت سے مقدم ہے

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ	اور ابی سعید سے روایت ہے
قَالَ جَاءَتْ اِمْرَاَةٌ	انہوں نے فرمایا آئی ایک
اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی	عورت رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم کے پاس اور ہم بھی
وَنَحْنُ عِنْدَہٗ فَقَالَتْ	آپ کے پاس تھے پس اس
زَوْجِیْ صَفْوَانُ ابْنُ	نے کہا میرا خاوند صفوان ابن
الْمُعَطَّلِ یَضْرِبُنِیْ	معطل مجھے مارتا ہے جب
اِذَا صَلَّیْتُ وَیُفَطِّرُنِیْ	میں نماز پڑھتی ہوں اور میرا
اِذَا صُمْتُ وَلَا یُصَلِّیْ	روزہ توڑ دیتا ہے جب میں
الْفَجْرَ حَتّٰی تَطْلُعَ	روزہ رکھتی ہوں اور خود فجر

الشَّمسُ وَ قَالَ	کی نماز بھی نہیں پڑھتا جب تک
وَ صَفوَانُ عِندَهٗ	کہ سورج نہ نکلے ۔ راوی نے
قَالَ فَسَأَلَهٗ عَمَّا	کہا اور صفوان بھی آپ کے
قَالَت فَقَالَ یَا	پاس موجود تھے ۔ راوی نے
رَسُولَ اللهِ اَمَّا	کہا پس رسول اللہ نے اس
قَولُهَا یَضرِبُنِیْ اِذَا	سے پوچھا اس کے بارے
صَلَّیتُ فَاِنَّهَا تَقرَأُ	میں جو اس عورت نے کہا
بِسُورَتَینِ وَقَد	اس نے کہا اے اللہ کے
نَهَیتُهَا فَقَالَ	رسول بہر حال اس کا کہنا کہ وہ
فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ	مجھے مارتا ہے جب میں نماز
اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ	پڑھتی ہوں پس وہ پڑھتی ہے
وَسَلَّمَ لَو کَانَت	دو سورتیں حالانکہ میں نے
سُورَةً وَاحِدَةً	اس کو روکا ہے ۔ راوی نے
لَکَفَتِ النَّاسَ	کہا پس فرمایا اسے رسول اللہ
فَقَالَ وَ اَمَّا	صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر
یُفَطِّرُنِیْ اِذَا	ہوتی ایک سورۃ تو کفایت
صُمتُ فَاِنَّهَا	کرتی ۔ لوگوں کو کہا صفوان نے
تَنطَلِقُ تَصُومُ وَاَنَا	بہرحال اس کا کہنا میرا روزہ
رَجُلٌ شَابٌّ فَلَا	توڑ دیتا ہے جب میں روزہ
اَصبِرُ فَقَالَ رَسُولُ	رکھتی ہوں پس بے شک وہ
اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ	مسلسل روزہ رکھنا ہی شروع

وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُ اِمْرَأَةٌ اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا وَ اَمَّا قَوْلُهَا اِنِّیْ اُصَلِّیْ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِنَّا اَهْلُ بَیْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ لَا نَكَادُ نَسْتَیْقِظُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ فَاِذَا اسْتَیْقَظْتَ یَا صَفْوَانُ فَصَلِّ - (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء)

کر دیتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں صبر نہیں کر سکتا پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ روزہ رکھے کوئی عورت مگر اپنے خاوند کی اجازت سے اور بہر حال اس کا کہنا کہ میں نماز نہیں پڑھتا یہاں تک کہ سورج نہ نکلے پس بے شک ہم ایسے گھروں والے ہیں ہمارے بارے میں مشہور ہے ہم بیدار ہی نہیں ہوتے جب تک کہ سورج نہ نکلے تو آپ نے فرمایا جب تو بیدار ہوا اے صفوان تو نماز پڑھ ۔ (اس حدیث کو ابوداود اور ابن ماجہ سے روایت کیا ہے)

تفسیر

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لیے نفلی عبادت سے اپنے خاوند کے حقوق مقدم ہیں نہ کہ فرضی عبادت سے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاوند کے خلاف شکایت کرنیوالی عورت

کو یہ نہیں فرمایا کہ نماز نہ پڑھ بلکہ فرمایا کہ اپنی قرائت کو مختصر کر دے یعنی اتنی قرائت کفایت کرتی ہے جس سے فرض نماز ادا ہو جائے کیونکہ لمبی قرائت مستحب ہے فرض نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ کوئی اپنے خاوند کی اجازت کے سوا روزہ نہ رکھے اس سے مراد بھی نفلی روزہ ہے فرض نہیں ہے کیونکہ فرضی عبادت کے ترک کرنے پر خاوند کو اختیار حاصل ہے کہ اپنی بیوی کو مار بھی سکتا ہے اس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

خاوند کا مرتبہ اور اس کا گھریلو کام وغیرہ

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ	اور حضرت ابی ہریرہؓ سے
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	روایت ہے انہوں نے
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ	فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی
وَسَلَّمَ لَوْ کُنْتُ	اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر
اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ	میں اللہ کے سوا کسی کے
یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ	سامنے کسی کو سجدہ کرنے کی
لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ	اجازت دیتا تو بیوی کو حکم دیتا
تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔	کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے
(رواہ الترمذی)	سجدہ کرے۔ (ترمذی)
وَعَنْ قَیْسِ ابْنِ	اور قیس ابن سعد سے روایت
سَعْدٍ قَالَ اَتَیْتُ	ہے انہوں نے فرمایا میں حیرہ

اَلْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ — گیا میں نے انہیں دیکھا کہ وہ
يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانَ — اپنے سردار کو سجدہ کرتے
لَهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ — ہیں تو میں نے کہا البتہ رسول
اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ — اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ
وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ — حق رکھتے ہیں کہ انہیں سجدہ
يُّسْجَدَ لَهٗ فَاَتَيْتُ — کیا جائے پس میں آیا رسول
رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ — اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ — پاس میں نے کہا میں حیرہ گیا
اِنِّيْ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ — تھا میں نے انہیں دیکھا ہے
فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ — وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے
لِمَرْزُبَانَ لَهُمْ — ہیں پس آپ زیادہ حق دار
فَاَنْتَ اَحَقُّ — ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے
بِاَنْ يُّسْجَدَ لَكَ — پس آپ نے مجھے فرمایا سوچو
فَقَالَ لِيْ اَرَاَيْتَ — تم اگر گزرو گے تم میری قبر
لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ — کے پاس سے تو سجدہ کرو گے
اَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ — اس کو تو میں نے کہا نہیں پس
فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا — آپ نے فرمایا مجھے مت
تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ — سجدہ کرو اگر میں اللہ کے
اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ — سوا غیر کے سامنے سجدہ کا
لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ — حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا
النِّسَآءَ اَنْ — کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ

يَسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ
لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ
لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ
حَقٍّ (رواه ابوداود)

کرتیں اس لیے کہ اللہ نے
ان خاوندوں کا ان پر حق
رکھا ہے۔
(ابوداود)

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ فِيْ نَفَرٍ مِنَ
الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ
فَجَاءَ بَعِيْرٌ فَسَجَدَ
لَهٗ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَسْجُدُ
لَكَ الْبَهَائِمُ
وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ
اَحَقُّ اَنْ نَسْجُدَ لَكَ
فَقَالَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ
وَاَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ
وَلَوْ كُنْتُ اٰمُرُ
اَحَدًا اَنْ يَسْجُدَ
لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ
الْمَرْأَةَ اَنْ تَسْجُدَ

اور حضرت عائشہ سے نقل
ہے کہ بے شک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور
انصار کی ایک جماعت
میں تھے ایک اونٹ آیا
اور اس نے آپ کو سجدہ کیا
تو آپ کے صحابہؓ نے فرمایا
اے رسول اللہ جانور اور
درخت آپ کو سجدہ کرتے
ہیں پھر ہم تو زیادہ حق دار
ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں آپ
نے فرمایا عبادت کرو اپنے
رب کی اور عزت کرو اپنے
بھائی کی اگر میں خدا کے
سوا کسی اور کے سامنے
سجدہ کی اجازت دیتا تو بیوی
کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند

لِزَوۡجِهَا وَلَوۡ اَمَرَهَا	کو سجدہ کرتی اور اگر وہ خاوند
اَنۡ تَنۡقُلَ مِنۡ	اس کو حکم دے کہ لے
جَبَلٍ اَصۡفَرَ اِلٰی	جائے پتھر پہاڑ زرد سے
جَبَلٍ اَسۡوَدَ وَمِنۡ	طرف پہاڑ کالے کے یا لے
جَبَلٍ اَسۡوَدَ اِلٰی	جائے پتھر پہاڑ کالے سے
جَبَلٍ اَبۡيَضَ كَانَ	طرف پہاڑ سفید کے تو اس
يَنۡبَغِيۡ لَهَا اَنۡ تَفۡعَلَهٗ	کے لیے مناسب یہ ہے
(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء سے نقل کی گئی ہیں۔)	کہ وہ کرے۔ (امام احمد)

تفسیر

ان تینوں احادیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ ہے کہ غیر خدا کے سامنے سجدہ کی اجازت نہیں ہے خواہ نبی ہو یا ولی یا بادشاہ یا خاوند وغیرہ یہ سجدہ صرف اور صرف اللہ کا حق ہے کسی اور کا حق نہیں ہے اور سجدہ دو قسم کا ہے ایک سجدہ عبادت اور ایک سجدہ تعظیمی ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر مسجود کو نفع اور نقصان کا مالک تصور کرکے سجدہ کرے تو وہ سجدہ عبادت ہوگا اور اسے مالک تصور نہ کرے بلکہ اسے ایک بزرگ ہستی تصور کرکے سجدہ کرے تو وہ سجدہ تعظیمی ہوگا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے فتاویٰ عزیزیہ میں یہی تفصیل لکھی ہے اور سجدہ عبادت غیر اللہ کے سامنے شرک ہے اور کفر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اس پر اتفاق واتحاد رہا ہے کبھی بھی کسی نبی نے خدا کے سوا کسی اور کے سامنے یا اپنے

سامنے اس کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی کسی کی قبر کے سامنے اس کی اجازت دی کیونکہ یہ صرف اللہ جلّ مجدہ کا حق ہے کیونکہ وہی سب کا خالق و مالک مربّی و محسن ہے اور کسی میں یہ صفات ہیں ہی نہیں تو ان کی باج گزاری کیوں کی جائے چنانچہ اللہ پاک کا ارشادِ گرامی ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ	نہیں حق واسطے کسی آدمی
يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ	کے جسے اللہ تعالیٰ کتاب
وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ	حکم اور نبوۃ دے پھر وہ
يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا	لوگوں سے کہے کہ تم اللہ
عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ	کے سوا میرے بندے بن
اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا	جاؤ لیکن وہ تو یہ کہے گا کہ
رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ	تم اللہ والے بن جاؤ اس
تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا	لیے کہ تم کتاب پڑھاتے ہو
كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ٥	اور خود بھی پڑھتے ہو اور وہ
وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ	تمہیں یہ حکم نہیں دے گا کہ
تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ	تم فرشتوں اور انبیاء کو رب
وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ط	مانو کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے
اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ	گا بعد اس کے جب تم
بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ	مسلمان ہو۔

(سورہ آل عمران، آیت ۷۹-۸۰)

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ	سورج اور چاند کو مت سجدہ
وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا	کرو اور اس ذات کو سجدہ

لله الذی خلقهن | کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے
ان کنتم ایاہ | اگر تم خاص اسی کی بندگی کرتے
تعبدون (سورہ حٰم سجدہ | ہو۔
آیت ۳۷)

ان آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کے سامنے سجدہ کی اجازت نہیں۔ سجدہ صرف اس ذات کا حق ہے جو سب کا خالق و مالک ہے ایک لاکھ اور چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام اسی مقصد کے لیے دُنیا میں بھیجے گئے ہیں تو امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے سامنے سجدہ کی اجازت کیسے دے سکتے تھے بلکہ آپ نے تو ان یہود و نصاریٰ کو بددُعا دی ہے کہ اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے یہود و نصاریٰ پر کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا اور سجدہ تعظیمی کی پہلے انبیاء علیہم السلام کی شرائعہ میں اجازت تھی اور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں اس کو منسوخ کر دیا گیا ہے کیونکہ اس سے شرک کی ایک راہ کھلتی ہے اس لیے آپ نے اس کو بند کیا ہے اور نماز کی بقیہ کیفیت رکوع دست بستہ قیام دو زانو ہو کر بیٹھنا بھی اسی میں شامل ہے یعنی اگر اس بزرگ ہستی کو یا اس کی قبر کو نفع و نقصان کا مالک یقین کر کے یہ کیفیات اختیار کرے تو شرک ہے اور اگر اسے نیک ہستی تصور کر کے ادب کے طور پر ایسا کرے تو شرک نہیں ہے تاہم اس سے اجتناب بہتر ہے کیونکہ جہلا اس سے گمراہ ہو سکتے ہیں۔

اور دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے لیے اپنے خاوند کا مرتبہ

بہت بلند ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر شئے کا حقیقی خالق و مالک مربی و محافظ تو اللہ ہے مگر اس نے ہر شئے کی تخلیق و تربیت اور حفاظت کا ایک نظام مقرر کیا ہے کچھ اسباب اور وسائل رکھے ہیں جن کے ذریعہ ہی فیضانِ خداوندی دوسروں تک پہنچتا ہے اور میاں بیوی اس فیضان کا عظیم ذریعہ ہیں اس لیے ان میں سے ہر ایک کو اس خالق حقیقی اور قادر مطلق کی طرف سے تعلیم دی گئی ہے کہ ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا پاس رکھیں اور ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف ان کے لیے مثل اس کے جوان پر ہے دستور کے مطابق وعاشروهن بالمعروف اور زندگی بسر کرو ان کے ساتھ دستور کے موافق کے تحت خاوند کا فرض ہے کہ اگر صاحب حیثیت اور ثروت ہے تو دو یا ایک خادم عورت کے لیے رکھے اور اگر غریب ہے تو پھر اپنی بیوی سے گھر کا کام لے سکتا ہے مگر یہ عورت کا اخلاقی فریضہ ہے حق نہیں بہرحال جب مرد نے اس عورت کو اپنی رفیقۂ حیات بنایا ہے تو گردش کے زمانہ میں رفیقہ ہونے کا ثبوت دے اور جہاں تک اس سے ہوسکتا ہے ایسے خاوند کا ہاتھ بٹائے اس کا ساتھ دے

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشان حالی و درماندگی

نیز اگر خاوند اپنی بیوی کو اپنے والدین کی خدمت کا حکم دے تو اخلاقی طور پر تو اسے یہ کام کرنا چاہیئے لیکن اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کی مرضی ہے یہ اس کا شرعی حق نہیں اور خاوند اس پر اس سلسلہ میں جبر نہیں کر سکتا اگر وہ اسے مارے گا یا طلاق دے گا تو ظلم ہوگا۔ اس وقت

معاشرہ میں اس صنفِ نازک پر انتہائی ظلم ہو رہا ہے اور ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں اور ملک میں بننے والی کوئی بھی حکومت ابھی تک اس صنف کو انصاف مہیا نہیں کر سکی ۔ جب کسی کی بچی بیاہ کر گھر میں لائی جاتی ہے تو ایک نوکرانی سے بھی زیادہ اس کے ساتھ بدسلوکی برتی جاتی ہے ۔ سارے گھر کا کام بھی کرواتے ہیں اور کھانے کے لیے دو وقت روٹی ملتی ہے ۔ پہننے کے لیے کپڑا مل جاتا ہے ۔ خاوند کا ڈنڈا سر پر معلق رہتا ہے ابھی طلاق دے دوں گا ابھی نکال دوں گا اور ساس ، خسر ، دیور ، جلیٹھ اور نند کے طعنوں کے تحائف الگ چنانچہ اس سلسلہ میں بہت سی مظلوم بچیاں یا تو زہر کھا کر مر جاتی ہیں یا پھر وہ زندگی بھر کی نوکرانی ، آہ و بکا ، گریہ و زاری کے ساتھ یہ تلخ زندگی بسر کرتی ہیں اور ہر وقت ان کی زبان پر یہ کلمہ جاری رہتا ہے اے اللہ آپ نے ہمیں پیدا کیوں کیا الٰہی کیوں نہیں آتی قیامت ماجرا کیا ہے اور بعض عورتوں کو بھی اپنے خاوندوں کی مجبوریوں کا احساس نہیں اور وہ ناروا قسم کے مطالبات سے انہیں پریشان کرتی ہیں جس کی وجہ سے یا تو وہ خودکشی کرتے ہیں یا پھر انہیں طلاق دیتے ہیں جس کی وجہ سے بنا بنایا یہ گھر اجڑ جاتا ہے ۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ فریقین دین کی تعلیم سے بے خبر ہیں ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور فرمان سے بھی اس سابقہ مضمون کی تائید ہوتی ہے ۔

عَنِ ابْنِ اَعْبُدٍ قَالَ	ابن اعبد سے روایت ہے
قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلَا اُحَدِّثُكَ	انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت
عَنِّیْ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ	علیؓ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ	اپنی اور فاطمہ بنت رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَكَانَتْ مِنْ اَحَبِّ
اَهْلِهٖ اِلَيْهِ قُلْتُ بَلٰى
قَالَ اِنَّهَا جَرَّتْ بِالرَّحٰى
حَتّٰى اَثَّرَ فِىْ يَدِهَا
وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ
حَتّٰى اَثَّرَ فِىْ
نَحْرِهَا وَكَنَسَتِ الْبَيْتَ
حَتّٰى اِغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا
فَاَتَى النَّبِىَّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَدَمٌ فَقُلْتُ لَوْ
اَتَيْتِ اَبَاكِ فَسَئَلِيْهِ
خَادِمًا فَاَتَتْهُ
فَوَجَدَتْ عِنْدَهٗ
حُدَّاثًا فَرَجَعَتْ فَاَتَا
هَا مِنَ الْغَدِ
فَقَالَ مَا كَانَ حَاجَتُكِ
فَسَكَتَتْ فَقُلْتُ اَنَا
اُحَدِّثُكَ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ جَرَّتْ بِالرَّحٰى

صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ
بتاؤں حالانکہ وہ آپ کو اپنی
ساری اہل سے زیادہ پیاری
تھی ۔ میں نے کہا ہاں بتائیں
انہوں نے فرمایا کہ وہ چکی چلاتی
تھی اور اس کے ہاتھوں میں
اس کا اثر پڑ گیا اور وہ مشکیزے
میں پانی پلاتی تھی یہاں تک
کہ اس کی گردن میں اس کا
اثر پڑ گیا اور گھر صاف کرتی
تھی یہاں تک کہ اس کے
کپڑے غبار آلود ہو گئے
پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس خادم آ گئے میں نے
کہا اگر تو اپنے والد کے پاس
چلی جائے ان سے ایک
خادم مانگ لے تو اچھا ہو گا
پس وہ گئی تو آپ کے پاس
کچھ لوگ باتیں کر رہے تھے
تو واپس آ گئی تو آپؐ خود
دوسرے دن اس کے پاس

حَتّٰی اَثَّرَتْ فِیْ یَدِھَا
وَحَمَلَتْ بِالْقِرْبَةِ
حَتّٰی اَثَّرَتْ فِیْ
نَحْرِھَا فَلَمَّا اَنْ
جَآءَكَ الْخَدَمُ اَمَرْتُھَا
اَنْ تَاْتِیَكَ
فَتَسْتَخْدِمُكَ خَادِمًا
یَقِیْھَا حَرَّمَا ھِیَ
فِیْهِ قَالَ اتَّقِیْ
اللّٰہَ یَا فَاطِمَةُ
وَاَدِّیْ فَرِیْضَةَ رَبِّكِ
وَاعْمَلِیْ عَمَلَ
اَھْلِكِ فَاِذَا اَخَذْتِ
مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِیْ
ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ
وَاحْمَدِیْ ثَلٰثًا
ثَلٰثِیْنَ وَكَبِّرِیْ
اَرْبَعًا وَّثَلٰثِیْنَ
فَتِلْكَ مِائَةٌ
فَھِیَ خَیْرٌ لَّكِ
مِنْ خَادِمٍ

آئے اور فرمایا تمہاری کیا حاجت
تھی پھر وہ خاموش ہو گئی تو
میں نے کہا کہ میں آپ کو بتاتا
ہوں اے اللہ کے رسول
یہ چکی چلاتی ہے یہاں تک کہ
اس کے ہاتھوں میں اثر پڑ
گیا ہے اور مشک اٹھا کر لاتی
ہے یہاں تک کہ اس کی گردن
میں اثر پڑ گیا ہے پس جب آپ
کے پاس خادم آئے تو میں نے
اسے کہا کہ وہ آپ کے پاس
جائے اور آپ سے کوئی
خادم مانگے جو اسے اس گرمی
سے بچائے جس میں وہ مبتلا
ہے آپ نے فرمایا فاطمہ اللہ
سے ڈر اور اپنے رب کا
فریضہ ادا کر اور اپنی اہل کا کام
کر اور جب تو اپنے لیٹنے کی
جگہ جائے تو تینتیس ۳۳ مرتبہ
سبحان اللہ اور تینتیس ۳۳ مرتبہ
الحمد للہ اور چونتیس ۳۴ مرتبہ

فَقَالَتْ رَضِيتُ عَنِ اللّٰهِ وَعَنْ رَسُوْلِهٖ

(ابوداؤد ج ۳ ص ۵۴ کتاب الخراج)

اللہ اکبر پڑھ یہ سو ہیں اور یہ تیرے لیے خادم سے بہتر ہے تو اس نے کہا کہ میں اللہ سے اور اللہ کے رسول سے راضی ہوں (یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے)

تفسیر

اس حدیث پاک سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ تمام مستحقین تک پہنچانا ضروری نہیں جہاں تک پہنچ سکتا ہے وقت کا سربراہ پہنچائے اور مال غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو دوران جہاد کافروں کا مال مسلمان مجاہدین حاصل کریں اس کی تقسیم کا طریقہ قرآن میں یہ بتایا ہے کہ اس کے پانچ حصے بنائے جائیں۔ چار مجاہدین میں تقسیم ہونگے اور پانچویں حصہ کے پانچ مستحقین بنائے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اقربا، یتامیٰ، مساکین اور مسافر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ایسا مال آیا تو آپ نے قرآنی اصول کے موافق چار حصے تو مجاہدین میں تقسیم فرمائے ہوں گے اور پانچواں حصہ اس کے مستحقین، یتامیٰ اور مساکین میں تقسیم فرمایا اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ نہیں رکھا اور غالباً یہ وہی موقعہ ہے کہ بیویوں نے بھی اپنے اپنے روزینے میں اضافے کا مطالبہ کیا اور آپ کی سب سے زیادہ پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنی بے بسی کا حال بیان کرکے

ایک خادم کا مطالبہ کیا ۔ آپ بظاہر تو خاموش رہیں مگر حضرت علیؓ نے آپ کی خود ترجمانی فرمائی اس اعتبار سے آپ کا ہی مطالبہ تصور ہوگا ۔ بیویوں کو تو اللہ تعالیٰ نے خود جواب دیا ہے جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور آپ نے اپنی بیٹی کو جس احسن پیرائے سے جواب دیا ہے اس کی نظیر بنی نوع انسان میں نہیں ملتی اور یہ ایک پیغمبر کی شان اور اس کی زبان ہی ہو سکتی ہے ۔ آپؐ نے فرمایا فاطمہؓ اللہ سے ڈر اپنے اہل وعیال کی خدمت کر یہ اللہ کی طرف سے تیرا فریضہ ہے اور رات کو سوتے وقت تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کر یہ تیرے لیے اس غلام سے بہتر ہے اور اس پیاری بیٹی نے سُن کر سوائے کسی شکوے اور شکایت کے ادباً عرض کیا کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر راضی ہوں اور دوسرا اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی ضروریات اور اپنی اہل وعیال کی ضروریات پر یتامی اور مساکین کو ترجیح دی حالانکہ ایسے موقعہ پر لوگ اپنے لیے اور اپنے اقربا کے لیے دولت سمیٹتے ہیں اور غربا مساکین سے چھین کر بھی اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں اور آپ نے یہ ایک فقید المثال نمونہ پیش کر کے بتا دیا کہ مسلمان سربراہوں کو اپنی رعایا کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہیے چنانچہ آپؐ کے خلفاء نے بھی یہی طریقہ اپنایا مگر وہ عملی نمونے پیش کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ کتاب مختصر ہے اور دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو انسانی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں لیکن چہ نسبت خاک را بعالم پاک، ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور ہوتے ہیں بقول شاعر ؎

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک جہاں میں — کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

اور تیسرا اس حدیث پاک سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر خاوند غریب ہو تو اس کی بیوی کو اس کے گھر کام کاج کرنا چاہیئے چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ڈانٹا ہے اور سخت الفاظ فرمائے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اِتَّقِی اللہَ یا فاطمہ اے فاطمہ اللہ سے ڈر یہ جملہ ایسے موقعہ پر ہی استعمال کیا جاتا ہے جہاں ضابطہ اور اصول کی خلاف ورزی سے عذاب آنے کا اندیشہ ہو۔ معلوم ہوا کہ خاوند اگر بیوی کی خدمت کا محتاج ہو اور وہ خدمت نہ کرے تو گناہ گار ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا اور اسی طرح کعب بن مالک والی حدیث سے بھی اسی مضمون کی تائید ہوتی ہے مگر طوالت کے ڈر سے ہم اس سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔

خاوند کی فرمانبرداری کی فضیلت

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ	اور حضرت انسؓ سے روایت
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی	ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اَلْمَرْاَۃُ اِذَا صَلَّتْ	نے فرمایا عورت جب اپنی
خَمْسَهَا وَصَامَتْ	پانچ نمازیں پڑھے اور اپنے
شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ	مہینے کے روزے رکھے
فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ	اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت
بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ	رکھے اور اپنے خاوند کی تابعداری
مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ	کرے جنت کے جس

الْجَنَّةِ شَاءَتْ۔ (رواه ابونعیم فی الحلیہ)

دروازے سے چاہے گی داخل ہوگی۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ (رواه الترمذی)

اور حضرت امّ سلمہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت مر جائے اور اس کا خاوند اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النِّسَآءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِيْ تَسُرُّهُ اِذَا نَظَرَ وَتُطِيْعُهُ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِيْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ (رواه النسائی والبیہقی فی شعب الایمان)

اور ابی ہریرہؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کون سی عورتیں بہتر ہیں آپ نے فرمایا جو خوش کرے اس مرد کو جب وہ اسے دیکھے اور اطاعت کرے اس مرد کی جب وہ اسے حکم دے اور نہ مخالفت کرے اس کی اپنے نفس میں اور نہ اپنے مال میں جسے وہ مرد پسند نہ کرے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ	اور ابن عباسؓ سے روایت
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ	ہے کہ بے شک رسول اللہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ	چار چیزیں جس کو دی جائیں اسے
مَنْ اُعْطِيَهُنَّ فَقَدْ	دنیا اور آخرت کی بھلائی دے
اُعْطِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا	دی گئی ہے دل شکر گزار[1]
وَالْاٰخِرَةِ قَلْبٌ	زبان[2] ذکر کرنے والی بدن[3]
شَاكِرٌ وَّلِسَانٌ ذَاكِرٌ	مصیبت پر صبر کرنے والا
وَبَدَنٌ عَلَى الْبَلَاۗءِ	اور بیوی[4] جو نہ تلاش کرے
صَابِرٌ وَّزَوْجَةٌ لَا	خیانت اپنی ذات میں اور
تَبْغِيْهِ خَوْنًا فِيْ	نہ اس کے مال میں۔
نَفْسِهَا وَلَا مَالِهٖ	(یہ چاروں احادیث مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء سے منقول ہیں)

تفسیر

ان چاروں احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک وہی عورتیں اچھی اور بہتر ہیں جو اپنے خاوندوں کی تابعدار ہوتی ہیں اور اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ جب اللہ راضی ہو جائے تو سب کچھ حاصل ہو جائے گا اور آج کل موجودہ معاشرہ میں جو عائلی جھگڑے ہیں وہ صرف اس لیے ہیں کہ لوگوں نے اس ازدواجی زندگی کا مقصد سفر آوارگی سمجھ لیا ہے۔ رضا الٰہی پیشِ نظر نہیں ہے اور اسلامی

تعلیمات کی رُوح سے بے خبر ہیں۔ ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جو طرزِ تعلیم ہے اس سے آوارگی ہی پیدا ہوتی ہے اس لیے تاریکی کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں اور ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

خاوند کی نافرمانی کی سزا

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ	اور ابوہریرہؓ سے روایت
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ اِذَا دَعَى	نے فرمایا جب آدمی اپنی عورت
الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ	کو اپنے بستر کی طرف بلائے
اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ	پھر وہ انکار کرے پھر وہ خاوند
فَبَاتَ غَضْبَانَ	اس سے ناراض رات گزارے
لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ	تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے
حَتّٰى تُصْبِحَ	ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جائے
(متفق علیہ)	(اس حدیث پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے)
وَفِیْ رِوَايَةٍ	اور ان دونوں کی ایک روایت
لَهُمَا قَالَ وَالَّذِیْ	میں ہے جناب رسول اللہ
نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَامِنْ	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
رَجُلٍ يَدْعُوْا	قسم ہے اس ذات کی جس
امْرَأَتَهٗ اِلٰى	کے دست پاک میں میری جان
فِرَاشِهٖ فَتَاْبٰى	ہے کہ جو آدمی اپنی عورت کو

عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ
الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ
سَاخِطًا عَلَيْهَا
حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا

وَعَنْ مُعَاذٍ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَا تُؤْذِيْ
اِمْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي
الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ
زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ
الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْ
قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَإِنَّمَا
هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ
يُوْشِكُ أَنْ
يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا
(رواه الترمذی و ابن ماجہ)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اپنے بستر کی طرف بلائے پھر وہ انکار کرے تو آسمان کی ذات (اللہ) اس سے ناراض رہتی ہے جب تک کہ وہ خاوند اس سے راضی نہ ہو۔

اور حضرت معاذ سے روایت ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے آپ نے فرمایا نہیں تکلیف دیتی کوئی عورت اپنے خاوند کو دنیا میں مگر کہتی ہے اس کی بیوی حوروں میں سے اس کو مت تکلیف دو اللہ تجھے ہلاک کرے وہ تیرے پاس مسافر ہے عنقریب وہ تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا۔ (ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ حدیث نقل کی ہے)

اور جابر سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا يَقْبَلُ لَهُمْ صَلٰوةٌ وَلَا يَصْعَدُ لَهُمْ حَسَنَةٌ. اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى مَوَالِيْهِ فَيَضَعَ يَدَهُ فِيْ اَيْدِيْهِمْ وَالْمَرْاَةُ السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا وَالسَّكْرَانُ حَتّٰى يَصْحُوْا۔

فرمایا تین آدمیوں کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اور ان کی کوئی نیکی درجہ قبول نہیں پاتی ۔ ایک بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ واپس آکر اپنا ہاتھ مالکوں کے ہاتھوں میں نہ دے دوسرا وہ عورت اس کا خاوند اس پر ناراض ہو اور تیسرا نشئی یہاں تک کہ ہوش میں آجائے ۔

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء سے منقول ہیں)

تفسیر

ان تینوں احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس عورت پر خاوند ناراض ہو اس پر اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے فرشتے اور جنت کی حوریں بھی اس پر لعنت اور نفرین کرتے ہیں اور اس کے لیے بددعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ خاوند اس پر راضی نہ ہو اب ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ آخر کار یہ عورت اتنی کیوں مبغوض ہے تو بات اصل میں یہ ہے کہ شادی یا نکاح کا اصل مقصد نسل انسانی کی ترقی اور سکون ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس

جوڑے کے تعلقات اللہ پاک کے بتائے ہوئے اصول اور قواعد وضوابط کے مطابق استوار ہوں ورنہ یہ یونٹ ناکام ہو جائے گا اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوگی اور جو بھی فریق اس کا باعث بنے گا وہی اس کا ذمہ دار بھی ٹھہرے گا اور مذکورہ صورتوں میں چونکہ عورت باعث ہے اس لیے وہ لعنت کی ذمہ دار ٹھہرائی گئی ہے۔ اعاذ اللہ

عورت کو اپنے خاوند کے ساتھ ظرافت بھی کرنا چاہیئے

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ قَالَتْ فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلٰى رِجْلِيْ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِيْ قَالَ هٰذِهٖ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ (رواہ ابوداود)	حضرت عائشہ سے نقل ہے کہ بے شک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ ایک سفر میں انہوں نے فرمایا پس میں آپ کے ساتھ دوڑی پس میں آپ سے پیدل دوڑنے میں سبقت لے گئی پھر جب میرا بدن بھاری ہوگیا میں آپ کے ساتھ دوڑی تو آپ مجھ سے سبقت لے گئے اور فرمایا یہ اس دوڑ کے بدلے میں ہے (ابوداؤد)

وَعَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَوْ حُنَيْنٍ وَفِيْ سَهْوَتِهَا سِتْرٌ فَهَبَّتْ رِيْحٌ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَائِشَةَ قَالَتْ بَنَاتِيْ وَرَاٰى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهٗ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِيْ اَرٰى وَسْطَهُنَّ قَالَتْ فَرَسٌ قَالَ وَمَا هٰذَا الَّذِيْ عَلَيْهِ قَالَتْ جَنَاحَانِ قَالَ فَرَسٌ لَهٗ جَنَاحَانِ قَالَتْ اَمَا سَمِعْتَ

اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک یا حنین سے واپس تشریف لائے اور عائشہؓ کی کوٹھڑی پر پردہ تھا پھر ہوا چلی تو پردے کا کنارہ ہٹ گیا۔ عائشہؓ کی گُڑیوں سے آپ نے فرمایا یہ کیا ہے اے عائشہ اس نے کہا میری گڑیا ہیں اور آپؐ نے ان کے درمیان گھوڑا دیکھا جس کے کپڑے کی ٹاکیوں کے دو پر تھے آپؐ نے فرمایا یہ کیا ہے جو اُنکے درمیان میں دیکھ رہا ہوں اس نے کہا گھوڑا ہے آپؐ نے فرمایا گھوڑا اور اس کے دو پر اس نے کہا کیا آپ نے سُنا نہیں ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا ایک گھوڑا تھا اس کے کئی پر تھے اس نے کہا پس

اَنَّ لِسُلَیْمٰنَ خَیْلًا	آپ ہنس پڑے یہاں تک
لَهٗ اَجْنِحَةٌ قَالَتْ	کہ میں نے آپ کی داڑیں
فَضَحِكَ حَتّٰى	مبارک دیکھیں ۔ (یہ حدیث
رَئَیْتُ نَوَاجِذَهٗ	ابوداؤد نے نقل کی ہے)

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء سے منقول ہیں)

تفسیر

پہلی حدیث میں جو آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دو مرتبہ دوڑے ۔ پہلی مرتبہ حضرت عائشہؓ آگے نکل گئیں اور دوسری مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے اس کا مقصد ظرافت طبعی ہے اور دوسری حدیث میں جو دونوں کی گفتگو آپس میں ہوئی ہے اس سے مراد بھی یہی ہے تو معلوم ہوا کہ جس طرح خاوند کو بیوی کے ساتھ خوش طبعی سے پیش آنے کی تعلیم دی ہے اسی طرح عورت کو بھی یہی تعلیم ہے کہ اپنے خاوند کو خوش رکھنے کی کوشش کرے ۔

میاں بیوی کا اختلاف رفع کرنے کے لئے مصالحتی کمیٹی ہونی چاہیئے

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ	اور اگر تمہیں میاں بیوی کے
بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا	تعلقات بگڑ جانے کا خطرہ
حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ	ہو تو ایک منصف مرد کے

وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا ۚ	خاندان میں سے اور ایک
اِنْ يُّرِيْدَآ	منصف عورت کے خاندان
اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ	میں سے مقرر کرو اگر وہ دونو
اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ	اصلاح کرنا چاہیں گے تو
اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا	اللہ تعالیٰ ان دونوں میں موافقت
خَبِيْرًا (سورہ بقرہ آیت ۳۵)	پیدا کرے گا بے شک اللہ
	تعالیٰ سب جاننے والا خبردار ہے

تفسیر

یعنی اگر میاں بیوی کے مابین اختلاف ہوجائے تو فوراً مرد طلاق نہ دے اور عورت طلاق کا مطالبہ نہ کرے بلکہ ایک مصالحتی کمیٹی تشکیل دی جائے جو فریقین کی برادری کے منصف مزاج قسم کے کم از کم دو افراد پر مشتمل ہو اور اس کمیٹی کے ارکان متعصب جذباتی اور ہٹ دھرم قسم کے لوگ نہیں ہونے چاہیئں کیونکہ وہ معاملہ کو سلجھانے کے بجائے بگاڑ پیدا کریں گے اور ان منصف مزاج لوگوں کو چاہیئے کہ ان دونوں میاں بیوی کو سمجھائیں مثلاً عورت سے کہا جائے کہ تیرے والدین بار بار تو تیری شادی نہیں کرا سکتے اور وہ تجھے گھر بٹھا کر کب تک کھلاتے رہیں گے اس طرح لڑکیاں بدنام بھی ہوجاتی ہیں اور اسی طرح لڑکے کو بھی سمجھایا جا سکتا ہے بہرحال کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ طلاق تک نوبت نہ آئے کیونکہ طلاق عند اللہ اچھی چیز نہیں ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب ہم احادیث کی روشنی میں بیان کریں گے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَأَةٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِىْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ۔

(رواہ احمد والترمذیؒ ابوداود وابن ماجہ)

حضرت ثوبان سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے سوائے ضرورت کے اس پر جنّت کی خوشبو حرام ہے (یہ حدیث امام احمد ترمذی ابوداود اور ماجہ نے نقل کی ہے)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ۔

(رواہ ابوداود)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مباح کاموں سے اللہ کے نزدیک زیادہ مکروہ چیز طلاق ہے۔

(یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے)

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى

اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ زمین کے چہرے پر اللہ کی مخلوق میں سے غلام

وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَبَّ	آزاد کرنے سے کوئی چیز
اِلَيْهِ مِنَ الْعِتَاقِ	زیادہ پسندیدہ نہیں اور زمین
وَلَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا	کے چہرے پر اللہ کی مخلوق
عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ	میں سے طلاق سے زیادہ
اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ	ناپسند کوئی چیز نہیں۔

الطَّلَاقِ۔ (یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الطلاق سے منقول ہیں)

تفسیر

ان تینوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے کسی معقول عذر کے نہ خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے اور نہ ہی بیوی اس سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اس کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ عام معاملات کی طرح نہیں ہے کہ جب چاہیں عقد کر لیں اور جب چاہیں توڑ لیں بلکہ جس طرح اس کے انعقاد کے لیے بڑی سخت اور کڑی شرطیں ہیں اسی طرح توڑنے کے لیے شرائط ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب بیان کریں گے۔ اگر کوئی شخص ان شرائط کی خلاف ورزی کر کے اس عقد کو توڑے گا تو وہ عند اللہ مجرم ہوگا خواہ مرد ہو یا عورت اور اس سلسلہ میں جو ان سے تعاون کرینگے وہ بھی مجرم ہوں گے اور دوسری وجہ اس کی یہ ہے کہ اس عقد کا انفساخ شرف انسانی کے منافی ہے کہ ایک انسان کو استنجا کے ڈھیلہ کی طرح استعمال کر کے پھینک دیا جائے۔ یہ کوئی بازیچۂ اطفال نہیں ہے کہ جب چاہیں دوستی گانٹھ لیں اور جب چاہیں توڑ لیں۔ اگر اس

کو روا رکھا جائے تو یہ طریقہ جانوروں سے کم نہیں ہوگا اور تیسری وجہ اس کی یہ ہے کہ اس یونٹ کے قیام کا مقصد نسل انسانی کی ترقی قبائل اور طبقات کے درمیان اخوت، محبت، اتفاق و اتحاد پیدا کرنا ہے اور انسانوں کے مابین جوڑ پیدا کرنا ہے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اگر بلا عذر اس کی اجازت دیدی جائے تو اس یونٹ کے قیام کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ اخوت اور محبت کے بجائے نفرت بڑھے گی، شیرازہ منتشر ہو جائے گا اسی لیے شریعت نے بلاوجہ طلاق پر پابندی عائد کی ہے آنے والی حدیث سے بھی یہ ہی تائید معلوم ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُنْتَزِعَاتُ وَالْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ۔	حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے خاوندوں سے لڑنے والیاں اور خلع طلب کرنے والیاں منافقہ ہیں۔ (یہ حدیث نسائی نے نقل کی ہے۔)
(مشکوٰۃ باب الطلاق ص۲۸۴)	

تفسیر

اس حدیث میں اپنے خاوندوں سے لڑنے والی یا خلع کا مطالبہ کرنے والی عورت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو منافقہ فرمایا ہے اس سے

مراد عقیدہ کا نفاق بھی ہو سکتا ہے اور عملی نفاق بھی ہو سکتا ہے۔ اگر عقیدہ والا نفاق مراد لیں گے تو توجیہ اسی طرح ہوگی کہ ایسی عورتوں کا اللہ تعالیٰ پر یقین نہیں پیدا ہوا اس لیے ان سے لڑتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ پر ان کا یقین ہوتا تو اس کے فرمان کے موافق عمل کرتیں اور اگر عملی نفاق مراد لیں تو توجیہ اس طرح ہوگی کہ اپنے خاوندوں سے لڑنا یا ان سے طلاق کا مطالبہ کرنا مسلمان عورتوں کا کام نہیں منافقوں کا کام ہے۔ مسلمان عورتیں وہ ہوتی ہیں جو اپنے خاوندوں کی تابعداری کرتی ہیں۔

طلاق سے بچنے کیلئے عورت اپنے بعض حقوق چھوڑ سکتی ہے

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ	اور اگر کسی عورت کو اپنے
مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا	خاوند کی طرف سے لڑنے
اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ	یا منہ پھیرنے کا ڈر ہو تو ان
عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا	دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے
بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ	کہ آپس میں کوئی صلح کر لیں
خَيْرٌ ط وَاُحْضِرَتِ	اور صلح بہتر ہے اور دلوں
الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَاِنْ تُحْسِنُوْا	میں حرص موجود ہے اگر تم
وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ	نیکی کرو اور پرہیزگاری اختیار
كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ
خَبِيْرًا ۔	تمہارے اعمال سے پوری
(سورۃ نساء آیت ۱۲۸)	طرح باخبر ہے۔

تفسیر

پہلی آیت میں آچکا ہے کہ اگر میاں بیوی میں کشیدگی ہو جائے تو اُسے رفع کرنے کے لیے ایک مصالحتی کمیٹی ہونا چاہیئے جو ان کے اختلافات کو دور کر کے ان کی صلح کرا دے اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے کچھ حقوق چھوڑ بھی سکتی ہے تو یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ خاوند طلاق دینے پر ہی مصر ہو اور کمیٹی کی بات نہ مانیں اور عورت طلاق نہ لینا چاہتی ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے کچھ حقوق چھوڑ دے اور کمیٹی کو چاہیئے کہ یہ صورت ماننے پر اس کے خاوند کو آمادہ کریں اگر وہ آمادہ ہو جائے تو اس میں زوجین کے لیے کوئی حرج نہیں ہے یعنی عورت کی طرف سے یہ رشوت نہیں ہے اور خاوند کی طرف سے یہ عورت کی حق تلفی نہیں ہے یہ گناہ کے مرتکب نہیں ہیں اور درحقیقت یہ دونوں کی مجبوری ہے جس کی بنا پر شریعت نے انہیں اجازت دی ہے۔ خاوند کی مجبوری یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں اور وہ نامساعد حالات کی وجہ سے اب سب کے حقوق پورے کرنے کا متحمل نہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی یہ بیوی بانجھ ہو اس سے اولاد نہ ہوتی ہو اور یہ خاوند اولاد کا متمنی ہو اور شادی کرنا چاہتا ہو اور دونوں کے اخراجات اور حقوق برداشت کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عورت بوڑھی ہو اور یہ مرد جوان ہو اور عورت کی مجبوری ہو سکتی ہے کہ وہ صاحب اولاد ہو اور اپنی اولاد کو نہ چھوڑ سکتی ہو یا اس کے لیے رہنے کا مکان نہ ہو وغیر ذالک، تو ان صورتوں میں اپنے کچھ حقوق سے دست بردار ہو جائے تو کوئی قباحت

نہیں ہے مثلاً مہر معاف کر دے نفقہ سے دست بردار ہو جائے یا حق زوجیت چھوڑ دے غرضیکہ جو بھی مصلحت کی صورت زوجین میں طے پائے ٹھیک ہے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عملی نمونہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ	اور حضرت عائشہؓ سے
أَنَّ سَوْدَةَ	روایت ہے کہ بے شک
لَمَّا كَبِرَتْ قَالَتْ	حضرت سودہؓ جب بوڑھی
يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدْ	ہو گئی تو اس نے کہا یا رسول
جَعَلْتُ يَوْمِيْ	اللہ میں نے اپنا دن (باری)
مِنْكَ لِعَائِشَةَ	جو آپ کی طرف سے ہے
فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ	عائشہؓ کو چھوڑ دیا ہے پس
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ يُقْسِمُ	عائشہ کے لیے دو دن تقسیم
لِعَائِشَةَ يَوْمَيْنِ	کرتے تھے ایک ان کا اپنا
يَوْمَهَا وَيَوْمَ	دن (باری) اور ایک سودہؓ
سَوْدَةَ (متفق علیہ)	کا (یہ حدیث بخاری ومسلم کی متفق علیہ ہے)
وَفِيْ رِوَايَةٍ	اور ایک روایت میں ہے
وَهَبَتْ يَوْمَهَا	کہ حضرت سودہؓ نے یہ اپنا
لِعَائِشَةَ حِيْنَ	دن (باری) حضرت عائشہ
أَرَادَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى	کو اس وقت ہبہ کیا جب

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
طَلَاقَهَا فَقَالَتْ	انہیں طلاق دینے کا ارادہ رکھتے
لَهٗ اَمْسِكْنِیْ قَدْ	تھے تو اُس نے آپ سے کہا
وَهَبْتُ یَوْمِیْ	کہ آپ مجھے اپنے عقد میں
لِعَائِشَةَ لَعَلِّیْ	رکھیں میں نے اپنا دن (باری)
اَكُوْنَ مِنْ	حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردی
نِسَآئِكَ فِی	ہے شاید کہ میں جنت میں
الْجَنَّةِ ۔	آپ کی بیویوں میں سے ہو
(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب القسم سے منقول ہیں ۔)	جاؤں ۔

تفسیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر میاں بیوی میں ناچاقی ہو جائے تو مرد اس کی حق تلفی سے بچنے کے لیے اسے طلاق دے سکتا ہے اس میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور عورت مرد کی شب و روز کی گستاخی سے بچنے کے لیے کم سے کم درجہ پر بھی مصالحت کرے تاکہ اس کا رشتۂ زوجیت برقرار رہے تو بھی کوئی حرج نہیں

ضوابط طلاق (ضابطہ اول دوم سوم)

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا	اے نبیؐ جب تم عورتوں کو
طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ	طلاق دو تو انہیں طلاق دو
فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ	ان کی عدت کے موقعہ پر

وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ — اور شمار کرتے رہو عدت کو
وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ — اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا
(آیت ۱ طلاق) — رب ہے۔

تفسیر

اس آیت سے تین ضابطے معلوم ہوتے ہیں اول یہ ہے کہ طلاق دینے کا اختیار مرد کو ہے عورت کو نہیں ہے کیونکہ طَلَّقْتُمُ یا طَلِّقُوْ دونوں جمع مذکر حاضر کے صیغے ہیں اور تم اور واؤ فاعل ہے اور اَلنِّسَآءَ کو مفعول بہ بنایا ہے معلوم ہوا کہ اس فعل کا فاعل مرد ہی ہو سکتا ہے اور عورت مفعول بہ ہو سکتی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس شادی کے انعقاد کے وقت تو میاں بیوی دونوں کے اختیارات برابر کی سطح کے تھے یعنی ایک کی طرف سے ایجاب اور دوسرے کی طرف سے قبول کی شکل میں یہ عقد معرض وجود میں آیا تو اب اسے کالعدم قرار دیتے وقت بھی اختیارات برابر ہی ہونے چاہئیں اور شریعت میں یہ سارے اختیارات مرد کو سونپے ہیں ایسا کیوں ہے اس کا اولین جواب یہ ہے کہ مرد کی حیثیت حکمران کی ہے اور یہ مانا ہوا اصول ہے کہ حکمران جب مُفَوَّضَہ امور اور ذمہ داریاں نبھانے کی اپنے اندر صلاحیت نہ پائے تو وہ اپنے اس عہدہ سے استعفیٰ دے سکتا ہے اسی طرح ایک مرد جب اپنی بیوی کے تمام حقوق پورے نہ کر سکتا ہو تو اس عقد کو کالعدم قرار دے کر اس عہدے سے الگ ہو سکتا ہے ورنہ کل اسے

زبردستی الگ کر دیا جائے گا جس کے نتائج تباہ کن ہوں گے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ عورت کی حیثیت رعیت کی ہے اور رعیت کے لیے مانا ہوا اصول یہ ہے کہ حکمران کے انتخاب کے وقت جسے مرضی ہے اپنے لیے منتخب کرلیں لیکن انتخاب کے بعد سوائے کسی ٹھوس عذر کے رعیت کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنے منتخب حاکم کو معزول کر دیں اگر کوئی ایسا کرے تو بغاوت تصوّر ہو گی اور حکمران کو حق پہنچتا ہے کہ ایسی بغاوت کو کچل دے اسی طرح منکوحہ عورت رعیت ہے اسے یہ حق نہیں ہے کہ اپنے خاوند کو الگ کرے اگر کوئی عورت ایسا کرے تو خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے سزا دے اور اگر مرد میں کوئی عیب ہو تو عورت بذریعہ عدالت طلاق حاصل کر سکتی ہے از سر خود مرد کو طلاق نہیں دے سکتی ہاں اگر مرد طلاق دینے کے اختیارات اسے سونپ دے تو اور بات ہے اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب ہم بیان کریں گے اور دوسرا ضابطہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلاق عورت کے پاکی (طھر) کے ایام میں دے سکتا ہے۔ ناپاکی (حیض) کے ایام میں طلاق دینا جائز نہیں ہے۔ ذیل کی حدیث سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دی پھر حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ

فَتَغَيَّظَ فِيهِ رَسُولُ	علیہ وسلم اس میں غصے ہوئے
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ	پھر آپ نے فرمایا اسے چاہیئے
وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ	رجوع کرے پھر پاک ہونے
لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ	تک اسے اپنے عقد میں رکھے
يُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ	پھر اسے حیض آئے پھر پاک
ثُمَّ تَحِيضَ	ہو پھر اگر مناسب سمجھے طلاق
فَتَطْهُرَ فَإِنْ	دینا تو ہمبستری سے قبل پاکی
بَدَا لَهُ أَنْ	کی حالت میں اسے طلاق دے
يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا	پس یہ ہے وہ عدت جس کا
طَاهِرًا قَبْلَ	اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ
أَنْ يَمَسَّهَا	عورتوں کو اس میں طلاق دی
فَتِلْكَ الْعِدَّةُ	جائے اور ایک روایت میں
الَّتِي أَمَرَ اللهُ أَنْ	ہے اسے حکم دے وہ رجوع
تُطَلَّقَ النِّسَاءُ	کرے پھر طلاق دے وہ پاک
وَفِي رِوَايَةٍ مُرْهُ	ہو یا حاملہ ہو۔ (متفق علیہ)
فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ	
يُطَلِّقْهَا طَاهِرًا	(مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء ص ۲۸۳)
وَحَامِلًا (متفق علیہ)	

تفسیر

یہ حدیث پاک قرآن کریم کی مذکورہ آیت کے جملہ طَلِّقُوْا هُنَّ

لِعِدَّتِهِنَّ کی تشریح ہے آپ کے فرمان عالیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی عدت پاکی سے شروع ہوتی ہے اس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب ہم بیان کریں گے اور پاکی میں طلاق دینے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ حیض کا زمانہ اور چونکہ عورت کے کپڑے اور جسم گندا اور ناپاک ہونے کا زمانہ ہے اس میں مردوں کو عورتوں سے طبعی طور پر نفرت ہوتی ہے یہاں تک کہ دور جاہلیت میں بعض لوگ عورتوں کو اس دور میں گھروں سے ہی نکال دیتے تھے اور پاکی کے زمانہ میں نفرت نہیں ہوتی بلکہ میلان پیدا ہوتا ہے ۔ اب اگر کوئی شخص ایام حیض میں طلاق دے تو اس میں یہ احتمال ہے کہ شاید وہ طبعی نفرت کی وجہ سے وہ اس دور جاہلیت کی رسم کو زندہ کرنا چاہتا ہے اس لیے شریعت نے یہ دروازہ ہی بند کر دیا ہے کیونکہ یہ عورت کی ایک ایسی مجبوری ہے جس کا ازالہ اس کے بس سے باہر ہے اگر کوئی شخص اسے اس وجہ سے طلاق دے گا تو یہ اس پر ظلم ہوگا اور اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے اسی لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن عمر پر ناراض ہوئے تھے اور کسی فعل حرام کے مرتکب ہونے پر ہی آپ ناراض ہوتے تھے ۔ معلوم ہوا عورت کو حیض میں طلاق دینا حرام ہے تاہم اگر کوئی ایسی حالت میں طلاق دے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے ۔ یہ مقصد نہیں فعل حرام متحقق ہی نہیں ہوتا اور اگر پاکی کے زمانہ میں طلاق دے گا تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ اس حیض کی نفرت کی وجہ سے طلاق نہیں دے رہا بلکہ کسی مصلحت کی خاطر دے رہا ہے اور اس کی شریعت نے اسے اجازت دی ہے جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور تیسرا ضابطہ یہ بیان

فرمایا ہے کہ عدت کو گنتے رہو یہ خطاب مرد اور عورت دونوں کو ہے یعنی دونوں کو چاہیئے کہ ان ایام کو گنتے رہیں تاکہ عدت میں کمی بیشی لازم نہ آئے اور عرصۂ عدت انشاء اللہ العزیز عنقریب ہم بیان کرینگے۔

دو طلاق کا حکم (ضابطہ چہارم)

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ	طلاق رجعی دو بار تک ہے پھر
فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ	دستور کے موافق روک لینے
اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ	میں کوئی حرج نہیں یا احسان
(سورہ بقرہ آیت ۲۲۹)	کے ساتھ چھوڑ دینے میں
	بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

تفسیر

اس آیت کریمہ میں جو لفظ طلاق آیا ہے اس کے لغوی معنے رہائی پانے یا پابندی اٹھا دینے کے ہیں اور اہل شرع کی اصطلاح میں مرد کی طرف سے اپنی بیوی پر جو پابندی ہوتی ہے اسے اٹھا دینے کا نام طلاق ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مقدسہ سے پہلے اس سلسلہ میں کوئی خاص ضابطہ نہیں تھا جب چاہتے تھے بیوی کو طلاق دے دیتے تھے اور جب چاہتے تھے رکھ لیتے تھے اور الفاظ طلاق کے سلسلہ میں بھی کوئی دستور نہیں تھا۔ بیس بیس دفعہ بھی طلاق دے کر پھر رکھ لیتے تھے اور عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتے پھر جب چاہتے طلاق دیتے اور پھر رجوع کر لیتے اس طرح یہ صنف نازک ان کی ظلم کی چکی میں پس رہی تھی تو اللہ رب العزت

نے رحم فرمایا اور ان مظلومات کو ظلم و ستم سے نجات دینے کے لیے آپ نے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی مقدس کتاب اتاری اور اس میں ایک ایسا زریں اصول رکھا جو سراپا انصاف پر مبنی ہے اور اس میں فریقین کی بھلائی مضمر ہے اور وہ یہ ہے کہ بالکل ضابطۂ طلاق کو منسوخ بھی نہیں کیا اور کھلی چھٹی بھی نہیں دی کہ جب کوئی چاہے اور جیسے چاہے طلاق دے دے اور جب چاہے دوبارہ رکھ لے۔ اسلام میں اولین کوشش ہی یہ کی گئی ہے کہ طلاق کی نوبت ہی نہ آئے اگر بامر مجبوری یہ نوبت آ ہی گئی ہے کہ مرد کوئی ایسا قدم نہ اُٹھائے یا کوئی ایسا لفظ منہ سے بولے جس سے یہ تعلقات یکسر منقطع ہو جائیں بلکہ اس کو ایسا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیئے کہ جس سے اگر یہ آپس میں مل کر دوبارہ زندگی بسر کرنا چاہیں تو کر سکیں اور اس سلسلہ میں میعاد بھی مقرر کر دی ہے اور طلاق کے الفاظ بھی مقرر کر دیئے ہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ کیسے الفاظ کے بعد دوبارہ آپس میں میاں بیوی مصالحت کر سکتے ہیں اور کیسے الفاظ کے بعد نہیں کر سکتے چنانچہ آیت کریمہ میں جو لفظ مَرَّتَانِ آیا ہے یہ مَرَّةٌ کی تثنیہ ہے اور مَرَّةٌ کے معنے ایک بار کے ہیں اور مَرَّتَانِ کے معنے دو بار کے ہیں۔ اب آیت کا معنے یہ ہوا کہ طلاق دو بار تک ہے اور اس کے بعد فرمایا ہے فَاِمْسَاكٌ روک لینا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ اگر میاں اپنی بیوی پر طلاق کا لفظ بول دے اور پھر اگر وہ رجوع کرنا چاہیں اور آپس میں وہ صلح صفائی سے رہنا چاہیں تو ایسا وہ کر سکتے ہیں اور آگے فرمایا ہے بِمَعْرُوْفٍ یعنی حقوقِ فریقین بدستور وہی ہوں گے۔ اگر عدت کے اندر رجوع ہوا ہے تو نکاح

سابق موجود ہے وہ ٹوٹا نہیں ہے اور عورت کے اخراجات بدستور مرد ہی کے سپرد ہیں۔ ہاں اگر عورت نے مصالحت کی خاطر اپنا نفقہ وغیرہ خود ترک کر دیا ہو تو ایسا کر سکتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور رجوع کا طریقہ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی سے ہمبستر ہو جائے یا زبان سے کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا ہے وغیرہ ذالک اور عدت گزر جانے کے بعد اگر باہم صلح کرنا چاہیں تو دو گواہوں کے سامنے صرف تجدید نکاح کر لیں بہرحال ایک یا دو دفعہ طلاق دینے کے بعد اگر میاں بیوی صلح کرنا چاہیں تو ہو سکتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع کا مقصد یہ ہے کہ انسانی ترقی کے اس یونٹ کو کسی نہ کسی طرح بچا لیا جائے کیونکہ یہ اگر ٹوٹ گیا تو ترقی کی رفتار میں بڑا خلل پڑے گا اور خاندانوں پر اس کے برے اثرات پڑیں گے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت کی کوئی صورت نہ نکلے اور خاوند اس کو تیسری طلاق بھی دے دے تو پھر سوائے حلالہ کے مصالحت جائز نہیں ہے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا	پھر اگر وہ اسے تیسری طلاق
تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ	دے دے پھر وہ عورت
حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا	اس کے لیے حلال نہیں یہاں
غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا	تک کہ وہ عورت کسی اور
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا	مرد سے وہ نکاح کرے پھر
اَنْ يَّتَرَاجَعَاۤ	اگر وہ بھی اسے طلاق دے
اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ	دے پھر ان دونوں پر کوئی حرج
يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ	نہیں کہ آپس میں رجوع کر لیں

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝
(سورہ بقرہ آیت ۲۳۰)

اگر انہیں گمان ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں انہیں بیان فرماتے ہیں تاکہ قوم سمجھے۔

تفسیر

یہ آیت کریمہ دراصل اس سے قبل آیت میں جو لفظ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ آیا ہے اس کی تشریح ہے اور تسریح سے مراد تیسری طلاق ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کہاں ہے تیسری تو آپ نے فرمایا اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (بیضاوی) اور پھر اس کے بعد فرمایا ہے فان طلقها الاٰیۃ معلوم ہوا کہ یہ آیت تسریح کی تشریح ہے واللہ اعلم۔ اب اس آیت سے پانچ چیزیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کی حد تین تک ہے تین سے زیادہ اگر کوئی شخص الفاظ طلاق استعمال کرے گا تو وہ الفاظ لغو ہوں گے ان کا کوئی اثر نہیں پڑے گا اور دوسرا اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین مرتبہ طلاق دینے سے عورت جدا ہو جاتی ہے اور تیسرا اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت اب پہلے خاوند کے لیے سوائے حلالہ کے جائز نہیں اور چوتھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلالہ جائز ہے اور پانچواں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حلالہ حدود اللہ قائم رکھنے کے ساتھ مشروط ہے اور حدود اللہ سے مراد حقوق زوجین ہیں اور طلاق دینے

کے تین طریقے ہیں ایک سب سے اچھا طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد بیوی کو پاکی کے اس زمانہ میں طلاق دے جس میں اس سے ہمبستر نہ ہوا ہو اور پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے اور اس زمانہ میں اس سے ہمبستری بھی نہ کرے اور دوسرا طریقہ بھی اچھا ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو تین طلاق تین پاکی کے ادوار میں دے اور اس دوران اس سے ہمبستری نہ کرے یعنی ماہواری گزرنے کے بعد جب پاکی کا دور آئے تو اس میں ایک طلاق دے دے اور اس میں ہمبستری نہ کرے اسی طرح جب دوسری ماہواری کا دور گزر جائے اور پاکی کا دور آئے تو اس میں بھی بیوی سے ہمبستر نہ ہو اور اسے ایک طلاق اور دیدے اور اسی طرح جب تیسرا ماہواری کا دور گزر جائے اور پاکی کا دور آجائے تو اس میں بھی بیوی سے ہمبستر نہ ہو اور اسے ایک اور طلاق دے دے اب یہ بیوی اس سے بالکل جُدا ہو جائے گی اور بقیہ ایام ماہواری گزرنے کے بعد اس کی عدت ختم ہو جائے گی اب وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے اور یہ بات یاد رہے کہ اگر پہلی یا دوسری طلاق کے بعد وہ خاوند اگر اپنی اس بیوی سے ہمبستر ہو جائے یا اس کو شہوت سے ہاتھ لگا دے یا بوسہ دے دے تو یہ رجوع بن جائے گا اب تیسری طلاق دینے سے یہ عورت اس سے جُدا نہیں ہوگی اور تیسری طلاق کے بعد عدت کے زمانے میں اس سے ہمبستری یا بوس و کنار وغیرہ ہے ہی حرام اور تیسرا طریقہ طلاق بُرا ہے اور وہ یہ ہے کہ تین طلاقیں ایک ہی دفعہ دے دے اس سے اگرچہ طلاق تو پڑ جائے گی مگر یہ فعل حرام ہے اور کسی بھی حرام کے ارتکاب سے فعل

تو بہر حال مستحق ہو جائے گا لہٰذا اگر کسی نے بیک وقت تین طلاق دے دیں تو واقع یقیناً ہو جائیں گی اور اس کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ایک لفظ سے انسانی ترقی کی یہ شاخ یکسر ختم کر کے صلح و صفائی کے تمام راستے بند کر دیئے ہیں اس لیے یہ شخص عنداللہ مجرم ہے اور مندرجہ ذیل احادیث سے بھی یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ مَحْمُوْدِ	اور حضرت محمود بن لبیدؓ سے
ابْنِ لَبِيْدٍ قَالَ	روایت ہے انہوں نے
اَخْبَرَنَا رَسُوْلُ	فرمایا کہ جناب رسول اللہ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں
وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ	خبر دی ایک ایسے آدمی کے
طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ	متعلق جس نے اپنی بیوی کو
ثَلٰثَ تَطْلِيْقَاتٍ	تین طلاقیں اکٹھی دی تھیں تو
جَمِيْعًا فَقَامَ	آپ غصے کی حالت میں اُٹھ
غَضْبَانًا ثُمَّ	کھڑے ہوئے پھر فرمایا کیا
قَالَ اَيُلْعَبُ	وہ اللہ عزّوجل کی کتاب کے
بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ	ساتھ کھیلتا ہے حالانکہ میں
وَجَلَّ وَاَنَا بَيْنَ	تمہارے درمیان موجود ہوں
اَظْهُرِكُمْ حَتّٰى	یہاں تک ایک آدمی اُٹھ
قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا	کھڑا ہوا اور کہا اے اللہ
رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَقْتُلُهٗ	کے رسول کیا میں اسے قتل

(مشکوٰۃ باب الطلاق) نہ کردوں ۔

تفسیر

اس حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض ہوئے اور اس کے اس فعل کو آپ نے کتاب اللہ کے ساتھ کھیل قرار دیا مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے اس کی ان تین طلاق کو ایک رجعی قرار دے کر بیوی اس کے حوالے کر دی اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ جو آدمی اسے قتل کرنے کے ارادہ سے اُٹھا تو آپ نے اسے قتل کرنے کی اجازت دی یا نہیں بلکہ ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عویمرؓ عجلانی نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دی تو آپؐ نے اسے نافذ قرار دیا اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ واقعہ میں بھی آپ نے ایسا ہی کیا ہوگا چنانچہ قاضی ابوبکر ابن عربی نے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں ۔

فَلَمْ يَرُدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَمْضَاهُ كَمَا فِىْ حَدِيْثِ عُوَيْمِرِ الْعَجْلَانِىْ فِى اللِّعَانِ حَيْثُ اَمْضٰى طَلَاقَهُ الثَّلَاثَ وَلَمْ يَرُدَّهُ

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رَدّ نہیں کیا بلکہ نافذ قرار دیا جیسا کہ عویمر عجلانی والی حدیث میں ہے کہ ان تین طلاقوں کو نافذ قرار دیا تھا رَدّ نہیں کیا تھا ۔

(تہذیب سنن ابی داود طبع مصر ۱۲۹/۳)
(منقولہ از معارف القرآن مؤلفہ مفتی محمد شفیعؒ)

دوسری حدیث صدیقہؓ عائشہ کی صحیح بخاری میں بالفاظ ذیل ہے۔

ان رجلا طلق	بے شک ایک آدمی نے اپنی
امراتہ ثلاثا	بیوی کو تین طلاقیں دیں پھر
فتزوجت فطلق	اس عورت نے دوسری جگہ
فسئل النبی صلی	شادی کی پھر اس نے طلاق
اللہ علیہ وسلم	دی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اتحل للاول قال	سے پوچھا گیا کہ کیا وہ پہلے
لا حتی یذوق	خاوند کے لیے حلال ہے
عسیلھا کما	تو آپؐ نے فرمایا نہ یہاں
ذاقھا الاول۔	تک کہ وہ خاوند اس کا شہد
(صحیح بخاری صا۷۹ ج۲ صحیح مسلم صا۴۶۳)	نہ چکھے جیسا پہلے نے چکھا ہے

تیسری روایت عویمر عجلانی کی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس کے بعد عرض کیا۔

فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ	پس وہ دونوں جب لعان
عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ	سے فارغ ہوئے تو عویمر نے
عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ	کہا اے اللہ کے رسول میں
اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا	اس پر جھوٹ بولنے والا ہونگا
فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا	اگر میں نے اس کو اپنے پاس
قَبْلَ اَنْ يَاْمُرَهُ	رکھ لیا پس اس نے اسے
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ	تین طلاقیں دیں قبل اس
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے

(صحیح بخاری مع فتح الباری ص۳۰۱ حکم دیتے۔
ج ۹ صحیح مسلم ص ج ۱/۲۸۹

اور ابوداؤد نے اس واقعہ کو بروایت حضرت سہل بن سعد نقل کر کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

فَانْفَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَا صُنِعَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ سُنَّةً قَالَ سَعْدٌ حَضَرْتُ هٰذَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضَتِ السُّنَّةُ بَعْدُ فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ اَنْ يُّفَرَّقَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ لَا يَجْتَمِعَانِ اَبَدًا	تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نافذ فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو کچھ پیش ہوا وہ سنت قرار پایا سعد فرماتے ہیں اس موقعہ پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا پس اس کے بعد لعان کرنے والوں کے بارے میں یہ طریقہ رائج ہو گیا کہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے اور پھر وہ کبھی بھی جمع نہ ہوں

(ابوداؤد ص۳۰۶ طبع اصح المطابع)

اس حدیث میں پوری وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کی بیک وقت تین طلاق کو تین

ہی قرار دے کر نافذ فرمایا ہے اور محمود بن لبید کی سابقہ روایت میں بھی ابو بکر ابن عربی کی روایت کے مطابق تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا ذکر موجود ہے اور بالفرض یہ بھی نہ ہوتا تو یہ بھی کہیں منقول نہیں کہ آپ نے اس کو ایک طلاق رجعی قرار دے کر بیوی اس کے حوالے کی الحاصل مذکورہ تینوں احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگرچہ تین طلاق بیک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سخت ناراضی کا موجب تھیں مگر بہر حال اثر ان کا یہ بھی ہوا کہ تینوں طلاقیں واقعی قرار دی گئیں۔ (یہ تینوں روایتیں اور تشریح معارف القرآن سے منقول ہیں)

وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ	اور حضرت مالک سے نقل
اَنَّ رَجُلاً قَالَ	ہے کہ انہیں خبر پہنچی کہ ایک
لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنِّي	آدمی نے عبد اللہ بن عباس
طَلَّقْتُ امْرَأَتِي مِائَةَ	سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی
تَطْلِيقَةٍ فَمَا ذَا	کو سو طلاق دی ہے آپ کا
تَرٰى عَلَيَّ فَقَالَ ابْنُ	میرے بارے میں کیا خیال
عَبَّاسٍ طُلِّقَتْ مِنْكَ	ہے تو ابن عباس نے فرمایا
بِثَلٰثٍ وَسَبْعٌ وَّ	وہ تجھ سے تین طلاق سے طلاق
تِسْعُوْنَ اتَّخَذْتَ بِهَا	ہو چکی اور ستانویں تو نے اللہ
اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا (رواہ فی الموطا)	کی کتاب سے مذاق کیا۔

تفسیر

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس نے

بھی ۹۷ بیک وقت دی ہوئی سنوا میں سے تین طلاق کو نافذ قرار دیا اور ستانویں[۹۷] کو لغو کیونکہ شریعت میں تین طلاق سے ہی عورت جدا ہو جاتی ہے اس کے بعد الفاظ بے فائدہ ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ	حضرت عائشہؓ سے روایت
جَاءَتْ اِمْرَأَةُ	ہے انہوں نے کہا کہ رفاعۃ قرظی
رِفَاعَةَ الْقُرَظِيْ	کی عورت رسول اللہ صلی اللہ
اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى	علیہ وسلم کے پاس آئی پس
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اس نے کہا کہ بے شک میں
فَقَالَتْ اِنِّيْ	رفاعہ کے پاس تھی پس اس
كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ	نے مجھے طلاق دی پس اس
فَطَلَّقَنِيْ فَبَتَّ	نے مجھے تین طلاق دی پھر میں
طَلَاقِيْ فَتَزَوَّجْتُ	نے اس کے بعد عبد الرحمان
بَعْدَهُ عَبْدَالرحمان.	بن زبیر سے نکاح کیا اور نہیں
بْنِ الزَّبِيْرِ وَمَا	اس کے ساتھ مگر مثل ٹکڑے
مَعَهُ اِلَّا مِثْلُ	کپڑے کے آپ نے فرمایا
الْقُرَظِيِّ الثَّوْبِ فَقَالَ	کیا تو رفاعہ کے پاس لوٹنے
اَتُرِيْدُ بْنَ اَنْ	کا ارادہ رکھتی ہے اس نے
تَرْجِعِيْ اِلٰى رِفَاعَةَ	کہا ہاں آپ نے فرمایا نہ
فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَ	یہاں تک کہ تو اس کا شہد
لَا حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ	چکھے اور وہ تیرا شہد چکھے

وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ (یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الطلاق سے منقول ہیں)

تفسیر

اس حدیث میں حلالہ کی صورت بیان فرمائی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے تو یہ بیوی اب اس سے جدا ہوگئی ہے اب یہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہاں اگر یہ آپس میں دوبارہ صلح کرنا چاہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ یہ عورت پہلے اپنی عدت تین ماہ یا تین حیض مکمل کرے اس کے بعد کسی اور مرد سے نکاح کرے اور وہ مرد اس کے ساتھ صحبت بھی کرے پھر اگر وہ مرد اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے اور پھر اس کی بھی عدت گزار کر اگر یہ عورت اپنے سابق شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے صرف زوج ثانی سے نکاح کر کے پہلے کے لیے حلال نہیں ہوگی اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ آئندہ آپس میں لڑنے جھگڑنے سے احتراز کریں گے۔

حلالہ کے لیے طلاق کی شرط لگانا مکروہ ہے

وَعَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ	اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کرنے والے اور جس کی خاطر کی گئی ہے دونوں پر لعنت فرمائی۔
(مشکوٰۃ باب الطلاق)	

تفسیر

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر تین طلاق دی ہوئی عورت کا نکاح کسی اور مرد سے اس شرط پر کرایا جائے کہ وہ نکاح اور صحبت کے بعد اسے طلاق دے دے گا تو یہ نکاح ہو جائے گا مگر پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ شروط نکاح میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت کو ہمیشہ نکاح میں رکھنا مقصود ہو وقتی ضرورت پوری کرنا مقصود نہ ہو اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پر لعنت فرمائی ہے کیونکہ وہ دونوں اس کا باعث بن رہے ہیں تاہم یہ تو نہیں فرمایا کہ یہ نکاح حرام ہے تو معلوم ہوا کہ جائز ہے واللہ اعلم۔

بے قصور عورت کو اگر خاوند طلاق دے تو مہر وغیرہ واپس نہیں لے سکتا

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ	اور اگر تم بدلنا چاہو ایک عورت
اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ	کی جگہ دوسری عورت کو
زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ	اور دے چکے ہو تم ایک
قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا	کو بہت مال تو مت واپس
مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ	کرو اس میں سے کچھ بھی کیا
بُهْتَانًا وَّاِثْمًا	لینا چاہتے اسے جو بہتان
مُّبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ	اور کھلا گناہ ہے اور تم وہ
تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ	مال کیسے لے سکتے ہو حالانکہ

اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○	پہنچ چکا ہے تم میں سے ایک دوسرے تک اور وہ عورتیں تم سے پختہ عہد بھی لے چکی ہیں ۔
(سورۃ نساء آیت ۲۰-۲۱)	

تفسیر

دورِ جاہلیت میں صنفِ نازک پر جہاں اور مظالم ڈھائے جاتے تھے ان میں سے ایک یہ ظلم بھی تھا کہ اگر مرد کی اپنی بیوی سے کسی وجہ سے طبعی نفرت پیدا ہو جاتی تھی تو وہ اس عورت کے حقوق بھی پورے نہیں کرتا تھا اور بھی کئی طرح سے اسے اذیتیں دیتا تھا اور اس پر طرح طرح کے بہتان اور الزامات لگاتے تھے تاکہ وہ عورت مہر واپس کرے اور پھر وہ اسے دوسری شادی کے کام میں لائے ۔ اس آیت میں اس ظلم کا انسداد کیا گیا ہے اور قانون بنا دیا گیا ہے کہ کوئی بھی شخص ایسی صورت میں خواہ کتنا ہی مال کیوں نہ دے چکا ہو واپس نہیں لے سکتا اور آگے فرمایا ہے کہ جب کہ میاں بیوی نے ایک دوسرے سے مقاصد بھی حاصل کر لیے ہیں اور عورتوں نے تم سے بڑا پختہ عہد و پیمان بھی لیا ہوا ہے تو اب وہ مال واپس لینا تمہارے لیے بہتان بھی ہے اور صریح گناہ بھی ہے لہٰذا وہ مال واپس مت لو اس کی حکمت انشاء اللہ عنقریب بیان کریں گے ۔

عورت خاوند کے عقد میں نہ رہنا چاہیے تو اس کا دیا ہوا مہر واپس کریگی

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ	اور تمہارے لیے حلال نہیں
أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا	کہ اس میں سے کچھ لو جو بھی
آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا	تم نے ان کو دیا ہے مگر کہ
إِلَّا أَنْ يَخَافَا	ان دونوں (میاں بیوی) کو
أَلَّا يُقِيمَا	اندیشہ ہو کہ وہ حدود اللہ قائم
حُدُودَ اللَّهِ ۖ فَإِنْ	نہیں رکھ سکیں گے اور تمہیں
خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا	اگر اندیشہ ہو کہ وہ (میاں
حُدُودَ اللَّهِ فَلَا	بیوی) حدود اللہ قائم نہیں
جُنَاحَ عَلَيْهِمَا	رکھ سکیں گے تو ان دونوں
فِيمَا افْتَدَتْ	پر (میاں بیوی) کوئی حرج
بِهِ ۗ تِلْكَ	نہیں اس صورت میں کہ عورت
حُدُودُ اللَّهِ فَلَا	بدلہ دے یہ اللہ کی حدود
تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَنْ	ہیں ان سے تجاوز مت کرو
يَتَعَدَّ حُدُودَ	اور جو بھی حدود اللہ سے
اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ	تجاوز کرے گا وہی لوگ
هُمُ الظَّالِمُونَ	ظالم ہوں گے۔

(سورہ بقرہ آیت ۲۲۹)

تفسیر

اس آیت کریمہ سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ کہ عورت کا قصور نہ ہونے کی صورت میں اگر مرد اس کو طلاق دیتا ہے اور اس سے مہر وغیرہ بھی واپس لیتا ہے تو یہ حرام ہے اور دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میاں بیوی اگر یہ محسوس کریں کہ باہم اکٹھا رہنے سے انکا نبھا نہ ہوسکے گا تو بیوی کو چاہیئے کہ بدلہ دے کر طلاق حاصل کر لے اس کے لیے یہ بدلہ دینا حلال ہے اور مرد کے لیے قبول کرنا حلال ہے اور تیسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ضابطہ کی جو بھی خلاف ورزی کرے گا وہی ظالم متصور ہوگا یعنی اگر مرد عورت کو نہ رکھنا چاہے اور مہر بھی اس کو نہ دے یا دیا ہوا ہے تو واپس لے تب اس کو طلاق دے تو یہ مرد کی طرف سے عورت پر ظلم ہوگا اور اگر عورت مرد کے گھر میں نہ رہنا چاہے اور اس کا مہر بھی واپس نہ کرے تو یہ عورت کی طرف سے مرد پر ظلم ہوگا بہر حال جو بھی اس زیادتی کا مرتکب ہوگا وہی عنداللہ ظالم اور مجرم ہوگا چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل فرمان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ	حضرت ابن عباس سے روایت
امْرَاَةَ ثَابِتِ ابْنِ	ہے کہ بے شک ثابت بن
قَیْسٍ اَتَتِ النَّبِیَّ	قیس کی بیوی جناب نبی صلی
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ	اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی پھر
وَسَلَّمَ فَقَالَتْ	اس نے کہا یا رسول اللہ ثابت
یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثَابِتُ	بن قیس نہیں ناراض ہیں اس

ابْنُ قَيْسٍ مَا	پر اس کے خلق اور دین کی
أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي	وجہ سے لیکن میں اسلام میں
خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلٰكِنِّي	کفرانِ نعمت پسند نہیں کرتی
أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ	پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى	نے فرمایا تو اس کا باغ اسے
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	واپس کر دے گی اس نے
أَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ	کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ
قَالَتْ نَعَمْ قَالَ	علیہ وسلم نے ثابت بن قیس
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	کو فرمایا تو قبول کر اپنا باغ اور
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلِ	اس کو ایک طلاق دے۔
الْحَدِيْقَةَ وَطَلِّقْهَا	(یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے)
تَطْلِيْقَةً (مشکوٰۃ باب الخلع)	

تفسیر

یہ حدیث اس سے پہلے جو آیت کریمہ ذکر ہوئی ہے اس کی توضیح وتشریح ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر عورت کو اپنے خاوند سے کسی وجہ سے نفرت ہو تو اس کا دیا ہوا مہر واپس کر کے طلاق حاصل کر سکتی ہے جیسا کہ حضرت ثابت ابن قیس کی بیوی نے واضح طور پر اعتراف کیا کہ اس میں کوئی مردانگی خامی نہیں ہے مجھے صرف طبعی طور پر پسند نہیں ہے اور اس کی وجہ محدثین نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ثابت ابن قیس کا قد بہت چھوٹا تھا اور شکل وصورت بھی اچھی نہیں تھی اس وجہ سے بیوی کو اس

سے نفرت تھی اور اس نے یہ سمجھا کہ اگر میں اس سے طلاق حاصل نہیں کرتی تو دل میں اس کا احترام نہیں ہے یہ حدود اللہ کی خلاف ورزی ہو جائیگی چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر کھلے بندوں اس کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے مہر واپس کرایا اور ثابت بن قیس کو حکم دیا کہ اپنا مہر قبول کرو اور اس کو طلاق دے دو علماء کی اصطلاح میں اس کو خلع کہتے ہیں۔

اگر بیوی بدزبان اور بدچلن ہو تو بھی خاوند اس سے مہر واپس لے سکتا ہے

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ	اور مت روکے رکھو ان کو
لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ	تاکہ واپس لو ان سے بعض
مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	وہ چیز جو تم ان کو دے
اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ	چکے ہو مگر کہ کریں وہ کھلی
مُّبَيِّنَةٍ ج (سورہ نساء آیت ۱۹)	بے حیائی۔

تفسیر

اس آیت کریمہ میں خاوندوں کو اجازت دی گئی ہے کہ بیوی فاحشہ ہو تو اپنا دیا ہوا مہر واپس لے کر اسے طلاق دیں اور فاحشہ کا اطلاق زنا پر بھی ہوتا ہے اور بدکلامی پر بھی ہوتا ہے اور قرآن کریم میں ان دونوں معنوں میں سے کسی ایک کو متعین نہیں کیا اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں بھی یہاں کسی ایک کو متعین نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ دونوں

معنے مراد ہیں تو خلاصہ ولب لباب یہ نکلا کہ اگر کسی مرد کی عورت زناکار ہو یا بدکلام تو دونوں صورتوں میں مرد اس سے اپنا دیا ہوا مہر واپس لے سکتا ہے اور یہ اس کے لیے حلال طیّب ہے۔

مہر واپس کرنے کی یا پُورا دینے کی حکمت کیا ہے

یہ ایک مانا ہوا اصول ہے کہ اگر کوئی آدمی دوسرے پر کوئی چیز بیچے اور اس چیز میں کوئی عیب نکل آئے تو مشتری کو حق پہنچتا ہے کہ وہ چیز بائع کو واپس کردے یا اسی قیمت پر اپنے پاس رکھے اور بائع نے وہ چیز یا تو واپس لینا ہوگی یا اس کی قیمت گھٹا دے اگر مشتری اس پر راضی ہو تو رکھ لے ورنہ نہ رکھے اور نہ رکھنے کی صورت میں بائع پر قیمت واپس کرنا لازم ہے اسی طرح نکاح بھی بقیہ معاملات کی طرح معاملہ بھی ہے اور عبادت بھی ہے اور اس حیثیت سے کہ یہ معاملہ بھی ہے تو اس میں معاملات کے اصول چلیں گے اور یہاں عورت کی حیثیت بائع کی ہے اور مرد کی حیثیت مشتری کی ہے اور یہ اس اعتبار سے ہے کہ عورت نے اپنا عضوِ مخصوص مرد پر بیچا ہے اور مرد نے اس کے بدلے میں عورت کے مہر روٹی، کپڑا، مکان وغیرہ کی تمام ضروریات کی ذمہ داری اُٹھائی ہے اب اگر عورت مرد کے کام کی نہیں ہے اس میں عیب ہے وہ مرد کے مقاصد کی تکمیل نہیں کرسکتی ہے تو مرد کو حق پہنچتا ہے کہ اس معاملہ کو کالعدم قرار دے اور اپنی ادا کی ہوئی قیمت واپس لے اور اگر مرد اس عورت کو رکھنا چاہتا ہے تو اس عورت

کے حقوق میں کمی نہیں کر سکتا البتہ اگر عورت اپنے حقوق میں خود کم کر کے خاوند سے مصالحت کر لے اور مرد بھی اس پر تیار ہو جائے تو انہیں اختیار حاصل ہے اور اگر مرد میں کوئی عیب ہو تو اس صورت میں عورت ازسرِ خود اس معاہدے کو توڑ نہیں سکتی کیونکہ اس کی حیثیت بائع کی ہے اور بائع جب چیز مشتری کے حوالے کر دے اور اس سے قیمت بھی وصول کر لے تو اب اگر اسے بیع میں گھاٹا نظر آتا ہے تو بیع کو توڑ نہیں سکتا البتہ اگر مشتری نے جو قیمت ادا کی ہے اس میں کوئی کھوٹ ہو تو وہ تبدیل کرا سکتا ہے اس طرح یہاں عورت اپنا عضوِ مخصوص مرد پہ بیچ چکی ہے اور مرد سے اس کا معاوضہ بھی وصول کر چکی ہے اور اگر اس معاوضے میں کوئی خامی ہو تو اسے تبدیل کرا سکتی ہے۔ اور اگر مرد میں کوئی خامی ہو مثلاً اس کی عزت و آبرو کا تحفظ نہ کر سکتا ہو اس کے حقوق زوجیت ہی پورے نہ کر سکتا ہو تو اس سلسلہ میں عورت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ یا تو اسی ثاثہ پہ اکتفا کرے یا عدالت کی طرف رجوع کر کے طلاق حاصل کرے کیونکہ اس خرید و فروخت کا مقصد عام معاملات کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد فریقین کے مقاصد کی تکمیل ہے جنہیں وہ پورا نہیں کر سکا اس لیے عورت کو حق حاصل ہے کہ اس سے علیحدگی اختیار کرے اور اس سلسلہ میں جو مہر وغیرہ اس نے بیوی کو دیا ہوا ہے وہ اس سے واپس نہیں لے سکتا کیونکہ یہ مہر تو اس منافع کا معاوضہ ہے جو اس نے عورت کے عضوِ مخصوص سے اٹھانے ہیں اور اس سلسلہ میں عورت نے اپنے آپ کو پیش کر دیا ہے مگر یہ ناکام رہا ہے تو یہ قصور اس کا ہے عورت کا نہیں لہٰذا وہ دیا ہوا مہر واپس نہیں لے سکتا ہے یا بالفاظ دیگر مرد اور عورت

کا یہ جوڑا اشتراک عمل ہے جب تک فریقین مل جل کر چل سکتے ہیں چلیں اور جب نہ چل سکیں تو علیحدہ ہو جائیں مگر اس سلسلہ میں چونکہ مرد کی بالادستی مسلم ہے اس لیے وہ تو خود ہی اس معاہدہ کو کالعدم قرار دے سکتا ہے اور عورت چونکہ ماتحت ہے اس لیے وہ تو از سر خود اس معاہدہ کو کالعدم نہیں قرار دے سکتی البتہ وہ اس کی اس مردسے بالائی عدالت میں چارہ جوئی کر سکتی ہے عدالت کی طرف رجوع کر کے اسے کالعدم کرا سکتی ہے اور نیز یہ عورت جو ہے اس کو پروردگار نے مرد کے سکون اور افرادی قوت پیدا کرنے کے لیے تخلیق فرمایا ہے اور یہ مرد چونکہ اس سلسلہ میں ناکام رہا ہے اس لیے اس مرد کو یہ حق نہیں ہے کہ اس سکون اور پیداوار کے ذریعہ پر ناجائز قابض ہو کر بیٹھ جائے اسے چاہیئے کہ از سر خود اس عورت کو طلاق دے تاکہ کوئی دوسرا موزوں اور اہل آدمی اس سے فائدہ اٹھائے اور اگر یہ مرد اس ناجائز قبضہ کو ختم نہیں کرے گا تو عورت کو چاہیئے کہ عدالت کی طرف رجوع کرے اور عدالت تحقیق اور تفتیش کے بعد اس معاہدہ کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ اور طلاق بھی دلا سکتی ہے جیسا کہ ثابت بن قیس والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

کنایہ الفاظ سے طلاق بائن پڑتی ہے

وَعَنْ رُكَانَةَ بْنِ عَبْدِ يَزِيدَ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ	اور حضرت رکانہ بن عبد یزید سے روایت ہے کہ بلاشبہ انہوں نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق بتہ دی پھر نبی

فَاُخْبِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی اور رُکانہ نے کہا خدا
وَقَالَ وَاللّٰہِ مَا اَرَدْتُّ اِلَّا وَاحِدَۃً فَقَالَ	کی قسم میں نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا پھر فرمایا رسول
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم تو نے صرف ایک
مَا اَرَدْتَّ اِلَّا وَاحِدَۃً	کا ارادہ کیا تھا تو رُکانہ نے
فَقَالَ رُکَانَۃُ وَاللّٰہِ مَا اَرَدْتُّ اِلَّا وَاحِدَۃً	کہا خدا کی قسم میں نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا پھر رسول
فَرَدَّھَا اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بیوی اسے واپس کردی
فَطَلَّقَھَا الثَّانِیَۃَ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ وَالثَّالِثَۃَ فِیْ زَمَانِ عُثْمَانَ۔	پھر اس نے عمر کے زمانہ میں دوسری اور عثمان کے زمانہ میں تیسری طلاق دی۔
(رواہ ابوداود)	(ابوداود) (مشکوٰۃ باب الطلاق)

تفسیر

اس حدیث میں جو لفظ بَتَّۃَ آیا ہے اس کے معنے کاٹ دینے کے ہیں اور یہ کنایات میں سے ہے اور کنایات کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد کا تعین متکلم کی نیت پر موقوف ہے یعنی اگر وہ بیان کرے کہ

اس کی مراد طلاق ہے تو طلاق متصور ہو گی اگر اس کی مراد کچھ اور ہے تو وہی ہو گی نیز اگر مذاکرہ طلاق ہے یعنی میاں بیوی میں تلخ کلامی جاری تھی اس حالت میں میاں نے کوئی ایسا لفظ استعمال کر دیا تو اسے بھی طلاق ہی سمجھا جائے گا اگرچہ اس کی نیت اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو بہرحال لفظ بَتَّ کا اطلاق معلوم ہوتا ہے۔ ایک دو اور تین طلاق پر بھی ہوتا اور بالکل انقطاع پر بھی ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا لفظ ایسے موقعہ پر استعمال کرے تو اس سے اس کی نیت دریافت کی جائے گی اگر وہ کہے کہ اس کی نیت بالکل انقطاع کی تھی تو اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائیگی اگر یہ آپس میں صلح کرنا چاہیں تو دو گواہوں کے سامنے تجدید کافی ہے اور یہ صلح عِدّت کے اندر بھی ہو سکتی ہے اور بعد میں بھی ہو سکتی ہے اور اگر وہ کہے کہ میری مراد اس سے ایک یا دو طلاق ہیں تو ایک یا دو ہی متصور ہوں گی اگر میاں بیوی آپس میں صلح کرنا چاہیں تو عدّت کے اندر اندر صرف رجوع کافی ہے تجدید نکاح کی بھی کوئی ضرورت نہیں اگر وہ خاوند کہے کہ میری مراد اس سے تین طلاقیں ہیں تو تین ہی متصور ہوں گی اور یہ بیوی اس سے جُدا ہو جائے گی اگر یہ آپس میں صلح کرنا چاہیں تو سوائے حلالہ کے جائز نہیں اور اگر وہ خاوند کہے کہ اس لفظ بَتَّ سے مراد میری کوئی اور چیز تھی تو وہی متصور ہو گی اور اس کا اس کی بیوی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا تاہم ان تمام صورتوں میں نیت کے تعین کے سلسلہ میں مرد سے حلف لیا جائے گا اور نیز یہ بات بھی یاد رہنی چاہیئے یہ الفاظ کنایات ہر زبان کے اپنے اپنے ہوتے ہیں اور جس لفظ کی تشریح بیان کی ہے یہ صرف ایک عربی لفظ کی بیان کی ہے

اورعربی یا غیرعربی کنایات بہت ہیں۔ موقعہ محل کے اعتبار سے ہی مفتی فتویٰ دے سکتا ہے۔

خاوند اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار سونپ سکتا ہے

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۔	اے نبی اپنی بیویوں سے فرما دیں کہ اگر تم دنیا اور آخرت کی زینت چاہتی ہو تو آجاؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھی طرح سے رخصت کردوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور آخرت کا گھر چاہتی ہو پس بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والوں کے لیے بڑا اجر تیار کیا ہے۔

(سورۃ احزاب آیت ۲۸-۲۹)

تفسیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے آپ سے اپنے اخراجات اور نان نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کیا آپ ان سے ناراض ہو

کر ایک بالا خانہ میں تشریف لے گئے ایک ماہ کے بعد یہ آیات اتریں ان میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیویوں کو میری طرف سے دو ٹوک فیصلہ سُنا دو کہ اگر تم دُنیا کی زیب وزینت اور کشائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر (مہر) اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور اس کی خوشنودی چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے نیکو کار بیبیوں کے لیے اجرِ عظیم تیار کیا ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ اجرِ عظیم کے لیئے محنت کرو تو خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی بیویوں کو دو چیزوں میں سے ایک اپنے لیے اختیار کرنے کا حکم دیں ایک نبی کے نکاح میں رہنے کا اور دوسرا مہر وغیرہ وصول کر کے چلے جانے کا پس معلوم ہوا کہ مرد اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے سکتا ہے اس کے بعد اگر وہ طلاق اختیار کرے تو طلاق ہو جائے گی اور اگر وہ طلاق اختیار نہ کرے تو طلاق نہیں ہو گی۔ مزید تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ	اور حضرت عائشہؓ سے
خَيَّرَنَا رَسُوْلُ	روایت ہے انہوں نے
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	فرمایا کہ جناب رسول اللہ
وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَا	صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَلَمْ	اختیار دیا تھا پھر ہم نے
يَعُدَّ ذَالِكَ	اللہ اور رسول کو اختیار کیا تو
عَلَيْنَا شَيْئًا (متفق علیہ)	آپ نے اسے ہم پر کچھ

(مشکوٰۃ باب الطلاق)

بھی شمار نہیں کیا تھا۔

تفسیر

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جناب رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو حکم دیا تھا کہ آپ اپنی بیویوں کو دو باتوں میں ایک بات کا اختیار دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کے اس ارشادِ گرامی کی تعمیل کی اور اپنی بیبیوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم پڑھ کر سُنایا تو آپ کی ازواجِ مطہرات نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا دُنیا کی زیب وزینت کو پسند نہیں کیا پھر آپ نے اس اختیار کو طلاق شمار نہیں کیا پس معلوم ہوا کہ مرد اگر اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے اور عورت طلاق قبول کرے تو طلاق ہو جائے گی اور اگر وہ طلاق قبول نہ کرے مرد کو اختیار کرے تو نفس اختیار دینے سے طلاق نہیں پڑے گی۔

نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی

وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ	اور حضرت علیؓ نے روایت
النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ	کی ہے رسول اللہ صلی اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم سے آپ نے
قَالَ لَا طَلَاقَ	فرمایا نکاح سے پہلے طلاق نہیں
قَبْلَ نِكَاحٍ وَلَا	آزادی نگر بعد مالک ہونے کے اور
عِتَاقَ اِلَّا بَعْدَ	نہیں وصال روزے میں اور

مِلْكٍ وَلَا وِصَالَ فِيْ صِيَامٍ وَلَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ وَلَا رِضَاعَ بَعْدَ فِطَامٍ وَلَا صُمْتَ يَوْمٍ اِلَى اللَّيْلِ (رواہ فی شرح السنہ)

نہیں یتیمی بعد بلوغت کے اور نہیں رضاعت بعد دودھ چھڑانے کے اور نہیں خاموشی دن کی رات تک۔

تفسیر

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چھ چیزیں مؤثر نہیں نکاح[ع۱] سے قبل طلاق۔ ملک[ع۲] سے پہلے آزادی دینا۔ رات[ع۳] دن کا روزہ۔ بلوغت[ع۴] کے بعد یتیمی۔ دودھ[ع۵] چھڑانے کے بعد دودھ پلانا۔ رات تک[ع۶] خاموشی کا روزہ۔ ہماری بحث اس وقت صرف پہلی صورت میں ہے یعنی نکاح سے قبل طلاق دینا باقی پانچ کا بیان اپنے مقام پر انشاء اللہ العزیز ہوگا یہ کتاب چونکہ مختصر بھی ہے اور ان مسائل کا یہاں بیان کرنا خارج مبحث بھی ہے اس لیے ہم ان مسائل کو یہاں نہیں چھیڑیں گے۔ یہاں صرف یہ بیان کرنا ہے اگر کوئی شخص کسی عورت کے متعلق یہ کہہ دے کہ فلاں عورت مجھ پر طلاق ہے اور ابھی اس نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہوا نہیں ہے اور اب اس سے نکاح کرتا ہے تو یہ نکاح جائز ہے۔ نکاح سے قبل کی طلاق اس پر واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ عورت ابھی تک اس کا محل ہی نہیں تھی ہاں اگر نسبت کرے مثلاً یوں کہے کہ اگر میں فلاں

عورت سے نکاح کروں تو وہ مجھ پر طلاق ہے اور بعد میں اس کے ساتھ نکاح کرتا ہے تو یہ عورت اس پر طلاق ہو جائے گی۔ کتب فقہ میں یہ تفصیل موجود ہے۔

نکاح طلاق اور رجوع بلا ارادہ بھی منعقد ہو جاتے ہیں

وعن ابی ھریرۃ	اور حضرت ابوہریرہؓ سے
ان رسول اللہ صلی	روایت ہے کہ بے شک
اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال ثلث جدھن	نے فرمایا تین چیزوں کا قصد
جد وھزلھن	بھی قصد ہے اور ہنسی بھی
جد النکاح والطلاق	قصد ہے نکاح۔ طلاق اور
والرجعۃ (رواہ الترمذی ابوداود)	رجوع۔ (ترمذی، ابوداود)

تفسیر

یعنی اگر کوئی شخص دو گواہوں کے سامنے ارادۃً اور قصداً کہے کہ میں نے فلاں عورت قبول کی تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور اسی طرح اگر ہنسی اور مذاق کے طور پر کہے تو بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور اسی طرح اگر قصداً اور ارادۃً کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو بھی طلاق ہو جاتی ہے اور اگر بلا قصد کہے تو بھی طلاق ہو جاتی ہے اور اسی طرح اگر اپنی مطلقہ رجعیہ بیوی کو قصداً کہے کہ میں نے تجھ سے رجوع

کیا تو بھی رجوع ہو جائے گا اور بلا قصد کہے تو بھی رجوع ہو جائے گا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نکاح ۔ طلاق اور رجُوع کے الفاظ صریح ہیں ان میں نیت کا احتیاج نہیں ہے نیت کا لحاظ کنایات میں ہوتا ہے ۔

جبری طلاق واقع نہیں ہوتی

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ	اور حضرت عائشہؓ سے روایت
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ	ہے انہوں نے فرمایا میں
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وَسَلَّمَ يَقُوْلُ	وسلم سے سُنا ہے آپ فرما
لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ	رہے تھے نہیں طلاق اور
فِيْ اِغْلَاقٍ (رواہ ابوداود)	آزادی زبردستی میں ۔

مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی

وَعَنْ اَبِيْ	اور حضرت ابی ہریرۃؓ سے روایت
هُرَيْرَةَ قَالَ	ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب
رَسُوْلُ اللّٰهِ كُلُّ	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
طَلَاقٍ جَائِزٌ	نے فرمایا ہر طلاق جائز ہے مگر
اِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوْهِ	مجنون اور عقل پر غلبہ کیے
وَالْمَغْلُوْبِ عَلٰى	ہوئے کی
عَقْلِهٖ	(ترمذی)

(رواہ الترمذی)

تفسیر

معتوہ اور مغلوب علی عقلہ ایک ہی چیز ہے اور درمیان میں داؤ تفسریہ ہے

بچے اور سوئے ہوئے کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثَۃٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یَبْلُغَ وَعَنِ الْمَعْتُوْہِ حَتّٰی یَعْقِلَ۔	اور حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے قلم اٹھا دی گئی ہے ایک سوئے ہوئے سے یہاں تک کہ بیدار نہ ہو جائے اور بچے سے یہاں تک کہ بالغ نہ ہو جائے اور پاگل سے یہاں تک کہ عقلمند نہ ہو جائے۔

(یہ پانچوں احادیث مشکوۃ باب الطلاق سے منقول ہیں۔)

تفسیر

اس حدیث پاک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھا لی گئی ہے یعنی اس حالت میں اگر ان سے کوئی ناجائز فعل صادر ہو جائے یا ان کے منہ سے کوئی بری بات نکل جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی گرفت نہیں ان پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوگا ان قوانین میں سے ایک طلاق ہے اگر نیند کی حالت میں کوئی اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ میں نے تجھے طلاق دی تو طلاق نہیں واقع ہوگی اسی طرح اگر کسی نے صغر سنی میں اپنے بچے کا نکاح کر دیا اب وہ بچہ بیوی کو طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر کوئی پاگل اپنی بیوی کو طلاق دے تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ شرعی احکامات اس وقت انسان پر عائد ہوتے ہیں جب کہ اس کے ہوش و حواس قائم ہوں اور سن شعور کو بھی پہنچ چکا ہو اور ظاہر بات ہے کہ بچہ ابھی شعور کو پہنچا ہی نہیں اور پاگل اور سویا ہوا جو ہے ان کے حواس قائم نہیں ہیں اس لیے ایسے لوگ اگر اس دور میں طلاق دے دیں تو ان کی طلاق مؤثر نہیں ہوگی۔ باقی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

خاوند عورت کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھالے تو اس کا حکم

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ	ان لوگوں کے لیے جو قسم
مِنْ نِّسَآئِهِمْ	اٹھاتے ہیں اپنی عورتوں کے
تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ	پاس نہ جانے کی انہیں انتظار
اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ	کرنا ہے چار مہینے پھر اگر
فَآءُوْ فَاِنَّ	وہ رجوع کریں تو بے شک

اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○	اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور
وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ	اگر وہ طلاق کا ارادہ کریں تو
فَاِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ	بے شک اللہ سننے والا
عَلِیْمٌ ○ (سورۃ بقرۃ آیت ۲۲۷)	جاننے والا ہے۔

تفسیر

آیت کریمہ کے شروع میں جو لفظ یُؤْلُوْنَ آیا ہے یہ اِیلاء سے بنا ہے اِیلاء کے معنے قسم کے ہیں اور شرع کی اصطلاح میں اِیلاء یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ خدا کی قسم میں تیرے قریب نہیں آؤں گا یا صرف یوں کہے کہ میں تیرے قریب نہیں آؤں گا اس کی چار صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ چار ماہ کی مدت کی قید لگائے دوسری صورت یہ ہے کہ چار ماہ سے زیادہ کی قید لگائے اور تیسری صورت یہ ہے کہ مدت کچھ بھی بیان نہ کرے ان تینوں صورتوں میں اگر وہ خاوند اپنی اس بیوی کے پاس چار ماہ کے اندر اندر نہ جائے اور چار ماہ گزر جائیں تو قسم بحال رہے گی مگر وہ بیوی طلاق بائن ہو جائے گی اور اگر وہ خاوند چار ماہ کے اندر اندر بیوی کے پاس چلا جائے تو قسم ٹوٹ جائے گی اس کا کفارہ دینا پڑے گا مگر بیوی اس کی طلاق نہیں ہو گی اور چوتھی صورت یہ ہے کہ چار ماہ سے کم مدت بیان کرے یعنی مثلاً یوں کہے کہ خدا کی قسم میں ساڑھے تین ماہ اپنی بیوی کے پاس نہیں جاؤں گا۔ اگر یہ اس مدت میں اپنی بیوی کے پاس چلا گیا تو قسم ٹوٹ جائے گی کفارہ دینا پڑے گا اور اگر نہ گیا تو نہ بیوی اس پر

طلاق ہوگی اور نہ قسم ٹوٹے گی اور چاروں صورتیں لفظ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ سے سمجھ میں آرہی ہیں کیونکہ قرآن کریم نے جب یہ الفاظ استعمال کیئے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ خاوند چار ماہ کی قید لگائے تو پھر تو چار ماہ ظاہر ہیں اور اگر وہ چار ماہ سے زیادہ کی قید لگائے یا مدت وغیرہ وہ کچھ بھی بیان نہ کرے تو بھی چار ہی معتبر ہوں گے کیونکہ قرآن نے چار کا ذکر کیا ہے اور اگر وہ چار سے کم مدت کی قید لگا دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ قرآن نے چار ماہ کی قید لگائی ہے۔

ایلا میں چار ماہ کی حکمت کا بیان

اللہ تعالیٰ جَلَّ مجدہٗ نے یہ جو ضابطہ ایلا مقرر فرمایا ہے اس سے اشارۃً چار باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو چار ماہ سے زیادہ بیوی کے سوا نہیں رہنا چاہیئے اور دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو بھی چار ماہ سے زیادہ خاوند کے سوا نہیں رہنا چاہیئے اور اس کی خلاف ورزی نظام فطرت کی خلاف ورزی ہوگی جو تسکین کی خاطر زنا کی صورت میں رونما ہوکر شیرازہ اجتماعیہ کو تباہ کر دے گی لہٰذا گورنمنٹ کو چاہیئے کہ گھر سے دُور رہنے والے شادی شدہ ملازمین کو چار ماہ کے بعد گھر میں اپنی بیوی کے پاس جانے کی چھٹی دے اور بیوہ کی چار ماہ دس دن جو عدت رکھی ہے اس میں بھی یہ ہی حکمت معلوم ہوتی ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ رات کو مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کرتے تھے تاکہ کوئی چور اچکا سوئے ہوئے لوگوں کو نقصان نہ دے چنانچہ ایک رات آپ نے ایک گھر سے ایک عورت کے اشعار سُنے جو وہ اپنے خاوند کی جدائی کی وجہ سے بطور

افسوس پڑھ رہی تھی تو آپ نے اس کے اشعار سن کر صبح کے وقت اپنی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ ایک عورت اپنے خاوند کی جدائی کتنے عرصہ تک برداشت کر سکتی ہے تو فرمایا چار ماہ یا چھ ماہ تک اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ضابطہ رکھ دیا کہ اتنی مدت سے زیادہ کسی بھی سپاہی کو پابند نہ رکھا جائے چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے مندرجہ ذیل الفاظ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کئے ہیں۔

فَقَالَ عُمَرُ اِبْنَتَهٗ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَمْ اَكْثَرُ مَا تَصْبِرُ الْمَرْأَةُ عَنْ زَوْجِهَا فَقَالَتْ سِتَّةُ اَشْهُرٍ اَوْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَقَالَ عُمَرُ لَا اَحْبِسُ اَحَدًا مِنَ الْجُيُوْشِ اَكْثَرَ مِنْ ذَالِكَ (ابن کثیر جلد اول ص ۲۲۹)	پس حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی حفصہ سے پوچھا اللہ ان سے راضی ہو کتنی مدت صبر کر سکتی ہے عورت اپنے خاوند سے جدا رہ کر تو اس نے کہا چھ ماہ یا چار ماہ پھر عمر نے کہا میں نہیں روکوں گا کسی کو بھی لشکر میں سے زیادہ اس مدت سے

اور تیسری بات اشارۃً یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کہ شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے یہ ضابطہ ہے تو پھر وہ لڑکے یا لڑکیاں جو بلوغت کو پہنچ چکے ہوں ان کی شادی بھی فوراً کر دینی چاہیئے کیونکہ جس بے راہ روی کا اندیشہ بحالت جدائی شادی شدہ سے ہے وہی اندیشہ بے شادی شدہ سے بھی

ہے اور چوتھی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ مرد اور عورت جو انسان کی افرادی اور غذائی ترقی کا ذریعہ ہیں ان کو بے کار نہیں چھوڑنا چاہیئے ورنہ رفتار ترقی میں رکاوٹ آئے گی اور یہ بقیہ خلق خدا پر ظلم ہوگا اور پانچویں یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر سرکاری مشینری کا کوئی بھی ذمہ دار آدمی اپنے عہدے سے استعفا دے دے تو اسے اس پر غور کرنے کے لیے چار ماہ دینے چاہیئں کیونکہ ہر عہدے کے لیے موزوں آدمی آسانی سے نہیں ملا کرتا اور یہ مفہوم اسی طرح اخذ کیا جا سکتا ہے کہ میاں اور بیوی کا یہ جوڑا انسانی ترقی کی ابتدائی یونٹ اور شاخ ہے اور اس کے سربراہ کے مستعفی ہونے کے بعد اسے غور کرنے کے لیے چار ماہ دیئے گئے ہیں تو اس یونٹ سے جو بالائی شاخیں یا محکمہ جات وغیرہ ہیں ان کے لیے بھی یہ ہی ضابطہ ہونا چاہیئے یہاں تک کہ وزراء اور سربراہِ مملکت کے لیے بھی یہی ضابطہ ہے اگر یہ مستعفی چار ماہ کے اندر اندر واپس آ کر اپنے عہدے پر کام کرنا چاہے تو ٹھیک ہے اسے موقعہ دینا چاہیئے اور اگر وہ اس عہدے پر کام نہ کرنا چاہے تو چار ماہ کے بعد اس کے واجبات ادا کر کے اسے رخصت کر دینا چاہیئے اور یہ الوداعی تقریب انتہائی پُرتپاک ہونی چاہیئے تاکہ سابقہ چپقلش سے جو تنافر اور تباغض پیدا ہوا ہے وہ دُور ہو جائے اور ایسا ہرگز مناسب نہیں ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ایک عہدے پر کچھ عرصہ تک کام کیا ہو اور اب اگر پبلک اسے نہیں چاہتی تو اس کے پُتلے سڑکوں پر جلائے جائیں اور سرِ عام اس کو فحش گالیاں دی جائیں یہ کسی شریف معاشرہ کے شایانِ شان نہیں ہے جیسا کہ ہمارے ملک پاکستان میں ایسا ہو رہا ہے۔ ایسی تحریکات سے

سے نہ تو قوموں کی ترقی نصیب ہوتی ہے اور نہ ہی ملک میں امن و استحکام پیدا ہو سکتا ہے۔

قانونِ الٰہی کو غلط استعمال نہ کیا جائے

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ
فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ
اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ
بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ
ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ
وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ
اللّٰهِ هُزُوًا ۡ وَّاذْكُرُوْا
نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ
مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ
يَعِظُكُمْ بِهٖ ۡ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝
(سورہ بقرہ آیت ۲۳۱)

اور جب تم عورتوں کو طلاق
دے دو پھر وہ اپنی عدّت
کو پہنچ جائیں تو انہیں حسن سلوک
سے روک لو یا انہیں دستور
کے مطابق چھوڑ دو اور انہیں
تکلیف دینے کے لیے
نہ روکو تاکہ تم سختی کرو اور
جو ایسا کرے گا تو وہ اپنے
اوپر ظلم کرے گا اور اللہ کی
آیتوں کا تمسخر نہ اُڑاؤ اور اللہ
کے احسان کو یاد کرو جو اس
نے تم پر کیا ہے اور جو اس
نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری
ہے کہ تمہیں اس سے نصیحت
کرے اللہ سے ڈرتے رہو
اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کو
خوب جاننے والا ہے۔

تفسیر

اس آیت میں تین مسائل بیان فرمائے ہیں کہ اوّل یہ ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ میں یہ بتلایا تھا کہ دو طلاق تک خاوند کو اختیار رہے کہ عورت کو معروف طریقہ سے رکھے یا بالکل چھوڑدے اب اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ یہ اختیار صرف عدت تک ہے عدت کے بعد خاوند کو اختیار مذکور حاصل نہ ہوگا اور دوسرا یہ بتلایا کہ الطلاق مرتان میں جو خاوند کو جو رجوع کا اختیار دیا ہے یہ معروف اور سابقہ دستور کے موافق ہونا چاہیئے ۔ اگر خاوند کسی بدنیتی سے رجوع کرنا چاہتا ہے مثلاً اسے مارنا پیٹنا چاہتا ہے یا ویسے ہی اس کی عدت لمبی کرنا چاہتا ہے یا اسے اور جگہ نکاح سے روکنے کے لیے رجوع کرتا ہے وغیرہ ذالک تو یہ قطعاً جائز نہیں ہے اور تیسرا مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ کھیل اور مذاق کے طور پر بھی ایسا نہ کرے یعنی کبھی طلاق دے پھر رجوع کرے پھر طلاق دے پھر رجوع کرے ایسا بھی نہیں ہونا چاہیئے ۔ ان آخر والی دونوں صورتوں کو وَلَا تَتَّخِذُوا آیات اللہ ھزوا سے تعبیر فرمایا ہے اور آخر میں فرمایا ہے کہ عورت کا تمہارے ساتھ یہ جوڑ تم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور نعمت ہے اس کی قدر کرو اس کی بے قدری مت کرو۔ کبھی طلاق پھر رجوع پھر طلاق پھر رجوع سے اس کی بے قدری ہو جائے گی اور یہ قانون الٰہی کا غلط استعمال ہوگا اس سے کتاب اللہ کی عظمت بھی دل سے نکل جائے گی اور آخر میں ان مذکورہ ضوابط کی خلاف ورزی کرنے والوں کو دھمکی دی ہے کہ ان خدا

سے ڈرو تمہاری یہ تمام حرکات اس کے علم میں ہیں اگر باز نہیں آؤ گے تو اس کے عذاب سے نہیں بچو گے اگر ایسا کرو گے تو بظاہر یہ ظلم اگرچہ اس عورت پر ہوگا لیکن حقیقتاً وہ ظلم اس ظالم پر ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ اس سے ضرور اس مظلومہ کا انتقام لیں گے اور یہ انتقام دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی۔ ع۔ پنداشت ستمگر کہ جفا بر من کرد

برگردن وے بماند و برما بگذشت

خاوند قبل از ہمبستری اور قبل از تقرر مہر اگر اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اسکے احکام

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ	تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں
اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا	کو طلاق دے دو جب کہ انہیں
لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا	ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور ان کے
لَهُنَّ فَرِيْضَةً ج وَ	کچھ مہر بھی مقرر نہ کیا ہو اور انہیں
مَتِّعُوْهُنَّ ج عَلَى	کچھ سامان دے دو وسعت
الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ	والے پر اپنے قدر کے مطابق
وَعَلَى الْمُقْتِرِ	اور تنگ دست پر اپنے
قَدَرُهٗ ج مَتَاعًا	قدر کے مطابق سامان حسب
بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا	دستور ہے نیکو کاروں پر یہ
عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝	حق ہے اور اگر تم انہیں طلاق
وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ	دے دو اس سے پہلے کہ
قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ	انہیں ہاتھ لگاؤ حالانکہ تم ان

وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ	کے لیے مہر مقرر کر چکے ہو
فَرِيضَةً فَنِصْفُ	تو نصف ہے اس کا جو تم
مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا	نے مقرر کیا تھا مگر یہ کہ وہ
أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ	معاف کر دیں یا وہ شخص معاف
الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ	کر دے جس کے ہاتھ میں
النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوا	نکاح کی گرہ ہے اور تمہارا
أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَلَا	معاف کرنا پرہیزگاری کے
تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ	زیادہ قریب ہے آپس میں احسان
إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ	کرنا نہ بھولو بے شک اللہ
بَصِيرٌ ○	تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے

سورہ بقرہ آیت (۲۳۶ - ۲۳۷)

تفسیر

ان آیات میں تین مسائل کا بیان ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ خاوند نے بیوی سے جماع بھی نہ کیا ہو اور مہر بھی مقرر نہ کیا ہو اور پہلے ہی کسی وجہ سے طلاق کی نوبت آجائے تو اس صورت میں خاوند پر مہر لازم نہیں ہے البتہ خاوند پر یہ لازم ہے کہ اپنی طرف سے عورت کو کچھ دے دے اس کی مقدار متعین نہیں کی مرد کی حیثیت کا لحاظ رکھا ہے اسے بھی یہ اختیار دے دیا جائے تو معمولی بات پر بھی مرد کو طلاق دے دے گی اس لیے یہ اختیار مرد کو دیا ہے اور آخر میں تعلیم دی ہے کہ آپس میں احسان اور عفو و کرم کا سلسلہ مت بھولو کیوں کہ تمام کاموں

ہیں اصلی مقصد تقویٰ ہے اور اس عفو و کرم سے سب سے زیادہ تقوٰے نصیب ہوتا ہے ۔

مہر اور ہدیہ میں فرق اور اسکی حکمت

دل میں ایک شبہ سا پیدا ہوتا ہے کہ اس پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مہر تو واجب نہیں ہے لیکن مرد کو چاہیئے عورت کو کچھ نہ کچھ ضرور دے اور اس کو متاع سے تعبیر فرمایا ہے تو وہ بھی مال ہی ہے صرف نام کا فرق ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مہر تو اس انتفاع کے معاوضہ کا نام ہے جو خاوند بوقت جماع بیوی سے اُٹھاتا ہے یعنی خاوند نے عورت کے جسم کا وہ مخصوص ٹکڑا خریدا ہے تاکہ اس سے وہ نفع اٹھائے اور یہاں وہ نفع تو اس نے اٹھایا ہی نہیں اس لیے مہر تو اس پر لازم نہیں قرار دیا جا سکتا اور اس خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس کی دل شکنی کی ہے اور اس عورت کے ذریعہ دونوں برادریوں کے درمیان جو اخوت اور محبت پیدا ہونے والی تھی اس کو نفرت میں بدل دیا ہے اور یہ اس نے غلطی کی ہے اور خاوند کبھی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور بھی ہوتا ہے اس لیے شارع نے اس کا یہ عذر قبول کرتے ہوئے مہر کا متبادل عطیہ اس پر لازم قرار دیا ہے تاکہ دونوں خاندانوں کے درمیان جو نفرت پیدا ہوئی تھی وہ دُور ہو جائے اور یہ عطیہ اس بات کا واضح ثبوت ہوگا کہ یہ طلاق کسی بہت بڑے معقول عذر کی بنا پر دی گئی ہے نہ کہ کسی ذاتی پرخاش کی وجہ سے اور پھر اس کو کوئی بُرا نہیں منائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دو تاکہ تمہاری آپس میں محبت پیدا ہو اور فرمایا ہے کہ امیر اپنی حیثیت

کے موافق دے اور غریب اپنی حیثیت کے موافق اور اس کا ادنیٰ درجہ ایک جوڑا کپڑے ہے زیادہ جتنی توفیق ہو دینا چاہیئے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت سے شادی کی اور ایسی ہی صورت درپیش آئی تو آپ نے مطلقہ کو بیس ہزار کا عطیہ دیا تھا اور قاضی شریح نے بھی ایسے موقعہ پر پانسو درہم کا عطیہ دیا (معارف القرآن) اور آخر میں جو فرمایا ہے حقا علی المحسنین ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عطیہ دینا واجب ہے اور دوسرا مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ خاوند بیوی کو اگر جماع سے پہلے طلاق دے اور مہر مقرر کیا ہوا ہو تو اس صورت میں خاوند نے بیوی کو نصف مہر دینا ہو گا مگر کہ عورت معاف کر دے یعنی نصف بھی نہ لے یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اگر خاوند نے مہر ادا کیا ہوا نہیں ہے تو اسے چاہیئے کہ نصف ادا کر دے اور اگر سارا ادا کیا ہوا ہے تو خاوند کو حق پہنچتا ہے کہ آدھا عورت کو چھوڑ دے اور آدھا واپس لے لے اور بہتر یہ ہے کہ واپس نہ لے معاف کر دے اور تیسرا یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ نکاح بحال رکھنا یا توڑنا خاوند کے اختیار میں ہے عورت کے اختیار میں نہیں ہے کیونکہ آیت میں بیدہ عقدۃ النکاح آیا ہے اور اس کی تشریح خود جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وَلِیُّ عُقْدَۃِ النِّکَاحِ الزوج) نکاح کی گرہ کا مالک خاوند ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مرد میں عورت کی نسبت تدبر زیادہ ہوتا ہے اور عورت میں کم ہوتا ہے۔ عورت جذباتی زیادہ ہوتی ہے۔

بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دینے کا بیان

اس عنوان کی تفصیل سمجھنے کے لیے ایک شرعی ضابطہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں اور انہیں جو شرائع اور کتابیں عطا فرمائی گئی ہیں ان میں یہ ضابطہ تھا کہ ہر وہ عبادت جس کی ادائیگی اور تعمیل انسان پر لازم نہیں ہے اس کی مرضی ہے ادا کرے نہ کرے ادا کرے گا تو ثواب ہوگا نہ کرے گا تو گناہ گار نہیں ہوگا لیکن اگر اس کی نیت کرلے تو پھر اس کی تکمیل ضروری ہے۔ یہ ہی حکم تھا پہلے انبیاء علیہم السلام کی شرائع میں اور یہ ہی حکم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے لا تبطلوا اعمالکم اپنے اعمال ضائع مت کرو اور اسی طرح ان انبیاء علیہم السلام کی شرائع میں یہ حکم بھی تھا کہ اگر کوئی شخص کسی حلال چیز کے بارے میں کہہ دے کہ میں اسے نہیں کھاؤں گا تو اس کے لیے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ اس چیز کو اب نہ کھائے یہ چیز اس کے لیے اب حرام سمجھی جاتی تھی جس طرح یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت اپنے اوپر حرام کیا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ تحریم میں پروردگار نے آپ کو ارشاد فرمایا ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ	اے نبی کیوں حرام قرار دیتے
تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ	ہو اس چیز کو جو اللہ نے تیرے
اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ	لیے حلال کی ہے تم اپنی بیویوں

اَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ	کی خوشنودی چاہتے ہو اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ	بخشنے والا مہربان ہے فرض
فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ	کیا ہے اللہ نے تمہارے
تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ	لیے توڑنا تمہاری قسموں کا۔

(سورۃ تحریم آیت ۱-۲)

اس آیت کریمہ کی تشریح اور تفسیر سے پہلے اس کا شان نزول معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔ مفسرین نے جو لکھا ہے اس کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجؓ مطہرات کے لیے جو نوبت مقرر کی ہوئی تھی اس کے علاوہ بھی جب آپ گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے تو نمازِ عصر کے بعد ان کے تمام گھروں میں ان کی دیکھ بھال اور خبرگیری کے لیے اور ان کی ضروریات وغیرہ دریافت کرنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک روز حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کچھ دیر لگی۔ آپ معمول سے زیادہ ان کے ہاں ٹھہرے انہوں نے آپ کو شہد پلایا۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس پر رشک آیا اور دونوں نے مل کر باہم مشورہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے جس کے گھر میں پہلے تشریف لائیں، تو عرض کریں گے کہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے۔ مغافیر ایک قسم کی گوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیا ہے تو اس بیوی نے کہا کہ شاید کوئی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھی ہوگی اور اس کا رس چوسا ہوگا اس وجہ سے شہد میں بھی بدبو آنے لگی اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبودار چیزوں سے انتہائی

نفرت تھی اور آپ ایسی چیزوں سے پرہیز کیا کرتے تھے تو آپ نے قسم کھالی کہ میں پھر شہد نہیں پیوں گا اس پر قرآن کریم کی آیات نازل ہوئی ہیں ان میں ایسی قسم توڑنے کا حکم ہے تو آپ نے اپنی قسم توڑی اور کفّارہ میں ایک غلام آزاد کیا۔ یہ مضمون تفسیر عثمانی اور معارف القرآن سے مُلخّصًا نقل کیا گیا ہے۔

آیت نمبر 1 کے شروع میں جو لفظ لِمَ تُحَرِّمُ آیا ہے یہ تحریم سے بنا ہے اس کے معنی کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر دینے کے آتے ہیں اسکی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے اگر کوئی شخص کسی قطعی حلال شے کو عقیدۃً حرام قرار دے تو یہ کفر ہے کیونکہ تحلیل و تحریم صرف اللہ کا کام ہے بندے کا کام اس کی تعمیل کرنا ہے۔ تحلیل و تحریم کا اختیار پروردگار نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں دیا جیسا کہ اس آیت تحریمہ سے ظاہر ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر عقیدۃً حرام نہ سمجھے لیکن بلاکسی ضرورت اور مصلحت کے قسم کھا کر وہ چیز اپنے اوپر حرام کرلے تو یہ گناہ ہے۔ اس قسم کو توڑنا اور کفارہ ادا کرنا اس پر واجب ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز عنقریب ہم بیان کریں گے اور اگر کوئی ضرورت اور مصلحت ہو تو جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور تیسری صُورت یہ ہے کہ اس چیز کو نہ تو عقیدۃً حرام سمجھے اور نہ قسم اٹھا کر اپنے اوپر حرام قرار دے مگر عملاً اس کو ہمیشہ ترک کرنے کا پختہ عزم کرلے۔ یہ عزم اگر اس نیت سے ہو کہ اسے باعثِ ثواب سمجھے تو یہ گناہ ہے اور بدعت ہے اور اگر اس ترک کو ثواب نہ سمجھے بلکہ اپنے کسی جسمانی یا رُوحانی نقصان کی بنا پر ترک کرتا ہے تو یہ

بلاکراہت جائز ہے ۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو کہتا ہے کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس کے اندر بھی یہ تین ہی صورتیں متصور ہونگی یعنی اگر وہ عقیدۃً حرام سمجھے تو وہ کافر اور مرتد ہو جائے گا اور وہ عورت اس سے جدا ہو جائے گی اور اگر وہ ایسے عقیدۃً حرام نہ سمجھے بلکہ قسم اُٹھائے کہ خُدا کی قسم تو مجھ پر حرام ہے تو یہ ایلا ہے اس سے طلاق بائن پڑے گی اور اس کو قسم کا کفارہ دینا ہوگا اس کی تفصیل بحث ایلا میں گزر چکی ہے اور اگر وہ اپنی اس بیوی کو عقیدۃ بھی حرام نہ سمجھے اور قسم سے بھی اس کو حرام نہ قرار دے بلکہ عملاً پختہ ارادہ کرے کہ اب اپنی بیوی کے قریب ہمیشہ نہیں جاؤنگا تو ترکِ قربان اگر ثواب کی نیت سے ہے تو یہ گناہ کبیرہ ہے یہ بدعت ہے یہ رہبانیت اسلام میں نہیں ہے ۔ اس سے عورت کی حق تلفی ہوگی جو کبیرہ گناہ ہے مگر ایسے عزم سے عورت طلاق نہیں ہوگی اور اگر یہ ترکِ قربان کسی مصلحت کی وجہ سے ہے مثلاً کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ اگر وہ بیماری مرد میں ہے جس کی وجہ سے مرد نے عورت کا قرب ترک کیا ہوا ہے اور اس کی اصلاح کی کوئی امید بھی نہیں ہے تو پھر عورت کو حق حاصل ہے کہ اس سے طلاق حاصل کرے اور اگر اسی حالت میں وہ عورت اس کے پاس رہنا چاہے تو بھی اسے اختیار حاصل ہے ۔ مندرجہ ذیل احادیثِ طیبہ سے بھی اس آیت کریمہ کی مزید توضیح اور تشریح معلوم ہوتی ہے انہیں بھی ملاحظہ فرمالیں ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ	اور حضرت ابن عباسؓ سے
قَالَ فِي الْحَرَامِ	روایت ہے انہوں نے

يُكَفِّرُ لَقَدْ كَانَ
لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ
اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
(متفق علیہ)
وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ
زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ
وَشَرِبَ عِنْدَهَا
عَسَلًا تَوَاصَيْتُ
اَنَا وَحَفْصَةُ اَنَّ
اَيَّتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلْتَقُلْ اِنِّيْ اَجِدُ
مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ
اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ
فَدَخَلَ عَلٰى
اِحْدٰهُمَا فَقَالَتْ
لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ

حرام کے بارے میں فرمایا کفارہ
دے البتہ تحقیق ہے تمہارے
لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم بہترین نمونہ ہیں (اس حدیث
پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے)
اور حضرت عائشہؓ سے
روایت ہے کہ بے شک
جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
زینب بنت جحش کے پاس
رک جاتے تھے اور وہاں شہد
نوش فرماتے تھے تو میں اور
حفصہ نے آپس میں مشورہ کیا
کہ ہم میں سے جس کے گھر
میں جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف لائیں تو اسے یوں
کہنا چاہیئے کہ میں آپ کے
منہ مبارک سے مغافیر کی بدبو
پا رہی ہوں کیا آپ نے مغافیر
کھایا ہے۔ پس آپ ان
دونوں میں سے ایک کے
گھر میں تشریف لائے تو

لَا بَأْسَ شَرِبْتُ	اس نے وہ بات کہی آپ نے
عَسَلًا عِنْدَ	تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں
زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ	میں نے زینب بنت جحش
فَلَنْ أَعُوْدَ لَهٗ	کے پاس شہد پیا ہے پس
وَقَدْ حَلَفْتُ	آئندہ ہرگز نہ پیوں گا اور میں
لَا تُخْبِرِيْ بِذَالِكَ	نے قسم کھالی ہے تو کسی کو
أَحَدًا يَبْتَغِيْ مَرْضَاةَ	اس کی خبر نہ دینا آپ اپنی بیویوں
أَزْوَاجِهٖ فَنَزَلَتْ	کی خوشنودی چاہتے تھے تو
يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ	نازل ہوئی آیت اے نبی کیوں
لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ	حرام قرار دیتے ہو وہ چیز جو
اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ	اللہ نے تیرے لیے حلال
مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ	کی تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الطلاق سے منقول ہیں)

آپ کی بیویوں نے یہ منصوبہ حضورؐ کے ساتھ فرطِ محبت کی وجہ سے بنایا نہ کہ حضرت زینب کے ساتھ عداوت کی۔

بیوی کو اپنی محارم سے تشبیہ دینے کا بیان

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ	یقیناً اللہ نے اس بی بی کی بات
الَّتِيْ تُجَادِلُكَ	سن لی ہے جو تجھ سے اپنے
فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْ	خاوند کے بارے میں جھگڑتی
إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ	تھی اور اللہ کی جناب میں

يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ط	میں شکایت کر رہی تھی اور اللہ
إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ۝	تم دونوں کے سوال جواب
اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ	کو سن رہا تھا یقیناً اللہ سننے
مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ	والا دیکھنے والا ہے اور جو
أُمَّهٰتِهِمْ ط إِنْ	لوگ تم میں سے اپنی بیویوں
أُمَّهٰتُهُمْ إِلَّا الّٰٓئِىْ	کو اپنی ماں کی پیٹھ سے تشبیہ
وَلَدْنَهُمْ ط وَإِنَّهُمْ	دیتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں
لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا	ہیں یقیناً ان کی مائیں وہی ہیں
مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ط	جنہوں نے ان کو جنا ہے
وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ	اور بے شک وہ لوگ بری
غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ	بات اور جھوٹ کہتے ہیں
يُظٰهِرُوْنَ مِنْ	اور یقیناً اللہ درگزر کرنے
نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ	والا معاف کرنے والا ہے
يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا	اور جو لوگ اپنی بیویوں کو اپنی
فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ	ماؤں کی پیٹھ سے تشبیہ دیتے
مِّنْ قَبْلِ أَنْ	ہیں پھر اپنے مقولہ وہ واپس
يَّتَمَآسَّا ط ذٰلِكُمْ	کریں تو ان پر ایک غلام آزاد
تُوْعَظُوْنَ بِهٖ	کرنا ہے صحبت سے پہلے
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	اس سے تمہیں نصیحت کی
خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ	جائے گی اور اللہ تمہارے
لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ	اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ	اور جسے وہ نہ ملے تو اس پر
مِنْ قَبْلِ اَنْ	لگاتار دو ماہ کے روزے
يَّتَمَاسَّا ۚ فَمَنْ	ہیں صحبت سے پہلے پس
لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ	جو اس کی طاقت بھی نہ رکھے
سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ	تو اس پر ساٹھ مساکین کو کھانا
ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا	کھلانا ہے یہ اس لیے تاکہ
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ	تم اللہ اور اس کے رسول
وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ	پر یقین کر لو اور یہ اللہ کی حدود
وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ	ہیں اور کافروں کے لیے
اَلِيْمٌ ○ (سورہ مجادلہ آیت ۱ تا ۴)	دردناک عذاب ہے۔

شانِ نزول

ان آیات کی تفسیر اور تفصیل سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ان کا شانِ نزول سمجھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے جناب رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے دورِ جاہلیت میں لوگوں نے اپنے پاس سے یہ دستور مقرر کیا ہوا تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہہ دیتا کہ تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو اس عورت کو اس کے لیے ہمیشہ ہمیشہ حرام سمجھتے تھے اور پھر ان کے ملنے کے لیے کوئی صورت نہیں تھی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک واقعہ درپیش آیا آپ کے ایک صحابی اوس بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئی اور اس نے اپنے خاوند کے متعلق ذکر کیا کہ

اس نے مجھے اس طرح کہا ہے کہ انت علی کمظہر امی کہ تو مجھ پر اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پیٹھ تو اس کے جواب میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں مجھ پر کوئی وحی تو اتاری نہیں گئی اور میں تو یہ سمجھتا ہوں تو اب اس کے لیے حلال نہیں ہے وہ رونے لگی یا رسول اللہ میرا گھر ویران ہو گا میرے بچے پریشان ہوں گے اور کبھی جھگڑتی یا رسول اللہ میرے خاوند نے تو لفظ استعمال ہی نہیں کیا میں کس طرح اس کے لیے حرام ہو گئی ہوں اور کبھی اللہ کے دربار میں فریاد کرتی اپنے نبی کی زبان پر میری یہ مشکل حل فرما دے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اس کی یہ فریاد سنی اور جبریل امین وحی لے کر حاضر ہوئے ۔ ان آیات میں سب سے پہلے اس کی دُعا کی قبولیت کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی دُعا سُن لی ہے اور قبول کر لی ہے جو آپ سے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جھگڑ رہی تھی اور اللہ کے حضور شکایت کر رہی تھی اس کے بعد ظہار کے مسائل بیان فرمائے ہیں ۔ اس آیت کریمہ میں جو لفظ یُظٰہِرُوْنَ آیا ہے یہ ظہار سے بنا ہے ۔ ظہار کے معنے اپنی بیوی کو ماں بہن وغیرہ کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا ہے جس کی طرف دیکھنا اس کو منع ہے مثلاً پیٹھ پیٹ وغیرہ اس کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کہنے سے وہ عورت اس کی ماں یا بہن تو نہیں بن جاتی طلاق بھی نہیں ہوتی مگر چونکہ اس مرد نے یہ جھوٹ کہا ہے اور اس نے اس طرح کہہ کر اپنی محارم کی توہین کی ہے لہٰذا اس کی یہ سزا رکھی ہے کہ وہ اب اس بیوی کے قریب نہ جائے جب تک کہ وہ یہ سزا نہ بھگتنے اور وہ تین چیزیں ہیں ان میں سے ایک چیز ضرور اپنانا ہے اوّل یہ ہے کہ غلام آزاد کرے اگر وہ نہیں تو دو ماہ مسلسل روزے رکھے

اور اگر اس کی طاقت نہیں تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے اور جب تک یہ سزا نہ بھگتے وہ بیوی سے صحبت اور بوس و کنار نہ کرے اگر کوئی ایسا کرے گا تو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوگا لیکن اس کے لیے اور نیا کفارہ نہیں ہے صرف پہلا ہی کفارہ ہے اسے استغفار کرنا چاہیئے اور یہ کفارہ اس صورت میں ہے جب اس نے بیوی کو تشبیہہ دیتے وقت ظہار کی نیت کی ہو یعنی یوں کہے کہ تو مجھ پر اس طرح حرام ہے جس طرح میری ماں کی پیٹھ وغیرہ اور اگر اس کی نیت طلاق کی ہو تو اس سے طلاق بائن پڑتی ہے اور اگر اسکی نیت کسی چیز کی نہ ہو ویسے ہی یہ لفظ کہہ دیا ہو تو نہ طلاق ہے اور نہ ظہار کچھ بھی نہیں اور پھر کفارہ وغیرہ بھی کچھ نہیں چنانچہ آنے والی احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ	اور حضرت ابی سلمہ سے روایت
اَنَّ سَلْمَانَ بْنِ صَخْرٍ	ہے کہ بے شک سلمان بن صخر
وَیُقَالُ لَهٗ سَلَمَةُ	(جسے سلمہ بن صخر بیاضی بھی کہا
بْنِ صَخْرِ الْبَیَاضِیْ	جاتا ہے) نے اپنی بیوی کو
جَعَلَ اِمْرَاَتَهٗ عَلَیْهِ	اپنے اوپر اپنی ماں کی پیٹھ
كَظَهْرِ اُمِّهٖ حَتّٰی	کی طرح قرار دیا ماہ رمضان گزرنے
یَمْضِیَ رَمَضَانُ فَلَمَّا	تک پس جب آدھا ماہِ رمضان
مَضٰی نِصْفٌ مِنْ	گزر گیا تو رات کے وقت اس
رَمَضَانَ وَقَعَ عَلَیْهَا	سے ہمبستر ہوگیا پھر رسول اللہ
لَیْلًا فَاَتٰی رَسُوْلُ	صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ	آیا اور آپ سے اس کا ذکر

وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَالِكَ	کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ	نے اسے فرمایا کہ تو غلام آزاد
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	کر اس نے کہا کہ میرے پاس
اَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَا	غلام نہیں ہے۔ آپ نے
اَجِدُهَا قَالَ فَصُمْ	فرمایا دو ماہ مسلسل روزے رکھ
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ	اس نے کہا اس کی طاقت نہیں
لَا اَسْتَطِيعُ قَالَ اَطْعِمْ	ہے آپ نے فرمایا ساٹھ
سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ	مساکین کو کھانا کھلا اس نے
لَا اَجِدُ فَقَالَ رَسُولُ	کہا میرے پاس نہیں ہے پھر
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ لِفَرْوَةَ ابْنِ عَمْرٍو	نے عروہ ابن عمر سے فرمایا اسے
وَاَعْطِهِ ذَالِكَ الْعَرَقَ	وہ کھجوروں کا تھیلا دے دو
وَهُوَ مِكْتَلٌ يَاْخُذُ	(اور وہ ایک ماپ ہے
خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا	جس میں پندرہ یا سولہ سیر کھجوریں
اَوْ سِتَّةَ عَشَرَ صَاعًا	سماتی ہیں) تاکہ مساکین کو کھلائے
لِيُطْعِمَ مِسْكِيْنًا۔	(یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے)

(رواہ الترمذی)

تفسیر

یہ حدیث پاک پہلی آیات کی تشریح ہے اور اس سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ کوئی شخص اگر اپنی بیوی سے ظہار کرے تو وہ اس کے

لیے ہمیشہ حرام نہیں ہوجاتی بلکہ اس کی حرمت موقت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک کفارہ ادا نہ کرے اس سے ہمبستر نہیں ہوسکتا اور کفارہ یہ ہے کہ یا تو غلام آزاد کرے اگر نہ ہو تو دو ماہ مسلسل روزہ رکھے اور اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے اور دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے اگر میاں بیوی سے ہمبستر ہو جائے تو اس پر دو کفارے نہیں ہیں بلکہ صرف وہی کفارہ ہے البتہ یہ گناہ کبیرہ ہے اسے توبہ کرنا چاہیئے اور تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر آدمی غریب ہو تو اس کی غربت کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا دوسرے مسلمانوں کو چاہیئے کہ کفارہ ادا کرنے میں اس کا تعاون کریں۔ اگر پبلک میں سے اسکا تعاون کوئی نہ کرے تو وقتی حکومت کو اس کا تعاون کرنا چاہیئے اور ان کا یہ تعاون صدقہ ہوگا۔

وَعَنْ سُلَيْمَانِ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ صَخْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ قَالَ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ (رواہ الترمذی)	اور حضرت سلیمان بن یسار سے روایت ہے انہوں نے نقل کیا سلمہ بن صخر سے انہوں نے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ظہار کرنے والے کے لیے جو کفارہ سے پہلے اپنی بیوی سے ہمبستر ہو سوال کیا آپ نے فرمایا ایک کفارہ ہے۔
وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ	اور حضرت عکرمہ سے روایت

اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ	سے ہے انہوں نے روایت کی
رَجُلًا ظَاهَرَ	سے ہے ابن عباس سے کہ بیشک
مِنْ اِمْرَاَتِهٖ فَغَشِيَهَا	ایک آدمی نے ظہار کیا اپنی
قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ	بیوی سے پھر اس سے ہمبستر
فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى	ہوا کفارہ ادا کرنے سے پہلے
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	پھر آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
فَذَكَرَ ذَالِكَ لَهٗ	پاس پھر ذکر کیا اس نے اس کا
فَقَالَ مَا حَمَلَكَ	پس فرمایا آپ نے کس نے
عَلٰى ذَالِكَ فَقَالَ	اُکسایا تجھے اس پر اس نے کہا
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	یا رسول اللہ کہ میں نے چاندنی
رَاَيْتُ بَيَاضَ	رات میں اس کے دونوں
حَجْلَيْهَا فِي الْقَمَرِ	جوتوں کی سفیدی دیکھی پھر
فَلَمْ اَمْلِكْ نَفْسِيْ	میں اپنے نفس پر کنٹرول نہ
اَنْ وَقَعْتُ عَلَيْهَا	کر سکا کہ اس سے ہمبستر ہو گیا
فَضَحِكَ رَسُوْلُ	پس ہنس پڑے رسول اللہ صلی
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	اللہ علیہ وسلم اور اسے حکم دیا
وَسَلَّمَ وَاَمَرَهٗ	کہ اس کے قریب نہ جائے
اَنْ لَّا يَقْتَرِبَهَا	یہاں تک کہ کفارہ نہ ادا کرے
حَتّٰى يُكَفِّرَ	(یہ تینوں احادیث مشکوۃ باب الطلاق سے منقول ہیں)

عدّت کے احکام کا بیان

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا
طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ
فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ
وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ
لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ
بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ
اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ
وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ
وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ
اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ
نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ
بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا
فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَاَمْسِكُوْهُنَّ
بِمَعْرُوْفٍ اَوْ
فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ
وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ

اے نبی جب تم عورتوں کو
طلاق دو تو ان کی عدّت کے
موقع پر طلاق دو اور عدّت
گنتے رہو اور اللہ سے ڈرتے
رہو جو تمہارا رب ہے نہ تم
ان کو گھروں سے نکالو اور نہ
وہ خود نکلیں مگر جب کھلم کھلا
کوئی بے حیائی کا کام کریں اور
یہ اللہ کی حدیں ہیں اور اللہ
کی حدوں سے جو بڑھا تو اس
نے اپنے نفس پر ظلم کیا آپ
کو کیا معلوم شاید اللہ اس کے
بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے
پس جب وہ اپنی عدّت کو
پہنچ جائیں تو انہیں دستور سے
رکھو یا انہیں دستور سے چھوڑ
دو۔ اور دو معتبر آدمی اپنے
میں سے گواہ کر لو اور اللہ کے
لیے گواہی پوری دو۔ یہ نصیحت

عَدۡلٍ مِّنۡکُمۡ وَاَقِیۡمُوا	کی باتیں انہیں سمجھائی جاتی ہیں
الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۚ ذٰلِکُمۡ	جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے
یُوۡعَظُ بِهٖ مَنۡ کَانَ	ہیں اور جو اللہ سے ڈرتا ہے
یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ	اللہ اس کی لیے نجات کی صورت
الۡاٰخِرِ ۚ وَمَنۡ یَّتَّقِ	نکال دیتا ہے اور اسے رزق
اللّٰهَ یَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا	دیتا ہے جہاں سے گمان بھی نہ
وَّیَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَیۡثُ	ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے
لَا یَحۡتَسِبُ ؕ وَمَنۡ	سو وہی اس کو کافی ہے بیشک
یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ	اللہ اپنا حکم پورا کرنے والا ہے
حَسۡبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ	بے شک اللہ نے ہر چیز کے
اَمۡرِهٖ ؕ قَدۡ جَعَلَ	لیے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔
اللّٰهُ لِکُلِّ شَیۡءٍ قَدۡرًا ۝	

(سورۃ طلاق آیت ۱-۲-۳)

ربط

اس سے پہلے ضوابط طلاق کا بیان گزرا ہے جن کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ کوشش یہ کی گئی ہے کہ خاوند بیوی کو طلاق نہ دے کیونکہ یہ فعل اللہ کے نزدیک پسندیدہ نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اَبۡغَضُ الۡحَلَالِ اِلَی اللّٰهِ الطَّلَاقُ۔ تمام حلال کاموں میں سے ناپسند کام اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ اور اگر بامر مجبوری دینا ہی ہو تو اس کا طریقہ کار یہ رکھا ہے کہ پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دے اس کے بعد جب ایام ماہواری گزر

جائیں اور پاکی کا دوسرا دور آئے تو پھر ایک اور طلاق دے دے ۔ پہلی طلاق کے، بعد یا دوسری طلاق کے بعد پاکی کے دو دن کے اندر اندر میاں بیوی اگر صلح کرنا چاہیں تو بلا نکاح صلح کر سکتے ہیں اور اگر پاکی کا دوسرا دور گزر جائے پھر بھی اگر صلح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں اس میں حلالہ کی ضرورت نہیں اور دوسری طلاق کے بعد اگر تیسری طلاق بھی دے دے تو پھر سوائے حلالہ کے صلح کی اجازت نہیں اور یہ ضوابط اس لیے رکھے ہیں تاکہ میاں بیوی باہم مل کر رہنا چاہیں تو مل سکیں اور تین طلاق کے بعد صلح کی اجازت نہیں تاکہ عورت، بازیچۂ اطفال نہ بنے کیونکہ یہ اس کے شرف کے منافی ہے کہ جب چاہیں طلاق دیں اور جب چاہیں رکھ لیں جیسا کہ دورِ جاہلیت میں ہوتا تھا کہ عورت کو سو دفعہ طلاق دے کر بھی رکھ لیتے تھے ۔ اسلام نے اس طرح عورت کی توہین و تذلیل کی اجازت نہیں دی ۔ بہرحال طلاق کی صورت میں ضابطہ یہ ہے کہ عورت کو فوراً کسی اور مرد سے نکاح کی اجازت نہیں بلکہ اس کے لیے ایک عرصہ رکھا ہے شریعت کی اصطلاح میں اس کو عدّت کہتے ہیں جس کی تفصیل ان آیات میں اور بعد والی آیات میں آرہی ہے

تفسیر

ان آیات میں بارہ چیزوں کا بیان ہے ۔ پہلی چیز یہ ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدّت پر طلاق دو اس کی تشریح عنقریب انشاء اللہ العزیز بیان ہوگی اور دوسری چیز یہ ہے کہ عدت کو شمار کرتے رہو اور تیسری یہ چیز ہے کہ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے ۔ یہ قرآن کریم کا طریقہ ہے کہ مکّی سورتوں میں عقیدۂ توحید

قیامت اور رسالت کی تعلیم دی ہے اور مدنی سورتوں میں احکام کے ساتھ ساتھ عقیدہ اور قیامت کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسا کہ یہاں فرمایا ہے اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے یعنی اگر تم اس مذکورہ حکم کی خلاف ورزی کرو گے تو وہ تمہیں سخت سزا دے گا اور اس کی طاقت کا اندازہ یوں لگا لو کہ تمہاری تخلیق حیات و بقا اور آب و دانہ اس کے ہاتھ میں ہے اس سے بچ کر تم کہاں جاؤ گے اور چوتھی چیز یہ ہے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دے دو تو فوراً ان کو اپنے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں جب تک کہ عدت مکمل نہ ہو جائے یعنی اس گھر میں اب رہنا صرف ان کا اپنا حق نہیں ہے کہ از سر خود چھوڑ دیں بلکہ یہ اللہ کا حق ہے یہ اس کو معاف نہیں کر سکتی اور نہ خاوند اس کو نکال سکتا ہے اور اس دوران کا نفقہ بھی خاوند پر لازم ہے اگر عورت حاملہ ہو اس نے اس گھر کو بے حیائی کا اڈا بنا لیا ہو یا مرد کے گھر کا سامان چوری کرتی ہو یا بدزبانی وغیرہ کرتی ہو تو ان صورتوں میں مرد اس کو گھر سے نکال سکتا ہے اور اگر وہ گھر سے از سر خود نکلے گی تو یہ صریح بے حیائی کا کام ہوگا اور پانچواں انتباہ یہ ہے اور اس کو ان الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

تلک حدود اللہ یہ اللہ کی حدیں ہیں اور تلک سے اشارہ ضابطہ طلاق کی خلاف ورزی کی طرف ہے یعنی حالت حیض میں طلاق دینا۔ عدت کو شمار نہ کرنا، مطلقہ کو اپنے گھر سے نکالنا یا از سر خود اس کا اس گھر سے نکلنا اور اس گھر میں بے حیائی وغیرہ کا ارتکاب کرنا مراد ہے اور ان ضوابط کو حدود اللہ اس لیے فرمایا ہے کہ یہ صرف حق عبد ہی نہیں بلکہ اللہ کا بھی حق ہے اور کسی ملک کی سرحد کو خلاف قانون عبور کرنے سے انسان جس طرح مستحق سزا کا ہوتا ہے اور یہ اپنے کیے کی سزا پاتا ہے اور پھر ایسا مجرم خود

اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے
کہ میری ان حدوں کی جو خلاف ورزی کرے گا وہ اپنے کیئے کی سزا خود پائیگا۔
اور پھر اسے یہ ماننا پڑے گا کہ میں نے یہ ظلم کر کے خود غلطی کی ہے اور
چھٹی چیز یہ ہے کہ لا تدری لعل اللہ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ
اَمْرًا۔ تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دیں گے
یعنی مرد کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنی مطلقہ عورت کو گھر سے مت نکالو اور وہ
خود بھی نہ نکلے اس کی حکمت کیا ہے فرمایا اس کی حکمت یہ ہے کہ شائد
اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کرے یعنی شاید کہ میاں
بیوی آپس میں رجُوع کر لیں اور ساتویں چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ جب وہ
مطلقہ عورتیں اپنی مقررہ عدت کو پہنچ جائیں تو پھر خاوندوں کو دو اختیار
دیئے ہیں ایک یہ ہے کہ اگر تم اپنی مطلقہ بیوی کو رکھنا چاہو تو رکھ سکتے
ہو مگر دستور کے موافق رکھنا ہوگا یعنی ان کا نفقہ وغیرہ سابقہ دستور
کے موافق رکھنا ہوگا یعنی ان کا نفقہ وغیرہ سابقہ دستور کے موافق دینا
ہوگا اور اگر انہیں چھوڑنا چاہو تو چھوڑ سکتے ہو مگر دستور کے موافق یعنی
ان کا مہر وغیرہ ادا کریں اور آٹھویں چیز یہ بیان فرمائی کہ اگر تم اپنی مطلقہ بیویوں
سے رجُوع کرنا چاہو یا انہیں جدا کرنا چاہو تو دونوں صورتوں میں دو معتبر
آدمی گواہ مقرر کر لو اور نویں چیز یہ بیان فرمائی کہ جب گواہی کی ضرورت
پڑے تو گواہی صرف اللہ کی رضا کے لیے دینا ہے عصبیت سے کام
نہیں لینا اور دسویں چیز یہ بیان کی کہ یہ نصیحت کی باتیں ان کے لیے ہیں
جو اللہ اور آخرت کے دن کو مانیں اور جو نہ مانیں وہ ان احکامات کا
مخاطب ہی نہیں ہے اور گیارھویں چیز یہ بیان فرمائی کہ جو بھی شخص تقوے

کے دائرہ میں رہ کر کام کرے گا خواہ یہ میاں بیوی ہوں یا کوئی اور ہو، تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے لیے الجھنوں سے نکلنے کی صورت نکالیں گے یعنی میاں بیوی کو طلاق دے دے گا تو دونوں پریشانی سے دوچار ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ تم تقویٰ اور دیانت کا دامن نہ چھوڑنا۔ تمہاری تمام پریشانی میں دور کردوں گا اور ایسی جگہ سے روزی مہیا کردوں گا جہاں سے اس کا تمہیں گمان بھی نہیں ہوگا اور آخر میں میاں بیوی کو تعلیم دی ہے کہ صرف اللہ پر بھروسہ کرو۔ اس پر جو بھروسہ کرے گا وہ اس کے لیے کافی ہے کسی اور چوکھٹ پر اس کو سر جھکانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جو وعدہ فرماتے ہیں اسے ضرور پورا کر کے چھوڑتے ہیں اور بارھویں چیز یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہوا ہے۔ اس کا ایک مقصد یہ ہے میاں بیوی کے درمیان جو جوڑ تھا وہ یہیں تک تھا اس کے آگے تقدیراً اس کا جوڑ ہی نہیں ہے اس لیے اس طلاق کی وجہ سے ان میں سے کسی کو کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیئے اور دوسرا مقصد اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے متوکلین کے ساتھ جو عہد فرمایا ہے کہ بے گمان ان کی ضروریات کی کفالت فرمائیگا اس میں اگر تاخیر ہو جائے تو انہیں گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی اصلاح کے لیے غربت اور افلاس کا بھی ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے اور غنی کا بھی ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے اور ہر مقرر چیز اپنے اپنے وقت پر ضرور پہنچے گی۔

بوڑھی عورت اور نابالغہ کی عدت تین ماہ اور حاملہ کی وضع حمل ہے

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ	اور تمہاری عورتوں میں سے جن
الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ	کو حیض کی امید نہیں رہی اگر
اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ	تمہیں شک ہو تو ان کی عدت
ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ	تین مہینے ہے اور ان کی بھی
لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ	جنہیں ابھی حیض نہیں آیا اور
الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ	حمل والیوں کی عدت ان کے
اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ	بچہ جننے تک ہے اور جو اللہ
وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ	سے ڈرتا ہے وہ اس کے
یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ	کام آسان کر دیتا ہے۔ یہ اللہ
یُسْرًا ○ ذٰلِكَ	کا حکم ہے جو اس نے تمہاری
اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَیْکُمْ	طرف اتارا ہے اور جو اللہ
وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُکَفِّرْ	سے ڈرتا ہے وہ اس سے
عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ	اس کی برائیاں دور کرتا ہے
وَیُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ○	اور اس سے بڑا اجر بھی دیتا ہے

(سورۃ طلاق آیت ۴-۵)

ان آیتوں میں سات چیزوں کا بیان ہے پہلی چیز جو عورتیں حیض سے ناامید ہو چکی ہیں۔ ان کی عدت تین مہینے ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہو گئی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی

بیماری کی وجہ سے اسے حیض آنا بند ہو گیا ہو۔ ان دونوں صورتوں میں اس کی عدت تین مہینے ہے۔ یہ دونوں صورتیں والّٰئِیْ یَئِسْنَ الآیۃ میں آگئی ہیں اور اسی طرح ۳ وہ لڑکی جس کا چھوٹی عمر میں نکاح ہوا ہو اور ابھی وہ نابالغہ ہی ہو اور اسے حیض نہ آتا ہو اور طلاق مل جائے تو اسکی عدت بھی تین مہینے ہے۔ یہ صورت وَالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ میں آگئی ہے اور حاملہ کی ۴ عدت وضع حمل (ولادت) ہے یہ صورت واولات الاحمال الایۃ میں آگئی ہے اور یہ عام ہے کہ وہ عورت مطلقہ ہو یا بیوہ دونوں صورتوں میں اس کی عدت وضع حمل ہی ہے۔ ذالك امر اللہ انزلہ اِلَیْکُمْ لگا کر بتا دیا کہ عدت کے یہ احکامات اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم پر اتارے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے یہ احکامات تجویز نہیں کئے اور آگے تقویٰ کی برکات بیان فرمائی ہیں یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے ان احکامات کی پیروی کرے گا اللہ تعالیٰ کے اس کے ساتھ تین وعدے ہیں۔ پہلا وعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ۵ اس کے تمام کام آسان کر دے گا اور اس طلاق کی وجہ سے درپیش آنے والی مشکلات کو دور فرما دے گا۔ دوسرا وعدہ یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیں گے اور تیسرا وعدہ یہ فرمایا کہ اس پیروی کی وجہ سے بہت اجر بھی دیں گے۔

اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ	اور ان عورتوں کو وہیں رکھو
سَکَنْتُمْ مِنْ وُّجْدِکُمْ	جہاں تم خود اپنے مقدور کے
وَلَا تُضَآرُّوْھُنَّ	موافق رہتے ہو اور انہیں ایذا
لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْھِنَّ ؕ	مت دو تاکہ انہیں تنگ کرو

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ	اور اگر وہ حمل والیاں ہوں تو
فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ	ان پر خرچ بھی کرو جب تک
حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ	کہ وضع حمل نہ کریں پھر اگر وہ
فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ	تمہاری خاطر دودھ پلائیں تو
فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ	ان کو ان کی اُجرت دو اور آپس
وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ	میں دستور کے موافق مشورہ
بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ	کر لو اور اگر تم آپس میں تنگی
تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ	کرو تو اس کے لیے کوئی دُوسری
لَهٗٓ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ	عورت دُودھ پلائے گی۔
ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ	مقدور والا اپنے مقدور کے
سَعَتِهٖ ۚ وَمَنْ	موافق خرچ کرے اور تنگدست
قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ	ہو تو جو کچھ اللہ نے اسے
فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ	دیا ہے اس میں سے خرچ
اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ	کرے اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا
اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ	مگر اسی قدر جو اسے دے
اٰتٰىهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ	رکھا ہے عنقریب اللہ تنگی
بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝	کے بعد آسانی کر دے گا۔

(سورہ طلاق آیت ۶-۷)

تفسیر

ان آیات میں سات چیزوں کا بیان ہے پہلی چیز یہ ہے کہ ہر مطلقہ

عدت کے ایام خاوند کے گھر میں گزارے گی خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا بائنہ یا مغلظہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ اور دوسری چیز یہ ہے کہ ان دنوں کا ان کا خرچ نان نفقہ وغیرہ بھی اس خاوند ہی کے ذمہ ہے۔ حاملہ کے بارے میں تو اس آیت میں صراحتہً آگیا ہے کہ اَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ خرچ کرو ان پر یہاں تک کہ ان کا وضع حمل نہ ہو اور غیر حاملہ کے نفقہ کی صراحت تو موجود نہیں لیکن اشارۃً اور ضمناً معلوم ہوتا ہے کہ مطلقہ غیر حاملہ خواہ رجعیہ ہو بائنہ ہو یا مغلظہ ان تینوں کا نفقہ وغیرہ بھی خاوند کے ذمہ لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی رہائش خاوند کے ذمہ لازم رکھی ہے تو نفقہ کی ذمہ داری اشارۃً خود بخود معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۔ ان عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو اپنے مقدور کے موافق اور انہیں ایذا مت دو تاکہ ان پر تنگی کرو اور سب سے بڑی ایذا اور تنگی یہی ہے کہ انہیں خرچ نہ دیا جائے اب رہا یہ سوال کہ حاملہ کے نفقہ کی تصریح کیوں بیان فرمائی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مدت حمل کبھی طویل بھی ہو جاتی ہے اس لیے وضاحت فرما دی کہ جب تک وہ حاملہ جس کا نفقہ خاوند پر لازم ہے واللہ اعلم۔ اور تیسری چیز یہ بیان فرمائی کہ ولادت کے بعد اگر وہ ماں اپنے بچے یا بچی کو دودھ پلانا چاہے تو خاوند کے ذمہ لازم ہے کہ اس عورت کو دودھ پلانے کی مزدوری دے اور چوتھی چیز یہ بیان فرمائی کہ اس سلسلہ میں میاں اور بیوی کو باہم مشورہ کرنا چاہیے ضد اور ہٹ دھرمی سے کام نہیں لینا چاہیئے کیونکہ اولاد دونوں کی مشترکہ

ہے اس سلسلہ میں وہی کام کریں جو اولاد کے لیے مفید ہو اور ایسا قدم ہرگز نہ اُٹھائیں جو ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو اور پانچویں چیز یہ بیان فرمائی کہ اگر میاں بیوی باہم تنگ ظرفی سے کام لیں تو پھر اس نومولود کو کسی اور عورت سے دُودھ پلوا دینا چاہیئے یعنی اگر خاوند کو بیوی پر اعتماد نہیں کہ وہ نومولود کی اچھی طرح نگہداشت کر سکے گی یا اس عورت نے اور شوہر کر لیا ہے اور وہ اجازت نہیں دیتا یا وہ عورت خرچ زیادہ مانگتی ہے اور خاوند اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو ان صورتوں میں خاوند کو اجازت ہے کہ کسی اور عورت سے دُودھ پلواتے اور اگر یہ صورتیں درپیش نہیں ہیں تو پھر خاوند کے لیے قطعاً جائز نہیں ہے کہ بچّے کی ماں کو چھوڑ کر کسی اور عورت سے دُودھ پلوائے چنانچہ سورۃ بقرہ میں یہ آیت گزر چکی ہے کہ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا نہ ضرر دیا جائے ماں کو بوجہ اس کے بچّے کے اور بلا کسی وجہ کے بچہ ماں سے چھین لینا یہ اس کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے اور چھٹی چیز یہ بیان فرمائی کہ کسی اور عورت سے دودھ پلانے کی صورت میں باپ کو چاہیئے کہ مقدور بھر اس عورت کے اخراجات بھی برداشت کرے کیونکہ غیر کے بچے کو وہی عورت دودھ پلائے گی جو معاشی پریشانیوں سے دوچار ہو گی۔ اگر باپ اس کی پریشانیوں کو رفع نہیں کرے گا تو یہ بچے کی نگہداشت اور تربیت کی طرف پوری توجہ نہیں دے سکے گی نیز اگر اس کی خوراک اچھی ہو گی تو اس کا دُودھ بھی اچھا ہو گا بچّے کی طبیعت پر اچھا اثر پڑے گا اور اگر اس کی خوراک اچھی نہیں ہو گی تو اس کا دودھ بھی اچھا نہیں ہو گا اس کا بچے کی طبیعت پر بُرا اثر پڑے گا لہٰذا باپ کو چاہیئے کہ دل کھول کر اسے خرچ دے تاکہ بچے

بچے کی تربیت اچھی ہو سکے اور ساتویں چیز یہ بیان فرمائی کہ اس خرچ کرنے کی وجہ سے باپ پر جو تنگی آئی ہے اس کی اسے فکر نہیں کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ اس کی یہ تنگی خود دُور کر دیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اولاد پر خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی انسان کو بہت روزی دیتا ہے اس میں باپ کو کنجوسی نہیں کرنا چاہیئے اللہ تعالےٰ اسے دُور کر دے گا۔

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ	اور طلاق شدہ عورتیں تین
بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ	حیض تک اپنے آپ کو روکے
قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ	رکھیں اور ان کے لیے حلال
لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ	نہیں کہ وہ چھپائیں وہ چیز جو
مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ	اللہ نے ان کے پیٹوں میں
اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ	پیدا کی ہے اگر وہ اللہ اور
يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ	آخرت کے دن پر ایمان رکھتی
الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ	ہیں اور ان کے خاوند انہیں
اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ	لوٹا لینے کے زیادہ حق دار ہیں
ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا	اس مدت میں اگر وہ اصلاح
اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ	کا ارادہ رکھتے ہوں اور دستور
الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ	کے موافق ان عورتوں کا ویسا
وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ	ہی حق ہے جیسا ان پر ہے
دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ	اور مردوں کو ان پر فضیلت
حَكِيْمٌ ۝	حاصل ہے اور اللہ سب پر
(سورہ بقرہ آیت ۲۲۸)	غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر

ان آیات میں چھ چیزوں کا بیان ہے ۔ پہلی چیز یہ ہے کہ جن مطلقہ عورتوں کو حیض آتا ہے ان کی عدت تین حیض ہے یعنی وہ تین حیض گزرنے تک کسی اور جگہ نکاح نہیں کرسکتی اور دوسری چیز یہ بیان فرمائی کہ ان عورتوں کے پیٹ میں جو ہے وہ بتا دیں یعنی اگر انہیں حیض آتا ہو تو بتا دیں اور اگر حمل ہے تو بتا دیں ۔ اگر نہیں بتائیں گی تو یہ حرام ہے اور بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ اگر حیض کی حالت نہیں بتائے گی تو حمل کے وہم کی وجہ سے اس سے کوئی شادی نہیں کرے گا ۔ رشتہ دار اس کی شادی نکاح کا بندوبست نہیں کریں گے حالانکہ بے نکاح کے نکاح میں تاخیر گناہِ کبیرہ ہے جیساکہ سورۃ نور والی آیت میں ہے وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ اپنوں میں سے بے نکاحوں کا نکاح کراؤ اور اگر وہ مطلقہ عورت حالت حمل نہیں بتلائے گی تو ہوسکتا ہے کہ مدت حمل طویل ہو جائے اور اس سے نومولود کی زندگی دا غدار ہو گی اور پھر لوگ اس پر بدگمانی کریں گے اور اگر اس کا نکاح ہو گیا تو یہ حمل نئے خاوند کا متصور ہو گا حالانکہ یہ پہلے خاوند کا ہے اور پھر اس سے وراثت اور حلال و حرام کے بہت سے اصول پامال ہوں گے اور ان سب کی ذمہ داری اس عورت پر عائد ہو گی جو گناہِ کبائر ہیں اور تیسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ یہ عدت کا حکم اس مطلقہ عورت کے لیے ہے جس کے ساتھ خاوند نے خلوت صحیحہ کی ہو اور اگر نہیں تو پھر عدت اس پر واجب نہیں کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے ۔ ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ

فی ارحامھن ان کے لیے حلال نہیں کہ چھپائیں جو پیدا کیا ہے اللہ نے ان کے رحموں میں اور اس سے اصلی مقصود اس مرد کا حمل ظاہر کرنا ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب میاں بیوی آپس میں خلوت صحیحہ کریں گے اور چوتھی چیز یہ معلوم ہوئی کہ اس عدت کے دوران خاوند اگر اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور وہ خاوند اس کا زیادہ حقدار ہے۔ بیوی خواہ راضی ہو یا نہ ہو مگر اس سے مراد ایک یا دو طلاق والی عدت ہے تین والی نہیں کیونکہ دوسری جگہ آیت ۲۳۰ میں یہ واضح طور پر موجود ہے کہ تین طلاق کے بعد رجوع سوائے حلالہ کے جائز ہی نہیں نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ رجوع اس وقت جائز ہے جب خاوند کی نیت اصلاح کی ہو اور اگر اس کی نیت اصلاح کی نہ ہو بلکہ اس عورت کو کوئی تکلیف وغیرہ دینا مقصود ہو تو یہ رجوع جائز نہیں ہے اور پانچویں چیز ایک شبہ کا ازالہ ہے جو بعولتھن احق بردھن سے پیدا ہوتا ہے اور وہ یوں ہے کہ جب ایک یا دو مرتبہ والی عدت میں خاوند اگر رجوع کرنا چاہے تو وہی زیادہ حقدار ہے اس میں عورت کی رائے یا رضا کا کوئی دخل نہیں اس پر شبہ پیدا ہوا کہ شاید خاوند کو اس کے حقوق سلب کرنے کا بھی حق ہوگا تو اس کے جواب میں فرمایا ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف ترجمہ اور ان عورتوں کے لیے ہے مثل اس کے جو ان پر ہے۔ معروف طریقہ ہے یعنی میاں بیوی دونوں کے حقوق ایک دوسرے پر حسب سابق ہی ہوں گے اور نیز خاوندوں کی فوقیت اور برتری بھی بدستور قائم ہے البتہ اگر طلاق سے بچنے کے لیے عورت اپنے بعض حقوق از سر خود

اور اپنی مرضی سے چھوڑ سکتی ہے اور چھٹی چیز یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب حکمت والا ہے یعنی جو بھی شخص مذکورہ ضوابط کی خلاف ورزی کرے گا وہ اس کی گرفت سے بچ نہیں سکے گا کیونکہ اس کو سب پر ہر طرح کا غلبہ حاصل ہے ہاں اگر وہ گرفت میں تاخیر کرے تو وہ حکمت پر مبنی ہے اس کو اس سے کمزور نہ سمجھا جائے۔

بیوہ کی عدت اور اس کے احکام کا بیان

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ	اور جو لوگ تم میں سے فوت
وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا	ہو جائیں اور چھوڑ جائیں،
يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ	بیویاں روکیں وہ اپنے نفس
اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ج	کو چار مہینے اور دس دن پھر
فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ	جب وہ اپنی عدت پوری کر
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ	لیں تو پھر کوئی گناہ نہیں تم پر
فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ	کہ جو وہ دستور کے مطابق
اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط	اپنے حق میں کریں اور اللہ اس
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	سے جو تم کرتے ہو باخبر ہے
خَبِيْرٌ ○ وَلَا جُنَاحَ	اور کوئی گناہ نہیں تم پر اس
عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ	میں کہ عورتوں کو اشارہ سے
بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ	پیغام نکاح دو اور یا تم اسے
النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ	اپنے دل میں چھپا دو اللہ جانتا

فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ	ہے کہ عنقریب تم ان کو یاد
اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ	کرو گے لیکن مخفی طور پر ان
وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ	سے نکاح کا وعدہ نہ کرو مگر
سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا	یہ کہ قاعدہ کے موافق کوئی بات
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ وَلَا	کرو اور مت ارادہ کرو نکاح
تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ	کی گرہ کا جب تک کہ میعاد
حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ	نوشتہ پوری نہ ہو اور جان لو
اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ	کہ اللہ جانتا ہے جو تمہارے
اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِیْٓ	دلوں میں ہے پس اس سے
اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ	ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ	بڑا بخشنے والا تحمل کرنے والا
حَلِيْمٌ ۝ (بقرہ $\frac{۲۳۵}{۲۳۴}$)	مہربان ہے۔

تفسیر

ان آیتوں سے چند مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن تک ہے یعنی وہ شادی نہیں کر سکتی مگر شرط یہ ہے کہ وہ حاملہ نہ ہو اگر وہ حاملہ ہوگی تو اس کی عدت وضع حمل تک ہے اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور اس دوران وہ اپنے اس خاوند کے گھر سے بھی نہیں نکل سکتی۔ اور دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ وہ مذکورہ عدت گذارنے کے بعد وہ بیوہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے وارث وغیرہ اس پر نکاح کرنے یا نہ کرنے کے سلسلہ میں

جبر نہیں کر سکتے اس کی مزید تفصیل عنوان نمبر ۳۵ میں گزر چکی ہے ۔ البتہ یہ شرط رکھی گئی ہے کہ نکاح معروف طریقہ پر ہونا چاہیئے یعنی یہ بیوہ عورت اگر اپنا نکاح اپنی مرضی سے کسی ایسے خاندان میں کرالے جو اس کے خاندان سے گھٹیا ہو دین کے لحاظ سے مال کے لحاظ سے قومیت وغیرہ کے لحاظ سے یا اپنا مہر اپنے خاندان کی عورتوں سے کم کرا دے تو ان صورتوں میں اس کے ورثاء کو حق حاصل ہے کہ وہ اس پر اعتراض کریں اور اگر وہ نکاح فسخ کرانا چاہیں تو کرا سکتے ہیں کیونکہ یہ نکاح ان کے لیے بدنامی کا باعث ہے اور مہر کی کمی سے خاندان کی بقیہ عورتیں متاثر ہوں گی کیونکہ یہ ضابطہ اور رواج بن جائے گا اور اگر وہ بیوہ کسی ایسی جگہ نکاح کرالے جہاں وارثوں کو اعتراض نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اس کو فلا جناح علیکم میں بیان فرمایا ہے کیونکہ ایہ عورت اب تجربہ کار ہو چکی ہے۔ اپنا نفع و نقصان اچھی طرح سمجھتی ہے یہ اب والدین اور بقیہ رشتہ داروں سے مشورہ کرنے کی محتاج نہیں ہے تاہم اقرباء سے مشورہ کر لینا اس کے لیے بہرحال بہتر ہے کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے امرھم شوریٰ بینھم ۔ اور تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ عدت گزرنے کے بعد بیوہ عورت بناؤ سنگار کر سکتی ہے اچھا خوبصورت لباس پہن سکتی ہے خوشبو لگا سکتی ہے نکاح کی تیاری کر سکتی ہے کسی مرد سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اس سلسلہ میں بات چیت کر سکتی ہے اس وقت حجاب اس کے لیے ضروری نہیں ہے جیسا کہ اس آیت فیما فعلن فی انفسھن سے ظاہر ہے اور اس کی تائید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے بھی ہوتی ہے ۔ جو عنوان تحقیق صلاحیت

قبل النکاح میں ذکر ہو چکے ہیں جو چاہے وہاں دیکھ لے مگر اتنی بات یاد رہے کہ شرعی حجاب جو فرض ہے وہ اس مقام پر بامر مجبوری اس لیے اٹھایا گیا ہے تاکہ شادی کا معاملہ جو زندگی بھر کا معاملہ ہوتا ہے اس کو طے کرتے وقت فریقین اچھی طرح تحقیق کرلیں اور ایک دوسرے کے اخلاق اعمال مزاج دیکھ لیں اور ایک دوسرے کی ذمہ داریوں کا تصفیہ کرلیں لیکن اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ یہ میاں بیوی بننے والے باہم ملاپ کر کے اور ہمبستر ہو کر ایک دوسرے کو ٹیسٹ کرلیں کیونکہ قرآن کریم نے یہاں لفظ معروف ذکر کیا ہے اور اس کا اطلاق قرآن کریم کی اصطلاح میں کسی اچھے اور نیک کام پر ہوتا ہے اور نکاح کے انعقاد سے پہلے یہ فعل اچھا نہیں بلکہ یہ بُرا فعل ہے اور قرآن کریم نے اس برائی کے انسداد کے لیے ہی تو ضابطہ نکاح رکھا ہے جو بے شمار برکات و فیوضات کا حامل ہے اب اس اچھے کام کی ابتدا اگر گندے کام سے ہوگی تو پھر انتہا بھی تو ایسی ہوگی بقول شاعر

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

اور نیز بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ خریدنے سے پہلے ان کا استعمال عرفاً بھی ممنوع ہوتا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے اس چیز کی قدر و قیمت گھٹ جاتی ہے اسی طرح یہ میاں بیوی بننے والے اگر ایک دوسرے کو استعمال کر کے مسترد کریں گے تو ان کا مقام معاشرہ میں گھٹ جائے گا اور جب ایک ادنیٰ چیز کو استعمال کر کے مسترد کرنا عقلاً اور عرفاً بھی بری بات ہے تو انسان جو اشرف المخلوقات ہے ان کا آپس میں ایک دوسرے

کو استعمال کر کے مسترد کر دینا یقیناً بری بات ہے اور تاہم چونکہ یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے اس لیے شارع نے وقتی طور پر حجاب کی پابندی اٹھائی تاکہ ظاہری طور پر یہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ لیں پسند کرلیں اور اگر مزید اطمینان چاہیں تو مرد کا مرد ڈاکٹر سے اور عورت کا لیڈی ڈاکٹر سے معائنہ کرایا جا سکتا ہے اس میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں ہے واللہ اعلم۔

اور چوتھا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ بیوہ عورت اپنا بناؤ سنگار زیبائش وغیرہ دوران عدت نہیں کر سکتی کیونکہ اس آیت میں عدت گزارنے کے بعد کی شرط لگائی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بیوہ کے لیے دورانِ عدت زیبائش وغیرہ جائز نہیں جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عالیہ سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

وَعَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ وَزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا	حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت زینبؓ بنت جحش سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان منقول ہے کہ جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے حلال نہیں کہ تین راتوں سے زیادہ سوگ کرے کسی میت پر مگر خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔
(متفق علیہ)	(بخاری اور مسلم کی اتفاقی حدیث ہے)

تفسیر

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی ایمان دار عورت کا بھائی باپ بیٹا وغیرہ کوئی بھی برادری میں سے مرجائے تو اس پر صرف تین دن تک اس کے لیے سوگ کرنا جائز ہے اور اس سے زیادہ حرام ہے اور اگر اس کا خاوند مرجائے تو اس پر اس نے چار مہینے دس دن تک سوگ کرنا ہے اب سوگ کس چیز کا نام ہے اس کی تشریح انشاء اللہ العزیز بعد میں آنے والی حدیث پاک میں بیان ہوگی۔

نوٹ: حدیث میں جو تین راتوں کا ذکر ہے اس سے مراد دن رات دونوں ہیں صرف رات مراد نہیں۔

وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ	اور حضرت ام عطیہ نے رسول
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	نقل کیا ہے آپ نے فرمایا
قَالَ لَا تُحِدُّ اِمْرَاَةٌ	کوئی عورت کسی میت پر
عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ	تین دن سے زیادہ سوگ
ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰى	نہ کرے مگر خاوند پر چار مہینے
زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ	دس دن سوگ کرے نہ پہنے
وَّعَشْرًا وَلَا تَلْبَسُ	رنگ دار کپڑا مگر کپڑا عصب
ثَوْبًا مَصْبُوْغًا	کا نہ سرمہ لگائے اور نہ
اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ	خوشبو لگائے مگر جب پاک
وَلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ	ہو حیض سے تو کچھ

طِيبًا اِلَّا اِذَا طَهُرَتْ	قسط یا اظفار کا استعمال کرنا درست
نُبْذَةً مِنْ قُسْطٍ	ہے :(یہ بخاری اور مسلم نے
اَوْ اَظْفَارٍ (متفق علیہ)	نقل کی ہے ۔)
وزاد اَبُوْ دَاوُدَ	اور ابو داود نے زیادہ کیا
وَلَا تَخْتَضِبُ ۔	ہے نہ لگائے مہندی ۔

تفسیر

یہ حدیث پہلی حدیث پاک کی تشریح ہے پہلی حدیث میں اتنا آیا ہے کہ صرف خاوند کی مرگ پر چار مہینے دس دن سوگ ہے اور اس حدیث میں تشریح ہے کہ بیوہ اس عرصہ میں رنگ دار کپڑا نہیں پہن سکتی اور اس سے مراد شوخ رنگ ہے البتہ سفید اور سُرخ رنگ کی دھاری دار چادر اوڑھ سکتی ہے اور بیوہ سُرمہ نہیں لگا سکتی اور خوشبو نہیں لگا سکتی البتہ حیض سے جب پاک ہو تو بدبو دُور کرنے کے لیے قُسط اور اظفار جو خوشبو کی قسمیں ہیں تھوڑی سی استعمال کر سکتی ہے اور نیز مہندی بھی نہیں لگا سکتی اور یہ مذکورہ بالا ممانعت اس وقت ہے ۔ جب کوئی مجبوری نہ ہو اور اگر ہو تو پھر کوئی قباحت نہیں مثلاً اگر کپڑوں میں جوئیں پڑ گئی ہیں اور ان کے دُور کرنے کی کوئی صُورت نہیں تو ریشمی کپڑا پہن سکتی ہے اور اسی طرح آنکھیں دُکھ گئی ہیں ان کا اور کوئی علاج نہیں سرمہ ہی مفید ہے تو سرمہ لگا سکتی ہے ۔ اسی طرح مہندی اور خوشبو وغیرہ کو قیاس کر لیں ۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ	حضرت ام سلمہؓ سے روایت

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْسَلَمَةَ
وَقَدْ جَعَلْتُ عَلَيَّ
صَبِرًا فَقَالَ مَا
هٰذَا يَا اُمَّ سَلَمَةَ
قُلْتُ اِنَّمَا هُوَ
صَبِرٌ لَيْسَ فِيْهَا
طِيْبٌ فَقَالَ اِنَّهٗ
يَشُبُّ الْوَجْهَ فَلَا
تَجْعَلِيْهِ اِلَّا بِاللَّيْلِ
وَتَنْزَعِيْهِ بِالنَّهَارِ
وَلَا تَمْتَشِطِيْ بِالطِّيْبِ
وَلَا بِالْحِنَّاءِ
فَاِنَّهٗ خِضَابٌ
قُلْتُ بِاَيِّ شَيْءٍ
اَمْتَشِطُ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ قَالَ بِالسِّدْرِ
تُغَلِّفِيْنَ بِهٖ رَاْسَكِ
(رواه ابوداود والنسائی)

ہے انہوں نے فرمایا میرے
پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اس زمانہ میں تشریف
لائے جب ابوسلمہ فوت
ہوئے تھے اور میں نے ایلوا
لگایا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا
یہ کیا ہے ام سلمہ میں نے
عرض کیا یہ ایلوا ہے اس میں
خوشبو نہیں ہے تو آپ نے
فرمایا اس سے چہرہ جوان ہوتا
ہے یہ مت لگاؤ مگر رات
کو اور دن کو اسے چھڑا دو
خوشبو اور مہندی آلود کنگھی بھی
نہ کرو کیونکہ یہ خضاب ہے
میں نے کہا کس سے کنگھی کروں
یا رسول اللہ آپ نے فرمایا
بیری کے پتوں سے اپنے
سر کو ڈھانپ لے۔
(ابوداؤد اور نسائی نے یہ
حدیث نقل کی ہے)

اس حدیث میں پہلی حدیث کی مزید تفصیل بیان فرمائی ہے یعنی بیوہ عورت ایلو بھی دن کو استعمال نہیں کر سکتی البتہ رات کو استعمال کر سکتی ہے نیز خوشبو آلود کنگھی اور مہندی بھی نہیں استعمال کر سکتی کیونکہ یہ خضاب ہے اس سے زینت پیدا ہوتی ہے اور بیوہ عورت کے لیے تزئین جائز نہیں۔

وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ۔	حضرت ام سلمہؓ نے جناب صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان نقل کیا ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ کسنبا گیرو رنگ کا کپڑا اور زیور نہیں استعمال کر سکتی اور اسی طرح مہندی اور سُرمہ بھی نہیں لگا سکتی۔ (یہ حدیث ابوداود اور نسائی نے نقل کی ہے)

(یہ چاروں احادیث مشکوٰۃ باب العدت سے نقل کی گئی ہیں)

تفسیر

یہ حدیث بھی مضمون سابق کی تشریح ہے یعنی ام عطیہ والی حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ عورت کو رنگ دار کپڑا پہننے سے منع فرمایا اور اس حدیث میں تشریح ہے کہ رنگ دار کپڑے سے مراد کسنبا اور گیرو رنگ کا کپڑا ہے پس معلوم ہوا کہ بیوہ عورت سیاہ اور خاکستری رنگ کا کپڑا پہن سکتی ہے اور پرانے کسنبے کو بھی جس سے خوشبو

نہ آتی ہو پہننا جائز ہے اور نیز وہ عورت زیور بھی نہیں استعمال کر سکتی اور یہ عدّت وغیرہ کے احکامات ان بیوہ عورتوں کے لیے ہیں جو بالغہ ہوں اور جو نابالغہ یا مجنونہ ہوں ان کے لیے یہ احکامات نہیں ہیں کیونکہ وہ احکامات شرعیہ کی مکلّف نہیں ہیں اور غیر مسلم بالغہ بھی اسی حکم میں شامل ہیں۔

اور پانچواں مسئلہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ بیوہ عورت ایامِ عدت اپنے فوت شدہ خاوند کے گھر میں ہی گزارے گی کیونکہ آیت کریمہ میں یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ کا جملہ ہے اس کے معنے اپنے آپ کو روکنے کے ہیں اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ وہ بیوہ عورتیں اس مدّت میں نکاح نہ کریں اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور اس تربص کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ایامِ عدّت اپنے فوت شدہ خاوند کے گھر میں گزارے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے اس کی توضیح اور تشریح ہوتی ہے۔

عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبٍ	زینب بنت کعب سے
اَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ	نقل ہے کہ فریعہ بنت مالک
مَالِكِ ابْنِ سِنَانٍ هِيَ	بن سنان یہ ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ
اُخْتُ اَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ	کی بہن ہیں اس نے خبر دی
اَخْبَرَتْهَا اَنَّهَا	کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
جَاءَتْ اِلَى رَسُولِ اللهِ	وسلم کے پاس گئی وہ اپنی اہل
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ	بنی خدرہ میں واپس جانے
وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ اَنْ	کی اجازت پوچھ رہی تھی کیونکہ
تَرْجِعَ اِلَى اَهْلِهَا	اسکا خاوند اپنے بھاگے ہوئے

فِيْ بَنِيْ خُدْرَةَ فَاِنَّ	غلام کو ڈھونڈنے کے لیے
زَوْجَهَا خَرَجَ فِيْ	نکلا تھا تو انہوں نے اسے
طَلَبِ اَعْبُدٍ لَهٗ	قتل کر دیا اس نے کہا کہ پھر
اَبَقُوْا فَقَتَلُوْهُ قَالَتْ	میں نے رسول اللہ صلی اللہ
فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ	علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اپنی اہل میں واپس چلی جاؤں
اَنْ اَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِيْ	کیونکہ میرے خاوند نے
فَاِنَّ زَوْجِيْ لَمْ	مجھے کسی ایسے گھر میں نہیں
يَتْرُكْنِيْ فِيْ مَنْزِلٍ	چھوڑا جس کا وہ مالک ہو
يَمْلِكُهٗ وَلَا نَفَقَةً	اور خرچ بھی نہیں ہے پھر
فَقَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ	اس نے کہا کہ رسول اللہ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وَسَلَّمَ نَعَمْ فَانْصَرَفْتُ	ہاں پھر میں لوٹی یہاں تک
حَتّٰى اِذَا كُنْتُ فِي	کہ حجرہ یا مسجد میں پہنچی تو
الْحُجْرَةِ اَوْ فِي الْمَسْجِدِ	آپ نے مجھے بلایا پھر فرمایا
دَعَانِيْ فَقَالَ اُمْكُثِيْ	ٹھہر تو اپنے گھر میں یہاں تک
فِيْ بَيْتِكِ حَتّٰى يَبْلُغَ	کہ پہنچے کتاب (عدت) اپنے
الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ قَالَتْ	وقت کو اس نے کہا پھر
فَاعْتَدَدْتُّ فِيْهِ	میں نے عدت گزاری اس
اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ	میں چار ماہ اور دس دن
عَشْرًا (رَوَاهُ مَالِكٌ	(یہ حدیث مالک ترمذی ابوداؤد

وَالتِّرْمِذِیْ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِیْ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِیْ ۔ (ونسائی ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کی ہے) (مشکوٰۃ باب العدت)

تفسیر

اس حدیث سے ایک یہ معلوم ہوا کہ بیوہ نے عدت اپنے فوت شدہ شدہ خاوند کے گھر میں گزارنا ہے اور اس حدیث میں جو آپ نے فرمایا ہے امکثی فی بیتک اس سے مراد عورت کا ذاتی مکان نہیں بلکہ وہ مکان مراد ہے جس میں وہ خاوند کی حیات میں زندگی بسر کرتی رہی ہے خواہ وہ مکان اس کا ذاتی ہو یا کرایہ پر لیا ہوا ہو یا عاریتاً ہو اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس عورت کی طرف مکان کی نسبت کی ہے یہ ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ عورت خاوند کی حیات میں شرعاً اس مکان میں رہنے کی حقدار تھی اور اب بھی ایام عدت گزارنے تک اس کا حق ہے اور اس حدیث پاک سے دوسرا یہ معلوم ہوا کہ بیوہ نے رہائش اس مکان میں رکھنا ہے اور ضروریات زندگی کے لیے وہ اس گھر سے ادھر اُدھر جا سکتی ہے ۔ کیونکہ فریعہ بنت مالک جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں جب مسئلہ پوچھنے کے لیے آئی تو آپ نے اسے ٹوکا نہیں کہ تو اپنا گھر چھوڑ کر میرے پاس کیوں آئی ہے تیرے لیے تو اپنے گھر سے نکلنا جائز ہی نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ اپنے گھر میں رہنے سے مراد عرفاً رہنا ہے یعنی جس طرح ایک آدمی رات کو آکر ایک مکان میں سو جائے کپڑے وغیرہ وہیں تبدیل کرے اس کے کھانے پکانے کا وہیں بندوبست ہو اور باقی دن بھر وہ محنت مزدوری کہیں دوسری جگہ کرتا ہو تو عرفاً اس

کو وہیں کا رہائشی اور مقیم کہا جاتا ہے جہاں وہ رات گزارتا ہے وہاں کا رہائشی اسے کوئی نہیں کہتا جہاں وہ مزدوری کرتا ہے اسی طرح یہاں اس مقام پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امکثی فی بیتک اس سے مراد صرف رہائش رکھنا ہے اور بقیہ ضروریات زندگی کے لیے وہ اِدھر اُدھر جہاں جانا چاہے تو جا سکتی ہے مثلاً اگر اس کے پاس اگر خرچ نہیں ہے تو مزدوری کے لیے جا سکتی ہے اور اسی طرح وہ مکان اگر گرنے کا خطرہ ہے یا مستعار یا کرایہ پر لیا ہے اور مالک مکان خالی کرانا چاہتا ہے یا چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ ہے تو ان صورتوں میں وہ بیوہ اس مکان سے جا سکتی ہے وغیرہ ذالک۔

چھٹا مسئلہ ان آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شادی کرے اور فوت ہو جائے اور اس نے اس نوبیاہتی بیوی سے ہمبستری نہ کی ہو تو بھی اس بیوہ پر مذکورہ عدت واجب ہے اور اپنے فوت شدہ خاوند کے مال میں وراثت کی بھی حق دار ہے اور مہر کی بھی حق دار ہے اور نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ بیوہ عمر کے لحاظ سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو عیسائی ہو یا مسلم سب کو یہ حکم شامل ہے اور اسی طرح بیوہ کا خاوند فوت ہونے والا چھوٹا ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ آیت کریمہ میں والذین یتوفون الایۃ عام ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ اسی آیت کے تحت علامہ ابن کثیر نے ج ا صفحہ ۲۸۴ بحوالہ امام احمد اور ترمذی نقل کیا ہے اور طوالت سے بچنے کے لیے صرف ترجمہ ہی نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا ہے

کہ جس نے ایک عورت سے شادی کی ہو اور بلا ہم بستری وہ مرگیا ہو اور اس کا مہر بھی مقرر نہ کر سکا ہو اور انہوں نے اس سلسلہ میں کئی بار تردد کا اظہار کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا میں اس میں اپنی رائے پیش کرتا ہوں اگر وہ صحیح ہوئی تو اسے اللہ کی طرف سے سمجھنا اور وہ غلط ہوئی تو وہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے سمجھنا اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ فرمایا کہ اس کے لیئے پورا مہر ہوگا اور ایک جملہ یہ فرمایا کہ اس کے لیے مہر مثل ہے یہ کم بھی نہیں اور زیادہ بھی نہیں اور اس پر عدّت بھی ہے اور اس کے لیے وراثت بھی ہے اس بکے لیے معقل بن یسار اشجعی اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ نے بروع بنت واشق کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ کیا تھا پھر عبداللہ بن مسعود اس پر بہت خوش ہوئے پس خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ قبل از ہم بستری اگر شوہر فوت ہو جائے تو اس کی بیوہ پر بھی عدت منصوصہ لازم ہے۔

عدّتِ وفات کی حکمت

صاحب شریعت نے بیوہ کی عدت کے لیے جو چار ماہ دس دن کا عرصہ مقرر کیا ہے اس کی ایک حکمت تو وہ ہے جو حافظ عمادالدین نے اسی آیت کے تحت ابن کثیر ج۱ صفحہ ۲۸۵ پر سعید بن مسیب اور ابوالعالیہ سے نقل کی ہے کہ ممکن ہے کہ بیوہ کے رحم میں حمل ہو جب اتنا عرصہ وہ انتظار کرے گی تو حمل واضح ہو جائے گا چنانچہ اس کی تائید میں علامہ حافظ عمادالدین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ کی ایک

حدیث بحوالہ صحیحین نقل ہے۔

اِنَّ خَلْقَ اَحَدِکُمْ	بے شک تم سب کی پیدائش
یُجْمَعُ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ	اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس
اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا نُطْفَۃً	دن تک نطفہ کی صورت میں
ثُمَّ یَکُوْنُ عَلَقَۃً	جمع رہتی ہے پھر اتنا ہی عرصہ
مِثْلَ ذَالِکَ ثُمَّ	ایک لوتھڑا کی صورت رہتی
یَکُوْنُ مُضْغَۃً	ہے پھر اتنا ہی عرصہ بوٹی کی
مِثْلَ ذَالِکَ ثُمَّ	صورت رہتی ہے پھر اس
یُبْعَثُ اِلَیْہِ الْمَلَکُ	کی طرف فرشتہ بھیج دیا جاتا
فَیَنْفَخُ فِیْہِ الرُّوْحَ	ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے

(ابن کثیر ج صفحہ ۲۸۵)

اس حدیث کا مقصد یہ نظر آتا ہے کہ اکثر اوقات حمل قرار پاتے ہی عورت محسوس کر لیتی ہے کہ اسے حمل ٹھہر گیا ہے مگر ممکن ہے بعض عوارض اور احوال کی وجہ سے وہ محسوس نہ کر سکے لیکن روح پڑنے کے بعد وہ ضرور محسوس کر لے گی اور پھر اس پر دس دن کا اضافہ بطور احتیاط ہے اب رہا یہ سوال کہ مطلقہ کے لیے پھر تین حیض یا تین ماہ کی عدت کیوں رکھی گئی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ تین حیض یا تین ماہ کے بعد مطلقہ کے حمل کا احتمال تو منقطع ہو جاتا ہے لیکن بیوہ میں خاوند کے غم کی وجہ سے یہ احتمال باقی رہتا ہے اس لیے اس کی عدت چار ماہ دس دن رکھی گئی ہے واللہ اعلم۔ اور اس کی دوسری حکمت خاوند کی جدائی کا غم اور سوگ

ہے پس معلوم ہوا کہ عورت کے لیے دنیا میں شوہر سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں اس لیے صرف اس کی جدائی پر اتنے سوگ کا حکم ہے۔

ازدواجی تعلقات استوار کرنے سے قبل ہی اگر خاوند بیوی کو طلاق دیدے تو اس کی عدت نہیں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے ایمان والو جب تم مومن
اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ	عورتوں سے نکاح کرو پھر
الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ	انہیں طلاق دے دو اس
طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ	سے پہلے کہ تم انہیں چھوؤ
قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ	تو تمہارے لیے ان پر کوئی
فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ	عدّت نہیں کہ تم اسے شمار
مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا	کرنے لگو پھر انہیں کچھ فائدہ
فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ	دے دو اور انہیں اچھی طرح
سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝	رخصت کر دو۔

(سورہ احزاب آیت ۴۹)

تفسیر

اس آیت کریمہ میں تین احکام ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ خلوت سے پہلے شوہر اگر بیوی کو طلاق دے دے تو اس پر عدت نہیں وہ جب چاہے نکاح کر سکتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ عدت رحم صاف کرنے کی غرض ہوتی ہے تاکہ پہلے شوہر کا حمل موجود نہ ہو اور یہاں جب خلوت

نہیں ہوئی تو حمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور خلوت یہ ہے کہ دونوں میاں بیوی تنہائی میں ایک کمرہ میں جمع ہو جائیں اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اس مطلقہ کو متعہ دو اس کی تشریح مفسرین نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اسے ایک جوڑا کپڑے جوتا اور چادر دینی چاہیئے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ نکاح سے سے دو خاندانوں کے درمیان جو اخوت پیدا ہوئی تھی وہ طلاق سے ختم ہو گئی تھی اور اب یہ ہدیہ اسے دے کر اس اخوت کو بحال کرنا مقصود ہے اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اس مطلقہ کو خوش اخلاقی سے رخصت کیا جائے اس سے بدزبانی نہ کی جائے ۔ مقام غور ہے کہ خالق کائنات نے ایک طرف سے تو طلاق کی اجازت دی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مرد میں کوئی خامی ہو جس کی وجہ سے وہ اس بیوی کی عزت کا تحفظ نہ کر سکتا ہو یا اس عورت میں کوئی خامی ہو جس کی وجہ سے مرد کے مقاصد پورے نہ ہو سکتے ہوں اس لیے طلاق کی اجازت بھی دے دی اور اس طلاق سے اگر برادری کی لڑکی ہوئی تو قطع رحمی ہوگی اور اگر غیر برادری کی ہوئی تو قطع اخوت ہوگی اس لڑکی کی اور اس کی برادری کی دل شکنی ہوگی اور یہ لڑکی بدنام ہو جائے گی اس لیے شریعت نے جانبین کا لحاظ رکھ کر ایسا ضابطہ مقرر کیا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے کسی پر حرف نہیں آتا ۔ مقاصد بھی پورے ہو جاتے ہیں اخوت اور صلہ رحمی بھی قائم رہتی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ آج کل موجودہ معاشرہ بالکل ہی بے خبر ہے اس لیے شادی کے بعد عموماً لڑکی پہ خاوند کی طرف سے اور اسکے والدین وغیرہ کی طرف سے جو ظلم ہوتا ہے وہ ناگفتہ بہ ہے ۔ اور پھر عورتوں کے ہاتھوں سے مردوں کی جو ذلت ہوتی ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہے یہ سب کچھ اس

لیے ہے کہ دینی تعلیم نہیں ہے کالجوں میں جو تعلیم ہے اس سے تفریق کا سبق ہی ملتا ہے اور ہمدردی کا سبق نہیں ملتا اور اندھے پن کا حال یہ ہے کہ تفریق والی تعلیم پر کروڑوں روپیہ صرف کیا جا رہا ہے اور وحدت اور ہمدردی والی تعلیم مفت بھی حاصل کرنے کو تیار نہیں ہے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
اور کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

بچوں کو دودھ پلانے کی ذمہ داری ماں پر ہے بشرطیکہ معذور نہ ہو

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ	اور مائیں پورے دو سال
أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ	تک اپنی اولاد کو دودھ
كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ	پلائیں یہ حکم اس کے لیے
أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ	ہے جو مدتِ دودھ کو پورا
وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ	کرنا چاہیں اور والد پر ان ماؤں
رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ	کا رزق اور کپڑے ہیں دستور
بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ	کے موافق نہ تکلیف دی
إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارَّ	جائے کسی جان کو مگر اس
وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا	کی وسعت کے موافق ماں
مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ ۚ	کو اس کے بچہ کی وجہ سے
وَعَلَى الْوَارِثِ	تکلیف نہ دی جائے اور
مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ فَإِنْ	باپ کو بھی اس کے بچہ کی

اَرَادَا فِصَالًا عَنْ
تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ط
وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ
تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ
اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ۝

(سورۃ بقرہ آیت ۲۳۳)

وجہ سے تکلیف نہ دی جائے اور وارثوں پر بھی ایسا ہی ہے پھر وہ دونوں (ماں باپ) اگر باہم رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی حرج نہیں اور اگر تم کسی اور عورت سے دودھ پلوانا چاہو تو پھر بھی تم پر کوئی حرج نہیں جب حوالے کر دو جو دستور کے موافق تم فیصلہ کر چکے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے

تفسیر

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزّت نے چھ مسائل بیان فرمائے ہیں اور ایک ان پر عمل کرانے کے لیے عقیدہ توحید بیان فرمایا ہے۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ والد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دو سال تک دُودھ پلائے شرعاً یہ اس پر واجب ہے کیونکہ مفسّرین نے لکھا ہے کہ یُرْضِعْنَ اصل میں لِیُرْضِعْنَ ہے یہ امر غائب کا صیغہ ہے جو اصل میں وجوب کے لیے آتا ہے پس معلوم ہوا کہ اولاد

کو دودھ پلانا ماں پر فرض ہے اگر نہیں پلائے گی تو گناہ گار ہوگی ہاں اگر وہ مجبور ہو تو یہ امر اضطراری ہے پھر اس پر واجب نہیں اور آگے فرمایا لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ جو ارادہ رکھتا ہے کہ مدت دُودھ پورا کرے اور جو نہیں ارادہ رکھتا بلکہ پہلے ہی ختم کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے اس کی اسے اجازت ہے یعنی ماں باپ اگر یہ محسوس کرتے ہیں کہ اب بچے کو دودھ کی ضرورت نہیں ہے تو دو سال سے قبل ہی دُودھ چھڑا سکتے ہیں پس اس آیت کریمہ سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب تک بچے کو ماں کے دودھ کی ضرورت ہے تب تک میاں بیوی کو جماع نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ جماع سے ماں کے دودھ میں فساد پیدا ہوگا اور پھر بچے کی طبیعت پر بھی اس کا اثر پڑے گا کیونکہ لِمَنْ اَرَادَ سے خواہش جماع کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ دُودھ چھڑانے کا ارادہ اسی وقت ہوگا جب اپنی انہیں خواہش ہوگی۔ نیز لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ کے جملہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دودھ پلانے کی مدت پورے دو سال ضروری نہیں بلکہ دو سال سے پہلے بھی ماں باپ اگر بس کرانا چاہیں تو بھی کرا سکتے ہیں جیسا فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا سے معلوم ہوتا ہے اور سورہ احقاف کی آیت نمبر ۱۵ کے اس جملہ (حَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا اس کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس۳۰ مہینے ہے) سے معلوم ہوتا ہے کہ اڑھائی سال تک بھی پلانا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے اس آیۃ کریمہ سے یہ ہی استنباط فرمایا ہے پس ثابت ہوا کہ دودھ کی دار و مدار سالوں تک نہیں بلکہ بچے کی ضرورت پر موقوف ہے اگر بچے کی ضرورت دو سال سے پہلے ختم ہوگئی ہے تو پہلے بس کر دینا چاہیئے اور اگر دو سال کے بعد بھی

اسے ضرورت ہے تو اڑھائی سال تک اسے دودھ پلایا جا سکتا ہے لیکن ڈھائی سال کے بعد اتفاقاً بچے کو ماں کا دودھ پلانا حرام ہے ۔

سوال :۔ اس سے پہلے بچے کے لیے دودھ کیوں حلال ہے اور اڑھائی سال کے بعد کیوں حرام ہے ؟

جواب : اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ ایک دوسرے کے بدن سے فائدہ اٹھائے البتہ بچے کے لیے بامر مجبوری اڑھائی سال تک کی اجازت دی گئی ہے لیکن یہ اجازت ضرورت تک موقوف ہے جب ضرورت ختم ہو جائے گی تو اجازت بھی ختم ہو جائے گی اور اڑھائی سال کے بعد تو بچے کو دودھ کی ضرورت تو نہیں رہتی لہٰذا اب اس کے لیے ماں کا دودھ پینا جائز نہیں اور وہ تو بے خبر ہے لہٰذا اس کا گناہ ماں کے سر عائد ہوگا اگر وہ اس کو اب اپنا دودھ پلائے گی ۔ اور اس آیت کریمہ سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شیرخوار بچہ دودھ کے لیے بلکتا ہو اور اسے دودھ پلانے والی ماں موجود نہ ہو اور اسے دودھ پلانے کا اور کوئی بندوبست نہ ہو اور اس کے پاس دودھ والی ایک غیر عورت موجود ہو تو اس کا فرض ہے کہ اس بچے کو انسانی ہمدردی کے تحت دودھ پلائے اور اس بچے کی جان بچائے اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گی تو عنداللہ مجرم قرار پائے گی ۔

مریض کو خون وغیرہ دینے کا مسئلہ

اور اسی طرح اس آیت کریمہ سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایک مریض خون کا ضرورت مند ہے اور اس کے لیے اور کوئی چارہ نہ ہو تو

دوسرے انسان کے لیے جائز ہے کہ اسے اپنا خون دے کر اسکی جان بچائے۔ حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے معارف القرآن میں الا ما اضطررتم الیہ کے تحت یہی تصریح بیان فرمائی ہے اور نیز آنکھیں گردہ وغیرہ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔

اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اولاد کی ماں کے اخراجات روٹی کپڑا اور مکان وغیرہ کی ذمہ داری بھی باپ پر ہے۔ مگر اس سلسلہ میں شریعت نے کوئی حد مقرر نہیں کی کہ مکان کیسا ہونا چاہیئے روٹی کیسی ہونی چاہیے یا کپڑا کس طرح کا اور کتنے جوڑے ہونے چاہیئں بلکہ اس معاملہ کو ہر زمانہ کے موجودہ معاشرہ کے رواج اور دستور کے حوالہ کیا ہے یعنی معاشرہ کا جیسا دستور ہو ویسا ہی کپڑا، روٹی اور مکان مہیا کرنا چاہیئے البتہ اس میں شوہر کی حیثیت کو ضرور ملحوظ رکھا گیا ہے۔ بیوی کی حیثیت کو ملحوظ نہیں رکھا گیا یعنی شوہر اگر امیر ہو تو اسے چاہیئے اپنی بیوی کو امیرانہ روٹی کپڑا مکان دے اور اگر غریب ہے تو غریبانہ مہیا کرے اس میں شوہر کو کنجوسی نہیں برتنا چاہیئے۔

سوال:۔ جب اولاد ماں اور باپ دونوں کی متاع مشترک ہے تو پھر ماں اور اولاد کے سارے اخراجات والد پر کیوں ڈال دیئے گئے ہیں مناسب تو یہ ہے کہ ماں اپنے اخراجات خود برداشت کرے اور اولاد کا خرچ مشترک ہو اور باپ پر سارا بوجھ ڈال دینا مساوات کے خلاف ہے اور اسلام کی روح کے منافی ہے۔

جواب:۔ دراصل ہر معاملہ میں قدرت کی تقسیم شفقت اور صلاحیت پر مبنی ہے اور نومولود بچہ تو شفقت تامہ کا مستحق ہوتا ہے

اس کو ایک ایسے مہربان رحیم کریم کی ضرورت ہوتی ہے جو شب و روز اس کو سلائے اٹھائے بٹھائے جو اس کو خورد نوش وغیرہ کے آداب سکھائے اس کا پیکر اور سرچشمہ خداوند پاک نے ماں کو بنایا ہے اور وہ رحمت خداوندی کا صحیح نمونہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رحمت و رأفت کا ایسا جذبہ پیدا فرمایا ہے کہ وہ مذکورہ بالا اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو بلا کسی جبر و اکراہ حرص اور لالچ کے احسن طریق سے سرانجام دیتی ہے اور وہ اس بچے پر اپنا ہر قسم کا آرام و راحت قربان کر دیتی ہے۔ اگر وہ بچہ اس کی گود میں پیشاب پاخانہ تک بھی کرے تو اس سے کراہت محسوس نہیں کرتی بلکہ خندہ پیشانی سے اسے صاف کرتی ہے دھوتی ہے اور ساتھ ساتھ اس کو دعائیں بھی دیتی ہے اور باپ تو یہ فرائض ایک دن کے لیے بھی سرانجام نہیں دے سکتا اس لیے یہ ذمہ داری ماں کو سونپ دی گئی ہے اب اگر ماں کے اپنے اخراجات اور اولاد کے بھی آدھے اخراجات اس پر ڈال دیئے جائیں تو ظاہر بات ہے کہ اسے کوئی نہ کوئی کاروبار اختیار کرنا پڑے گا محنت مزدوری کرنی پڑے گی یا کوئی نوکری کرے گی تو پھر وہ اس اولاد کی طرف پوری توجہ نہیں دے سکے گی تو پھر اس متاعِ مشترک کو نقصان پہنچے گا اگرچہ کسی نوکرانی سے یا جانور کے دودھ سے یہ ضرورت پوری تو کی جا سکتی ہے لیکن جو برکات اپنی ماں کے دودھ، گود اور ہاتھوں میں ہیں وہ کسی غیر ماں کے دودھ میں نہیں ہیں اس لیے خالق کائنات نے ماں کے سارے اخراجات باپ پر ڈال کر اسے بے فکر بنا دیا ہے تاکہ وہ اپنی تمام تر توجہ بچے پر مرکوز کر سکے گویا کہ ماں گھر کی رانی ہے درونِ خانہ کی امین ہے اولاد پر خرچ

کرنے کے سلسلہ میں اسے پورے اختیارات حاصل ہیں چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کنجوس آدمی ہے وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میرے بچے کو کفالت کرے سوائے اس کے کہ اس کی لاعلمی میں اس کے مال سے لوں تو آپ نے فرمایا کہ تو اس کے مال میں سے اتنا لے سکتی ہے جو تجھے اور تیرے بچے کو ضرورت ہو اور عورت کے اور بچے کے سارے اخراجات باپ پر ڈالنے کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ عورت صنفِ نازک ہے وہ محنت مزدوری کی جفاکشی برداشت بھی نہیں کر سکتی اور مرد جفاکش پیدا کیا گیا ہے اس لیے اس پر یہ ساری ذمہ داری ڈال دی گئی ہے اس میں یہ بوجھ اٹھانے کی صلاحیت موجود ہے اس لیے دونوں کی صلاحیت کو اللہ تعالیٰ نے ملحوظ رکھ کر اس محکمہ کو دو سیکشنوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک ماں کا سیکشن ہے اور ایک باپ کا سیکشن ہے ماں کا سیکشن گھر کے داخلی امور اور اولاد کی ابتدائی عملی تعلیم و تربیت پر مشتمل ہے اور باپ کا سیکشن امور خارجیہ تحصیل زر وغیرہ پر مشتمل ہے۔

مساوات زوجین سے عورت معاشی مشکلات میں مبتلا ہو جائیگی

آج بعض حلقوں میں یہ سوال اٹھایا جا رہا ہے اور خصوصاً پاکستان کی مغرب زدہ اور دین سے بے خبر خواتین اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں کہ عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق ملنے چاہیئں اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر ظاہر بات ہے کہ بیوی کے اخراجات مرد برداشت

نہیں کرے گا اور اولاد کا سارا خرچ بھی نہیں دے گا کیونکہ اولاد مشترک ہے اور شادی کے مقاصد بھی مشترک ہیں اب عورت کو اپنے لیے محنت کرنی پڑے گی پھر اپنے لیے روٹی کپڑے اور مکان کا خود انتظام کریگی اور اپنی اولاد کا بھی آدھا خرچ برداشت کرے گی اور ظاہر بات ہے کہ یہ اس کے بس میں نہیں ہے لہٰذا اس کی زندگی کی گاڑی کو چلانے کے لیے بہترین دستور وہی ہے جو رب العالمین نے پیش کیا ہے ورنہ عورت تباہی کا شکار ہوگی اور اس کی متاع مشترک اولاد اپنے درخشندہ مستقبل سے محروم رہے گی۔

اور تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اولاد کی نسبت باپ کی طرف ہوگی یعنی باپ جس خاندان کا ہوگا اولاد بھی اس خاندان کی کہلائے گی۔ یہاں ماں کے خاندان اور قبیلہ کا لحاظ نہیں ہوگا کیونکہ اس مذکورہ آیت میں اللہ تعالےٰ نے خود اولاد کی نسبت باپ کی طرف کی ہے وعلی المولود له رزقهن وکسوتهن بالمعروف اور اس پر جس کی خاطر وہ بچہ جنا گیا ہے رزق ہے اس کی ماں کا اور کپڑے ہیں دستور کے موافق پس معلوم ہوا کہ اولاد کی نسبت باپ کی طرف ہوگی۔

سوال :-

جب اولاد میاں اور بیوی کا مشترکہ سرمایہ ہے دونوں کی جدوجہد محنت شاقہ اور کاوشوں سے معرض وجود میں آئی ہے تو پھر نسبت صرف باپ کی طرف کیوں رکھی گئی ہے۔ ماں کو اس میں شریک کیوں کیا گیا مناسب تو یہ نظر آتا ہے کہ جس طرح دنیا میں کوئی مشترکہ فرم ہوتی ہے تو اس کے نام میں اور نسبت کرنے میں تمام شرکاء کا نام ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ

اینڈ برادرز اینڈ سنز وغیرہ۔ اس سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس فرم کے ساتھ ان تمام شرکاء کا تعلق ہے ان کا اشتراک ہے یہ فرم کسی ایک شخص کی نہیں ہے اسی طرح یہاں بھی کوئی ایسا لفظ ہو جاتا جس سے ماں اور باپ دونوں کی طرف اولاد کی نسبت معلوم ہوتی مگر یہاں تو ماں کا نام تک حذف کر دیا گیا ہے صرف باپ کا نام چلتا ہے یہ بھی مساوات اور عدل و انصاف کے منافی ہے اور روحِ اسلام کے خلاف ہے۔

جواب :۔

اصل میں اولاد کو معاشرہ میں متعارف کرانے کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً اگر لڑکی ہے تو اسے نکاح کی ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں باپ کے نسب کو ہی دیکھا جاتا ہے اور اگر لڑکا ہے تو اس نے بھی بالغ ہو کر معاشرہ میں کام کرنا ہے اور یہ پہلے عرض کر چکا ہوں باپ کا تعلق زیادہ تر امورِ خارجہ سے ہے اس وجہ سے لوگوں کے ساتھ اس کا تعلق ہے واقفیت ہے اس کی نسبت سے اولاد بھی متعارف ہو جائے گی لڑکی کے لیے نکاح کی آسانی ہو جائے گی اور لڑکے کے لیے کاروبار میں سہولت ہو گی۔ اور ماں کا تعلق چونکہ گھر کے امورِ داخلہ سے ہے معاشرہ میں اس کی شہرت ہی نہیں ہے اس لیے اس کی طرف نسبت کرنے کی بھی ضرورت ہی نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا جُملہ ہو جس سے اولاد کی ماں اور باپ دونوں کی طرف مساویانہ نسبت ہو تو پھر اسے متعارف کرانے کے لیے ماں کو پہلے مارکیٹ وغیرہ میں بھی لے جانا پڑیگا حالانکہ اس کا تعلق گھر کے صرف امورِ داخلہ سے ہے۔ اب یہ سیکشن متاثر ہو گا اس لیے رب العالمین نے معاشرہ میں اولاد کو متعارف کرانے

کی ذمہ داری سے ماں کو سبکدوش کر دیا ہے اور یہ ذمہ داری بھی باپ پر ڈال دی ہے تاکہ ماں گھر میں اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی طرف پوری توجہ دے سکے ہاں اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ باپ معلوم ہی نہ ہو تو پھر بچے کی نسبت ماں کی طرف ہوگی کیونکہ نسبت سے اصل مقصد تو تعارف ہے اور باپ نہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ اس کا پورا تعارف تو نہیں ہو سکے گا لیکن کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو جائے گا پس معلوم ہوا کہ یہ نسبت کا سلسلہ بھی خداوند پاک کے رحیمانہ اصولوں میں سے ایک زرّیں اصول ہے۔

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ ولا تضار والدة بولدها ماں کو اپنے بچے کی وجہ سے تکلیف نہ دی جائے اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مثلاً ماں دودھ پلانے سے معذور ہو اور خاوند اس پر اصرار کرے اور ضد کرے کہ تو نے ہی پلانا ہے یہ اس کو تکلیف دینا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مثلاً خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہو اور چھوٹا شیرخوار بچہ ہو اور ماں اس کو دودھ پلانا چاہتی ہو اور بچہ کا باپ اس سے دودھ نہ پلوائے اور بچہ اس سے چھین لے یہ بھی ماں کو تکلیف دینے کی صورت ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ خاوند اپنی مطلقہ بیوی کو دودھ پلانے کی اجازت تو دے دے لیکن اس کو دودھ پلانے کا خرچ نہ دے یہ بھی اس کو تکلیف دینا ہے لیکن اب سوال یہ ہے کہ ان صورتوں میں ماں کو کس طرح تکلیف پہنچتی ہے تو بات اصل میں یہ ہے کہ بچہ ماں کے جسم کا ایک حصّہ ہے جو اس سے جدا کیا ہوا ہے لیکن یہ رشتہ ایسا گہرا ہے کہ بظاہر یہ جسم دو نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں تو ایک ہی چیز ہے اور

جس طرح انسان کے جسم کے کسی بھی حصّے کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم متأثر ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی جب اس بچے کو تکلیف پہنچے گی تو اس سے ماں ضرور متاثر ہو گی اور پھر اس ماں کو جو ناراض کرے گا اس پر خدا بھی ناراض ہو گا کیونکہ اس ماں کو اللہ تعالےٰ نے اس بچے کی محافظ اس کی چھاتی کے دودھ کو اس کی روزی اس کی گود کو اس بچے کی آرام گاہ بنایا ہے اور جو بھی انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی روزی میں رکاوٹ بنے عند اللہ وہ بہت بڑا مجرم ہے۔

پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ اور باپ کو اپنے بچے کے ذریعہ تکلیف نہ دی جاے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثال کے طور پر ماں صحت مند ہو اس کی کوئی معذوری اور مجبوری نہ ہو صرف خاوند کے ساتھ ضد کے باعث بچے کو دودھ نہ پلائے کہ آخر کار اس کا بھی بچہ ہے کہیں سے اجرت پر پلاے گا یہ والد کو تکلیف دینا ہے دوسری صورت یہ ہے کہ عورت اپنے ذاتی اخراجات کے علاوہ بچے کو دودھ پلانے کی مزید اجرت طلب کرے یہ بھی باپ کو تکلیف دینا ہے کیونکہ دوہرا خرچ یہ برداشت نہیں کر سکے گا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو طلاق دے دی ہو اور چھوٹا دودھ پیتا بچہ ہو اور مطلقہ کی عدت بھی گزر گئی ہو اب اس صورت میں بیوی کا ذاتی خرچ تو واجب نہیں ہے لیکن اگر یہ ماں اس بچے کو دودھ پلائے تو پھر باپ کو اس کا خرچ دینا پڑے گا مگر یہ خرچ معروف طریقہ سے ہی ہو گا اگر ماں زیادہ مطالبہ کرے گی تو یہ بھی باپ کو تکلیف دینا ہے۔ خاوند کے لیے یہ جائز ہے کہ اس وقت اس بچہ کو کسی اور عورت سے پلوا دے

جو کم اجرت لیتی ہو اس صورت میں اگر یہ بچے کو ماں سے جدا کرے کسی اور عورت کو دے دے تو کوئی حرج نہیں یہ گناہگار نہیں ہو گا۔

سلام کے عادلانہ نظام کی برکات

اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے اس کا تعلق اپنے تمام بندوں کے ساتھ مساویانہ ہے کیونکہ وہی سب کا خالق ہے وہی سب کا مالک و مربی اور محسن ہے اور اس نے اپنے ان بندوں کے لیے ایک ایسا رحیمانہ نظام اور دستور ترتیب دیا ہے کہ جس میں تمام طبقات کے حقوق کا پورا پورا تحفظ موجود ہے اور جس طرف سے بھی ظلم کی بو آئی ہے تو اس دروازے کو بند کر دیا گیا چنانچہ مذکورہ بالا دفعات میں جہاں عورت پر زیادتی کا احتمال تھا وہ دروازہ بھی بند کر دیا ہے اور جہاں مرد پر زیادتی کا احتمال تھا وہ دروازہ بھی بند کر دیا ہے۔

(چھٹا مسئلہ) یتیموں کی تربیت کا نرالا دستور

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مقدسہ سے پہلے عربوں کی اکثریت جُہلاء اور سفہاء کی تھی جنگلی طرز کے انسان تھے ان کے ہاں کوئی خاص ضابطہ اور اخلاق قانون نہیں تھا بس جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا راج تھا۔ قبائلی لوگ تھے ہر قبیلے نے اپنا اپنا کچھ نہ کچھ دستور مقرر کیا ہوا تھا ان دساتیر [illegible] سے ایک یہ بھی دستور تھا کہ یتیموں کو مرنے والے کی وراثت میں [illegible] نہیں دیتے تھے ان کے ہاں قانون یہ تھا کہ مرنے والے کی وراثت کا [illegible] اسے سمجھتے تھے جو تلوار اٹھا کر گھوڑے [illegible] کی

پشت پر بیٹھ کر جنگ لڑ سکے اور ظاہر بات ہے کہ یتیم بچے تو یہ کام کر نہیں کر سکتے تھے اس لیے ان کو مرنے والے عزیز و اقارب کی وراثت سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ضعیفوں، یتیموں اور بے کسوں کی دستگیری کرنے والے ہادیٔ برحق حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور انہیں اپنی طرف سے کتاب (قرآن کریم) عطا فرمائی اس میں یتیموں کو نہ صرف مرنے والے خویش و اقارب کی وراثت میں شریک کیا گیا ہے بلکہ یتیموں کی پوری نگہداشت، تربیت اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ بھی وارثوں پر ڈال دیا گیا ہے اور انہیں حکم دیا کہ تم نے ان یتیموں کے ساتھ ایسا ہی ہمدردانہ سلوک کرنا ہے جیسا ان کے والدین ان کے ساتھ کرتے تھے چنانچہ فرمایا ہے وعلی الوارث مثل ذالك وارثوں پر بھی یتیموں کے سلسلہ میں ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ والدین پر فرض ہے بچوں کی تربیت کرنا۔ یعنی اگر کوئی شخص مر جائے اس کا شیر خوار بچہ یا بچی رہ جائے تو ورثاء اس کے دودھ اور اس کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کریں اگر وہ بیوہ بچے کو دودھ پلائے تو اس بیوہ کی اجرت اگر یتیم کا مال ہو تو اس میں سے ادا کریں اگر اس کا مال نہ ہو تو اس یتیم کے اخراجات پورے کریں اور اس بیوہ کی دودھ پلانے کی اجرت بھی ادا کریں۔ اگر وہ بیوہ اس بچے کو دودھ نہ پلائے تو پھر کسی اور عورت سے اسی طرح دودھ پلانے کا انتظام کریں اور وارثوں کی یہ ذمہ داری بقدر ارث ہے یعنی مرنے والے کی وراثت میں سے جسے زیادہ حصہ ملتا ہو گا وہ زیادہ اس یتیم بچے پر خرچ کرے گا جسے کم ملتا ہو گا وہ اتنا ہی کم خرچ کرے گا اور جس کو نہیں ملتا ہو گا اس پر فرض نہیں ہے کہ وہ یتیم پر خرچ کرے۔

اور ساتواں مسئلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ باپ اگر اپنے بچے کو اپنی ماں کے سوا کسی اور عورت سے دودھ پلانا چاہے تو پلا سکتا ہے لیکن اس کو بھی دودھ پلانے کی اجرت دینا چاہیئے اور اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے **فلا جناح علیکم** اس صورت میں تم پر کوئی حرج نہیں اس جملہ سے ایک شبہ دُور کرنا مقصود معلوم ہوتا ہے۔ شبہ یہ ہے کہ شاید کسی اور عورت سے دودھ پلانے میں حرج ہو تو فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ بچے کی اپنی ماں معذور ہو یا بچے کے والد نے اسے طلاق دے دی ہو اور وہ دودھ کی اجرت زیادہ مانگتی ہو یا اس نے بچے کے کسی غیر محرم سے نکاح کر لیا ہو اور وہ اسے دودھ پلانے کی اجازت نہ دیتا ہو۔ اگر یہ اعذار نہ ہو تو پھر اگر بچے کا باپ بچے کی اپنی ماں کو چھوڑ کر غیر سے اگر دودھ پلائے گا تو اس میں حرج ہے کیونکہ اس سے ماں کو تکلیف دینا مقصود ہے اور اس کی تفصیل پہلے آ چکی ہے کہ یہ ناجائز ہے اور انّا کی ذمہ داری صرف دودھ پلانے کی ہے اور بچے کی بقیہ ضروریات اٹھانے، پیشاب کپڑے وغیرہ صاف کرنے کی ذمہ داری اس پر نہیں ہے۔ یہ ضروریات اگر ماں ہے تو وہی پوری کرے ورنہ کوئی نوکرانی وغیرہ رکھ لی جائے۔ اگر ماں انّا کو اپنے گھر میں آ کر دُودھ پلانے کا مطالبہ کرے تو اسے اس کے گھر میں آ کر دودھ پلانا پڑے گا۔ اگر ماں یہ مطالبہ نہ کرے تو وہ اپنے گھر میں لے جا کر پلا سکتی ہے مگر اس صورت میں بچے کی بقیہ ضروریات بھی اس پر عائد نہیں ہوں گی۔

دُودھ چھڑانیکے بعد بلوغت تک بچّوں کی تادیب و تربیت بھی ماں کے سپرد ہے

اس سے قبل بچوں کو دُودھ پلانے کے مسائل بیان ہوئے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ اس کے علاوہ بھی بچوں کو تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے مثلاً کونسی چیز پاک ہے اور کون سی ناپاک ہے۔ کھانا کیسے کھانا ہے پانی کیسے پینا ہے، استنجا کیسے کرنا ہے غسل کیسے کرنا ہے وغیرہ ذالک اور خصوصی طور پر بچی کی ضروریات بچوں سے الگ ہیں مثلاً حیض کے احکام نفاس کے احکام استحاضہ کے احکام کھانا پکانے کا طریقہ اپنے خاوند کے ساتھ رہنے سہنے کا طریقہ خاوند کے خویش و اقارب کے ساتھ برتاؤ کا طریقہ ان سب چیزوں کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت احسن طریق سے صرف ماں ہی سرانجام دے سکتی ہے اور یہ تمام تر ذمہ داریاں حدِ بلوغ تک ہیں اس کے بعد یہ ذمہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں اس سے قبل کا یہ دور تعلیم و تعلّم اور تادیب کے لیے اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس دور میں جو چیز ذہن میں راسخ ہو جائے وہ تا دمِ مرگ نہیں نکلے گی بقول شاعر ؎ برسنگ خارا نقش داں علمِ کہ خوانی در صغر

بر آب داں آں نقش را علمِ کہ خوانی در کبر

ترجمہ:۔ پتھر پر لکیر جان اس علم کو جو تو بچپن میں پڑھے اور پانی پر لکیر جان اس علم کو جو تو بڑا ہو کر پڑھے۔

لہٰذا اس دور میں پوری طرح بچوں کی تربیت کی اشد ضرورت ہے تاکہ بعد میں دستِ حسرت نہ ملنا پڑے اور بچی کی بلوغت کی چار علامتیں ہیں احتلام آنا، حیض کا آنا، حمل قرار پانا، یا پندرہ سال عمر اور بچے کی تین علامتیں ہیں

احتلام آنا ، بیوی کو حاملہ کرنے کی صلاحیت یا پندرہ سال عمر۔ ان علامات میں سے جو ایک پائی جائے تو پھر اس بچی یا بچے کو بالغ تصور کیا جائے گا جیساکہ آنے والے فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ	ابن عمرؓ سے روایت ہے
عُرِضْتُ عَلٰی رَسُوْلِ	انہوں نے فرمایا کہ مجھے رسول
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
وَسَلَّمَ عَامَ اُحُدٍ وَ	میں پیش کیا گیا جنگِ اُحد
اَنَا ابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَۃَ	والے سال اور اس وقت میری
سَنَۃً فَرَدَّنِیْ ثُمَّ	عمر چودہ سال کی تھی تو آپ نے
عُرِضْتُ عَلَیْہِ عَامَ	مجھے واپس کر دیا اور پھر مجھے
الْخَنْدَقِ وَاَنَا ابْنُ	جنگِ خندق والے سال آپ
خَمْسَ عَشْرَۃَ سَنَۃً	کے پاس پیش کیا گیا اور اس
فَاَجَازَنِیْ فَقَالَ عُمَرُ	وقت میری عمر پندرہ سال تھی
بْنُ عَبْدُ الْعَزِیْزِ ھٰذَا	تو آپ نے مجھے اجازت دی
فَرْقٌ مَا بَیْنَ	عمر بن عبد العزیز نے فرمایا یہ
الْمُقَاتَلَۃِ وَالذُّرِّیَّۃِ	عمر فرق کرنے والی ہے درمیان
(متفق علیہ)	لڑنے والوں کے اور لڑکوں کے۔
(مشکوٰۃ باب بلوغ الصغیر)	(بخاری و مسلم کی اتفاقی حدیث ہے)

تفسیر

اس حدیث پاک سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ ہے کہ نابالغ

بچے کو جہاد میں شامل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جہاد ایک فریضہ ہے اور نابالغ بچوں پر اسلامی احکامات فرض نہیں ہیں لیکن اگر جہاد فرضِ عین ہو جائے یعنی کافر اسلامی مملکت پر یلغار کر دیں تو اس وقت جہاد فرضِ عین کہلاتا ہے اس وقت بوڑھوں، جوانوں، مردوں، عورتوں اور بچوں سب پر جہاد کرنا فرض ہے اس وقت بیوی کو خاوند سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور بیٹے کو باپ سے اجازت لینے کی ضرورت اور غلام نوکر کو مالک سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدِّ بلوغ پندرہ سال ہے کیونکہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ان کی عمر چودہ سال تھی اور انہوں نے جنگِ احد میں شمولیت کی اجازت مانگی تو آپ نے انہیں اجازت مرحمت نہ فرمائی اس لیے کہ وہ نابالغ تھے اور جنگِ خندق میں جب انکی عمر پندرہ سال ہو چکی تھی اور انہوں نے آپ سے جنگ میں شمولیت کی اجازت مانگی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی تو اس سے معلوم ہوا کہ پندرہ سال میں بچہ بالغ ہو جاتا ہے یعنی اگر احتلام، حمل، حیض وغیرہ آثار پہلے ظاہر ہو جائیں تو پہلے ہی بچہ اور بچی بالغ متصور ہوں گے اور اگر یہ آثار پہلے ظاہر نہ ہوں تو پندرہ سال کے بعد انہیں بالغ ہی تصور کیا جائے گا اگرچہ وہ آثار ظاہر ہوں یا نہ ہوں لہٰذا اس حدیث پاک کا رابطہ آیت رضاعت سے یہ ہوا کہ دودھ پلانے کی مدت ختم ہونے کے بعد بھی آثار بلوغت ظاہر ہونے تک یا پندرہ سال عمر پوری ہونے تک بچوں کی تادیب و تربیت والدہ کے سپرد ہے۔

عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ روایت ہے عمر بن شعیب سے

عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ
عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ
عَمْرٍو اَنَّ اِمْرَاَةً
قَالَتْ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ اِنَّ ابْنِيْ
هٰذَا كَانَ بَطْنِيْ
لَهٗ وِعَاءً وَّ ثَدْيِيْ
لَهٗ سِقَاءً وَّ
حِجْرِيْ لَهٗ حِوَاءً
وَاِنَّ اَبَاهُ طَلَّقَنِيْ
وَاَرَادَ اَنْ يَّنْزِعَهٗ
مِنِّيْ فَقَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَنْتِ اَحَقُّ
بِهٖ مَا لَمْ تَنْكِحِيْ
(رواہ ابوداود)
(مشکوٰۃ باب بلوغ الصغیر)

انہوں نے روایت کی اپنے
باپ سے انہوں نے نقل کی
کی اپنے دادا سے جو عبداللہ
بن عمر ہیں کہ ایک عورت نے
کہا یا رسول اللہ بے شک میرا
یہ بیٹا میرا پیٹ اس کا ظرف
تھا اور میری چھاتی اس کے
لیے مشک تھی اور میری گود
اس کے لیے حفاظت کرنے
والی تھی اور اس کے باپ نے
مجھے طلاق دے دی ہے
اور وہ اسے مجھ سے چھیننا
چاہتا ہے پس رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس
کی زیادہ حقدار ہے جب تک
کہ تو نکاح نہ کرے۔
(یہ حدیث ابوداود نے نقل کی ہے)

تفسیر

اس حدیث پاک سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دور شیر خوارگی کے بعد بھی بلوغت تک بچے کی پرورش ماں پر ہے کیونکہ اس عورت نے جو اپنا استحقاق ذکر کیا

ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اس بچے کا وہ دور شیر خوارگی نہیں تھا بلکہ ختم ہو چکا تھا کیونکہ اس عورت نے جو صیغے ذکر کئے ہیں ان میں یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ میرا پیٹ اس کے لیے ظرف تھا اور میری چھاتی اس کے لیے مشکیزہ تھی اور میری گود اس کے لیے حفاظت گاہ تھی ۔ یہ تمام صیغے اس نے ماضی کے لیے استعمال کئے ہیں ۔ اگر وہ بچہ اس وقت دودھ پیتا ہوتا تو وہ یوں کہتی کہ یہ بچہ دودھ پی رہا ہے پس معلوم ہوا کہ وہ بچہ اس وقت دودھ پینے والا نہیں تھا اور جب آپ نے وہ بچہ ماں کو دیا تو معلوم ہوا کہ بالغ بھی نہیں تھا پس ثابت ہوا کہ بلوغت تک تادیب و تربیت ماں کے سپرد رہے اور وہی اس کی زیادہ حقدار ہے ۔

بلوغت کے بعد بچے کو اختیار ہے کہ وہ ماں کے پاس رہے یا باپ کے پاس

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ	اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ غُلَامًا	علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو
بَيْنَ اَبِيْهِ وَ اُمِّهٖ	باپ اور ماں کے درمیان اختیار
(رواہ الترمذی)	دیا (ترمذی نے یہ حدیث نقل کی ہے)
وَعَنْهُ قَالَ جَاءَتْ	اور ان سے (ابوہریرہ) ہی
اِمْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ	روایت ہے انہوں نے فرمایا
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ
فَقَالَتْ اِنَّ زَوْجِیْ	علیہ وسلم کے پاس آئی پھر اس

یرید ان یذھب ابابنیؑ	نے کہا بے شک میرا
وقد سقانی	خاوند چاہتا ہے کہ میرا بیٹا مجھ
ونفعنی فقال النبی	سے لے جائے حالانکہ وہ مجھے
صلی اللہ علیہ وسلم	پانی پلاتا ہے اور مجھے نفع دیتا
ھٰذا اَبُوکَ وَھٰذِہٖ	ہے پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ
اُمُّکَ فخذ بید	وسلم نے یہ تیرا باپ ہے اور
ایھما شِئْتَ فاخذ	یہ تیری ماں ہے توان دونوں
بید امہ فَانْطَلَقَتْ	میں سے جس کا ہاتھ پکڑنا چاہتا
بہ . (رواہ ابوداود	ہے پکڑلے تو اس نے اپنی
النسائی والدارمی)	ماں کا ہاتھ پکڑا پھر وہ اس کو
(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب بلوغت	لے گئی۔ (یہ حدیث ابوداود ونسائی
سے منقول ہیں)	اور دارمی نے نقل کی ہے)

تفسیر

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ اگر ماں کی خدمت کی صلاحیت رکھتا ہو اور وہ سنِّ بلوغت کو پہنچ چکا ہو اور ماں اس کی خدمت کی محتاج بھی ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنی ماں کی خدمت کرے اپنی ماں کے پاس رہے اور وہ ماں اپنے اس بچے کو اپنے پاس رکھنے کی زیادہ حقدار ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں جب ایسا کیس آیا اور باپ نے بچے کو اپنے ساتھ لے جانے کا دعویٰ کیا اور ماں نے اپنے ساتھ لے جانے کا دعوےٰ کیا اور ماں نے اپنا استحقاق یہ بیان کیا کہ یہ

بچہ مجھے پانی لا کر پلاتا ہے اور مجھے نفع دیتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو ماں اور باپ دونوں میں سے ایک کے ساتھ جانے کا اختیار دیا تو بچے نے ماں کو اختیار کیا پس ثابت ہوا کہ بالغ ہونے کے بعد بچہ خود مختار ہے خواہ وہ ماں کے پاس رہنا پسند کرے یا باپ کے پاس مگر ماں اس کی خدمت کی محتاج ہو تو اسے اپنی ماں کے پاس ہی رہنا چاہیئے جیسا کہ آنے والی حدیث پاک سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ فَاَدْنَاكَ (مشکوٰۃ باب ا الصلۃ ص۴۱۸)	حضرت ابوہریرہؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ میری حسن صحبت کا کون زیادہ حقدار ہے آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے کہا پھر کون آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے کہا پھر کون آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے کہا پھر کون آپ نے فرمایا تیرا باپ اور ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیرا باپ پھر زیادہ قریبی پھر زیادہ قریبی۔ (یہ حدیث بخاری اور مسلم کی اتفاقی ہے)

تفسیر

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ ماں اگر بیٹے کی خدمت کی محتاج ہو تو بیٹے کو چاہیئے اپنی ماں کو ترجیح دے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ باپ نے اس کی ماں کو طلاق دے دی ہو اور ابھی تک اس کا کہیں نکاح نہ ہوا ہو اور بھی اس کا کوئی ایسا ذریعہ نہ ہو تو بیٹے کا حق ہے کہ وہ ماں کی خدمت کرے اگر باپ زبردستی وہ بچہ ماں سے چھیننا چاہے تو حکومت مداخلت کر کے وہ بچہ ماں کے حوالے کرے ہاں اگر وہ ماں کہیں نکاح کر چکی ہے یا کوئی اور قوی ذریعہ اس کا موجود ہو اور وہ اس بیٹے کی خدمت کی محتاج نہ ہو تو اس صورت میں حکومت عالیہ کو چاہیئے کہ وہ بچہ باپ کے سپرد کرے کیونکہ اب بچے کی جو ضروریات ہیں اور اس کو جس تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے وہ ماں نہیں پوری کر سکتی مثلاً اس کو کاروبار سکھلانا ہے معاشرے میں برادری میں اس کا تعارف کرانا ہے یہ کام اب باپ کر سکتا ہے ماں نہیں کر سکتی۔

والدین اگر اولاد کو صحیح تربیت دینے کی صلاحیت نہ ہو تو بلوغت سے پہلے بھی باپ انہیں اس سے جدا کر سکتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا	اے ایمان والو اپنے آپ کو
أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا	اور اپنے گھر والوں کو دوزخ
وَقُودُهَا النَّاسُ وَ	سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی
الْحِجَارَةُ (سورۃ تحریم آیت ۶)	اور پتھر ہیں۔

تشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر اپنے آپ کو اور اپنی اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی ذمہ داری لگائی ہے۔ اب اس میں تین چیزیں ہیں ایک اپنے آپ کو بچانا دوسرا اپنی بیوی کو بچانا اور تیسرا اپنے بچوں کو بچانا ہے اس وقت پہلی دو چیزوں کو ہم نہیں چھیڑتے کیونکہ وہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں اس وقت ہم صرف تیسری چیز سے بحث کرتے ہیں کہ اپنے بچوں کو کس طرح بچایا جا سکتا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ ان کے عقائد، اخلاق اور اعمال کی اصلاح کی جائے اور اس کی ابتدا تو پیدائش سے ہو جانی چاہیئے کہ اس کے کانوں میں آذان اور تکبیر پڑھی جائے جس کا مقصد یہ ہے کہ اے بچے تو نے دنیا میں خدا کی بڑائی عظمت اور اس کی توحید و وحدانیت کا ڈنکا بجانا ہے اور اس کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا پرچار کرنا ہے اور اس کا نمونہ اختیار کرنا

ہے اس کے بعد اس بچے کی تادیب و تربیت ایسی ماں کی گود میں ہونا چاہیئے جو ایک خدا وحدہ لاشریک کی بندی اور حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسوۂ حسنہ کی پوری اور صحیح تصویر اور کاپی ہو اگر ایسی ماں کی آغوش میسّر آجائے تو بلوغت تک بچّے کی تادیب و تربیت ایسی ماں کے سپرد ہونی چاہیئے اور اس کی صورت یہ ہے کہ شروع میں شادی ہی ایسی عورت سے کرنا چاہیئے کہ خُدا پرست ہو مادہ پرست نہ ہو اور اس کی تفصیل پہلے شروع کتاب میں بیان ہو چکی ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے اور اگر ایسی عورت میسّر نہ آئے مثلاً بدکار اور بدچلن قسم کی عورت ہو صوم و صلوٰۃ کی پابندی نہ کرتی ہو پاکی ناپاکی میں بھی تمیز نہ رکھتی ہو یا اہل کتاب یعنی یہودی یا عیسائی عقیدہ رکھتی ہو تو ایسی عورت کے پاس تادیر بچوں کو نہیں چھوڑنا چاہیئے بلکہ سات سال کی عمر میں بچوں کو اس سے الگ کر لینا چاہیے کیونکہ یہی عمر ہے کہ اس میں جو عقیدہ بن جائے گا یا جو بھی اخلاق بچہ اختیار کرے گا تا دمِ مرگ اسی پر رہے گا اور یہ بھی ان کو دوزخ سے بچانے کا طریقہ ہے جیسا کہ جناب رسُولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ	عمرو بن شعیب سے روایت
عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ	ہے انہوں نے اپنے باپ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	سے اور انہوں نے اپنے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	دادا سے نقل کیا ہے انہوں
مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ	نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ
وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعٍ	صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ

سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ

(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ ص ۵۸)

حکم دو اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا جب کہ وہ سات سال کے ہو جائیں اور مارو ان کو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے جب کہ وہ دس سال کے ہوں اور جدائی کرو ان کے درمیان لیٹنے کی جگہوں میں (ابو داؤد نے یہ حدیث نقل کی ہے)

تشریح

یہ حدیث مذکورہ آیت کریمہ کی تشریح و توضیح ہے آیت میں تو صرف اتنا حکم ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنی اہل و عیال کو دوزخ سے بچاؤ اس میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ کس طرح بچانا ہے وہ کون سے اصول ہیں کہ جن پر عمل کر کے وہ دوزخ سے بچ سکتے ہیں اور کون سے کام ہیں کہ جن پر عمل کر کے وہ دوزخ میں جائیں گے اور ایسی عملی زندگی کا آغاز اور جد و جہد کب سے شروع کرنا چاہیئے تو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی توضیح و تفصیل بیان فرما دی کہ اس کا آغاز سات سال کی عمر میں ہی ہو جانا چاہیئے تاکہ عادت پڑے اور اگر اس میں وہ کوتاہی برتیں تو پھر دس سال کی عمر میں بڑی شدت اور سختی کے ساتھ ان سے عمل کرانا ہے یہاں تک کہ انہیں مارنے سے بھی گریز نہ کیا جائے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے نماز کو رکھا ہے اس لیے

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الصلوۃ عماد الدین من اقامھا فقد اقام الدین من ترکھا فقد ترك الدین نماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو قائم کیا اس نے سارے دین کو قائم کیا اور جس نے اس کو چھوڑا اس نے سارے دین کو چھوڑ دیا اصل میں نماز اللہ تعالیٰ کی تابعداری اور بندگی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے کیونکہ جب انسان دن میں پانچ مرتبہ مسجد میں آکر پانچ وقتی نماز ادا کرتا ہے تو سب سے پہلے وہ اپنا محبوب کاروبار ترک کرتا ہے ۔ پاک صاف اور باوضو ہو کر نیت کر کے خدائے ذوالجلال کے حضور میں دست بستہ ہو کر بڑی عاجزی اور انکساری سے کھڑا ہو جاتا ہے ۔ کبھی رکوع کرتا ہے کبھی سجدہ کرتا ہے کبھی بیٹھ جاتا ہے کبھی گریہ اور زاری آہ و بکا کرتا ہے اور اپنی مرغوب چیزیں کھانا اور پینا سب ترک کر دیتا ہے ۔ اب چلتا پھرتا نہیں کسی سے بات بھی نہیں کرتا اس دوران اگر اس کا کوئی محبوب آجائے بڑے سے بڑا سردار لیڈر کیوں نہ ہو وقت کا حکمران کیوں نہ ہو وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا اس کے دل میں ایک ہی خدائے وحدہٗ لا شریک کا تصور مع غیر کا خیال آنے بھی نہیں دیتا اور اگر کسی کا خیال آ بھی جائے تو اسے دھکیل کر دل سے باہر نکالنے کی کوشش کرتا خواہ محبوب سے محبوب تر بیوی اور بچے کا خیال ہی کیوں نہ ہو وہ بس ایک ہی لگن اور دھن رکھتا ہے ایک ہی دھیان سوچ اور فکر رکھتا ہے کہ ع

بسا میری نظروں میں تُو اس قدر ہے
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے

بھلا وہ انسان جو اس درجے کا اپنے خالق و مالک کا تابعدار اور

فرمانبردار ہو اور جو خداوند پاک کے ساتھ اس درجے کی عقیدت اور محبت رکھتا ہو اور بچپن سے ہی فنا فی ارادۃ اللہ ہونا سیکھ لے تو یقیناً ایسا بچہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں بھی یہ ہی نمونہ پیش کرے گا اور تا دم مرگ اس کے فرمان کے سوا لب کشائی نہیں کرے گا پھر ایسی نماز یقیناً دین کا ستون ہے اور عقائد کے بعد ایسا اہم رکن ہے۔ یہ ہی سب سے پہلے پہل انسان کو سکھانے کی ضرورت ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالیہ کا مقصد یہ ہے کہ اپنے بچوں کو سات سال سے پہلے پہلے اسلامی عقائد احکامات اور اخلاق سکھا دو اور اسی طرح حلال و حرام، پاک و ناپاک میں تمیز کراؤ اور جب وہ سات سال عمر کو پہنچ جائیں تو ان سے ان پر عمل کرانا شروع کر دو اور اگر وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں اور عمل میں کوتاہی برتیں تو اس پر انہیں مار پیٹ سے بھی کام لے سکتے ہیں اور یہ کام احسن طریق سے باپ ہی سر انجام دے سکتا ہے اگر ان حالات میں ماں بچے پر کنٹرول نہ کر سکے تو باپ کو چاہیئے کہ بچے کو ماں سے جُدا کر کے اپنے پاس رکھے اگر باپ ایسا نہیں کرے گا تو بچے کے عقائد خراب ہوں گے بد اخلاقی اپنائے گا تو اس کی ذمہ عنداللہ اس پر عائد ہو گی۔ اگر بچہ ماں کے پاس ہی رہنا پسند کرے باپ کے پاس نہ رہنا چاہے تو باپ اس کو مجبور بھی کر سکتا ہے اسے مار پیٹ سکتا ہے اسے یہ اختیار حاصل ہے یہ جو تفصیل لکھی گئی ہے یہ تو بچوں کے عقائد اخلاق و اعمال کے سلسلہ میں ہے اگر وہ بچے جوان ہو جائیں تو ان کی شادی کا انتظام کرنا بھی باپ کے سپرد ہے اسکی مزید تفصیل مضمون نمبر ۳۸ میں گزر چکی ہے جو دیکھنا چاہے وہاں ملاحظہ فرما لیں یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

تربیت اولاد کے فضائل

اصل میں مومن کی کوئی بھی محنت ضائع نہیں ہے بشرطیکہ اس میں خلوص اور للّٰہیت ہو اگر اس میں یہ مقام پیدا ہو جائے تو اس کا چلنا پھرنا بیٹھنا اٹھنا سونا کاروبار کرنا شادی نکاح تربیت اولاد ان پر خرچ کرنا ان سے شفقت محبت سب کچھ عبادت ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عالیہ سے اس کی روشنی ملتی ہے۔

عَنْ جَرِيرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ (متفق علیه) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتُقَبِّلُونَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَ أَمْلِكُ لَكَ إِنْ نَزَعَ اللهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ

جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے (یہ حدیث بخاری اور مسلم کی اتفاقی ہے) حضرت عائشہ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا ایک دیہاتی جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا تم بچوں کو بوسہ دیتے ہو ہم تو انہیں بوسہ نہیں دیتے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تیرا مالک ہوں؟ اگر اللہ نے تیرے

دل سے رحمت نکال دی ہے (یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ سے منقول ہیں)

تشریح

ان دونوں احادیث میں سے پہلی حدیث عام ہے اس میں تمام لوگوں پر رحم کرنے کی ترغیب ہے اور ظاہر بات ہے کہ یہ بچوں کو بھی شامل ہے اور دوسری حدیث میں تو خصوصی طور پر بچوں کے ساتھ پیار اور محبت کا ذکر ہے پس خلاصہ دونوں احادیث کا یہ نکلا کہ لوگوں پر اور خصوصی طور پر جو شخص بچوں سے محبت اور پیار سے پیش آئیگا تو اللہ تعالےٰ بھی اس پر رحم کریگا اور جو ان کے ساتھ رحم نہیں کرے گا اللہ تعالےٰ بھی اس پر رحم نہیں کرے گا پس اللہ کی رحمت اور شفقت حاصل کرنے کے لیے انسان کو چاہیئے کہ اس کے بندوں پر رحم کرے اب اس حدیث میں یہ تشریح نہیں ہے کہ جو لوگ اولاد کی تربیت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر کیا رحم فرمائیں گے لیکن ایک دوسری حدیث میں اس کی تشریح موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بوڑھے ضعیفوں اور کمزوروں کی وجہ سے روزی دیتے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ بچے کمزور تو ہیں پس معلوم ہوا کہ جو لوگ بچوں کی تربیت کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں روزی میں برکت عطا فرمائیں گے اور جو لوگ اولاد کی تربیت نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں روزی میں برکت نہیں عطا فرمائیں گے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ بچے تھوڑے ہوں گے تو آسانی رہے گی خرچہ کم ہوگا۔ زیادہ ہوں گے تو اتنا خرچ کہاں سے آئے گا یہ غلط ہے کیونکہ اولاد کا خرچ تو اللہ کی طرف سے آتا ہے زیادہ

ہوں گے تو زیادہ آئے گا کم ہوں گے تو کم آئے گا بہرحال اولاد جتنی زیادہ ہوگی وہ باعثِ برکت ہوگی اسے اپنے لیے نحوست نہیں سمجھنا چاہیئے۔

بچیوں کی تربیت کی خصوصی برکات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مقدسہ سے پہلے عرب کے بعض جہلاء اور نادان لوگ بچیوں کی پیدائش کو اپنے لیے باعثِ نحوست جانتے تھے اور پھر اس حماقت کی وجہ سے انہیں زندہ ہی درگور کر دیتے تھے اور ہزاروں بچیاں اس ظالمانہ دستور کی وجہ سے اپنے ہی درندہ صفت باپوں کے ہاتھوں سے لقمۂ اجل بنتی تھیں جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ	اور جب ان میں سے کسی کو
بِالْاُنْثٰى ظَلَّ	لڑکی کی پیدائش کی خبر سنائی
وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ	جاتی ہے تو غم سے اس کا چہرہ
كَظِيْمٌ ۚ يَتَوَارٰى مِنَ	سیاہ ہوجاتا ہے۔ اس خوشخبری
الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا	کی برائی کی وجہ سے لوگوں سے
بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ	چھپتا پھرتا ہے آیا اسے ذلت
عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ	قبول کر کے رہنے دے یا
فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا	اس کو مٹی میں دفن کر دے
يَحْكُمُوْنَ ۝	دیکھو کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں

سورہ نحل آیت نمبر ۵۸-۵۹

تشریح

ان آیتوں میں تین چیزوں کا بیان ہے ایک تو اس زمانے کے رسم و رواج کا کہ وہ لوگ بچی کی پیدائش کو اپنے لیے برا محسوس کرتے تھے اور دوسرا اس رواج کی مذمت ہے اور یہ کافرانہ تصور آج کے بعض نام نہاد مسلمانوں کے اندر بھی پایا جاتا ہے اور یہ انتہائی بری خصلت ہے اس سے بچنا چاہیئے اور تیسرا اس آیت میں ان بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی مذمت ہے یہ دونوں قسم کی مذمت ساء مایحکمون میں بیان فرمائی ہے خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ بچی باعث نحوست نہیں بلکہ باعث برکت ہے ۔ اس کی تفصیل قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت سے معلوم ہوتی ہے ۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ	اور اسی اللہ نے پانی سے
الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ	انسان پیدا کیا اور پھر اس کے
نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ	لیے نسب اور رشتہ داری
رَبُّكَ قَدِیْرًا ۝	کو قائم کیا اور تیرا رب ہر چیز
(سورۂ فرقان آیت ۵۴)	پر قادر ہے ۔

تشریح

اس آیت میں سلسلہ دامادگی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت قرار دیا بھلا جس چیز کو اللہ تعالیٰ رحمت قرار دے وہ باعث زحمت و نحوست کس طرح ہوسکتی ہے جب کہ ہر انسان خود عورت سے ہی پیدا ہوتا ہے

اگر عورت منحوس ہے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ بھی تو منحوس ہونا چاہیئے حالانکہ اسے تو کوئی منحوس نہیں سمجھتا بلکہ باعثِ برکت سمجھتے ہیں اور صرف بچی کو ہی منحوس سمجھتے ہیں ۔ یہ بڑی عجیب بات ہے بہرحال عورت اللہ کی رحمتوں میں سے رحمت کا ایک بہت بڑا بابرکت باب ہے اور یہ رحمت دنیاوی بھی ہے اور اخروی بھی ہے ۔ دنیاوی تو ہے کہ انسان کا وجود اسی سے قائم ہے اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اب ہم رحمتِ اخروی کا تذکرہ کرتے ہیں ۔ ملاحظہ فرمائیں ۔

اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ	جو عورت بحالتِ بکارت
بِجُمْعٍ وَلَمْ تَطْمِثْ	مرجائے اور اس کا بکر زائل
دَخَلَتِ الْجَنَّةَ	نہ ہوا ہو تو وہ جنت میں داخل
(حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۳۷ باب عیادۃ المریض)	ہو گی

تشریح

اس حدیث پاک کا مقصد یہ ہے کہ جس عورت کی نیت بذریعہ نکاح رضائے الٰہی کے لیے اولاد پیدا کرنا ہو اور وہ اس کی خاطر نکاح کر بھی لے اور اپنے خاوند سے ہم بستر ہونے سے پہلے ہی مرجائے تو وہ جنت میں داخل ہو گی پس معلوم ہوا کہ اولاد بچے ہوں یا بچیاں دونوں خدا کی رحمت ہیں کیونکہ ان کی نیت کرنے سے بھی عورت کو جنت ملتی ہے خواہ ان کو جنم دے یا نہ دے ۔

سوال : اب ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ اس نے کام تو ابھی کیا ہی نہیں پہلے ہی وہ فوت ہو گئی ہے تو وہ اجر کی حقدار

مستحق ہوگئی۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ نوکر دو قسم کا ہوتا ہے ایک وقتی اور ایک ہمہ وقتی، کام کرے گا تو تنخواہ کا حق دار ہوگا ورنہ نہیں ہوگا اور ہمہ وقتی ملازم کا کام یہ ہے کہ اپنے آپ کو مالک کے حوالے کردے مالک اس سے کام لے یا نہ لے یہ اس کا کام ہے یہ ملازم تنخواہ کا مستحق ہو جائے گا اسی طرح اس عورت کی حیثیت اس مستقل ملازم کی سی ہے اور اس نے اس اپنے خالق و مالک کے حکم کے تحت اپنے آپکو خاوند کے عقد میں دے دیا ہے اور صرف دو چار دن کے لیے نہیں بلکہ تا حیات اس کی ماتحتی اس نے قبول کی ہے مگر زندگی نے اس کے ساتھ وفا نہیں کی تو اس کا تو اس میں کوئی قصور نہیں ہے لہٰذا اس عظیم مقصد کی خاطر اپنے آپ کو پیش کرنے کی وجہ سے وہ جنت کی مستحق ہوگئی ہے۔

اَلْمَرْاَۃُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ شَہِیْدٌ (مشکوٰۃ باب عیادت المریض) | جو عورت حالت زچگی میں مرجائے وہ شہید ہے

تشریح

شہداء کی کئی قسمیں ہیں اعلےٰ درجے کا شہید وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے مارا جائے زچہ وہ درجہ تو نہیں رکھتی البتہ جس طرح اور کم درجے کے شہداء ہیں ان میں سے یہ بھی ہے اور اسے جو شہید فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ اعلےٰ درجے کے شہید کا درجہ تو نہیں رکھتی لیکن ایک مجاہد جلتے ہوئے تو اس نے جان

دی ہے لہٰذا اس کا کم درجے کے شہید کا درجہ تو ہونا چاہیئے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بوقت ولادت جو عورت مر جائے وہ شہید ہے اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ بچے کی پیدائش کے وقت مرے یا بچی کی پیدائش کے وقت مرے پس معلوم ہوا کہ بچے یا بچی دونوں کی پیدائش والدین کے لیے باعثِ رحمت ہے لہٰذا جو لوگ بچی کی پیدائش کو برا سمجھتے ہیں وہ بہت برا کرتے ہیں کیونکہ وہ رحمتِ خداوندی کو برا سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ بچی اللہ تعالیٰ کی اتنی اونچی رحمت ہے کہ اس کو جنم دیتے وقت اس کی والدہ اگر مر بھی جائے تو اس کو بھی آخرت میں شہید کا درجہ نصیب ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ	اور حضرت ابی مسعود سے نقل
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ	ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَۃً	نے فرمایا جب مسلمان آدمی اپنی
عَلٰی اَھْلِہٖ وَھُوَ	اہل پر کوئی چیز خرچ کرتا ہے اور
یَحْتَسِبُھَا کَانَتْ لَہٗ	وہ اسے نیکی سمجھتا ہو تو وہ اس
صَدَقَۃً (متفق علیہ)	کے لیے صدقہ ہے اور حضرت
وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ	ابوہریرہؓ سے روایت ہے
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی	انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِیْنَارٌ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اَنْفَقْتَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ	ایک وہ دینار ہے کہ خرچ کرے
وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَہٗ فِیْ	تو اسے اللہ کے راستے میں

رَقَبَۃٍ وَدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِہٖ عَلٰی مِسْکِیْنٍ وَدِیْنَارًا نْفَقْتَہٗ عَلٰی اَھْلِکَ اَعْظَمُھَا اَجْرًا اَلَّذِیْ اَنْفَقْتَہٗ عَلٰی اَھْلِکَ

اور ایک وہ دینار ہے کہ خرچ کرے تو اسے گردن آزاد کرنے میں اور ایک وہ دینار ہے کہ صدقہ کرے تو مسکین پر اور ایک وہ دینار ہے کہ خرچ کرے تو اسے اپنی اہل پر سب سے بڑا اجر کے لحاظ سے وہ ہے جو خرچ کرے تو اپنی اہل پر رہے۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب افضل الصدقہ سے منقول ہیں)

تشریح

ان احادیث کا ماحصل یہ ہے کہ اپنی اہل پہ انسان جو خرچ کرے روٹی کپڑا مکان وغیرہ وہ سب صدقہ ہے اور دوسری خیر کی مدات میں خرچ کرنے کی بہ نسبت ان پر خرچ کرنے کی فضیلت اور ثواب سب سے زیادہ ہے اور اہل میں چونکہ بیٹی اور بیٹا دونوں شامل ہیں پس معلوم ہوا کہ ان کی تربیت نگاہ داشت تعلیم و تعلّم تدریس وغیرہ سب کچھ عبادت میں شامل ہے اور یہ آخرت میں انسان کے لیے ذریعہ نجات ہیں خواہ وہ بچی ہو یا بچہ ہو۔

وَعَنْ سُلَیْمَانَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

اور حضرت سلیمان بن عامر سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ
(رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ مسکین پر صرف صدقہ ہے اور قرابت والے پر دو ہیں صدقہ اور صلۂ رحمی۔
(مشکوٰۃ باب افضل الصدقہ)

تشریح

یہ حدیث پہلی حدیث کی تشریح ہے کیونکہ پہلی حدیث میں آیا ہے کہ اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنے کا ثواب سب سے زیادہ ہے اور اس حدیث میں اس کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ اس کا ثواب کیوں زیادہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ ذی رحم پر خرچ کرنے کی دو حیثیتیں بن جاتی ہیں ایک صدقہ کی اور دوسری صلہ رحمی کی اور فقراء پر خرچ کرنے کی صرف ایک ہی صدقہ کی حیثیت ہے اس لیے اس کا ثواب آدھا ہے اور ذی رحم میں سب سے زیادہ قریبی اپنے بچے اور بچیاں ہیں پس معلوم ہوا کہ ان پر خرچ کرنا ثواب دگنا ہے اور یہ بھی انسان کی ایک طرح کی عبادت ہے اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْنِي امْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُنِي فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي غَيْرَ تَمْرَةٍ

اور حضرت عائشہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں اور مجھ سے سوال کرنے

وَاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ اِبْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِنَ النَّارِ (متفق علیہ)	گی اور اس نے میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہ پایا پھر میں نے وہ کھجور اسے دے دی پھر اس نے وہ اپنی دو بچیوں کے درمیان تقسیم کی اور خود اس میں سے کچھ نہ کھایا پھر اُٹھ کر چلی گئی پھر جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے ان کے سامنے یہ بات بیان کی تو آپ نے فرمایا جو شخص ان بچیوں کی آزمائش میں مبتلا کر دیا جائے پھر وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو قیامت کے دن وہ اس کے لیے آگ سے پردہ ہونگی (یہ حدیث بخاری ومسلم کی اتفاقی ہے)
وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ	اور حضرت انس سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو بچیوں

عَالَ جَارِیَتَیْنِ	کی تربیت کی یہاں تک کہ وہ
حَتّٰی تَبْلُغَا جَآءَ	بالغ ہوگئیں تو آئیگا وہ قیامت
یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَنَا	کے دن اس حال میں کہ میں
وَھُوَ ھٰکَذَا	اور وہ ایسے ہوں گے اور
وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ	آپ نے اپنی انگلیوں کو ملایا

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب الشفقۃ سے منقول ہیں) (یہ حدیث مسلم نے روایت کی ہے)

تشریح

ان دونوں احادیث میں جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر بچیوں کی تعلیم و تربیت اور ان پر خرچ کرنیکی فضیلت بیان فرمائی ہے ۔ پہلی حدیث میں تو یہ فرمایا ہے کہ جو دو بچیوں کی تربیت کرے گا تو وہ بچیاں اس کے لیے دوزخ سے نجات کا ذریعہ بنیں گی اور اس حدیث میں جو دو بچیوں کا ذکر ہے یہ بطور انحصار نہیں ہے دو سے زیادہ کی تربیت کرے تو بھی یہ ہی حکم ہے اور اگر ایک کی تربیت کرے تو بھی یہ ہی حکم ہے اور دو کا ذکر بطور مثال ہے ۔ واللہ اعلم ۔ اور دوسری حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جنت میں بچیوں کی تربیت کرنے والے کا مقام باقیوں سے بلند ہوگا کیونکہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگشت مبارک ملا کر فرمایا کہ میں اور وہ ایسے ہوں گے اس میں آپ نے دو چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا ایک تو یہ ہے کہ ایسے شخص کو قیامت کے دن آپ کی رفاقت نصیب ہوگی اور دوسرا یہ اشارہ فرمایا ہے کہ ایسے شخص کا مقام

باقی لوگوں سے بلند ہوگا اور اس شخص کو آپ کی رفاقت نصیب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دنیا سے بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسمِ بد سے منع فرمایا اور اس شخص نے اس پر عمل کر کے دکھایا اس لیے امام انبیاء علیہ السلام سے رفاقت نصیب ہو گی مگر چونکہ نبی بہر حال نبی ہے اس کے درجہ کو تو کوئی نہیں پہنچ سکتا اس لیے آپ نے انگلیاں ملا کر بتا دیا کہ جس طرح یہ انگلیاں برابر نہیں ہیں ان میں سے کوئی بڑی ہے اور کوئی چھوٹی ہے اور سب سے بڑی انگلی شہادت کی ہے۔ اسی طرح یہ شخص اگرچہ مرتبہ میں بہت بلند ہے لیکن جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کو دہرا ثواب ملے گا۔ ایک داعی ہونے کی حیثیت سے اور ایک وہ عمل کرنے والا جو وہ عمل کرے گا جتنا ثواب اسے ہوگا اتنا ہی آپ کو ثواب ہوگا۔

وَعَنْ سُرَاقَةَ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ اِبْنَتُكَ مَرْدُوْدَةً اِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ	اور حضرت سراقہ بن مالک سے نقل ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا نہ آگاہ کروں میں تمہیں سب سے بہترین صدقہ پر بیٹی تیری جو لوٹا دی گئی ہو تیری طرف اور اس کے لیے تیرے سوا کوئی اور محنت کرنے والا نہ ہو۔

(رواہ ابن ماجہ)

تشریح

اگر کسی کی منکوحہ بیٹی کو طلاق مل گئی ہو اور اس کا کوئی بیٹا اس کی خاطر محنت کرنے والا نہ ہو تو اس وقت باپ اس پر جو خرچ کریگا وہ بھی سب سے زیادہ افضل صدقہ ہے

وَعَنْ اَنَسٍ وَّعَبْدِ	حضرت انس اور حضرت عبداللہ
اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	سے روایت ہے انہوں نے
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
وَسَلَّمَ اَلْخَلْقُ عِيَالُ	علیہ وسلم نے فرمایا ساری مخلوق
اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ	اللہ کا عیال ہے پس اللہ کو
اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ	زیادہ پسند وہ شخص ہے جو
اِلٰى عِيَالِهٖ ۔	اپنی عیال کے ساتھ سب سے
یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب الشفقۃ سے منقول ہیں	زیادہ اچھا پیش آئے ۔

یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی تفصیل

اس سے پہلے جو آیات اور احادیث بیان ہوئی ہیں ان میں والدین پر جو اولاد کے حقوق ہیں ان کی تفصیل بیان ہوئی ہے اور اب آئندہ وہ آیات اور احادیث بیان ہوں گی جن میں یتامٰی کے ساتھ حسن سلوک کا بیان ہے ۔ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۳ میں جو جملہ آیا ہے وعلى الوارث مثل ذالك اور وارثوں پر بھی ایسا ہی ہے یعنی جس طرح والدین پر اپنی اولاد کی تربیت فرض ہے اسی

طرح وارثوں پر بھی فرض ہے مگر وارثوں پر یہ فریضہ کس وقت عائد ہوتا ہے اس کے بارے میں یہ آیت خاموش ہے اور قرآن کریم کی دوسری آیات اور احادیثِ نبویہ سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۴)	اور یتیم کے مال کے قریب تک مت جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہو جب تک کہ وہ اپنی بلوغت کو نہ پہنچے
وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورہ بقرہ آیت ۲۲۰)	وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرما دیں کہ ان کی اصلاح بہتر ہے اگر تم انہیں ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ بگاڑنے والے سے اصلاح کرنے والے کو جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں تکلیف میں ڈالتا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔
وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَأْكُلُوا	اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور ردی کو عمدہ سے مت بدلو اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ بے شک یہ

اَمْوَالَهُمْ اِلٰى	یہ بڑا گناہ ہے۔
اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ	
حُوْبًا كَبِيْرًا ○	
وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا	اور اگر تم یتیم لڑکیوں سے ناانصافی
فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا	کرنے کا خدشہ محسوس کرتے
مَا طَابَ لَكُمْ	ہو پھر جو عورتیں تمہیں پسند
مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى	آئیں ان میں سے دو دو تین
وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (الآیۃ)	تین اور چار چار سے نکاح کر
وَلَا تُؤْتُوا	سکتے ہو اور بے وقوفوں کو
السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ	اپنا مال مت دو جو اللہ نے
الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ	تمہارے قیام کا ذریعہ بنایا ہے
لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ	اور انہیں ان مالوں میں سے
فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ	کھلاتے پلاتے اور پہناتے
وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا	رہو اور انہیں نصیحت کی بات
مَّعْرُوْفًا ○ وَابْتَلُوا	کہتے رہو اور یتیموں کی آزمائش
الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا	کرتے رہو یہاں تک کہ وہ
النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ	بلوغت کو پہنچیں پھر اگر تم ان
مِّنْهُمْ رُشْدًا	میں ہوشیاری دیکھو تو انکے
فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ	مال ان کے حوالے کر دو اور
اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ	انصاف کی حد سے تجاوز کرکے
اِسْرَافًا وَّبِدَارًا	ان کے مال مت کھاؤ اور

اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ	ان کے بڑے ہونے کے ڈر
كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ	سے ان کے مال جلدی نہ کھاؤ
وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا	اور جو امیر ہو اس کو یتیم کے
فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ	مال سے بچنا چاہیئے اور فقیر
فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ	مناسب مقدار کھا لے پھر
اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا	جب ان کے مال ان کے
عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ	حوالے کرو تو اس پر گواہ بنا
حَسِيْبًا ○ وَاِذَا	لو اور حساب لینے کے لیے
حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا	اللہ کافی ہے اور جب تقسیم
الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى	کے وقت رشتہ دار یتیم
وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ	اور مسکین آئیں تو اس مال میں
مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ	سے انہیں بھی کچھ دے دو
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَلْيَخْشَ	اور ان سے معقول بات کرو
الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا	اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیئے
مِنْ خَلْفِهِمْ	کہ اگر اپنے بعد وہ چھوٹے
ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا	چھوٹے بچے چھوڑ جائیں جن
خَافُوْا عَلَيْهِمْ	کی انہیں فکر ہو ان لوگوں کو
فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ	چاہیئے خدا سے ڈریں اور
وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا	سیدھی بات کہیں ۔ بیشک
سَدِيْدًا ○ اِنَّ الَّذِيْنَ	جو لوگ یتیموں کا مال ناحق
يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ	کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ

الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا — آگ سے بھرتے ہیں اور
يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ — عنقریب بھڑکتی آگ میں
نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ — داخل ہوں گے۔
سَعِيْرًا ٥ (سورہ نسا، آیت ۲تا۱۰)

تشریح

ان آیات میں سے پہلی بنی اسرائیل والی آیت میں تین ہدایات دی ہیں پہلی ہدایت یہ ہے کہ یتیموں کے مال کے قریب تک نہ جاؤ یعنی کھاؤ مت اور دوسری ہدایت یہ ہے کہ احسن طریقہ سے ان مال کے قریب جا سکتے ہو اور تیسری ہدایت یہ ہے کہ احسن طریقہ بھی صرف بلوغت تک روا ہے اور اس احسن طریقہ کی تشریح نہیں ہے کہ وہ کیا ہے اور بقرہ والی آیت اور اس کے بعد نسار والی آیات نے اس احسن طریقہ کی تفسیر اور توضیح بیان فرما دی ہے اور وہ یہ ہے کہ یتیموں کے مال کے قریب جانے کی دس صورتیں ہیں ان میں سے تین جائز ہیں اور پانچ ناجائز ہیں اور ان تین جائز میں سے پہلی صورت وہ ہے جو سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۰ میں بیان فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کی تربیت اور کفالت میں یتیم ہوں انہیں چاہیے کہ وقتی طور پر کھانے پینے میں انہیں شریک کر لیں، اس میں حرج نہیں ہے کیونکہ اگر یتیم کا کھانا الگ پکے تو اس میں کئی طرح کی مشکلات ہیں ایک مشکل تو لواحقین کے لیے ہے کہ ہر وقت میں دو ہنڈی کون پکا سکتا ہے یہ بڑا مشکل کام ہے اور دوسری مشکل

خود یتیموں کے لیے ہے کہ الگ پکا ہوا کھانا کبھی وہ سارا کھائے گا اور کبھی نہیں کھائے گا اور جب نہیں کھائے گا تو وہ کھانا ضائع ہوگا اور تیسری مشکل بھی یتیموں کے لیے ہے کہ یتیموں کی کوئی کفالت نہیں کریگا اس لیے پروردگار نے وقتی طور پر یتیم کو کھانے پینے میں شریک کرنے کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے کہ اصلی مقصد یتیم کی مصلحت ہے جس بھی صورت میں اس کی بہتری ہو وہی اختیار کرنا چاہیے اور اس آیت کریمہ کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسی ہی مشکلات سے دوچار تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کی ان مشکلات کو رفع فرمایا اور آخر میں واللہ یعلم المفسد من المصلح فرما کر یہ بتا دیا کہ یتیموں کو ساتھ شریک کرنے کے لیے اس ضابطے سے کوئی غلط فائدہ نہ اُٹھائے یعنی یتیم جتنا کھا سکتا ہے اس سے زیادہ اس کا خرچ شامل نہ کیا جائے ورنہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمہیں مشقت میں بھی ڈال سکتے تھے لیکن اس نے تم پر فضل فرمایا ہے اس نے ایسا نہیں کیا ہے اور آخر میں ان اللہ عزیز حکیم لگا کر بتا دیا ہے کہ اگر اس ضابطہ کی خلاف ورزی کرو گے تو اس کی گرفت سے نہیں بچو گے۔

اور دوسری صورت سورۃ نساء کی آیت نمبر ۵ میں بیان فرمائی ہے کہ اگر یتیم بیوقوف ہوں تو پھر مال انہیں دینا ہی نہیں چاہیئے بلکہ وہ مال وارثوں کا ہے انہیں خود سنبھال لینا چاہیئے اور اس بیوقوف یتیم کو خرچ وغیرہ دینا چاہیئے اور ان وارثوں کو چاہیئے کہ اسے نصیحت کرتے

رہیں تاکہ سفاہت اس سے نکل جائے اور بلوغت تک اسکی آزمائش کرتے رہیں تاکہ سمجھدار ہوں تو انہیں مال دینا چاہیئے ورنہ نہیں دینا چاہیئے ۔ اور تیسری صورت آیت نمبر ۶ میں بیان فرمائی ہے کہ اگر یتیم کا کفیل فقیر تنگ دست ہو تو پھر وہ یتیم کے مال میں سے کھا سکتا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ یتیم اگر امیر ہو اور اس کا کفیل غریب ہو اور ظاہر بات ہے وہ یتیم تو چھوٹا ہونے کی وجہ سے اپنا مال سنبھال نہیں سکے گا اور کفیل اگر اس کے مال کی طرف توجہ دے تو اپنی ضروریات اس کی پوری نہیں ہو سکیں گی اور اگر وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کی غرض سے کہیں اور مزدوری کرے گا تو ادھر یتیم کا مال ضائع ہو گا اس لیے پروردگار نے اس یتیم کی مصلحت کی خاطر اس غریب کفیل کو اجازت دی ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ بقدر ضرورت یتیم کے مال میں سے کھا سکتا ہے یعنی جتنا معاوضہ اسے دوسری جگہ سے ملتا ہے اتنا معاوضہ وہ یتیم کے مال میں سے لے لے اور یتیم کے مال کا تحفظ کرے زمین ہے تو اس میں کاشت کرے کارخانہ یا دکان ہو تو اسے خود چلائے اس کی نگرانی کرے اور پانچ ناجائز صورتوں میں سے پہلی اور دوسری صورت سورۂ نساء آیت نمبر ۲ میں بیان فرمائی ہیں ۔

پہلی صورت یہ ہے وآتوا الیتمی اموالهم ولا تتبدلوا الخبيث بالطیب یتیموں کا مال انہیں دے دو اور ایسا مت کرو کہ تبدیل کر کے یتیم کا اچھا اچھا مال یا زمین وغیرہ خود رکھ لو اور اپنا ردی اور ناقص مال انہیں دے دو اور دوسری ناجائز صورت یہ ہے کہ یتیم کا کل مال اپنے مال میں شامل کر لیا جائے اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے ۔ ولا

تاکلوا اموالھم الی اموالکم اور مت کھاؤ ان کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر بے شک یہ بڑا گناہ ہے اور تیسری ناجائز ان الفاظ میں بیان فرمائی وان خفتم الا تقسطو فی الیتمٰی الایۃ اگر تمہیں یتیم بچیوں میں ناانصافی کا اندیشہ ہے تو ان کے بجائے اور عورتوں سے نکاح کر لو ان سے نکاح نہ کرو دراصل دورِ جاہلیت میں اگر کسی کی کفالت میں یتیم بچیاں ہوتی تھیں تو وہ بچیاں اگر خوبصورت ہوتیں تو ان سے ورثاء نکاح تو کرتے تھے لیکن انہیں مہر نہیں دیتے تھے اور اگر بدصورت ہوتی تھیں تو ان سے خود بھی نکاح نہیں کرتے تھے اور کہیں اور بھی نکاح کر کے نہیں دیتے تھے تاکہ وہ اس کا خاوند پھر اس کے مال کا مطالبہ نہ کرے بہرحال چونکہ یہ بھی یتیموں کی حق تلفی کا ایک طریقہ ہے تو اللہ پاک نے اس سے بھی روکا ہے اور چوتھی ناجائز صورت اس آیت میں بیان فرمائی ولا تاکلوا اسرافا وبدارا ان یکبرو اور مت کھاؤ ان کا مال اسراف سے اور جلدی جلدی کہ وہ بڑے ہو جائیں گے یعنی پہلی جن تین صورتوں میں یتیم کا مال کھانے کی اجازت دی ہے ان میں اسراف جائز نہیں ہے اور پانچویں ناجائز صورت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ ومن کان غنیا فلیستعفف جو غنی ہے وہ بچے اور یتیموں کا مال نہ کھائے اور آیت نمبر ۶ کے آخر میں نواں حکم یہ فرمایا ہے فاذا دَفَعْتُمْ اِلَیْھِمْ اَمْوَالَھُمْ فَاَشْھِدُوْا عَلَیْھِمْ جب یتیموں کو ان کا مال ان کے حوالے کرو تو اس پر گواہ بنا لو اور آخر میں دسویں چیز یہ فرمایا ہے وکفی باللہ حسیبا۔ اللہ

حساب لینے والا کافی ہے یعنی تم نے پورا دیا یا کم اس کا حساب اللہ لے گا اور آیت نمبر ۸ اور نمبر ۹ میں غیر وارث یتیم کے ساتھ بھی حسن سلوک اور دل جوئی کی ترغیب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی کی وراثت تقسیم ہو رہی ہو اور اس وقت کچھ ایسے لوگ یتیم وغیرہ بھی آجائیں جن کو اس وراثت میں سے حصہ نہیں ملتا تو انہیں بھی اس میں سے کچھ دینا چاہیئے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس مرنے والے نے تیسرے حصے کی وصیت کی ہو یا بالغ ورثاء اپنے حصوں سے دیں اور اگر مشترکہ مال سے دیں گے جس میں نابالغ بھی ہوں یا بالغ بھی ہوں مگر موجود نہ ہو تو اس طرح دینا ناجائز اور حرام ہے اور آخر میں اولیاء یتیم کو بڑی جاذب نصیحت فرمائی۔ فرمایا سوچو اگر تم مر جاؤ اور تمہارے چھوٹے بچے رہ جاتے تو تمہیں کتنا افسوس ہوتا اسی طرح تم میں سے ہی ایک بھائی مر گیا ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے ہیں اس کو بھی تو افسوس ہوا ہوگا اور اس کے بچوں کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی لہٰذا تمہیں چاہیئے کہ ان بچوں سے حسن سلوک کرو نہ کہ ان کا سارا مال بھی سمیٹ لو۔

یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھانے کی اخروی سزا

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ	بے شک جو لوگ یتیموں کا
اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا	مال ظلم و زیادتی سے کھاتے ہیں
اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ	بے شک وہ اپنے پیٹوں میں
بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ	آگ بھرتے ہیں اور عنقریب

سَعِيْرًا ○	وہ بھڑکنے والی آگ میں داخل ہوں گے
(سورۃ نساء آیت ۱۰)	
اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ○ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ○ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ○ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ○ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ○	کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے پس وہ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا پس ایسے نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں کے مقصد کو بھولے ہوئے ہیں اور جو دکھلاوے کے لیے پڑھتے ہیں اور لوگوں سے برتنے کی چیز بھی منع کرتے ہیں۔
(سورۃ الماعون)	

تشریح

سورۃ نساء والی آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم اور زیادتی سے کھاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور سورہ ماعون میں ایسے شخص کو قیامت کا منکر قرار دیا کیونکہ وہ یتیم کو دھکے دے کر نکال دیتا ہے اگر اس کا قیامت پر یقین ہوتا تو ایسا کیوں کرتا فرمایا ایسے انسان

کے لیے بربادی ہے اگر وہ نمازیں پڑھاتا ہے تو اس کی نمازیں دکھلاوے کی ہیں وہ مقصدِ نماز سے بھولا ہوا ہے کیونکہ مقصدِ نماز تو یہ ہے اللہ کی مرضی کے سوا کوئی لقمہ منہ میں نہ لے جائے اور جب یہ یتیم کا مال ہڑپ کر رہا ہے اس سے تو اس کی تمام عبادات برباد ہو جائیں گی، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہے کہ اگر ایک حرام لقمہ پیٹ میں چلا جائے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول ہوتی ہے اور نہ دعا مستجاب ہوتی ہے بہرحال ان آیات میں یتیموں کا مال کھانے والے کی سزا بیان فرمائی ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ سزا کیسی ہوگی اور کتنے عرصے تک ہوگی اس کی تفصیل جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور ارشاداتِ عالیہ میں ملاحظہ فرمائیں جو عنقریب ہم ذکر کریں گے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ	حضرت ابوہریرہ سے روایت
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	ہے کہ بے شک رسول اللہ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ	سات ہلاک کرنے والی چیزوں
قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	سے بچو عرض کیا گیا یارسول اللہ
وَمَا هُنَّ قَالَ	وہ کونسی ہیں آپ نے فرمایا
اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ	اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ جادو
وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ	کرنا۔ ناجائز قتل کرنا۔ سود
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ	کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ میدانِ
وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ	جہاد سے فرار اختیار کرنا پاک

مَالَ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ (ابن کثیر جزء اوّل ص ۴۵۶

دامن گناہ سے بے خبر مومنہ عورتوں کو تہمت زنا لگانا۔

تشریح

اس حدیث پاک میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کو معاشرہ کی تباہی اور بربادی کا ذریعہ بتایا ہے ان میں سے یتیم کا مال کھانا بھی ہے اور ان سب کی تفصیل بیان کرنے کی تو یہاں گنجائش نہیں ہے البتہ یتیم کا مال کھانے کی سزا کی تفصیل مزید آرہی ہے۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا رَأَيْتَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِكَ قَالَ انْطُلِقَ بِيْ اِلٰى خَلْقٍ مِنْ خَلْقِ اللهِ كَثِيْرٍ رِجَالٌ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ لَهٗ مِشْفَرٌ كَمِشْفَرِ الْبَعِيْرِ وَهُوَ مُوَكَّلٌ بِهِمْ رِجَالٌ يَفُكُّوْنَ لِحَاءَ

حضرت ابی سعید خدری سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا دیکھا آپ نے اس رات جس میں آپ کو معراج کرایا گیا آپ نے فرمایا لے گیا وہ مجھے طرف بہت سی مخلوق کے اللہ کی مخلوق سے بہت سے مرد ہیں ہر مرد کے ہونٹ اونٹ جیسے ہیں اور ان پر کچھ لوگ مقرر ہیں جو ان کے

أَحَدِهِمْ ثُمَّ يُجَاءُ بِصَخْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَتُقْذَفُ فِي فِيْ أَحَدِهِمْ حتی یخرج من اسفله ولهم جوار وصرخ قلت يا جبرائیل من هولاء و قال هٰؤُلَاءِ الذين یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونهم نارا و سیصلون سعیرا

(ابن کثیر جزء اول)

جبڑوں کو چیرتے ہیں پھر آگ کا ایک پتھر لایا جاتا ہے جو ان میں سے ہر ایک کے منہ میں پھینک دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے نیچے سے نکل جاتا ہے اور وہ چیخ وپکار رہے تھے۔ میں نے کہا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں تو اس نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم وزیادتی سے کھاتے ہیں یقیناً وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

تشریح

اس حدیثِ پاک میں یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھانے والوں کی جو سزا بیان ہوئی ہے شبِ معراج میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا عملی نمونہ دکھایا گیا تھا تاکہ آپ اُمّت کو بتائیں اور وہ عبرت حاصل کریں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نمونہ بیان فرما دیا۔

عَنْ اَبِیْ بُرْزَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْقَوْمُ مِنْ قُبُوْرِہِمْ تَاَجَّجَ اَفْوَاھُہُمْ نَارًا قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ ھُمْ قَالَ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ قَالَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ (الآیة) (ابن کثیر)

حضرت ابی برزہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک قوم اپنی قبروں سے اٹھائی جائے گی جن کے منہ آگ سے جلتے ہوئے ہوں گے۔ کہا گیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے۔

تشریح

پہلی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں قیامت کے دن ان کا منہ کھول کر اور اسے کشادہ کر کے اس میں آگ کے پتھر مارے جائیں گے جو پاخانہ کے راستے سے نکل جائینگے اور ابی برزہ والی حدیث میں آیا ہے کہ جب وہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو ان کے منہ آگ سے جلتے ہوتے ہوں گے پس معلوم ہوا کہ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھانے والے کو آخرت میں بھی عذاب ہوگا اور قبر میں بھی عذاب ہوگا لیکن قبر والے عذاب کی کیفیت یہ ہوگی

کہ یتیم کا مال کھانے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں جو آگ بھرے گی اس کا اثر منہ سے ظاہر ہوگا اور قیامت والے عذاب کی کیفیت یہ ہوگی کہ اس کا منہ کھول کر کے اس میں پتھر مارا جائے گا جو پاخانے کے راستے سے نکل جائے گا اور یہ طریقہ اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ اس پیٹ میں اس نے یتیم کا مال کھایا ہے اس لیے اسے یہ سزا دی جائے گی۔ واللہ اعلم۔

یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کی دنیاوی سزا

وَ اَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ	بہرحال جب اللہ تعالیٰ اسے
فَقَدَرَ عَلَيْهِ	آزماتا ہے پھر اس پر اس
رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ	کی روزی تنگ کرتا ہے
رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۚ	پھر وہ کہتا ہے کہ میرے
كَلَّا بَلْ لَّا	رب نے مجھے ذلیل کردیا
تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ	ہے ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى	کی عزت نہیں کرتے تھے
طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ	اور مساکین کے کھانے پر کسی
وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ	کو ترغیب نہیں دیتے اور
اَكْلًا لَّمًّا ۙ	مال وراثت کو سمیٹ کر کھا
وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ	جاتے تھے اور تم مال سے
حُبًّا جَمًّا ۗ	بڑی محبت رکھتے تھے۔

(سورۃ الفجر آیت نمبر ۱۵ تا ۲۰)

تشریح

ان آیتوں میں چار چیزوں کو زوال دولت و نعمت اور کاروباری پریشانی کا ذریعہ بتایا ہے۔ پہلی چیز یتیم کا اکرام نہ کرنا۔ دوسری چیز مساکین کے کھانے پر کسی کو ترغیب نہ دینا تیسری یتیمی وغیرہ کی وراثت ناجائز طور پر کھا جانا اور چوتھی چیز مال و دولت سے محبت رکھنا اور یہ آیات مجمل ہیں ان کی توضیح و تشریح جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُحْسَنُ اِلَیْهِ وَشَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْهِ یَتِیْمٌ یُسَاءُ اِلَیْهِ	اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔

(رواہ ابن ماجہ)

تشریح

اس حدیث میں سورۃ فجر والی آیتوں کی تشریح و توضیح ہے کیونکہ فجر والی آیتوں میں فرمایا ہے کہ جو شخص یتیم کا اکرام نہ کرے اور اس کی وراثت ناجائز طور پر سمیٹ کر کھا جائے اللہ تعالیٰ اس کی روزی تنگ کر دیتے ہیں اور اس حدیث ایسے شخص کے گھر کو شر فرمایا یعنی اس گھر میں روزی تنگ ہونے کے علاوہ اور بھی طرح طرح کی شر ہوگی جھگڑا فتنہ فساد اور امراض وغیرہ پیدا ہوں گی بہر حال یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے سے انسان دنیا کے اندر بھی مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے سب کو پناہ عطا فرمائے

یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کے فضائل اور برکات

وَعَنْ سَهْلِ ابْنِ	حضرت سہل بن سعد سے
سَعْدٍ قَالَ قَالَ	روایت ہے انہوں نے
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور
اَنَا وَكَافِلُ	یتیم کی کفالت کرنے والا
الْيَتِيْمِ لَهٗ وَ	خواہ اس کا رشتہ دار ہو
لِغَيْرِهٖ فِيْ	یا غیر جنت میں اس طرح ہونگے
الْجَنَّةِ هٰكَذَا	اور آپ نے اپنی انگشت
وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ	شہادت اور درمیانی سے

وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا — اشارہ فرمایا اور ان دونوں کے درمیان تھوڑا فاصلہ رکھا ۔

(رواہ البخاری) — (امام بخاری نے یہ حدیث نقل کی ہے)

تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یتیم کی تعلیم وتربیت اور کفالت کرنے والے کی فضیلت فوقیت اور درجات کو بیان فرمایا ہے اور یہ سمجھانے کے لیے آپؐ نے اپنی مبارک دو انگلیاں کھڑی کیں ایک انگشتِ شہادت جو سبابہ بھی کہلاتی ہے اور ایک درمیانی بڑی انگلی اور درمیان میں جگہ تھوڑی سی خالی چھوڑی اس میں ایک تو یہ اشارہ فرمایا کہ یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں میرا ساتھی ہوگا اور اس کا مرتبہ سب سے بلند ہوگا اور دوسرا یہ اشارہ فرمایا کہ وہ رتبہ میں برابر نہیں ہوگا کیونکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ساری مخلوق سے زیادہ ہے اور یہ بھی فرما دیا کہ یہ مرتبہ صرف اپنے رشتہ دار یتیم کی کفالت سے ہی نصیب نہیں ہوتا بلکہ کسی بھی یتیم کی کفالت سے نصیب ہو سکتا ہے خواہ وہ برادری کا ہو یا غیر برادری کا ہو

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ — اور حضرت ابوہریرہؓ سے
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ — روایت ہے انہوں نے فرمایا
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
خَيْرُ بَيْتٍ فِی — علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں
الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ — بہترین گھر وہ ہے جس میں

يَـتِيمٌ يُحْسَنُ اِلَيْـهِ	یتیم ہو اور اس سے حسن سلوک
وَشَرُّ بَيْتٍ فِى	کیا جائے اور مسلمانوں میں
الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ	بدترین گھر وہ ہے جس میں
فِيْهِ يَـتِيمٌ يُسَاءُ اِلَيْـهِ	یتیم ہو اور اس سے بدسلوکی
(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الشفقت سے منقول ہیں)	کی جائے ۔

تشریح

اس حدیث پاک کے دو حصے ہیں ایک حصے میں خیر کا ذکر ہے اور دوسرے میں شر کا ذکر ہے اور اس کی تشریح ابھی کچھ پہلے گزر گئی ہے اور خیر والی خبر کی تشریح یہ ہے کہ جس گھر میں یتیم ہو اور اہل خانہ اسکے ساتھ اچھے پیش آئیں اس کے ساتھ شفقت اور پیار کریں جس طرح کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ پیار کرتے ہیں اور اس کے مال و متاع کی اسی طرح حفاظت کریں جس طرح کہ وہ اپنے بچوں کے لیے مال کی حفاظت کرتے ہیں تو ایسے گھر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر و برکت اور رحمت نازل ہوگی اور آفات و بلیات سے محفوظ رہیں گے ۔

وَعَنْ اَبِىْ اِمَامَةَ قَالَ	اور حضرت ابی امامہ سے
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	روایت ہے انہوں نے فرمایا
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ	کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
مَسَحَ رَاْسَ يَتِيْمٍ لَمْ	علیہ وسلم نے فرمایا جس نے
يَمْسَحْهُ اِلَّا لِلّٰهِ كَانَ	یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرا
بِكُلِّ شَعْرَةٍ يَمُرُّ	محض اللہ کی رضا کے لیے

عَلَيْهَا بِيَدِهٖ حَسَنَاتٍ	کے لیے ہر بال کے بدلے
وَمَنْ اَحْسَنَ	جو اس کے ہاتھ کے نیچے
اِلٰى يَتِيْمَةٍ اَوْ يَتِيْمٍ	آئے نیکیاں ہوں گی اور
عِنْدَهٗ كُنْتُ اَنَا	جس کے پاس یتیم بچی یا بچہ
وَهُوَ فِى الْجَنَّةِ	ہو اور وہ اس کے ساتھ
كَهَاتَيْنِ	حسن سلوک کرے ہیں اور
وَقَرَنَ بَيْنَ	وہ جنت میں ایسے ہوں گے
اُصْبَعَيْهِ	اور آپ نے اپنی انگلیوں
(رواہ احمد وانس مدنی)	کو ملایا۔
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ	اور حضرت ابن عباس سے
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	روایت ہے انہوں نے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی
مَنْ اٰوٰى يَتِيْمًا	اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
اِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ	نے یتیم کو اپنے کھانے پینے
اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ	کی طرف پناہ دی اللہ نے
الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ اِلَّا	اس کے لیے یقیناً جنت
اَنْ يَعْمَلَ ذَنْبًا	واجب کر دی ہے مگر وہ
لَا يُغْفَرُ وَمَنْ	کوئی ایسا گناہ کرے جو قابل
عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ	معافی نہ ہو اور جس نے
اَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ	تین بچیوں کی یا تین بہنوں
الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ	کی تربیت کی پھر انہیں ادب

وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاثْنَيْنِ قَالَ اَوِ اثْنَيْنِ حَتّٰى لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ بِكَرِيْمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا كَرِيْمَتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ

(رواہ فی شرح السنۃ)

سکھایا اور ان کے ساتھ شفقت کی یہاں تک کہ اللہ انہیں غنی کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ اور دو۔ تو فرمایا یا دو یہاں تک اگر وہ کہتے ایک تو آپ فرماتے ایک اور اللہ تعالیٰ جس کے دو کریم لے جائے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا اس کی دو کریم کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کی دو آنکھیں ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَكَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ قَالَ اِمْسَحْ رَاْسَ الْيَتِيْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ

اور حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ بے شک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا دل سخت ہونے کی شکایت کی آپ نے فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلا

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الشفقۃ سے منقول ہیں)

عورتیں اور یتیم اپنے زیادہ قریبی رشتہ داروں کی وراثت میں شریک ہیں

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ	مردوں کے لیے حصہ ہے اس
مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ	میں سے جو چھوڑا ان کے
وَالْاَقْرَبُوْنَ	والدین نے یا سب سے زیادہ
وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ	قریبی رشتہ داروں نے
مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ	اور عورتوں کے لیے حصہ ہے
وَالْاَقْرَبُوْنَ	اس میں سے جو چھوڑا ہے
مِمَّا قَلَّ اَوْ	ان کے والدین نے یا سب
كَثُرَ ۚ نَصِيبًا	سے زیادہ قریبی رشتہ داروں
مَّفْرُوْضًا ○	نے اس مال میں سے جو تھوڑا
(سورہ نساء آیت ۷)	ہو یا زیادہ حصے مقرر کر دیئے
	گئے ہیں۔

شانِ نزول

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ	اور حضرت جابر سے روایت
جَاءَتِ امْرَاَةُ	ہے انہوں نے فرمایا کہ
سَعْدِ ابْنِ الرَّبِيعِ	سعد بن ربیع کی بیوی اپنی
بِابْنَتَيْهَا مِنْ	دو بیٹیاں جو سعد بن ربیع

سَعْدِ ابْنِ الرَّبِيْعِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَاتَانِ اِبْنَتَا سَعْدِ ابْنِ الرَّبِيْعِ قُتِلَ اَبُوْهُمَا مَعَكَ يَوْمَ اُحُدٍ شَهِيْدًا وَاِنَّ عَمَّهُمَا اَخَذَ مَالَهُمَا وَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا وَلَا تُنْكَحَانِ اِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ قَالَ يَقْضِى اللّٰهُ فِىْ ذٰلِكَ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْمِيْرَاثِ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَمِّهِمَا فَقَالَ اَعْطِ لِاِبْنَتَىْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ وَاَعْطِ اُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِىَ فَهُوَ لَكَ (مشکوٰۃ باب الفرائض صـ۲۶۱)

سے تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی پھر اس نے کہا یا رسول اللہ یہ دو بچیاں سعد ابن ربیع کی ہیں ان کا باپ آپ کے ساتھ اُحد کے دن شہید کیا گیا ہے اور بے شک ان کے چچا نے ان کا مال لے لیا ہے اور ان کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا اور ان سے نکاح نہیں کیا جائے گا مگر کہ ان کے پاس مال ہو۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ اس معاملہ میں فیصلہ کرینگے پھر اتری آیت میراث پھر بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام ان کے چچا کے پاس پھر آپ نے فرمایا کہ تم سعد کی دو بیٹیوں کو دو تہائی مال دے دو اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو اور جو بچ جائے وہ تمہارا ہے

تشریح

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت سعد بن ربیع غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور ان کی دو بچیاں اور ایک بیوہ رہ گئی اور ان کے چچا نے پرانے دورِ جاہلیت کے موافق ان کے سارے مال پر قبضہ کر لیا چنانچہ وہ بیوہ ان دونوں بچیوں کو ساتھ لے کر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور واقعہ عرض کیا اور چونکہ اس سلسلہ میں اس سے قبل کوئی آیت اتری ہوئی نہیں تھی اس لیے آپ نے وعدہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرمائیں گے چنانچہ آیت میراث اتری تو آپ نے ان بچیوں کے چچا کو بلا کر ان بچیوں کو دو تہائی، بیوہ کو آٹھواں اور اس چچا کو بقیہ مال دیا پس اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جناب رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے دورِ جاہلیت میں یتیم بچوں بچیوں اور بیواؤں کو مرنے والے قریبی رشتہ دار کی وراثت میں شریک نہیں کرتے تھے وہ مرنے والا خواہ ان کا باپ ہو بھائی ہو ماں ہو بیٹا ہو یا خاوند وغیرہ ذالک اس زمانہ میں قانون وراثت یہ تھا کہ مرنے والے کا وارث اسے سمجھتے تھے جو گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر شمشیر زنی کر سکے ظاہر بات ہے کہ عورتیں اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچے یہ کام تو نہیں کر سکتے تھے اس لیے اس ظالمانہ قانون سے وہ متاثر ہوتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالے نے ایسے کالے اور ظالمانہ نظاموں کو مٹانے کے لیے مبعوث فرمایا تھا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ آپ کی موجودگی میں ضعیفوں بے کسوں کو اپنے حقوق سے محروم

رکھا جاتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایسا ضابطہ میراث نازل فرمایا کہ جس میں تا قیامت آنے والی نسل انسانی کے یتیم بچوں بچیوں اور صنف نازک مستورات کے حقوق کی پوری ضمانت دے دی گئی ہے۔

چنانچہ اس آیت کریمہ میں اس سلسلہ میں پانچ ضابطے بیان فرمائے ہیں۔ پہلا ضابطہ یہ ہے لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مردوں کے لیے حصہ ہے اور یہ جملہ مجمل ہے کیونکہ اس میں تفصیل نہیں ہے کہ وہ مرد مومن ہوں یا کافر چھوٹے ہوں یا بڑے بوڑھے ہوں یا جوان قاتل ہوں یا غیر قاتل اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ سے اس کی پوری تفصیل معلوم ہوتی ہے آنے والی احادیث میں ملاحظہ فرمالیں۔

وَعَنْ أُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ	اور حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا
مشکوٰۃ باب الفرائض	

تشریح

اس حدیث پاک میں للرجال کی تشریح بھی بیان فرمادی ہے کہ اس سے مراد مومن ہے کافر نہیں ہے یعنی اگر باپ مرجائے اور اسکا بیٹا کافر موجود ہو تو وہ اپنے اس باپ کا وارث نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر بیٹا کافر مرجائے تو اس کا باپ مسلمان اس کافر بیٹے کا وارث نہیں ہوگا

اور اسی طرح بقیہ مثالیں قیاس کر لی جائیں اور مرتد کا بھی یہ ہی حکم ہے مگر اس میں محققین علماء کا اختلاف ضرور ہے جو فتاوٰوں میں دیکھا جاسکتا ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتَوَارَثُ اَھْلُ مِلَّتَیْنِ شَتّٰی (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ)	اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو مختلف مذاہب والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔

تشریح

اس حدیث میں جو اہل ملتین کا لفظ ہے اس سے مراد اگر صرف اسلام اور کفر لیا جائے تو پھر یہ حدیث پہلی حدیث کی تائید ہو گی اور اگر اہل ملتین کو عام قرار دیا جائے تو پھر بھی یہ پہلی حدیث کی تائید ہی ہو گی کیونکہ ملتین عام ہے خواہ اسلام ہو یا غیر اسلام۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْقَاتِلُ لَا یَرِثُ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)	اور حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاتل وارث نہیں ہوتا (ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ حدیث

نقل کی ہے)

تشریح

یہ حدیث بھی للرجال نصیب کی تشریح ہے کیونکہ یہ جملہ بظاہر عام معلوم ہوتا ہے مگر جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ للرجال سے مراد وہ ہے جو قاتل نہ ہو کیونکہ قاتل مقتول کی وراثت سے محروم ہوتا ہے لیکن قتل سے مراد وہ قتل ہے جس سے قصاص کفارہ یا دیت لازم ہوتی ہو ایسے قتل سے قاتل مقتول کی وراثت سے محروم ہوتا ہے اور ان کے ماسوا محروم نہیں ہوتا۔ اس کی مکمل تفصیل انشاء اللہ اپنی بحث میں آئے گی یہاں اسے چھیڑنا طوالت کا باعث ہوگا اور یہ کتاب مختصر ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ	اور حضرت جابر سے روایت
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ	ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب
صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اِذَا اسْتَھَلَّ الصَّبِیُّ	نے فرمایا جب بچہ بوقت
صُلِّیَ عَلَیْہِ	ولادت آواز دے تو اس
وَوُرِّثَ	پر نماز جنازہ پڑھی جائے اسے
(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الفرائض سے منقول ہیں۔)	وارث ٹھہرایا جائے۔

تشریح

یہ حدیث پاک بھی للرجال نصیب کی تشریح ہے کیونکہ بظاہر اس

جملہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید کہ اس سے مراد بالغ مرد ہوں گے چھوٹے بچے اس میں شامل نہیں ہونگے اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی سے معلوم ہو کہ اس سے مراد مذکر ہے خواہ وہ بالغ ہو یا نابالغ ہو یہاں تک کہ اگر بچہ بوقت ولادت آواز نکالے یا کوئی حس وحرکت کرے اور مرجائے تو آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کا حق ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور وہ وارث ہوگا اور اس کے بھی وارث ہوں گے ۔ اس کی پوری تفصیل کتب فقہ میں ہے ۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ عَاهَرَ بِحُرَّةٍ اَوْ اَمَةٍ فَالْوَلَدُ وَلَدُ الزِّنَا لَا يَرِثُ وَلَا يُوْرَثُ (رواہ الترمذی)

اور حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اس کے دادا سے روایت کی ہے کہ بے شک جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی زنا کرنے والا ہو ساتھ آزاد یا باندی کے پس بچہ ولد الزنا ہے وہ وارث نہیں اور نہ وارث بنایا جاتا ہے (یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے)

تشریح

یہ حدیث پہلی حدیث کی تشریح ہے پہلی حدیث میں آچکا ہے کہ

بچہ بوقت ولادت بولے یا حس وحرکت کرے اور مرجائے تو وہ بھی وارث ہوگا اور اس کے بھی وارث ہوں گے اور اس حدیث میں وضاحت بیان فرمائی ہے کہ اس بچے سے مراد وہ بچہ ہے جو جائز ذریعہ سے پیدا ہوا ہو اور جو بچہ ناجائز یعنی زنا سے پیدا ہوا ہو وہ وارث نہیں اس باپ کا اور وہ باپ اس کا وارث نہیں ہوگا کیونکہ وراثت نسب سے چلتی ہے اور یہ اس کی نسب نہیں ہے البتہ وہ زانیہ ماں اس بچے کی وارث ہوگی اور وہ بچہ اس کا وارث ہوگا اس کی بھی مزید تفصیل آنے والی حدیث میں ہے۔

وَعَنْ وَاثِلَةَ ابْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحُوْزُ الْمَرْاَةُ ثَلٰثَ مَوَارِيْثَ عَتِيْقَهَا وَلَقِيْطَهَا وَوَلَدَهَا الَّذِيْ لَاعَنَتْ عَنْهُ (رواہ الترمذی وابو داؤد وابن ماجہ)

اور حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت تین وراثتیں جمع کرتی ہے اپنے آزاد کردہ کی اپنے پائے ہوئے کی اور اپنے اس بچے کی کہ لعان کیا اس نے اس کی طرف سے (یہ حدیث ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ سے نقل کی ہے)

تشریح

اس حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ تین قسم کے آدمیوں کی صرف عورت

وارث ہوتی ہے ایک وہ غلام جسے وہ آزاد کرے اور وہ مرجائے اور اس کے اپنے اور وارث نہ ہوں تو اس وقت یہ آزاد کنندہ عورت اس کی وارث ہوگی اور دوسرا وہ لاوارث بچہ گرپڑا جسے وہ عورت اٹھا لے اور اسے پالے اور وہ مرجائے تو یہ عورت اس کی وارث ہے اور تیسرا وہ بچہ کہ خاوند اپنی بیوی پر تہمت زنا لگاتے اور کہے کہ یہ بچہ زنا سے ہے اور پھر قاضی ان کے درمیان تفریق کردے اور یہ بچہ اس عورت کے حوالے کردے یہ عورت اس بچے کی وارث ہوگی اور لعان کی تفصیل گزر چکی ہے۔

وَعَنِ الْمِقْدَامِ قَالَ	اور حضرت مقدام سے روایت
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ	نے فرمایا میں سب سے زیادہ
مِنْ نَفْسِهٖ	قریبی تعلق رکھتا ہوں ہر مومن
فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا	سے اسکی ذات کی نسبت
اَوْضَيْعَةً فَاِلَيْنَا وَمَنْ	پس جو قرض چھوڑے یا
تَرَكَ مَالًا فَلِوَ	عیال تو وہ ہمارے ذمہ
رَثَتِهٖ وَاَنَا مَوْلٰى	ہے اور جو مال چھوڑے
مَنْ لَّا مَوْلَا لَهٗ	تو وہ اس کے وارثوں کا ہے
اَرِثُ مَالَهٗ وَاَفُكُّ	اور میں وارث ہوں اس کا
عَانَهٗ وَالْخَالُ	جس کا کوئی وارث نہیں ہے
وَارِثُ مَنْ لَا	میں وارث ہوں اس کے

وَارِثُ لَهُ يَرِثُ
مَالَهُ وَيَفُكُّ
عَانَهُ وَفِي
رِوَايَةٍ وَأَنَا
وَارِثُ مَنْ لَا
وَارِثَ لَهُ أَعْقِلُ
عَنْهُ وَارِثُهُ
وَالْخَالُ وَارِثُ
مَنْ لَا وَارِثَ
لَهُ يَعْقِلُ عَنْهُ
وَيَرِثُهُ

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ باب الفرائض
سے منقول ہیں۔)

مال کا اور چھڑاؤں گا اس کی
گردن اور ماموں وارث ہے
اس کا جس کا کوئی وارث نہیں
ہے وارث ہے وہ اس کے
مال کا اور چھڑائے گا وہ اس
کی گردن اور ایک روایت
میں ہے اور میں وارث ہوں
اس کا جس کا کوئی وارث نہیں
دیت دوں گا اس کی طرف
سے اور میں اس کا وارث
ہوں اور ماموں وارث ہے
اس کا جس کا کوئی وارث
نہیں ہے دیت دے وہ
اس کی طرف سے اور وہ اس
کا وارث ہے (یہ حدیث
ابوداؤد نے نقل کی ہے)

تشریح

یہ حدیث پاک بھی للرجال نصیب کی تشریح ہے اور اس میں جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کی جائیداد مال و متاع کچھ بھی نہ

ہو اور اس پر قرض ہو یا اس کے چھوٹے بچے ہوں تو اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اس کا قرض بھی میں ادا کروں گا اور اس کی بیوہ بچیوں اور بچوں کی حفاظت بھی میں یعنی یہ ذمہ داری اسلامی مملکت کی ہے کہ بیت المال سے یہ ادا کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کا کوئی بھی وارث نہ ہو تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کا وارث ہوں یعنی اس کا مال بیت المال میں داخل کر دیا جائے اور تیسری صورت یہ بیان فرمائی کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کا اور کوئی قریبی وارث نہ ہو صرف ماموں ہو تو وہ اس کا وارث ہے مال ہے تو وہ اس کا وارث ہے اور اگر اس پر کوئی قرض ہے یا خون بہا وغیرہ دینا ہے تو وہ بھی وہ ماموں ہی ادا کرے گا۔ بہرحال یہ حدیث بھی نصیب للرجال کی تشریح ہے۔ اور دوسرا ضابطہ یہ ہے والاقربون یعنی میت کی وراثت ان لوگوں کو ملے گی جو اس کے ساتھ سب سے زیادہ قریبی تعلق رکھتے ہوں اور اگر وہ قریبی نہ ہوں تو ان سے دوسرے نمبر پر جو قریبی ہیں وہ وراثت لیں گے وہ بھی نہ ہوں تو پھر تیسرے نمبر والے علی ہذا القیاس سلسلہ اور اگر کوئی رشتہ دار قریبی یا دور کا نہ ہو تو پھر بیت المال میں وہ مال جمع کیا جائے گا اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اور یہ ضابطہ اس لیے رکھا کہ میت کے ساتھ چونکہ بہت سے لوگوں کے تعلقات ہوتے ہیں اور یہ جال بالواسطہ یا بلاواسطہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اگر یہ ضابطہ نہ ہو تو پھر یہ نزاع ختم نہیں ہو سکتا اس زیادہ قرب کا لحاظ رکھ کر کے یہ مال تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات اور عمل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ مَوْلًى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَتَرَكَ شَيْئًا وَلَمْ يَدَعْ حَمِيْمًا وَلَا وَلَدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوْا مِيْرَاثَهٗ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ قَرْيَتِهٖ (رواه ابوداود والترمذی)

اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام آزاد کردہ مرگیا اور اس کا کچھ مال رہ گیا اور اس نے کوئی وارث اور اولاد نہ چھوڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہ اس کی میراث اس کی بستی کے کسی آدمی کو دے دو (یہ حدیث ابوداود اور ترمذی نے نقل کی ہے)

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ مَاتَ رَجُلٌ مِنْ خُزَاعَةَ فَاُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِيْرَاثِهٖ فَقَالَ الْتَمِسُوْا لَهٗ وَارِثًا اَوْ ذَا رَحِمٍ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهٗ وَارِثًا وَلَا ذَا رَحِمٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور حضرت بریدہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی مرگیا اور اس کی وراثت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی تو آپ نے فرمایا اس کے کسی وارث کو تلاش کرو یعنی ذو الفروض اور عصبہ یا ذی رحم پس نہ پایا انہوں نے اس کے لیے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوْا الْكُبْرَ مِنْ خُزَاعَةَ (رواہ ابوداود) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ اُنْظُرُوْا اَكْبَرَ رَجُلٍ مِنْ خُزَاعَةَ۔

کوئی وارث اور نہ ذی رحم پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدو خزاعہ کے بڑے کو اور ایک روایت میں ہے کہ دیکھو کسی بڑے آدمی کو قبیلہ خزاعہ میں سے۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب الفرائض سے منقول ہیں۔)

تشریح

ان دونوں احادیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور عمل سے معلوم ہوا کہ تقسیم وراثت اقربیت کی بنا پر ہے۔ پہلے مرنے والے کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ داروں میں وراثت تقسیم ہوگی وہ نہ ہوں تو پھر دوسرے نمبر والے وہ بھی نہ ہوں تو پھر تیسرے علی ہذا القیاس کوئی وارث قریبی یا دُور کا نہ ہو تو پھر اس کی مالک وقتی اسلامی حکومت ہوگی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ پہلے مرنے والے کے قریبی اور دور کے وارثوں کو تلاش کرایا جب کوئی بھی نہ ملا تو پھر آپ نے بحیثیت خلیفہ امیر اور سربراہِ مملکت ہونے کے وہ مال سرکاری طور پر اس مرنے والے کی بستی والوں کو اور ایک میں اس مرنے والے کی قوم کے بڑے آدمی کو وہ مال دلا دیا اس اعتبار سے کہ وہ غریب تھے اور بیت المال میں جو ہوتا ہے وہ غریبوں کا ہی ہوتا ہے اور نیز اس اقربون کے صیغے سے یہ بھی معلوم ہوگیا ہے کہ پوتا بیٹوں کی موجودگی میں دادا کا وارث نہیں ہوسکتا کیونکہ بیٹے مرنے والے کے پوتے کی

بہ نسبت زیادہ قریبی ہیں اور پوتا دُور ہے ہاں دادا کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی جائداد میں سے تیسرے حصّے کی وصیت کرے پوتے کے حق میں تاکہ وہ محروم نہ رہے ۔ اور تیسرا ضابطہ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ میں بیان فرمایا ہے کہ عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑا والدین نے اور قریب ترین رشتہ داروں نے اس ضابطہ کو مردوں سے الگ بیان کرنے کی حکمت یہ ہے کہ عورت بھی اپنے رشتہ داروں کی وراثت میں شریک ہے اگر اس ضابطہ کو الگ نہ بیان کیا جاتا بلکہ دوسرے احکامات نماز روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کی طرح مشترک رکھا جاتا تو بھی تو یہ مسئلہ سمجھ میں آسکتا تھا لیکن اجمال پھر بھی باقی رہتا اس لیے اللہ رب العزت نے اس ضابطے کو الگ بیان کرکے وضاحت بیان فرما دی تاکہ کسی قسم کا ابہام نہ رہے نیز نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ جل شانہٗ کا اپنا حق ہے اور وراثت یہ مخلوق کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حق میں تو ابہام رکھ دیا ہے لیکن مخلوق کے حق میں ابہام نہیں رکھا کیونکہ جو شخص اللہ کا حق نہ ادا کرے اللہ کی مرضی ہے اسے معاف کرے یا نہ کرے لیکن مخلوق کا حق وہ معاف نہیں کرے گا اس لیے اس نے صنف نازک مستورات کے حقوق کی پوری وضاحت بیان فرما دی ہے اور للنساء کا یہ صیغہ مجمل ہے اس کی تفصیل وہ ہی ہے جو للرجال میں بیان ہوئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ عورت مسلمان ہو کافر نہ ہو ۔ قاتلہ نہ ہو زانیہ نہ ہو کیونکہ زانی مرد اور زانیہ عورت باہم ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے نیز بوقتِ ولادت

اگر کوئی بچی آواز نکالے یا حس و حرکت کرے اور مر جائے تو وہ بھی وارث ہے اور اس کے بھی وارث ہوں گے۔ اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور چوتھا ضابطہ یہ ہے مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ یعنی مال تھوڑا ہو یا زیادہ سب میں حصہ ہے وارثوں کا اور یہ ضابطہ اس لیے رکھا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے دور جاہلیت میں بعض عرب قبائل میں بھی رواج تھا کہ مرنے والے کا اچھا اچھا مال مثلاً گھوڑا یا تلوار وغیرہ۔ بعض رشتہ دار ویسے ہی سوائے تقسیم کے خود رکھ لیتے تھے اور ناقص مال جو ہوتا وہ اس کی بیوہ یا یتیم کو دے دیتے تھے ان کا یہ خیال ہوتا تھا کہ یہ یتیم ہیں چھوٹے ہیں یا بیوہ ہے ایک عورت ہے اسے تلوار یا گھوڑے کی کیا ضرورت ہے تو اللہ رب العزت نے مما قل منہ او کثر کی قید لگادی کہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ رشتہ دار اس میں شریک ہیں کوئی قریبی رشتہ دار از سر خود سوائے تقسیم کے میت کے مال میں سے رکھ نہیں سکتا ہاں تقسیم ہو پھر جو حصہ میں آئے وہ لے سکتا ہے اور پانچواں ضابطہ یہ بیان فرمایا نصیباً مفروضاً کہ یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اب ان میں کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں کر سکتا اور کوئی بھی آدمی ان میں کمی بیشی یا تبدیلی کا مجاز نہیں ہے اور اب رہا یہ مسئلہ کہ وہ کیا کیا حصے ہیں مردوں کو کیا ملے گا اور عورتوں کو کیا ملے گا اس سلسلہ میں اگرچہ احادیث کی روشنی میں کچھ تفاصیل لکھ دی گئی ہیں لیکن پھر بھی ابھی تک یہ آیت مجمل ہے اور اس کی تشریح آنے والی آیات میں آرہی ہے اور اس طرح رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ سے بھی اس کی

توضیح انشاء اللہ العزیز عرض کی جائے گی واللہ ھو الموفق والمعین

موجودہ زمانہ میں بھی یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھایا جا رہا ہے جیسا کہ جب کوئی شخص وفات پا جاتا ہے تو اس کے مال کے ہر ہر حصہ اور ہر چھوٹی بڑی چیز کے ساتھ ہر وارث کا حق متعلق ہو جاتا ہے، اس کے نابالغ بچے یتیم ہوتے ہیں، ان بچوں کے ساتھ عموماً ہر گھر میں ظلم و زیادتی کا برتاؤ ہوتا ہے اور ہر وہ شخص جو ان بچوں کے باپ کی وفات کے بعد مال پر قابض ہوتا ہے خواہ ان بچوں کا چچا ہو یا بڑا بھائی ہو یا والدہ ہو یا اور کوئی ولی یا وصی ہو، اکثر ان امور کے مرتکب ہو جاتے ہیں جن کی ممانعت اس رکوع میں کی گئی ہے، اوّل تو سالہا سال مال کو تقسیم کرتے ہی نہیں ان بچوں کی روٹی کپڑے پر تھوڑا بہت خرچ کرتے رہتے ہیں، پھر بدعات رسومات اور فضولیات میں اسی مال مشترک سے خرچ کئے چلے جاتے ہیں، اپنی ذات پر بھی خرچ کرتے ہیں اور سرکاری کاغذات میں نام بدلوا کر اپنے بچوں کا نام لکھواتے ہیں، یہ وہ باتیں ہیں جن سے کوئی ہی گھر خالی رہتا ہوگا۔

مدرسوں اور یتیم خانوں میں جو چندہ یتیموں کے لیے آتا ہے اس کو یتیموں پر خرچ نہ کرنا بھی ایک صورت یتیم کا مال ہضم کرنے کی ہے۔

مسئلہ

میت کے بدن کے کپڑے بھی ترکہ میں شامل ہوتے ہیں، ان کو حساب میں لگائے بغیر یونہی صدقہ کر دیتے ہیں، بعض علاقوں میں تانبے پیتل کے برتن مال کو تقسیم کئے بغیر فقیروں کو دے دیتے ہیں حالانکہ ان

سب میں نابالغوں اور غیر حاضر وارثوں کا بھی حق ہوتا ہے، پہلے مال بانٹ لیں، جس میں سے مرنے والے کی اولاد، بیوی، والدین بہنیں جس جس کو شرعاً حصہ پہنچتا ہو اس کو دے دیں، اس کے بعد اپنی خوشی سے جو شخص چاہے مرنے والے کی طرف سے خیرات کریں، یا مل کر کریں تو صرف بالغین کریں، نابالغ کی اجازت کا بھی اعتبار نہیں، اور جو وارث غیر حاضر ہو اس کے حصہ میں اس کی اجازت کے بغیر بھی تصرف درست نہیں۔

مسئلہ

میت کو قبرستان لے جاتے وقت جو چادر جنازہ کے اوپر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں ہے، اس کو میت کے مال سے خریدنا جائز نہیں، کیونکہ وہ مال مشترک ہے، کوئی شخص اپنی طرف سے خرچ کر دے تو جائز ہے، بعض علاقوں میں نماز جنازہ پڑھانے والے امام کے لیے کفن ہی کے کپڑے میں سے مصلیٰ تیار کیا جاتا ہے، اور پھر یہ مصلیٰ امام کو دے دیا جاتا ہے، یہ خرچ بھی کفن کی ضرورت سے فاضل ہے، ورثہ کے مشترک مال میں سے اس کا خریدنا جائز نہیں۔

مسئلہ

بعض جگہ میت کے غسل کے لیے نئے برتن خریدے جاتے ہیں، پھر ان کو توڑ دیا جاتا ہے، اوّل تو نئے خریدنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ گھر کے موجودہ برتنوں سے غسل دیا جا سکتا ہے، اور اگر خریدنے کی

ضرورت پڑ جائے تو توڑنا جائز نہیں، اوّل تو اس میں مال ضائع کرنا ہے اور پھر ان سے یتیموں کا اور غائب وارثوں کا حق وابستہ ہے۔

مسئلہ

ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس میں سے مہمانوں کی خاطر تواضع اور صدقہ وخیرات کچھ جائز نہیں، اس طرح کے صدقہ وخیرات کرنے سے مُردے کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا بلکہ ثواب سمجھ کر دینا اور بھی زیادہ سخت گناہ ہے اس لیے کہ مورث کے مرنے کے بعد یہ سب مال تمام وارثوں کا حق ہے اور ان میں یتیم بھی ہوتے ہیں، اس مشترک مال میں سے دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کا مال چُرا کر میت کے حق میں صدقہ کر دیا جائے، پہلے مال تقسیم کر دیا جائے، اس کے بعد اگر وہ وارث اپنے مال میں سے اپنی مرضی سے میت کے حق میں صدقہ خیرات کریں تو ان کو اختیار ہے۔

تقسیم سے پہلے بھی وارثوں سے اجازت لے کر مشترک ترکہ میں سے خیرات نہ کریں، اس لیے کہ جو اُن میں یتیم ہیں ان کی اجازت تو معتبر ہی نہیں، اور جو بالغین ہیں وہ بھی ضروری نہیں کہ خوش دلی سے اجازت دیں، ہو سکتا ہے وہ لحاظ کی وجہ سے اجازت دینے پر مجبور ہوں، اور لوگوں کے طعنوں کے خوف سے کہ اپنے مُردہ کے حق میں دو پیسے تک خرچ نہ کیے، اس عار سے بچنے کے لیے بادلِ ناخواستہ حامی بھر لے —— حالانکہ شریعت میں صرف وہ مال حلال ہے جب کہ دینے والا طیب خاطر سے دے رہا ہو —— جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

یہاں ہم ایک بزرگ کا واقعہ نقل کرتے ہیں، جس سے مسئلہ اور زیادہ

واضح ہو جائے گا۔ یہ بزرگ ایک مسلمان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، تھوڑی دیر مریض کے پاس بیٹھے تھے کہ اس کی روح پرواز کر گئی، اس موقع پر جو چراغ جل رہا تھا انہوں نے فوراً اسے بجھا دیا، اور اپنے پاس سے پیسے دے کر تیل منگایا اور روشنی کی۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا جب تک یہ شخص زندہ تھا یہ چراغ اس کی ملکیت تھی، اور اس کی روشنی استعمال کرنا درست تھا، اب یہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو اس کی ہر چیز میں وارثوں کا حق ہو گیا۔ لہٰذا سب وارثوں کی اجازت ہی سے ہم یہ چراغ استعمال کر سکتے ہیں اور وہ سب یہاں موجود نہیں ہیں لہٰذا اپنے پیسوں سے تیل منگا کر روشنی کی۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ	اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے
اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ	حق میں تمہیں حکم دیتا ہے کہ
حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ	ایک مرد کا حصہ دو عورتوں
كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ	کے برابر ہے پھر اگر دو سے
اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا	زائد لڑکیاں ہوں تو ان کے
مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ	لیے دو تہائی اس مال سے
كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا	ہے جو میت نے چھوڑا اور
النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ	اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس
لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا	کے لیے آدھا ہے اور اگر
السُّدُسُ مِمَّا	میت کی اولاد ہے تو اس
تَرَكَ اِنْ كَانَ	کے والدین میں سے ہر ایک
لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ	کو کل مال کا چھٹا حصہ ملنا چاہیے

لَمْ يَكُنْ لَّهٗ	اور اگر اس کی کوئی اولاد نہیں
وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ	اور ماں باپ ہی اس کے
فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ	وارث ہیں تو اس کی ماں کا ایک
فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ	تہائی حصّہ ہے پھر اگر میت
اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ	کے بھائی بہن بھی ہوں تو اس
مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ	کی ماں کا چھٹا حصّہ ہے یہ
يُّوْصِيْ بِهَآ	حصّہ اس وصیت کے بعد
اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ	ہوگا جو وہ کر گیا تھا اور بعد
وَاَبْنَاۗؤُكُمْ لَا	ادا کرنے قرض کے تم نہیں
تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ	جانتے کہ تمہارے باپوں اور
اَقْرَبُ لَكُمْ	تمہارے بیٹوں میں سے کون
نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً	تمہیں زیادہ نفع پہنچانے والا
مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ	ہے اللہ کی طرف سے یہ حصّہ
اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا	مقرر کیا ہوا ہے۔ بے شک
	اللہ خبردار حکمت والا ہے۔
وَلَكُمْ نِصْفُ مَا	اور تمہارے لیے آدھا حصّہ
تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ	ہے اس مال کا جو تمہاری بیویوں
اِنْ لَّمْ يَكُنْ	نے چھوڑا بشرطیکہ ان کی اولاد
لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ	نہ ہو اور اگر ان کی اولاد ہو
كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ	تو تمہارے لیے چوتھا حصّہ
فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا	ہے اس مال سے جو انہوں نے

تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
يُوصِينَ بِهَا أَوْ
دَيْنٍ ط وَلَهُنَّ الرُّبُعُ
مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ
يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ج
فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ
فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ
مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ط
وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ
كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ
أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ
وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ج
فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ
مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ
شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ
بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ
بِهَا أَوْ دَيْنٍ ط غَيْرَ
مُضَارٍّ ج وَصِيَّةً مِنَ
اللَّهِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ
حَلِيمٌ ۝ تِلْكَ حُدُودُ

چھوڑا یہ تقسیم وصیت کے بعد
ہوگی جو وہ کر جائیں یا بعد قرض
کے اور ان عورتوں کے لیے
چوتھائی مال ہے جو تم چھوڑ کر
مرو بشرطیکہ تمہاری اولاد نہ ہو
پس اگر تمہاری اولاد ہو تو جو تم
نے چھوڑا اس میں انکا آٹھواں
حصّہ ہے اس وصیت کے
بعد جو تم کر جاؤ یا قرض کے بعد
اور اگر وہ مرد یا عورت جس
کی یہ میراث ہے۔ باپ بیٹا
کچھ نہیں رکھتا اور اس میت
کا ایک بھائی یا بہن ہے تو
دونوں میں سے ہر ایک کا
چھٹا حصّہ ہے پس وہ اس
سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی
میں سب شریک ہیں وصیّت
کے بعد جو ہو چکی ہو یا قرض
کے بعد بشرطیکہ اوروں کا
نقصان نہ ہو۔ یہ اللہ کا حکم
ہے اور اللہ جاننے والا تحمل

اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝ (سورۃ النساء آیت ۱۱ تا ۱۴)	کرنے والا ہے۔ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلے اسے جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ہی بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے نکل جائے اسے آگ میں داخل کرے گا اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رُسوا کن عذاب ہوگا۔

حقوق متقدمہ علی المیراث

شریعت کا اصول یہ ہے کہ مرنے والے کے مال سے پہلے شریعت کے مطابق اس کے کفن دفن کے اخراجات پورے کیے جائیں جن میں نہ فضول خرچی ہو نہ کنجوسی ہو۔ اس کے بعد اس کے قرضے ادا کیے جائیں، اگر قرضے اتنے ہی ہوں جتنا اس کا مال ہے یا اس سے بھی زیادہ تو نہ کسی کو میراث ملے گی نہ کوئی وصیت نافذ ہوگی اور اگر قرضوں

کے بعد مال بچ جائے یا قرضے بالکل ہی نہ ہوں تو اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو اور وہ کسی گناہ کی وصیت نہ ہو، تو اب جو مال موجود ہے اس کے ایک تہائی میں سے اس کی وصیت نافذ ہو جائے گی، اگر کوئی شخص پورے مال کی وصیت کر دے تب بھی تہائی مال ہی میں وصیت معتبر ہو گی ——— تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا مناسب بھی نہیں ہے اور وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے وصیت کرنا گناہ بھی ہے۔

ادائے دین کے بعد ایک تہائی میں وصیت نافذ کر کے شرعی وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے جس کی تفصیلات فرائض کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اگر وصیت نہ کی ہو تو ادائے دین کے بعد پورا مال میراث میں تقسیم ہو گا۔

اولاد کا حصّہ

جیسا کہ گزشتہ رکوع میں گزر چکا ہے کہ میراث کی تقسیم الاقرب فالاقرب کے اصول پر ہو گی، مرنے والے کی اولاد اور اس کے والدین چونکہ اقرب ترین ہیں، اس لیے ان کو ہر حال میں میراث ملتی ہے، یہ دونوں رشتے انسان کے قریب ترین اور بلا واسطہ رشتے ہیں دوسرے رشتے بالواسطہ ہوتے ہیں، قرآن شریف میں پہلے انہی کے حصّے بیان فرمائے اور اولاد کے حصّہ سے شروع فرمایا، چنانچہ ارشاد ہے۔

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ، یہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے جس نے لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو میراث کا مستحق بھی بنا دیا اور ہر ایک کا حصّہ بھی مقرر کر دیا اور یہ اصول معلوم ہو گیا کہ جب مرنے والے کی اولاد

میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں توان کے حصہ میں جو مال آئے گا اس طرح تقسیم ہوگا کہ ہر لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دوگنا مل جائے مثلاً کسی نے ایک لڑکا دو لڑکیاں چھوڑے تو مال کے چار حصے کرکے ۲/۴ لڑکے کو اور ۱/۴ ہر لڑکی کو دے دیا جائے گا۔

لڑکیوں کو حصّہ دینے کی اہمیت

قرآن مجید نے لڑکیوں کو حصہ دلانے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ لڑکیوں کے حصہ کو اصل قرار دے کر اس کے اعتبار سے لڑکوں کا حصہ بتلایا، اور بجائے لِلْاُنْثَیَیْنِ مِثْلُ حَظِّ الذَّکَرِ (دو لڑکیوں کو ایک لڑکے کے حصہ کے بقدر) فرمانے کے لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصہ کے بقدر) کے الفاظ سے تعبیر فرمایا۔

جو لوگ بہنوں کو حصہ نہیں دیتے اور وہ یہ سمجھ کر بادلِ ناخواستہ شرما شرمی معاف کر دیتی ہیں کہ ملنے والا تو ہے ہی نہیں تو کیوں بھائیوں سے برائی لی، ایسی معافی شرعاً معافی نہیں ہوتی، ان کا حق بھائیوں کے ذمہ واجب رہتا ہے، یہ میراث دبانے والے سخت گنہگار ہیں، ان میں بعض بچیاں نابالغ بھی ہوتی ہیں، ان کو حصہ نہ دینا دوہرا گناہ ہے، ایک گناہ وارث شرعی کے حصہ کو دبانے کا اور دوسرا یتیم کے مال کو کھانے کا۔

اس کے بعد مزید تشریح فرماتے ہوئے لڑکیوں کا حصہ یوں بیان فرمایا:

فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ، یعنی اگر نرینہ اولاد نہ ہوں اور صرف لڑکیاں ہوں اور ایک سے

زائد ہوں تو ان کو مالِ موروث سے دو تہائی مال ملے گا، جس میں سب لڑکیاں برابر کی شریک ہوں گی، اور باقی ایک تہائی دوسرے ورثاء مثلاً میت کے والدین، بیوی یا شوہر وغیرہ میراث کے حق داروں کو ملے گا۔ دو لڑکیاں اور دو سے زائد سب دو تہائی میں شریک ہوں گی۔

دو لڑکیوں سے زائد کا حکم تو قرآن کریم کی آیت میں صراحتہً مذکور ہے، جیسا کہ فَوْقَ اثْنَتَیْنِ کے الفاظ اس پر دلالت کر رہے ہیں، اور لڑکیاں دو ہوں تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو دو سے زیادہ کا حکم ہے، اس کا ثبوت حدیث شریف میں مذکور ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی جِئْنَا اِمْرَءَۃً مِّنَ الْاَنْصَارِ فِی الْاَسْوَافِ فَجَاءَتِ الْمَرْءَۃُ بِابْنَتَیْنِ لَھَا فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَاتَانِ بِنْتَا ثَابِتٍ عہ بْنِ قَیْسٍ قُتِلَ مَعَکَ یَوْمَ

"جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلے، اتنے میں ہمارا گزر اسواف میں .... ایک انصاری عورت پر ہوا وہ عورت اپنی دو لڑکیوں کو لے کر آئی اور کہنے لگی، کہ اے اللہ کے رسول یہ دونوں لڑکیاں ثابت بن قیس (میرے شوہر) کی ہیں جو آپ کے

عہ قال ابوداود واخطاء بشر فیه انما هما ابنتا سعد بن الربیع، وثابت بن قیس قتل یوم الیمامة،

أُحُدٍ وَقَدِ اسْتَفَاءَ عَمُّهُمَا مَا لَهُمَا وَمِيرَاثَهُمَا كُلَّهُ وَلَوْ يَدَعْ مَالًا إِلَّا أَخَذَهُ فَمَا تَرَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ لَا تُنْكَحَانِ أَبَدًا إِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي اللّٰهُ فِي ذٰلِكَ وَقَالَ نَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ" الْآيَة فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوا لِيَ الْمَرْأَةَ وَصَاحِبَهَا، فَقَالَ لِعَمِّهِمَا أَعْطِهِمَا

ساتھ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے ہیں، ان لڑکیوں کا چچا ان کے پورے مال اور ان کی پوری میراث پر خود قابض ہوگیا ہے، اور ان کے واسطے کچھ باقی نہیں رکھا اس معاملہ میں آپ کیا فرماتے ہیں، خدا کی قسم اگر ان لڑکیوں کے پاس مال نہ ہوگا تو کوئی شخص اُن کو نکاح میں رکھنے کے لیے تیار نہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرے حق میں فیصلہ فرما دے گا، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ پھر جب سورۂ نساء کی یہ آیت "یُوصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس عورت اور اس کے دیور کو (لڑکیوں کا

الثُّلُثَيْنِ وَاعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِيَ فَلَكَ

وہ چچا جس نے سارے مال پر قبضہ کرلیا تھا) بلاؤ، آپؐ نے لڑکیوں کے چچا سے فرمایا کہ لڑکیوں کو کل مال کا دو تہائی حصہ دو، ان کی ماں کو آٹھواں حصہ اور جو بچے وہ تم خود رکھ لو

(مشکوٰۃ باب الفرائض)

اس حدیث میں جس مسئلہ کا ذکر ہے اس میں آپؐ نے دو لڑکیوں کو بھی دو تہائی حصہ دے دیا، جس طرح دو سے زیادہ کا یہی حکم خود قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں منصوص ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا: وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ" یعنی اگر مرنے والے نے اپنی اولاد میں صرف ایک لڑکی چھوڑی اور اولاد نرینہ بالکل نہ ہو، تو اس کو اس کے والد یا والدہ کے چھوڑے ہوئے مال موروث کا آدھا حصہ ملے گا، باقی دوسرے ورثہ لے لیں گے،

والدین کا حصہ

اس کے بعد خداوند قدوس نے مرنے والے کے ماں باپ کا حصہ بتایا اور تین حالتیں ذکر فرمائیں۔

اوّل یہ کہ والدین دونوں زندہ چھوڑے ہوں اور اولاد بھی چھوڑی، خواہ ایک ہی لڑکا یا لڑکی ہو، اس صورت میں ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا، دیگر ورثہ اولاد اور بیوی یا شوہر لے لیں گے اور بعض

حالات میں کچھ بچا ہوا پھر والد کو پہنچ جاتا ہے، جو اس کے لیے مقررہ چھٹے حصہ کے علاوہ ہوتا، علم فرائض کی اصطلاح میں اس طرح کے استحقاق کو استحقاقِ تعصیب کہتے ہیں۔

دوسری حالت یہ بتائی کہ مرنے والے کی اولاد اور بھائی بہن نہ ہوں اور ماں باپ موجود ہوں اس صورت میں مال موروث کا تہائی $\frac{1}{3}$ ماں کو اور باقی دو تہائی والد کو مل جائیں گے، یہ اس صورت کا حکم ہے جب کہ مرنے والے کے ورثہ میں اس کا شوہر یا اس کی بیوی بھی موجود نہ ہو، اگر شوہر یا بیوی موجود ہے، تو سب سے پہلے ان کا حصہ الگ کیا جاوے گا اور باقی میں $\frac{1}{3}$ والدہ کو اور $\frac{2}{3}$ والد کو مل جائے گا۔

تیسری حالت یہ ہے کہ مرنے والے کی اولاد تو نہ ہوں لیکن بھائی بہن ہوں جن کی تعداد دو ہو، خواہ دو بھائی ہوں، خواہ دو بہنیں ہوں، یا دو سے زیادہ ہوں، اس صورت میں ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر اور کوئی وارث نہیں تو بقیہ $\frac{5}{6}$ حصہ باپ کو مل جائیں گے، بھائیوں اور بہنوں کی موجودگی سے ماں کا حصہ کم ہوگیا، لیکن بھائی بہن کو بھی کچھ نہ ملے گا، کیونکہ باپ بہ نسبت بھائی بہن کے اقرب ہے، جو بچے گا باپ کو مل جائے گا، اس صورت میں ماں کا حصہ $\frac{1}{3}$ کے بجائے $\frac{1}{6}$ ہوگیا۔ "فرائض" کی اصطلاح میں اس کو حجب نقصان کہتے ہیں، اور یہ بہن بھائی جن کی وجہ سے والدین کا حصہ کٹ رہا ہے، خواہ حقیقی ہوں خواہ باپ شریک ہوں، خواہ ماں شریک ہوں، ہر صورت میں ان کے وجود سے ماں کا حصہ گھٹ جائیگا بشرطیکہ ایک سے زیادہ ہوں۔

حصص مقررہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ

لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ٥ ” یعنی اولاد اور ماں باپ کے یہ حصّے خداوندِ عالم نے اپنے طور پر مقرر کر دیے ہیں اور اللہ کو سب کچھ معلوم ہے، اور وہ حکیم ہے جو حصّے مقرر کئے گئے ہیں ان میں بڑی حکمتیں ہیں، اگر تمہاری رائے پر تقسیم میراث کا قصّہ رکھا جاتا تو مدارِ تقسیم تم لوگ نفع رساں ہونے کو بناتے، لیکن نفع رساں کون ہوگا؟ اور سب سے زیادہ نفع کس سے پہنچ سکتا ہے؟ اس کا یقینی علم حاصل کرنا تمہارے لیے مشکل تھا، اس لیے بجائے نافع ہونے کے اقربیت کو مدارِ حکم بنایا۔

قرآن کریم کی اس آیت نے بتلا دیا کہ میراث کے جو حصّے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں وہ اس کا طے شدہ حکم ہے، اس میں کسی کو رائے زنی یا کمی بیشی کا کوئی حق نہیں اور تمہیں پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ اسے قبول کرنا چاہیئے، تمہارے خالق و مالک کا یہ حکم بہترین حکمت و مصلحت پر مبنی ہے، تمہارے نفع کا کوئی پہلو اس کے احاطۂ علم سے باہر نہیں ہے اور جو کچھ حکم وہ کرتا ہے کسی حکمت سے خالی نہیں ہوتا، تمہیں خود اپنے نفع و نقصان کی حقیقی پہچان نہیں ہو سکتی، اگر تقسیم میراث کا مسئلہ خود تمہاری رائے پر چھوڑ دیا جاتا، تو تم ضرور اپنی کم فہمی کی وجہ سے صحیح فیصلہ نہ کر پاتے، اور میراث کی تقسیم میں بے اعتدالی ہو جاتی، اللہ جل شانہ نے یہ فریضہ اپنے ذمہ لے لیا تاکہ مال کی تقسیم میں عدل و انصاف کی پوری پوری رعایت ہو اور میت کا سرمایہ منصفانہ طریقہ سے مختلف مستحقین کے ہاتھوں میں گردش کرے۔

شوہر اور بیوی کا حصّہ

مندرجہ بالا سطور میں شوہر اور بیوی کے حصّوں کی تعیین کی گئی ہے اور پہلے شوہر کا حصّہ بتایا، شاید اس کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہو کہ اسکی اہمیت ظاہر کرنا مقصود ہے، کیونکہ عورت کی وفات کے بعد شوہر دوسرے گھر کا آدمی ہو جاتا ہے، اگر اپنے میکہ میں عورت کا انتقال ہوا ہو اور اس کا مال وہیں ہو تو شوہر کا حصّہ دینے سے گریز کیا جاتا ہے، گویا اس زیادتی کا سدّباب کرنے کے لیے شوہر کا حصّہ پہلے بیان فرمایا، اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ فوت ہونے والی عورت نے اگر کوئی بھی اولاد نہ چھوڑی ہو، تو شوہر کو بعد ادار دین و انفاذ وصیّت کے مرحومہ کے کل کا نصف ملے گا، اور باقی نصف میں دوسرے ورثہ مثلاً مرحومہ کے والدین بھائی بہن، حسب قاعدہ حصّہ پائیں گے۔

اور اگر مرنے والی نے اولاد چھوڑی ہو، ایک ہو یا دو ہوں، یا اس سے زائد ہوں، لڑکا ہو یا لڑکی ہو، اس شوہر سے ہو جس کو چھوڑ کر وفات پائی ہے، یا اس سے پہلے کسی اور شوہر سے ہو، تو اس صورت میں موجودہ شوہر کو مرحومہ کے مال سے ادار دین و انفاذِ وصیّت کے بعد کُل مال کا چوتھائی ملے گا، اور بقیہ تین چوتھائی حصّے دوسرے ورثار کو ملیں گے یہ شوہر کے حصّہ کی تفصیل تھی۔

اور اگر میاں بیوی میں سے مرنے والا شوہر ہے، اور اس نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تو ادار دین و انفاذ وصیّت کے بعد بیوی کو مرنے والے کے کُل مال کا چوتھائی ملے گا، اور اگر اس نے کوئی اولاد چھوڑی ہے خواہ

اس بیوی سے ہو یا کسی دوسری بیوی سے تو اس صورت میں بعد ادائے دین و وصیت کے آٹھواں حصہ ملے گا، اگر بیوی ایک سے زائد ہے تو بھی مذکورہ تفصیل کے مطابق ایک بیوی کے حصہ میں جتنی میراث آئے گی، وہ ان سب بیویوں میں تقسیم کی جائے گی، یعنی ہر عورت کو چوتھائی اور آٹھواں حصہ نہیں ملے گا، بلکہ سب بیویاں چوتھائی اور آٹھویں حصہ میں شریک ہوں گی، اور ان دونوں حالتوں میں شوہر، بیوی کو ملنے کے بعد جو کچھ ترکہ بچے گا وہ ان کے دوسرے ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

مسئلہ

یہ دیکھنا چاہیئے کہ بیوی کا مہر ادا ہو گیا ہے یا نہیں، اگر بیوی کا مہر ادا نہ کیا ہو تو دوسرے قرضوں کی طرح اولاً کل مال سے دینِ مہر ادا ہو گا، اس کے بعد ترکہ تقسیم ہو گا، اور مہر لینے کے بعد عورت اپنی میراث کا حصہ بھی میراث میں حصہ دار ہونے کی وجہ سے وصول کرے گی اور اگر میت کا مال اتنا ہے کہ مہر ادا کرنے کے بعد کچھ نہیں بچتا تو بھی دوسرے دیون کی طرح پورا مال دینِ مہر میں عورت کو دے دیا جائے گا اور کسی وارث کو کچھ حصہ نہ ملے گا۔

کلالہ کی میراث

ان سطور میں کلالہ کی میراث بیان کی گئی ہے، کلالہ کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں، جو علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں بھی نقل کی ہیں مشہور تعریف یہی ہے جو خلاصۂ تفسیر میں مذکور ہے، کہ جس مرنے والے

کے اصول اور فروع نہ ہوں وہ کلالہ ہے ۔
صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ کلالہ اصل میں مصدر ہے جو کلال کے معنی میں ہے اور کلال کے معنی ہیں تھک جانا، جو ضعف پر دلالت کرتا ہے، باپ بیٹے والی قرابت کے سوا قرابت کو کلالہ کہا گیا اس لیے کہ وہ قرابت باپ بیٹے کی قرابت کی نسبت سے کمزور ہے ۔
پھر کلالہ کا اطلاق اس مرنے والے پر بھی کیا گیا جس نے نہ اولاد چھوڑی اور نہ والد، اور اس وارث پر بھی اطلاق کیا گیا جو مرنے والے کا ولد اور والد نہ ہو، لغت کے اعتبار سے جو اشتقاق بتلایا اسکا تقاضا ہے کہ لفظ "ذو" مقدر ہو، اور کلالہ بمعنی "ذو کلالہ" ہوگا۔ یعنی ضعیف رشتہ والا، پھر اس مال موروث پر بھی اس کا اطلاق ہونے لگا، جو ایسے میت نے چھوڑا ہو جس کا کوئی ولد اور والد نہ ہو۔
حاصل کلام یہ کہ اگر کوئی شخص مرد یا عورت وفات پا جائے، اور اس کے نہ باپ ہو نہ دادا، اور نہ اولاد ہو، اور اس نے ایک بھائی یا بہن ماں شریک چھوڑے ہوں، تو ان میں سے اگر بھائی ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور نہیں ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر ایک سے زیادہ ہوں مثلاً ایک بھائی ایک بہن ہو یا دو بہنیں ہوں، تو یہ سب مرنے والے کے کل مال کے تہائی حصے میں شریک ہوں گے، اور اس میں مذکر کو مونث سے دوہرا نہیں ملے گا، علامہ قرطبی فرماتے ہیں: وَلَيْسَ فِي الْفَرَائِضِ مَوْضِعٌ يَكُونُ فِيهِ الذَّكَرُ وَالْأُنْثَى سَوَاءً إِلَّا فِي مِيرَاثِ الْإِخْوَةِ لِلْأُمِّ،

بہن بھائی کا حصّہ

واضح رہے کہ اس آیت میں اخیافی (ماں شریک) بہن بھائی کا حصّہ بتلایا گیا ہے، اگرچہ قرآن کریم کی اس آیت میں یہ قید مذکور نہیں ہے۔ لیکن یہ قید بالاجماع معتبر ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قرأت بھی اس آیت میں اس طرح ہے: ولہ' اخ او اخت من امہ جیساکہ علامہ قرطبی، صاحب روح المعانی اور ابوبکر جصاص اور دیگر حضرات نے نقل کیا ہے، گو یہ قرأت متواتر نہیں ہے، لیکن اجماع امت ہونے کی وجہ سے معمول بہا ہے اور اس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ نساء کے ختم پر بھی کلالہ کی میراث کا ذکر کیا ہے، وہاں بتایا ہے کہ اگر ایک بہن ہو تو اس کو آدھا ملے گا، اور اگر ایک بھائی ہو تو اپنی بہن کے پورے مال کا وارث بنے گا، اور اگر دو بہنیں ہوں تو دو تہائی مال پائیں گی، اور اگر متعدد بھائی بہن ہوں تو مذکر کو مؤنث سے دوہرا دیا جائے گا، سورۃ کے ختم پر جو یہ حکم ارشاد فرمایا ہے، عینی یعنی حقیقی بہن بھائی اور علاّتی یعنی باپ شریک بہن بھائی کا ذکر ہے، اگر یہاں علاّتی اور عینی بھائی بہن کو شامل کر لیا جائے تو احکام میں تعارض لازم آجائے گا۔

وصیّت کے مسائل

اس رکوع میں تین مرتبہ میراث کے حصّے بیان کر کے یہ فرمایا کہ حصوں کی یہ تقسیم وصیّت اور دَین کے بعد ہے، جیساکہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، کہ میّت کی تجہیز و تکفین کے بعد کل مال سے قرضے ادا کرنے کے

بعد جو بچے اس میں سے چوتھائی مال میں وصیت نافذ ہوگی، اگر اس سے زیادہ وصیّت ہو تو اس کا شرعاً اعتبار نہیں، ضابطہ میں ادائے دین انفاذ و وصیت سے مقدم ہے، اگر تمام مال ادائے دیون میں لگ جائے تو نہ وصیّت نافذ ہوگی نہ میراث چلے گی، اس رکوع میں تینوں جگہ جہاں جہاں وصیّت کا ذکر آیا ہے وہاں وصیّت کا ذکر دین سے پہلے کیا گیا ہے' اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وصیّت کا حق دین سے مقدم ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہوئے فرمایا :

انکم تقرءون هٰذه الآيَة مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ وَ اِنَّ رَسُوْل اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قضٰى بالدّين قبل الوصيّة (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی صفحہ ۲۶۴)

" یعنی آپ حضرات نے یہ آیت تلاوت کرتی ہیں "من بعد وصیّۃ توصون بہا او دین" اس میں گو لفظ وصیّت مقدم ہے لیکن عملی طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دین کے بعد رکھا ہے۔"

تاہم یہ نکتہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ اگر عملاً وصیت مؤخر ہے، گو لفظاً اس کو دین سے پہلے کیوں بیان کیا گیا، صاحب روح المعانی اس بارہ میں لکھتے ہیں:

وتقديم الوصيّة على الدّين ذكرًا مع ان الدّين مقدم عليها حكمًا لاظهار كمال العناية بتنفيذها لكونها مظنة للتفريط في ادائها الخ

یعنی آیت میں دین پر وصیّت کی تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ میراث کی طرح بغیر کسی عوض کے ملتی ہے اور اس میں رشتہ دار ہونا بھی ضروری

نہیں، اس لیے وارثین کی جانب سے اس کو نافذ کرنے میں کوتاہی ہونے یا دیر ہو جانے کا قوی اندیشہ تھا، اپنے مورث کا مال کسی کے پاس جاتا ہوا دیکھنا اس کو ناگوار ہو سکتا تھا، اس لیے شانِ وصیّت کا اہتمام فرماتے ہوئے دَین پر اس کو مقدم کیا گیا، پھر یہ بھی بات ہے کہ قرض کا ہر میّت پر ہونا ضروری نہیں، اور اگر موت کے وقت موجود بھی ہو تب بھی چونکہ اس کا مطالبہ حق دار کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے ورثار بھی انکار نہیں کر سکتے، اس وجہ سے اس میں کوتاہی کا احتمال بہت کم ہے، بخلاف وصیت کے کہ جب میّت مال چھوڑتا ہے تو اس کا یہ بھی دل چاہتا ہے کہ صدقۂ جاریہ کے طور پر اپنے مال کا حصّہ کسی کارِ خیر میں صرف کر جائے، یہاں چونکہ اس مال میں کسی کی طرف سے مطالبہ نہیں ہوتا، اس لیے وارثوں کی طرف سے کوتاہی کا امکان تھا، جس کا سدِّ باب کرنے کے لیے بطور خاص ہر جگہ وصیّت کو مقدم کیا گیا۔

مسئلہ

اگر دَین اور وصیّت نہ ہو تو تجہیز و تکفین کے بعد بچا ہوا کل مال وارثوں میں تقسیم ہو جائے گا۔

مسئلہ

وارث کے حق میں وصیت کرنا باطل ہے، اگر کسی نے اپنے لڑکے لڑکی، شوہر یا بیوی کے لیے یا اور کسی ایسے شخص کے لیے وصیت کی جس کو میراث میں حصّہ ملنے والا ہے تو اس وصیت کا کچھ اعتبار نہیں،

وارثوں کو صرف میراث کا حصہ ملے گا، اس سے زیادہ کے وہ مستحق نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا:-

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعْطٰى كُلَّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد، ص ۲۶۵)

"اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے پس کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت معتبر نہیں"۔

ہاں اگر دیگر وارث اجازت دے دیں تو جس وارث کے لیے وصیت کی ہے، اس کے حق میں وصیت نافذ کر کے باقی مال شرعی طریقہ پر تقسیم کیا جائے، جس میں اس وارث کی بھی اپنے حصہ کی میراث ملے گی، بعض روایاتِ حدیث میں اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ الْوَرَثَةُ کا استثناء بھی مذکور ہے۔ (کما ذکر صاحب الہدایۃ)

غَیْرَ مُضَآرٍّ کی تفسیر

کلالہ کی میراث کے خاتمہ پر یہ بتلانے کے بعد کہ یہ میراث وصیت اور دَین کے بعد نافذ ہوگی، لفظ غیر مضار فرمایا، یہ قید اگرچہ صرف اسی جگہ مذکور ہے، لیکن اس سے پہلے جو دو جگہ وصیت اور دَین کا ذکر ہے وہاں پر بھی معتبر اور معمول بہ ہے، مطلب اس کا یہ ہے کہ مرنے والے کے لیے وصیت، یا دَین کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے، وصیت کرنے یا اپنے اوپر قرض کا فرضی اقرار کرنے میں وارثوں کو محروم کرنے کا ارادہ ہونا اور اس

ارادہ پر عمل کرنا سخت ممنوع ہے اور گناہِ کبیرہ ہے۔

دَین یا وصیّت کے ذریعہ ضرر پہنچانے کی کئی صورتیں ممکن ہیں، مثلاً یہ کہ قرض کا جھوٹا اقرار کرلے، کسی دوست وغیرہ کو دلانے کے لیے یا اپنے مخصوص مال کو جو اس کا اپنا ذاتی ہے یہ ظاہر کردے کہ فلاں شخص کی امانت ہے، تاکہ اس میں میراث نہ چلے، یا ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت کرے، یا کسی شخص پر اپنا قرض ہو اور وہ وصول نہ ہوا ہو، لیکن جھوٹ یہ کہہ دے کہ اس سے قرض وصول ہوگیا، تاکہ وارثوں کو نہ مل سکے، یا مرض الوفات میں ایک تہائی سے زیادہ کسی کو ہبہ کردے۔

یہ صورتیں ضرر پہنچانے کی ہیں، ہر مورث جو دنیا سے جارہا ہے اسے زندگی کے آخری لمحات میں اس طرح کے اضرار سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے

مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم کرنیکی تاکید

میراث کے حصے بیان کرنے کے بعد اللہ پاک نے ارشاد فرمایا وَصِيَّةً مِّنَ اللهِ، یعنی جو کچھ حصے مقرر کیئے گئے اور دَین اور وصیّت کے بارے میں جو تاکید کی گئی اس سب پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے، اللہ پاک کی طرف سے ایک عظیم وصیّت اور مہتم بالشان حکم ہے اس کی خلاف ورزی نہ کرنا، پھر مزید تنبیہہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَاللهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے اور اس نے اپنے علم سے ہر ایک کا حال جانتے ہوئے حصے مقرر فرمائے، جو احکام مذکورہ پر عمل کرے گا اللہ کے علم سے اس کی یہ نیکی باہر نہ ہوگی، اور جو

خلاف ورزی کرے گا اس کی یہ بدکرداری بھی اللہ کے علم میں آئے گی جس کی پاداش میں اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

نیز جو کوئی مرنے والا دَین یا وصیت کے ذریعہ سے ضرر پہنچائے گا اللہ کو اس کا بھی علم ہے، اس کے مواخذہ سے بے خوف نہ رہو، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلاف ورزی کرنے پر اس دنیا میں سزا نہ دے اس لیے کہ وہ حلیم ہے، خلاف ورزی کرنے والے کو یہ دھوکا نہ لگنا چاہیئے کہ میں بچ گیا۔

قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے کہ احکام و عقائد کے بیان کے بعد تتمہ کے طور پر ماننے والوں کے لیے ترغیب اور ان کی فضیلت کا ذکر ہوتا ہے اور نہ ماننے والوں کے لیے ترہیب و سزا اور ان کی مذمت مذکور ہوتی ہے۔ یہاں بھی چونکہ احکام کا ذکر تھا اس لیے آخر کی اِن دو آیتوں میں اطاعت کرنے والوں اور نافرمانوں کے نتائج کا ذکر کر دیا گیا۔

تکملۂ احکامِ میراث

مسلمان کافر کا وارث نہیں بن سکتا

اگرچہ میراث کی تقسیم نسبی قرابت پر رکھی گئی ہے، لیکن اس میں سے بعض چیزیں مستثنیٰ ہیں۔ اوّل یہ کہ مورث اور وارث دو مختلف دین والے نہ ہوں لہٰذا مسلمان کسی کافر کا اور کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوگا، خواہ ان میں آپس میں کوئی بھی نسبی رشتہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَرِثُ الْمُسْلِمُ الْکَافِرَ وَلَا الْکَافِرُ الْمُسْلِمَ (مشکوٰۃ ص۲۶۳) "یعنی مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا"

یہ حکم اس صورت سے متعلق ہے جب کہ پیدائش کے بعد ہی سے کوئی شخص مسلم یا کافر ہو، لیکن اگر کوئی شخص پہلے مسلمان تھا، پھر العیاذ باللہ اسلام سے پھر گیا اور مرتد ہو گیا، اگر ایسا شخص مر جائے یا مقتول ہو جائے، تو اس کا وہ مال جو اسلام کے زمانہ میں کسب کیا تھا، اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گا، اور جو ارتداد کے بعد کمایا ہو وہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

لیکن اگر عورت مرتد ہو گئی تو اس کا کل مال خواہ زمانۂ اسلام میں حاصل ہوا ہو یا زمانۂ ارتداد میں، اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گا، لیکن خود مرتد مرد ہو یا عورت اس کو نہ کسی مسلمان سے میراث ملے گی نہ کسی مرتد سے۔

قاتل کی میراث

اگر کوئی شخص ایسے آدمی کو قتل کر دے جس کے مال میں اس کو میراث پہنچتی ہو تو یہ قاتل اس شخص کی میراث سے محروم ہوگا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْقَاتِلُ لَا یَرِثُ (مشکوٰۃ، ص۲۶۳) "یعنی قاتل وارث نہیں ہوگا"

البتہ قتل خطا کی بعض صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں (تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے۔

پیٹ میں جو بچّہ ہے اس کی میراث

اگر کسی شخص نے اپنی کچھ اولاد چھوڑی، اور بیوی کے پیٹ میں بھی بچہ ہے، تو یہ بچّہ بھی وارثوں کی فہرست میں آئے گا، لیکن چونکہ یہ پتہ چلانا دُشوار ہے کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، یا ایک سے زیادہ بچّے ہیں اس لیے بچہ پیدا ہونے تک تقسیم میراث ملتوی رکھنا مناسب ہوگا اور اگر تقسیم کرنا ضروری ہے تو سردست ایک لڑکا یا ایک لڑکی فرض کر کے دونوں کے اعتبار سے دو صورتیں فرض کی جائیں، ان دونوں صورتوں میں سے جس صورت میں ورثہ کو کم ملتا ہو وہ ان میں تقسیم کر دیا جائے، اور باقی اُس حمل کے لیے رکھا جائے۔

معتدّہ کی میراث

جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور طلاق رجعی ہے پھر طلاق سے رجوع اور عدت ختم ہونے سے پہلے وفات پا گیا، تو یہ عورت میراث میں حصہ پاوے گی اس لیے کہ نکاح باقی ہے۔

اور اگر کسی شخص نے مرض الوفات میں بیوی کو طلاق دی، اگرچہ طلاق بائن یا مغلظہ ہی ہو اور عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے مر گیا تب بھی وہ عورت اس کی وارث ہوگی، اور عورت کو وارث بنانے کی وجہ سے دُو عدتوں میں سے جو سب سے زیادہ دراز ہو اسی کو اختیار کیا جائے گا، جس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ:

عدتِ طلاق تین حیض ہے اور عدتِ وفات چار مہینہ دس دن

ہے، ان دونوں میں جو عدت زیادہ دنوں کی ہو اسی کو عدت قرار دیا جائیگا تاکہ جہاں تک ممکن ہو عورت کو حصہ مل سکے، اور اگر کسی شخص نے مرض الوفات سے پہلے بائن یا مغلظہ طلاق دی اور اس کے چند دن بعد عورت کی عدت میں وہ فوت ہو گیا، تو اس صورت میں اسکو میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا، البتہ اگر طلاق رجعی دی ہے تو وہ وارث ہو گی۔

مسئلہ

اگر کسی عورت نے شوہر کے مرض وفات میں خود سے خلع کر لیا، تو وارث نہیں ہو گی، اگرچہ اس کا شوہر اس کی عدت کے دوران مر جائے۔

عصبات کی میراث

فرائض کے مقررہ حصے بارہ ورثاء کے لیے طے شدہ ہیں، اور ان وارثوں کو اصحاب الفروض کہا جاتا ہے، جن کی تفصیل کسی قدر اوپر گزر چکی، اگر اصحاب الفروض میں سے کوئی نہ ہو، یا اصحاب الفروض کے حصے دے دینے کے بعد کچھ مال بچ جائے تو وہ عصبہ کو دے دیا جاتا ہے، اور بعض مرتبہ ایک ہی شخص کو دونوں حیثیتوں سے مال مل جاتا ہے، بعض صورتوں میں میت کی اولاد اور میت کا والد بھی عصبہ ہو جاتے ہیں، دادا کی اولاد یعنی چچا اور باپ کی اولاد یعنی بھائی بھی عصبہ ہو جاتے ہیں۔

عصبات کی کئی قسمیں ہیں، جن کی تفصیلات فرائض کی کتابوں میں موجود ہیں، یہاں ایک مثال لکھی جاتی ہے، مثلاً زید فوت ہو گیا اور

اس نے اپنے پیچھے چار وارث چھوڑے، بیوی، لڑکی، ماں اور چچا، تو اس کے مال کے کُل چوبیس حصّے کئے جائیں گے، جن میں سے آدھا یعنی بارہ حصّے لڑکی کو، ⅛ کے حساب سے تین حصّے بیوی کو، ⅙ کے حساب سے چار حصّے ماں کو، اور بقیہ پانچ حصّے جو بچے وہ عصبہ ہونے کی حیثیت سے چچا کو ملیں گے۔

مسئلہ

عصبات اگر نہ ہوں تو اصحاب فرائض سے جو مال بچے وہ ان کے حصّوں کے مطابق انہی کو دے دیا جاتا ہے، اور اس کو علمِ فرائض کی اصلاح میں رَد کہتے ہیں، البتہ شوہر اور بیوی پر رَد نہیں ہوتا، کسی حال میں اُن کو مقررہ حصّے سے زیادہ نہیں دیا جاتا۔

مسئلہ

اگر اصحاب فروض میں سے کوئی نہ ہو اور عصبات میں بھی کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام کو میراث پہنچ جاتی ہے، ذوی الارحام کی فہرست طویل ہے، نواسے، نواسیاں، بہنوں کی اولاد، پھوپھیاں، ماموں، خالہ، یہ لوگ ذوی الارحام کی فہرست میں آتے ہیں اور اس مسئلہ میں تفصیل ہے، جس کا یہ محل نہیں، یہاں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا مسائل اور آیت میراث کی تشریح معارف القرآن مؤلفہ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی گئی ہے۔

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِى ... وہ آپ سے عورتوں کے

النِّسَآءِ ط قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ٥

(سورۃ النساء آیت: ۱۲۷)

بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرما دیں اللہ تعالیٰ ہی تمہیں ان کے بارے میں فتوے دے رہے ہیں اور جو کچھ پڑھا جا رہا ہے تم پر کتاب میں یتیم عورتوں کے بارے میں جنہیں تم نہیں دیتے ہو جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور حالانکہ تم چاہتے ہو کہ ان سے نکاح کرو اور کمزور بچوں کے بارے میں اور قائم رہو واسطے یتیموں کے ساتھ انصاف کے اور تم جو بھی نیک کام کروگے بیشک اللہ تعالیٰ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

تشریح

اس سے پہلے عورتوں کے حقوق، بچوں کی تربیت اور یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی تفصیل بیان ہوئی ہے اور یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ دورِ جاہلیت میں ان تینوں اصناف کی حق تلفی ہوتی تھی جب

قرآن حکیم میں ان کے حقوق بیان کیے گئے اور انہیں تحفظ فراہم کیا گیا تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ پہلے تو یہ سمجھتے رہے کہ یہ قوانین تادیر نہیں چل سکیں گے اور بہت جلد ہی یہ منسوخ ہو جائیں گے اور جب یہ منسوخ نہ ہوئے تو جاکر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ آیت اتاری جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں ان تینوں اصناف کے حقوق کی جو پہلے مذکور ہوتے ہیں ان کی تاکید مزید اور توثیق فرمادی گئی ہے۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ط قُلِ	وہ آپ سے حکم دریافت
اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى	کرتے ہیں آپ فرمادیں اللہ
الْكَلٰلَةِ ط اِنِ	تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے
امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ	میں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی
لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ	شخص مر جائے جس کی اولاد
فَلَهَا نِصْفُ مَا	نہ ہو اور اس کی ایک بہن
تَرَكَ ط وَهُوَ يَرِثُهَآ	ہو تو اسے اس کے تمام ترکہ
اِنْ لَّمْ يَكُنْ	کا نصف ملے گا اور وہ شخص
لَّهَا وَلَدٌ ط فَاِنْ كَانَتَا	اس بہن کا وارث ہوگا اگر
اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا	اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور
الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ط	اگر دو بہنیں ہوں تو انہیں
وَاِنْ كَانُوْٓا	کل ترکہ میں سے دو تہائی ملے
اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً	گا اور اگر چند وارث بھائی

فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

(سورہ نساء آیت نمبر ۱۷۶)

بہنیں ہوں اور عورت تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصّہ کے برابر ملے گا اللہ تعالیٰ تم سے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ گمراہ نہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

تشریح

آیت نمبر ۱۲ کے آخر میں جس بھائی بہن کو چھٹے حصے کا برابر حقدار بتایا گیا ہے اس سے مراد ماں شریک بھائی بہن ہیں اور اس آیت میں جس بھائی بہن کو میت کے نصف مال کا حقدار بنایا گیا ہے اس سے مراد حقیقی بھائی بہن ہیں اس توجیہ سے آیت نمبر ۱۲ اور آیت نمبر ۱۷۶ کا تعارض ختم ہو جاتا ہے ورنہ یہ دونوں آیتیں متعارض نظر آتی ہیں اور اس کی مزید تفصیل آیت نمبر ۱۲ میں گزر چکی ہے۔ بعض صورتوں میں جو مرد کو عورت کی نسبت دگنا حصّہ دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت نے شادی کر کے خاوند کے گھر میں جانا ہے اس کے سارے اخراجات اس پر ہیں اور مرد نے چونکہ شادی کر کے دوسرے کی لڑکی کو گھر میں لانا ہے اور اس کے سارے اخراجات برداشت کرنا ہے اور خالق کی نگاہ چونکہ دونوں پر ہے اس لیے مرد کو دگنا حصّہ دلایا ہے واللہ اعلم۔

انسدادِ زناکاری

مرد اور عورت کے اندر جو جنسی خواہشات ہیں درحقیقت یہ ہی ترقی کا ذریعہ اور سرمایہ ہیں۔ خالق کائنات مختلف اجزا اور عناصر کے نچوڑ کو جمع کر کے نطفہ کی شکل و صورت میں رحم مادر میں محفوظ کر لیتا ہے اور یہ میاں اور بیوی کی چوکھی حرکت کا نتیجہ ہے اور اس خالق کائنات نے اس نطفہ کو جس طرح رحم مادر کے تین پردوں میں محفوظ کیا ہے اسی طرح ان اجزا کے سلسلہ میں بھی چار ضابطے ہیں اولین یہ ہے کہ اس نطفہ کے اجزا پاکیزہ ہونے چاہئیں۔ گندے غلیظ اور ردی قسم کے اجزا نہیں ہونا چاہئیں اب کون سے اجزا پاکیزہ ہیں اور کون سے اجزا پاکیزہ نہیں ہیں اب اس سلسلہ میں میاں بیوی کی رائے اور صوابدید کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس خالق نے خود ہی نشاندہی فرما دی ہے۔ قرآن کریم میں اس کی تفصیل موجود ہے جو چیزیں حلال قرار دی ہیں وہ پاکیزہ ہیں اور جو چیزیں حرام قرار دی ہیں وہ گندی ہیں۔ یہ تفصیل انشاء اللہ اپنے مقام میں آئے گی اس کتاب میں اس کی گنجائش نہیں ہے اور پاکیزہ اور عمدہ اجزا سے تیار ہونے والا یہ انسان عمدہ نفع مند خلقِ خدا کو فائدہ پہنچانے والا ہوگا اور گندے اجزا سے جو انسان تیار ہوگا وہ نفع مند نہیں ہوگا کیونکہ جیسے ان اجزا کی تاثیرات ہوں گی ایسے ہی تاثیرات ان سے تیار ہونے والے مادہ میں بھی ہوں گی بلکہ ان خبیث اور گندے اجزا کے جمع ہونے سے ان کی ضرر رسانی میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا اور جب پورا معاشرہ ہی ایسا ہوگا تو پھر ان کی تباہی یقینی ہے اور

دوسرا ضابطہ یہ ہے کہ مرد اور عورت کا باہم نکاح ہو اس کی تفصیل گزشتہ ابواب میں بیان ہو چکی ہے اور ان مذکورہ نکاح کے اصولوں کو ملحوظ رکھ اگر نکاح کیا جائے گا اور اگر میاں بیوی ان ہی اصولوں پر گامزن رہیں گے تو ایسی شادی سے صلۂ رحمی کے رشتے قائم ہوں گے دونوں خاندانوں کے درمیان اتفاق واتحاد، اخوت اور محبت پیدا ہوگی اور اس ملاپ سے جو اولاد تولد ہوگی اس کے ساتھ ان والدین کو محبت ہوگی اور ایسی اولاد جوان ہو کر اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ ہمدردی برتے گی لیکن اگر نکاح کے ذریعہ اولاد تولد نہیں کی جائے گی تو ایسی اولاد سے اس کے ماں باپ کو محبت نہیں ہوگی بلکہ اس کی ماں بننے کے لیے کوئی عورت تیار نہیں ہوگی اس کا باپ بننے کے لیے کوئی مرد تیار نہیں ہوگا اور اسی طرح بقیہ رشتہ داروں کو قیاس کر لیں، اس کا تایا، چچا، خالہ، پھوپھی، ماموں وغیرہ کون بننے کو تیار ہوگا۔ یہ تو نقصان ہے دوسرے ضابطہ کی خلاف ورزی یعنی زنا کے ذریعہ اولاد پیدا کرنے کا اور تیسرا ضابطہ یہ ہے کہ یہ نکاح تاحیات ہو یعنی متعہ اور نکاح موقت نہ ہو کیونکہ جو نقصان زنا کے ذریعہ اولاد پیدا کرنے سے ہوتا ہے، وہی نقصان متعہ اور نکاح موقت سے بھی ہے اگرچہ اس درجہ کا نقصان نہ سہی تاہم ہے تو سہی اور نومولود بچے کو شفقت تامہ کی ضرورت ہوتی ہے جو صرف اور صرف نکاح تاحیات سے ہی آسکتی ہے اور چوتھا ضابطہ یہ ہے کہ ایک عورت کا خاوند ایک ہی ہو بیک وقت متعدد خاوند نہیں ہونا چاہئیں اس کی تین وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ اولین یہ ہے کہ اصل مقصود اولاد کی صحیح تربیت ہے اور ان کے حقوق کی نگہداشت ہے اگر باپ ایک نہیں ہوگا تو اولاد کی تربیت کا مسئلہ الجھ جائے گا تقسیم وراثت

میں بڑی مشکلات درپیش آئے گی تو غرضیکہ ایک عورت کے متعدد خاوند ہونے کی صورت میں ایک تو وہی نقصان ہے کہ جو زنا کی صورت میں ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک عورت متعدد خاوندوں کی متحمل بھی نہیں ہوسکے گی اس کے اخراجات اور حقوق کے مسائل الجھ جائیں گے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ متعدد خاوندوں کے مواد جمع ہونے سے بیک وقت متعدد بچے بھی پیدا ہوسکتے ہیں جس کی عورت متحمل نہیں ہے اور نیز مختلف مواد کی وجہ سے اولاد کے مزاج پر بھی بُرا اثر پڑے گا جو باعث فساد امراض وغیرہ ہوگا اس لیے شریعت نے مطلقہ اور بیوگان کی عدّت رکھی ہے تاکہ مختلف مواد کے جمع ہونے سے مذکورہ نقصانات پیدا نہ ہوں الغرض مرد اور عورت کے اندر جو جنسی خواہشات ہیں ایک طرف تو یہ ترقی کا ذریعہ ہیں اور دوسری طرف زوال کا ذریعہ بھی ہیں اگر ان کو بالکل کھلی چھٹی دے دی جائے جس طرح چاہیں کریں تو اس طرح ترقی کے بجائے تنزل ہوگا لہٰذا ہر ذی عقل کے نزدیک ان پر کنٹرول ضروری ہے اسی لیے ہر ملک میں مرد اور عورت کو جوڑنے کے لیے کوئی نہ کوئی قانون موجود ہے مگر اس سلسلہ میں جو قانون اسلام نے رکھا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے اور دنیا میں جو نظام مروج ہیں وہ مقاصد نکاح کو کماحقہٗ اور احسن طریقہ سے پورا نہیں کرسکتے اسی لیے وہاں ان ممالک میں برکات نکاح بھی سامنے نہیں آتی ہیں اور اسلام نے جو زرّیں اصول بنائے ہیں پندرہ سو سال گزر جانے کے باوجود آج بھی جو اس دستور پر عمل کرتا ہے تو اسلام کی برکات کو موجود پاتا ہے تو خلاصہ یہ نکلا کہ جنسی خواہشات پر کنٹرول کے لیے اسلامی دستور کے موافق نکاح اور اس پر عمل از بس ضروری

ہے اور اس کی خلاف ورزی درحقیقت انسانیت کے ساتھ دشمنی ہے اور جو لوگ اس کو ذاتی فعل سمجھتے ہیں وہ ان عظیم مقاصد سے بے خبر ہیں اسی لیے خالق کائنات نے انسداد زنا کاری کے لیے بڑی سخت سزائیں رکھی ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ العزیز ہم عنقریب بیان کریں گے مگر پہلے قرآن اور سنت کی روشنی میں زنا سے بچنے والوں کے اوصاف اور فضائل بیان ہوں گے اور پھر اس کے بعد زنا کی مذمت ممانعت اس کی دنیاوی اور اخروی سزا بیان ہوگی۔

زنا سے بچنے والوں کی دُنیاوی اور اُخروی کامیابی کا بیان

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝	تحقیق کامیاب ہو گئے وہ
الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ	مومن جو اپنی نمازوں میں
صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝	عاجزی کرتے ہیں اور جو
وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ	بے ہودہ کاموں سے منہ
اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝	پھیرتے ہیں۔
وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ	اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں
فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ	اور جو اپنی شرمگاہوں کی
لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ	حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی
۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ	بیویوں پر یا ان باندیوں پر کہ
اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ	مالک ہوئے ان کے دائیں

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝
فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ
هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ
عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝
الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝
(سورہ مومنون آیت ۱ تا ۱۱)

ہاتھ پس بے شک وہ ملامت
کئے ہوئے نہیں ہیں پس جو
اس کے سوا راستہ تلاش کریگا
وہ زیادتی کرنے والے ہیں
اور جو اپنی امانتوں کی اور
عہدوں کی رعایت رکھنے
والے ہیں اور جو اپنی
نمازوں پر حفاظت کرتے
ہیں وہی وارث ہیں
جو وارث ہوں گے فردوس
کے ۔ اس میں ہمیشہ رہیں
گے ۔

تشریح

ان آیات میں سات صفات کے حامل ایمانداروں سے اللہ پاک نے دو وعدے فرمائے ہیں ایک دُنیاوی کامیابی اور ایک اُخروی کامیابی اور ان صفات میں سے ایک صفت یہ ہے جو اپنے آپ کو زنا سے بچاتے ہیں اور سورۃ فرقان میں ایسے بندوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ رحمان کے خاص بندے ہیں پس معلوم ہوا کہ جو لوگ زنا سے بچتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص بندے بھی اور ان کے لیے دنیا میں بھی کامیابی ہوگی اور آخرت میں بھی کامیابی ہوگی ۔

زنا کی مذمت کا بیان

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا ۝ (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۲)

زنا کے قریب مت جاؤ بیشک وہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (انعام آیت ۱۵۹)

اور بے حیائیوں کے قریب مت جاؤ خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (سورۃ الاعراف آیت ۲۸-۳۳)

اور جب وہ بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اسی طریقے پر اپنے ابا کو پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا آپ فرما دیں اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا تم اپنی ناسمجھی سے اللہ پر بہتان لگا رہے ہو آپ فرما دیں بے شک میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام کیا ہے خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا

اور ان لوگوں کو پاک دامن رہنا چاہیئے جو نکاح کی توفیق

حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ	نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ
مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا	تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے
فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ	غنی کر دے گا اور اپنی لونڈیوں
اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا	کو جو پاک دامن رہنا چاہتی
لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ	ہیں زنا پر مجبور مت کرو تاکہ
الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ	دنیا کا فائدہ حاصل کر لو اور
فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ	جو انہیں مجبور کریگا تو بیشک
اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ	اللہ بعد ان کے مجبور ہونے
رَّحِيْمٌ (سورۃ النور آیت ۳۳)	کے بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح

ان آیات میں اللہ رب العزت نے زنا کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے یہ تم پر حرام ہے اس کے قریب تک نہ جانا، شادی کی توفیق نہیں ہے تو بھی بچ کر رہو اللہ تعالےٰ خود تمہاری یہ ضرورت پوری فرمائیں گے اور اپنی پاک دامن باندیوں کو بھی اس بے حیائی پر مجبور مت کرو۔ ہاں اگر کسی ظالم نے ان پر زبردستی کی تو پھر وہ باندیاں گناہ گار نہیں ہیں۔

یہ جو تشریح عرض کی ہے یہ صراحتاً معلوم ہو رہی ہے اور مندرجہ ذیل احادیث سے بھی ان آیات کی مزید توضیح و تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ	حضرت ابن مسعود سے
اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ	روایت ہے اللہ ان سے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَحَدًا اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ۔

راضی ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند نہیں اس لیے اس نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

عَنْ مَوْلَاةِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ ابْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَئَيْتُ مَعَ اِمْرَاَتِیْ رَجُلًا لَضَرَبْتُهٗ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ فَبَلَغَ ذَالِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ فَوَاللّٰهِ لَاَنَا اَغْيَرُ مِنْ سَعْدٍ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّيْ مِنْ اَجْلِ ذَالِكَ

اور حضرت مغیرہ کے غلام سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ سعد بن عبادہ نے فرمایا اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو اسے سوائے منہ پھیرنے کے قتل کر دونگا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو قسم اللہ کی میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ

حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

(ابن کثیر جلد دوم ص ۱۸۸)

غیرت مند ہے اسی لیے اس نے بے حیائیوں کو حرام کہا ہے خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ فَتًی شَابًّا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِئْذَنْ لِیْ بِالزِّنَا فَاَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَیْهِ فَزَجَرُوْهُ وَقَالُوْا مَهْ مَهْ فَقَالَ اُدْنُهْ فَدَنَا مِنْهُ قَرِیْبًا فَقَالَ اِجْلِسْ فَجَلَسَ فَقَالَ اَتُحِبُّهٗ لِاُمِّكَ قَالَ لَا وَاللّٰهِ جَعَلَنِیَ اللّٰهُ فِدَاكَ قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَهٗ لِاُمَّهَاتِهِمْ قَالَ اَفَتُحِبُّهٗ

حضرت ابی امامہ سے نقل ہے کہ بے شک ایک نوجوان آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ مجھے زنا کی اجازت دیں پھر لوگوں نے اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے ڈانٹا اور اسے کہا کہ اسے چھوڑ دو اسے چھوڑ دو پھر آپ نے اسے فرمایا میرے قریب ہو جاؤ تو آپ کے قریب ہوا آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کیا تو اس زنا کو اپنی ماں کے لیے پسند کرتا ہے اس نے کہا نہ اللہ کی قسم

لِاِبْنَتِكَ قَالَ	اللہ مجھے آپ پر قربان کر دے
لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ	آپ نے فرمایا باقی لوگ بھی
اللّٰهِ جَعَلَنِيَ	اسے اپنی ماؤں کے لیے پسند
اللّٰهُ فِدَاكَ	نہیں کرتے آپ نے فرمایا
قَالَ وَلَا النَّاسُ	کیا تو اسے اپنی بیٹی کے لیے
يُحِبُّوْنَهٗ لِبَنَاتِهِمْ	پسند کرتا ہے تو اس نے کہا
قَالَ اَفَتُحِبُّهٗ	نہ اللہ کی قسم اے رسول اللہ
لِاُخْتِكَ قَالَ	اللہ مجھے آپ پر قربان کر دے
لَا وَاللّٰهِ جَعَلَنِيَ	آپ نے فرمایا اور لوگ بھی
اللّٰهُ فِدَاكَ قَالَ	اسے اپنی بیٹیوں کے لیے
وَلَا النَّاسُ	پسند نہیں کرتے آپ نے
يُحِبُّوْنَهٗ لِاَخَوَاتِهِمْ	فرمایا کیا تو اسے اپنی بہن
قَالَ اَفَتُحِبُّهٗ	کے لیے پسند کرتا ہے اس
لِعَمَّتِكَ قَالَ	نے کہا نہ اللہ کی قسم اللہ مجھے
لَا وَاللّٰهِ جَعَلَنِيَ	آپ پر قربان کر دے آپ
اللّٰهُ فِدَاكَ	نے فرمایا اور لوگ بھی اسے
قَالَ وَلَا النَّاسُ	اپنی بہنوں کے لیے پسند نہیں
يُحِبُّوْنَهٗ لِعَمَّاتِهِمْ	کرتے آپ نے فرمایا کیا تو
قَالَ اَفَتُحِبُّهٗ	اسے اپنی پھوپھی کے لیے
لِخَالَتِكَ قَالَ	پسند کرتا ہے اس نے کہا نہ
لَا وَاللّٰهِ جَعَلَنِيَ	اللہ کی قسم اللہ مجھے آپ پر

اللّٰہُ فِدَاکَ
قَالَ وَلَا النَّاسُ
یُحِبُّوْنَہٗ
لِخَالَاتِہِمْ قَالَ
فَوَضَعَ یَدَہٗ
عَلَیْہِ وَقَالَ
اللّٰہُمَّ اغْفِرْ
ذَنْبَہٗ وَطَہِّرْ
قَلْبَہٗ وَاحْصِنْ
فَرْجَہٗ قَالَ
فَلَمْ یَکُنْ
بَعْدَ ذَالِکَ
الْفَتٰی یَلْتَفِتُ
اِلٰی شَیْءٍ

(ابنِ کثیر ج ۳ ص ۳۸)

قربان کردے۔ آپ نے فرمایا
اور لوگ بھی اسے اپنی پھوپھیوں
کے لیے پسند نہیں کرتے آپ
نے فرمایا کیا تو اسے اپنی خالہ
کے لیے پسند کرتا ہے اس نے
کہا نہ اللہ کی قسم اللہ مجھے آپ
پر قربان کر دے آپ نے
فرمایا اور لوگ بھی اسے اپنی
خالاؤں کے لیے پسند نہیں
کرتے۔ راوی نے کہا پھر آپ
نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور
دُعا کی اے اللہ اس کے گناہ
معاف فرمادے اور اس کے
دل کو پاک کر اور اسکی شرمگاہ
کی حفاظت فرما راوی نے
کہا اس کے بعد وہ جوان کسی
بری چیز کی طرف توجہ نہیں
کرتا تھا۔

زنا کی دنیاوی تباہ کاری

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ اور حضرت عمر بن عاص سے

الْعَاصِ قَالَ	روایت ہے انہوں نے
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ	فرمایا کہ میں نے سنا رسول
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا	آپ فرماتے تھے جس بھی
مِنْ قَوْمٍ یَظْھَرُ	قوم میں زنا پیدا ہو جائے
فِیْھِمُ الزِّنَا اِلَّا	ان پر قحط سالی مسلّط کی جاتی
اُخِذُوْا بِالسَّنَۃِ	ہے اور جس میں رشوت
وَمَا مِنْ قَوْمٍ یَظْھَرُ	پیدا ہو جائے ان کے دلوں
فِیْھِمُ الرُّشَا اِلَّا	میں دُشمن کا رُعب ڈال
اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ	دیا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ کتاب الحدود ص۳۱۳)

تشریح

اس حدیث میں دو گناہوں کی سزا بیان ہوئی ہے۔ ایک زنا اور دوسرا رشوت۔ رشوت کی تفصیل تو انشاء اللہ العزیز اپنے مقام میں بیان ہوگی اور زنا کے متعلق پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ اس سے قطع رحمی ہوتی ہے۔ اخوت اور بھائی چارے کے رشتے ختم ہوتے ہیں اور ظاہر بات ہے اور تجربات اور مشاہدات بھی ہیں کہ اس سے انسان بڑی بُری طرح متاثر ہوتے ہیں اور تمام انسانوں کو جو لوگ مصیبت میں ڈالتے ہیں ایسے لوگوں پر یقیناً اللہ کا قہر نازل ہوتا ہے اس کی ایک قسم قحط سالی ہے جس کا بیان اس حدیث میں ہے۔ اعاذنا اللہ

عَنِ الْهَيْثَمِ ابْنِ مَالِكٍ الطَّائِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ ذَنْبٍ بَعْدَ الشِّرْكِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ نُطْفَةٍ وَضَعَهَا رَجُلٌ فِي رَحِمٍ لَا يَحِلُّ لَهٗ (ابن کثیر جلد ۳ صـ۳۸)	اور ھیثم بن مالک طائی سے روایت ہے انہوں نے روایت کی جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا نہیں کوئی گناہ شرک کے بعد بڑا اللہ کے نزدیک نطفہ سے کہ ڈالے آدمی اسے رحم میں جو اس کے لیے حلال نہیں۔

تشریح

زنا کی تباہ کاری اور بربادی کی تفصیل گزشتہ صفحات میں آچکی ہے اور کوئی بھی غیرت مند باپ بیٹا بھائی وغیرہ ایسا نہیں ہے جو اپنے سامنے طاقت رکھتے ہوئے اپنی ماں بیٹی بہن وغیرہ کی ذلت رسوائی اوباشوں کے ہاتھوں سے برداشت کرلے ہاں اگر کوئی دیوث ہو تو وہ الگ بات ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ صلہ رحمی کے رشتے ہیں یہ خون مشترکہ ہے ایک باغیرت انسان ان کی عزت کو اپنی عزت سمجھتا ہے اور ان کی ذلت کو اپنی ذلت سمجھتا ہے اور انسان کے ساتھ سب سے زیادہ تعلق خداوند پاک کا ہے اس سے زیادہ انسان پر کوئی مہربان نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی ہمدرد نہیں وہی اس کا خالق

وہ مالک مربّی و محسن ہے وہ اپنے بندوں اور بندیوں کی عزت کو اپنی عزت سمجھتا ہے اور ان کی ذلت کو اپنی ذلت تصوّر کرتا ہے اسی لیے اس نے انہیں ازلی ابدی عزت دینے کے لیے دنیا اور آخرت کی ذلت سے انہیں بچانے کے لیے ضوابط مقرر فرمائے ہیں اور یہ ضوابط سمجھانے کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے ہیں ان میں سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باقی انبیاء کی طرح آپ بھی اللہ پاک کی رحمتوں اور شفقتوں کا مظہر اتم تھے آپ بھی انسانیت کی عزت کو اپنی عزت اور ان کی ذلت اور رُسوائی کو اپنی رُسوائی تصوّر کرتے تھے اس لیے رب العالمین کے ان ضوابط کو رحمۃ للعالمین نے انتہائی شفیقانہ انداز میں سمجھایا کہ جس کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے مقام غور ہے کہ وہ ایک شخص آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور اس دوجہاں کے سردار سے بھری مجلس میں بلا جھجک بے دھڑک اور سوائے شرم و حیا کے آپ جیسی ہستی سے زنا جیسے خبیث فعل کی اجازت مانگتا ہے اور لوگ اس کو ڈانٹتے ہیں سرزنش کرتے ہیں ملامت کرتے ہیں مگر قربان جاؤں اس متاع دوعالم روح دوعالم جانِ دوعالم محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ سوائے کسی زجر و توبیخ کے اس کو اپنے پاس بُلا کر دستِ شفقت پھیرتے ہیں حکمت اور دانائی سے بھرپور الفاظ کے موتی بکھیرتے ہوئے اسے فرماتے ہیں اور اسے نصیحت کرتے جاتے ہیں اور وہ اطاعت اور فرمان برداری کا اظہار کرتا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کیا تو اپنی ماں سے زنا پسند کرے گا کہا نہیں اللہ مجھے آپ پر قربان کر دے تو آپ نے فرمایا اور لوگ بھی تو ایسا پسند نہیں کرتے اسی طرح

بیٹی، بہن، پھوپھی اور خالہ کا بھی آپ نے تذکرہ فرمایا تو اس نے ہر موقعہ پر یہی مذکورہ جوابات دیئے تو آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت بھرے لب ولہجے میں اللہ کے حضور میں اس کی مغفرت اور اصلاح کی دُعا مانگی اللہ پاک نے آپ کی دُعا قبول فرمائی تو اس کے دِل میں ایسا انقلاب آیا کہ آئندہ کے لیے یہ بُرا فعل اس کے خواب وخیال سے بھی نکل گیا۔ افسوس آج علماء کرام عوام الناس کو اس اندازِ بلیغ سے سمجھائیں تو بُرائی کا قلع قمع ہو مگر علماء نے یہ اندازِ تبلیغ چھوڑ دیا ہے اسی لیے علماء کرام کے وعظ ونصیحت میں اثر نہیں۔ خُفتہ را خُفتہ کے کند بیدار بہرحال بحث کا خلاصہ اور لبِ لباب یہ نکلا کہ زنا کا فعل انتہائی مذموم اور معاشرہ کے لیے زہرِ قاتل ہے۔ اخوت کی بنیادیں اس سے منہدم ہو جاتی ہیں اور ایسے عناصر درحقیقت انسانیت کے دشمن اور ناسُور ہیں جن کا اپریشن ضروری ہے چنانچہ اس خالقِ کائنات نے ان لوگوں کے لیے بڑی سخت اور عبرت ناک سزائیں رکھی ہیں تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ آنے والی آیات میں ان شاء اللہ العزیز ہم وہ سزائیں بیان کریں گے۔

زنا کے ذریعہ انسانی شیرازہ بکھیرنے والوں کی دُنیاوی سزا اور اسکے ثبوت کا طریقہ

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ	اور تمہاری عورتوں میں کوئی
مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْھِدُوْا	بدکاری کرے تو ان پر اپنوں

عَلَيۡهِنَّ اَرۡبَعَةً مِّنۡكُمۡ فَاِنۡ شَهِدُوۡا فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ فِى الۡبُيُوۡتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الۡمَوۡتُ اَوۡ يَجۡعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيۡلًا ۝

میں سے چار مرد گواہ لاؤ پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے۔

(سورۃ نساء آیت ۱۵)

سُوۡرَةٌ اَنۡزَلۡنٰهَا وَفَرَضۡنٰهَا وَاَنۡزَلۡنَا فِيۡهَاۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ۝ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىۡ فَاجۡلِدُوۡا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَةَ جَلۡدَةٍ وَّلَا تَاۡخُذۡكُمۡ بِهِمَا رَاۡفَةٌ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ (سورۃ نور آیت ۱-۲)

یہ ایک سورۃ ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے اور اسے فرض کیا ہے اور اس میں ہم نے صاف صاف احکام نازل کئے ہیں تاکہ تمہیں نصیحت آئے۔ زانیہ عورت اور مرد پس ہر ایک کو سو سو دُرّے مارو

اور تمہیں ان پر اللہ کا حکم نافذ کرنے میں شفقت نہ پکڑے اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور انہیں سزا دیتے وقت ایمان والوں کی ایک جماعت ہونا چاہیئے۔

تشریح

ان آیتوں میں سے پہلی نساء والی آیت میں اجمال ہے تفصیل نہیں ہے اس میں صرف اتنا فرمایا ہے کہ زنا کی مرتکبات عورتوں کے خلاف اگر چار گواہ گواہی دے دیں تو انہیں گرفتار کر کے تاحیات گھروں میں بند کر دو یا اللہ ان کے لیے کوئی اور سبیل نکالے گا اس میں یہ نہیں فرمایا کہ وہ عاقلہ ہوں یا غیر عاقلہ، بالغہ ہوں یا غیر بالغہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی بیوہ ہوں یا غیر بیوہ ہوں، مجبورہ ہو یا غیر مجبورہ نیز گواہان کے بارے میں بھی کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ وہ عادل ہوں یا غیر عادل وغیرہ ذالک اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور اس میں صرف عورتوں کا ذکر ہے مردوں کا کوئی ذکر نہیں ہے اور یہ ذکر بھی نہیں ہے کہ اگر کوئی مرد ایسی حالت میں اس عورت کو رکھنا چاہیے تو اسے رکھ سکتا ہے یا نہیں لہٰذا یہ آیت انتہائی مجمل ہے اور قرآن کا یہ دستور ہے القران یفسر بعضہ للبعض اس ضابطہ کے تحت کچھ تفصیل تو سورہ نور والی آیات میں بیان فرمائی ہیں اور کچھ تفصیل جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں بیان فرمائی ہیں اب سب سے پہلے سورہ نور والی آیات کی تشریح عرض کرتا ہوں۔ واللہ ھو الموفق والمعین۔ اس سورۃ میں سب سے پہلے یہ فرمایا ہے اللہ پاک نے کہ اس سورت کو میں نے خود اتارا ہے اس کے احکامات میں نے تم پر فرض کئے ہیں اور انہیں بالکل واضح اور کھول کر بیان کیا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ احکامات بنا لیے ہیں اور فرمایا کہ یہ بھی نہ سمجھنا کہ یہ احکامات کوئی

معمولی نوعیت کے ہیں بلکہ ان کی تعمیل تمہارے فرائض میں شامل ہے ان کی اگر خلاف ورزی کروگے تو فریضہ میں کوتاہی ہوگی اور پھر فرمایا کہ ان احکامات کی تعمیل کروگے تو تمہارا اپنا ہی بھلا ہوگا اور خلاف ورزی کروگے تو تمہارا اپنا ہی نقصان ہوگا خدا کا اس میں فائدہ ہے نہ نقصان اس کے بعد یجعل اللہ لھن سبیلا کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اس جرم کا مرتکب مرد ہو یا عورت دونوں کو سو سو دُرّے مارنا ہے دوسرا یہ فرمایا کہ شفیقانہ انداز سے نہ مارے جائیں بلکہ بے رحمی اور بے دردی سے مارے جائیں کیونکہ انہوں نے صلۂ رحمی کے رشتے کو توڑ کر بے رحمی کی فضا پیدا کی ہے اور تیسرا یہ فرمایا کہ یہ سزا سرِ عام ہونا چاہیئے بہرحال سورہ نور والی آیت نے سورہ نساء والی آیت کی تفصیل تو بیان فرمائی مگر پھر بھی یہ تفصیل پوری نہیں ہے اور نیز اس آیت نے یتوفھن الموت والی سزا بھی منسُوخ کر دی ہے کیونکہ جب سبیلا کی وضاحت آ گئی تو یتوفھن والی سزا کی ضرورت خود ختم ہو گئی اور اب ہم آنے والی احادیث میں جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مجمل آیت کی جو تشریح اور توضیح بیان فرمائی ہے وہ عرض کرتے ہیں اور نیز آنے والی احادیث سے یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ فاجلدوھم کل واحد الایتہ سے مراد سخت سزا ہے اور یہ زانی افراد کی حیثیت پر موقوف ہے کہیں یہ سزا زیادہ سخت ہے اور کہیں بالکل نرم ہے اور کہیں بالکل نہیں ہے اور اس سے احادیث کی اہمیت بھی معلوم ہو گئی۔

زانیہ اور زانی کنوارے ہوں تو انکی سزا سَو سَو دُرّے ہے اور شادی شدہ کی رجم ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَ زَیْدِ ابْنِ خَالِدٍ اِنَّ رَجُلَیْنِ اِخْتَصَمَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا اقْضِ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰهِ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَجَلْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاقْضِ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰهِ وَائْذَنْ لِیْ اَنْ اَتَکَلَّمَ قَالَ تَکَلَّمْ قَالَ اِنَّ ابْنِیْ کَانَ عَسِیْفًا عَلٰی هٰذَا فَزَنَا بِامْرَاَتِهٖ فَاَخْبَرُوْنِیْ اَنَّ عَلٰی ابْنِی الرَّجْمُ

اور حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت زیدؓ بن خالد سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں جھگڑا پیش کیا ان میں سے ایک نے کہا کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کریں اور دوسرے نے کہا ہاں یا رسول اللہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کریں اور مجھے اجازت دیں کہ میں بات کروں آپ نے فرمایا بات کر تو اس نے کہا میرا بیٹا اس کا مزدور تھا پھر اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا پھر مجھے کچھ علماء نے

فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ	کہا کہ میرے بیٹے پر رجم ہے
بِمِائَةِ شَاةٍ وَبِجَارِيَةٍ	تو میں نے اس کی طرف سے
لِيْ ثُمَّ اِنِّيْ	ایک سو بکری اور ایک اپنی
سَأَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ	کنیز فدیہ ادا کیا ہے پھر میں
فَاَخْبَرُوْنِيْ اَنَّ	نے اہلِ علم سے پوچھا، تو
عَلٰى اِبْنِيْ جَلْدَ مِائَةٍ	انہوں نے مجھے بتایا ہے
وَتَغْرِيْبَ عَامٍ وَ	کہ میرے بیٹے پر سو دُرّے
اِنَّمَا الرَّجْمُ عَلٰى	اور ایک سال کی جلا وطنی
اِمْرَاَتِهٖ فَقَالَ	ہے اور اس کی بیوی پر رجم
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	ہے پس رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو
اَمَا وَالَّذِيْ	قسم ہے اس ذات کی جس
نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَقْضِيَنَّ	کے دستِ پاک میں ہے
بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ	میری جان میں ضرور تمہارے
اللّٰهِ اَمَّا غَنَمُكَ	درمیان کتاب اللہ کے موافق
وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ	فیصلہ کروں گا پھر تمہاری بکریاں
عَلَيْكَ وَاَمَّا	اور کنیز تجھے واپس دی جائیگی
اِبْنُكَ فَعَلَيْهِ جَلْدُ	اور تیرے بیٹے پر سو دُرّے
مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ	اور ایک سال کی جلا وطنی
عَامٍ وَاَمَّا	ہے اور بہر حال اے اُنیس
اَنْتَ يَا اُنَيْسُ	تو اس عورت کے پاس جا

فَاغْدُ اِلٰی اِمْرَاَۃِ	اگر وہ اعتراف کرے تو
هٰذَا فَاِنِ	اسے رجم کر دے (اس
اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا	حدیث پر بخاری ومسلم کا
(متفق علیہ)	اتفاق ہے)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دو شخصوں نے پہلے یہودی علماء سے فیصلہ کرایا اور یہ فیصلہ دو لحاظ سے غلط تھا اوّلاً اس لیے کہ اس زانی مرد پر رجم نہیں تھا رجم اس عورت زانیہ پر تھا اور انہوں نے زانی مرد پر رجم عائد کیا اور دُوسرا اس لحاظ سے غلط تھا کہ رشوت لے کر اس سزا کو معاف کر دیا اور یہودی علماء کا یہ ہی معمول تھا اسی لیے اللہ پاک نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نئی شریعت دے کر مبعوث فرمایا چنانچہ آپ نے اس موقعہ پر وہ رشوت کی بکریاں اور کنیز واپس کرائی اور زانی مرد پر چونکہ شادی شدہ نہیں تھا تو سو دُرّوں کی سزا عائد کی اور عورت پر رجم کا فیصلہ دیا۔

وَعَنْ زَيْدِ ابْنِ	اور حضرت زید بن خالد سے
خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ	روایت ہے انہوں نے
النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ	فرمایا میں نے جناب نبی صلی
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ	اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ	آپ حکم دیتے تھے اس شخص
يُحْصِنْ جَلْدُ	کے بارے میں جو زنا کرے

مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ (رواہ البخاری)

اور محصن نہ ہو کہ اس پر سَو دُرّے اور ایک سال جلاوطنی ہے (امام بخاریؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے)

وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذُوْا عَنِّيْ خُذُوْا عَنِّيْ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ (مسلم)

اور حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو مجھ سے لو مجھ سے یقیناً اللہ نے ان کے لیے راستہ نکال دیا ہے۔ کنوارہ کنواری لڑکی سے زنا کرے تو ان پر سَو سَو دُرّے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو ان پر سَو سَو دُرّے اور رجم ہے

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ کتاب الحدود صفحہ ۳۰۹ سے منقول ہیں)

تشریح

ان دونوں احادیث میں جو دو سزاؤں کا ذکر ہے یعنی کنوارے مرد اور کنواری لڑکی کے لیے سَو سَو دُرّے اور ایک سال جلاوطنی

بھی اور شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے سَو سَو دُرّے اور رجم
بھی یہ درحقیقت ایک عدالتی ضابطے پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ
ایک مجرم جب دو سزاؤں کا مستحق ہوتا ہے تو حاکم وقت دونوں سزاؤں
کا اعلان تو کرتا ہے مگر ان دونوں میں سے جو سنگین نوعیت کی سزا ہو
وہ تو بہرحال نافذ ہی کی جاتی ہے وہ معاف نہیں کی جاتی اور وہ سزا جو
ہلکی نوعیت کی ہے وہ حاکم وقت کی صوابدید پر موقوف ہے کہ چاہے تو
وہ اسے اس مجرم پر نافذ کرے اور اگر نہ چاہے تو نہ نافذ کرے اسی طرح
یہاں بھی ہے یعنی شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی یہ ہی دستور
ہے کہ کنوارے زانی اور کنواری زانیہ کے لیے دو سزائیں ہیں ایک سخت
اور دوسری نرم ۔ دُرّوں کی سزا سخت ہے اور جلاوطنی کی سزا نرم ہے اور
دو سزاؤں کی وجہ یہ ہے کہ درحقیقت یہاں جرم دو ہیں ایک اللہ کے
حکم کی خلاف ورزی اور دوسرا دوسرے کی حق تلفی ۔ اب کسی حاکم وقت
کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دُرّوں کی سزا معاف کر دے البتہ جلاوطنی والی
سزا جو ہے اس کے سلسلہ میں حاکم وقت کو اختیار ہے کہ مجرم پر اسے
نافذ کرے یا معاف کرے اور اس طرح زانی اور زانیہ شادی شدہ
ہوں تو ان کی بھی دو سزائیں ہیں ایک سَو سَو دُرّے اور ایک رجم ان
دونوں میں اوّل الذکر جو ہے یہ بھی حاکم وقت کی صوابدید پر موقوف ہے
چاہے تو نافذ کرے اور اگر نہ چاہے تو نافذ کرے کیونکہ یہ سزا ان دونوں
کے حق میں ہلکی ہے اور دُوسری سزا ان کی رجم ہے اور یہ سزا ان کے
حق میں سخت ہے کسی بھی حاکم وقت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ
اسے معاف کر دے اور ان احادیث میں ان دونوں سزاؤں کو بیان

تو کیا ہے مگر یہ کہیں بھی ذکر نہیں ہے کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے خلفائے راشدین نے بیک وقت یہ دونوں سزائیں نافذ کی ہوں چنانچہ آنے والی احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ الْيَهُوْدَ جَآءُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَاَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرَاةِ فِيْ شَاْنِ الرَّجْمِ قَالُوْا نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُوْنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ اِنَّ فِيْهَا الرَّجْمَ فَاَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوْهَا فَوَضَعَ	اور حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ بیشک یہودی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پھر انہوں نے آپ کے سامنے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے باہم زنا کیا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کیا تم تورات میں رجم کے بارے میں کچھ نہیں پاتے انہوں نے کہا کہ انہیں رُسوا کرتے ہیں اور انہیں دُرّے مارے جاتے ہیں عبداللہ ابن سلام نے کہا کہ تم نے جھوٹ کہا ہے یقیناً تورات میں رجم ہے پھر انہوں نے تورات لائی پھر اسے کھولا

أَحَدُهُمْ يَدَهُ – تو ان میں سے ایک نے
عَلَىٰ آيَةِ الرَّجْمِ – اپنا ہاتھ رجم والی آیت پر
فَقَرَأَ مَا قَبْلَهَا – رکھ دیا پھر اس نے اس
وَمَا بَعْدَهَا – آیت کا ماقبل اور مابعد پڑھا
فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ – پھر عبداللہ ابن سلام نے
ابْنُ سَلَامٍ – کہا اپنا ہاتھ ہٹا پھر اس نے
ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ – اپنا ہاتھ ہٹایا تو اس تورات
فَإِذَا فِيهَا آيَةُ – میں رجم کی آیت تھی پھر انہوں
الرَّجْمِ فَقَالُوا صَدَقَ – نے کہا کہ عبداللہ بن سلام
يَا مُحَمَّدُ فِيهَا – نے سچ کہا ہے اے محمدؐ
آيَةُ الرَّجْمِ – اس میں آیت آیت رجم
فَأَمَرَ بِهِمَا – ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ – نے ان دونوں کے بارے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – میں رجم کا حکم دیا تو انہیں رجم
فَرُجِمَا وَفِي – کیا گیا اور ایک روایت میں
رِوَايَةٍ فَقَالَ – ہے کہ عبداللہ ابن سلام
ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ – نے کہا کہ اپنا ہاتھ ہٹا پھر
فَإِذَا فِيهَا – اس نے ہٹایا تو اس تورات
آيَةُ الرَّجْمِ – میں آیت رجم چمک رہی
تَلُوحُ فَقَالَ يَا – تھی پھر ان میں سے ایک
مُحَمَّدُ إِنَّ – نے کہا کہ محمدؐ اس میں آیت

فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ — رجم ہے لیکن ہم نے اسے
وَلٰكِنَّهَا نُكَاتِمُهُ — اپنے مابین چھپایا ہوا ہے
بَيْنَنَا فَأَمَرَ — پھر آپ نے ان دونوں
بِهِمَا فَرُجِمَا — کے بارے میں حکم دیا پھر
(متفق علیہ) — انہیں رجم کیا گیا۔

تشریح

اس حدیث پاک کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی جو آپ کے پاس زنا کا قضیہ لائے تھے اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں ان کے دین کی بہ نسبت آسان سزا ہو مگر بارش سے بھاگے پرنالے کے نیچے آ گئے جس سخت سزا کو انہوں نے مدتوں سے چھپایا ہوا تھا وہی بھگتنی پڑی اور انہوں نے اس موقعہ پر بھی اس سزا کو چھپانے کی بہتیری کوشش کی مگر اللہ تعالے نے حق کو ظاہر کیا اور حضرت عبداللہ ابن سلام کی زبان سے اس کی گواہی دلا دی اور حضرت عبداللہ ابن سلام دراصل یہود کے بڑے بلند پایہ عالم تھے اور بہ مشرف باسلام ہو چکے تھے اس لیے یہ آیت رجم ان کو انہوں نے چھپانے نہیں دی جس کا بعد میں انہوں نے خود اعتراف کیا بہرحال اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا رجم ہے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی یہ ہی حکم تھا۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَیْہِ الْکِتَابَ فَکَانَ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی اٰیَۃُ الرَّجْمِ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَہٗ وَالرَّجْمُ فِیْ کِتَابِ حَقٌّ عَلٰی مَنْ زَنَا اِذَا اَحْصَنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اِذَا قَامَتِ الْبَیِّنَۃُ اَوْکَانَ الْحَبْلُ اَوِالْاِعْتِرَافُ (یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الحدود سے منقول ہیں۔)

اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو حق دے کر بھیجا ہے اور ان پر کتاب اتاری ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اتارا ہے اس میں آیت رجم بھی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی رجم کیا ہے اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا ہے اور رجم اللہ کی کتاب میں برحق ہے ہر اس شخص پر جو زنا کرے جب کہ محصن ہو خواہ مرد ہو یا عورت جب کہ گواہ قائم ہوں یا زنا کا حمل ہو یا اعتراف ہو (یہ حدیث بخاری اور مسلم کی اتفاقی ہے)

تشریح

اس حدیث پاک میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی ہے اس میں رجم کی آیت ہے اور وہ برحق ہے اس کے متعلق محدثین کی رائے گرامی تو یہ ہے کہ اصل تو آیت کریمہ یہ تھی اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا اَلْبَتَّۃَ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم یعنی بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب باہم زنا کریں تو ان کو ضرور رجم کرو اللہ کی طرف سے یہ عبرت ہے اللہ سب پر غالب حکمت والا ہے لیکن اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے مگر اس کا حکم باقی ہے اس پر خود جناب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل موجود ہے اور اسی طرح آپ کے خلفاء کا عمل بھی موجود ہے اور یہ تواتر سے ثابت ہے اور بوقت تحریر احقر کے ناقص ذہن میں یہ توجیہ بھی آئی ہے کہ چونکہ قرآن کریم پہلی انبیاء علیہم السلام پر اتاری ہوئی کتابوں کا مُصدِق ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ توحید رسالت قیامت یہ تینوں عقائد تمام انبیاء علیہم السلام کے اتفاقی ہیں اور اسی طرح نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ یہ اصولِ دین بھی اتفاقی ہیں اور جو اصول اتفاقی ہیں ان پر عمل کرنا ضروری ہے اور جن کو منسوخ کر دیا ہے ان پر عمل کرنے کی اس امت کو اجازت نہیں اور رجم کے متعلق اس حدیث سے پہلی حدیث میں گزر چکا ہے کہ آیت رجم تورات میں تھی جس کی تصدیق یہود کے جید علماء نے کی اور اس کے منسوخ ہونے کی کوئی آیت قرآن میں نہیں اتاری گئی اور قرآن میں یہ تعلیم بھی دی گئی ہے کہ وَالَّذِین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک یعنی ایمان دار وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس کتاب پر جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں

پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ سے قبل اتاری گئی ہیں اور اس طرح کی اور بھی کئی آیات ہیں۔ پس ان آیات سے معلوم ہوا کہ پہلی کتابوں کے وہ تمام احکامات جو قرآن نے منسوخ نہیں کئے ان پہ ایمان لانا اور ان پہ عمل کرنا ضروری ہے اور آیت رجم کو چونکہ منسوخ تو نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کے بموجب حکم رجم باقی ہے اور اس پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے بہر حال جمہور محدثین کی رائے گرامی اور اس ناچیز کی اس توجیہہ کو بھی اگر شامل کر لیا جائے تو حکم رجم کی قطعیت میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

بہر حال یہ مذکورہ سزا اس صورت میں ہے کہ جب چار گواہ گواہی دے دیں کہ فلاں آدمی اور عورت نے زنا کیا ہے اور اگر چار گواہ نہ ہوں ایک دو یا تین ہوں تو ان کی گواہی سے یہ مذکورہ حد نہیں لگائی جائے گی اس کے علاوہ اور جو سزا حکومت مناسب سمجھے دے سکتی ہے۔

زانی مرد یا عورت چار مرتبہ زنا کا ازسرِ خود اعتراف کریں تب بھی اُن پہ حد نافذ ہوگی

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ	اور حضرت ابوہریرہؓ سے
قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی	روایت ہے انہوں نے
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	فرمایا کہ جناب نبی صلی اللہ
رَجُلٌ وَّهُوَ فِی	علیہ وسلم کے پاس ایک
الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ یَا	آدمی آیا اور وہ مسجد میں تھے

رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ زَنَيْتُ	پھر اس نے انہیں بلایا یا
فَاَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ	رسول اللہ بے شک میں نے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	زنا کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ
فَتَنَحّٰى لِشِقِّ وَجْهِهِ	وسلم نے اس کی طرف سے
الَّذِيْ اَعْرَضَ	منہ پھیرا پھر آیا وہ اس کی
قِبَلَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ	طرف جدھر آنحضرت کا چہرہ
زَنَيْتُ فَاَعْرَضَ عَنْهُ	تھا پھر کہا بے شک میں نے
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ	زنا کیا ہے پس پھیرا جناب
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
شَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ	اس کی طرف سے اپنا منہ
دَعَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى	پھر جب اس نے چار مرتبہ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	گواہی دی تو نبی صلی اللہ علیہ
فَقَالَ اَبِكَ جُنُوْنٌ	وسلم نے اسے بلایا پس فرمایا
قَالَ لَا فَقَالَ اَحْصَنْتَ	کیا تو پاگل ہے اس نے کہا
قَالَ نَعَمْ يَا	نہیں پھر آپ نے فرمایا کیا تو
رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ	شادی شدہ ہے اس نے کہا ہاں
اِذْهَبُوْا بِهٖ	یا رسول اللہ فرمایا آپ نے
فَارْجُمُوْهُ قَالَ ابْنُ	لے جاؤ اسے پھر اس کو رجم
شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ	کرو کہا ابن شہاب نے خبر دی
مَنْ سَمِعَ جَابِرَ ابْنِ	مجھے اس نے جس نے سنا
عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ	جابر بن عبد اللہ سے وہ فرما رہے

فَرَجَمْنَاهُ بِالْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ هَرَبَ حَتّٰى اَدْرَكْنَا بِالْحَرَّةِ فَرَجَمْنَاهُ حَتّٰى مَاتَ۔

(متفق علیہ)

تھے پھر رجم کیا ہم نے اسے مدینہ میں پس جب اسے پتھر لگے تو بھاگا یہاں تک کہ پایا ہم نے اس کو سنگستان میں پھر ہم نے اس کو رجم کیا یہاں تک کہ مرگیا (یہ حدیث بخاری و مسلم کی اتفاقی ہے)

وَفِىْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِىْ عَنْ جَابِرٍ بَعْدَ قَوْلِهٖ نَعَمْ فَاَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ بِالْمُصَلّٰى فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ فَاُدْرِكَ فَرُجِمَ حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ لَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا وَصَلّٰى عَلَيْهِ

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے جو جابر سے ہے بعد اس کے قول کے ہاں پھر حکم دیا آپ نے اس کے بارے میں پھر اس کو جنازگاہ میں رجم کیا گیا پھر جب اس کو پتھر لگے تو بھاگا پھر وہ پکڑا گیا پھر رجم کیا گیا یہاں تک کہ مرگیا پھر اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا فرمایا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

وعن بريدة قال

اور حضرت بریدہ سے

جَاءَ مَاعِزُ ابْنُ مَالِكٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ اِرْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ اِلَيْهِ قَالَ فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذَالِكَ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَ اُطَهِّرُكَ قَالَ مِنَ الزِّنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ماعز بن مالک جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پھر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے پاک کر دیں پھر فرمایا آپ نے افسوس تجھ پر واپس جا اللہ سے معافی مانگ اور اس کی طرف توبہ کر۔ راوی نے کہا پھر وہ تھوڑی دور تک گیا پھر آیا پس عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے پاک کر دیں پھر فرمایا جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح یہاں تک جب چوتھی بار آیا تو فرمایا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جرم میں پاک کروں میں تجھے اس نے کہا زنا سے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یہ مجنون ہے پھر آپ کو بتایا گیا کہ وہ مجنون نہیں

اَبِهٖ جُنُوْنٌ فَاُخْبِرَ	ہے پس فرمایا آپ نے کیا
اَنَّهٗ لَيْسَ بِمَجْنُوْنٍ	اس نے شراب پی ہے
فَقَالَ اَشَرِبَ خَمْرًا	پس اُٹھا ایک آدمی پھر اس
فَقَامَ رَجُلٌ	کے مُنہ کو سونگھا پس نہ پائی
فَاسْتَنْكَهَهٗ فَلَمْ	اس نے بُو شراب کی پھر
يَجِدْ مِنْهُ رِيْحَ	فرمایا آپ نے کیا تو نے
خَمْرٍ فَقَالَ اَزَنَيْتَ	زنا کیا ہے اس نے کہا ہاں
قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَ	پھر حکم دیا آپ نے اس
بِهٖ فَرُجِمَ فَلَبِثُوْا	کے بارے میں پھر اسے رجم
يَوْمَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً	کیا گیا پھر ٹھہرے وہ لوگ دو
ثُمَّ جَاءَ رَسُوْلُ	دن یا تین دن پھر آئے جناب
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	پھر فرمایا آپ نے معافی مانگو
فَقَالَ اِسْتَغْفِرُوْا لِمَا	تم اللہ سے واسطے ماعز بن
عِزِ ابْنِ مَالِكٍ لَقَدْ	مالک کے تحقیق اس نے
تَابَ تَوْبَةً لَوْ	اتنی بڑی توبہ کی ہے اگر
قُسِمَتْ بَيْنَ اُمَّةٍ	اسے امت کے درمیان تقسیم
لَوَسِعَتْهُمْ ثُمَّ	کر دیا جائے تو اسے پوری
جَاءَتْهُ اِمْرَاَةٌ	ہو جائے پھر آئی آپ کے
مِنْ غَامِدٍ	پاس ایک عورت غامدی قبیلہ
مِنَ الْاَزْدِ فَقَالَتْ	ازد کی پھر اس نے کہا اے

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ
فَقَالَ وَيْحَكِ ارْجِعِيْ
فَاسْتَغْفِرِيْ اللّٰهَ
وَتُوْبِيْ اِلَيْهِ
فَقَالَتْ تُرِيْدُ اَنْ
تَرُدَّنِيْ كَمَا رَدَدْتَ
مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ
اَنَّهَا حُبْلٰى مِنَ
الزِّنَا فَقَالَ اَنْتِ
قَالَتْ نَعَمْ قَالَ
لَهَا حَتّٰى تَضَعِيْ مَا
فِيْ بَطْنِكِ
قَالَ فَكَفَلَهَا رَجُلٌ
مِنَ الْاَنْصَارِ
حَتّٰى وَضَعَتْ فَاَتَى
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ قَدْ وَضَعَتِ
الْغَامِدِيَّةُ فَقَالَ
اِذًا لَا نَرْجُمُهَا
وَنَدَعُ وَلَدَهَا

اللہ کے رسول آپ مجھے
پاک کریں پھر آپ نے فرمایا تجھ
پر افسوس ہے واپس جا اللہ
سے معافی مانگ اور اس کے
دربار میں توبہ کر پھر اس نے
کہا کیا آپ مجھے لوٹانا چاہتے
ہیں جس طرح آپ نے ماعز
بن مالک کو لوٹایا ہے بیشک
وہ تو زنا سے حاملہ ہے پھر
آپ نے فرمایا تو اس نے
کہا ہاں آپ نے اسے فرمایا
یہاں تک کہ جنے تو وہ جو
تیرے پیٹ میں ہے راوی
نے کہا پھر کفیل بنا اس کا ایک
آدمی انصار میں سے یہاں
تک کہ جنا اس نے پھر آیا
وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس پھر کہا اس نے تحقیق جنا
ہے غامدیہ نے پس کہا آپ
نے اس وقت ہم اسے رجم
نہیں کریں گے اور چھوڑیں

ضَعِيْرًا لَيْسَ لَهٗ مَنْ	گے ہم اس کا بچہ چھوٹا نہیں
يُرْضِعُهٗ فَقَامَ	ہے کوئی جو اس کو دودھ
رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ	پلائے پھر کھڑا ہوا ایک
فَقَالَ اِلَیَّ رِضَاعُهٗ	آدمی انصار میں سے پھر اس
يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ	نے کہا مجھ پر ہے اسے
فَرَجَمَهَا وَفِيْ	دودھ پلانا اے اللہ کے
رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ	نبی پھر اسے رجم کیا گیا اور
لَهَا اِذْهَبِيْ حَتّٰى	ایک روایت ہے کہ آپ
تَلِدِيْ فَلَمَّا وَلَدَتْ	نے اسے فرمایا چلی جا یہاں
قَالَ اِذْهَبِيْ فَاَرْضِعِيْهِ	تک کہ تو جنے پس جب
حَتّٰى تَفْطِمِيْهِ	اس نے جنا آپ نے فرمایا
فَلَمَّا فَطَمَتْهُ	چلی جا اسے دودھ پلا یہاں
اَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ	تک کہ اس کا دودھ چھڑائے
فِيْ يَدِهٖ كِسْرَةُ	پس جب اس نے اس
خُبْزٍ فَقَالَتْ هٰذَا	کا دودھ چھڑایا لائی آپ کے
يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ	پاس بچہ اس کے ہاتھ میں
فَطَمْتُهٗ وَقَدْ	روٹی کا ٹکڑا تھا پس کہا اس
اَكَلَ الطَّعَامَ	نے یہ ہے اے اللہ کے
فَدَفَعَ الصَّبِيَّ	نبی تحقیق میں نے اس کا
اِلٰى رَجُلٍ	دودھ چھڑا دیا ہے اور یقیناً
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ	وہ کھانا کھاتا ہے پس دیا

ثُمَّ اَمَرَ بِهَا
فَحُفِرَ اِلٰى
صَدْرِهَا وَاَمَرَ
النَّاسَ فَرَجَمُوْهَا
فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ
الْوَلِيْدِ بِحَجَرٍ
فَرَمٰى رَاْسَهَا
فَتَنَفَّحَ الدَّمُ
عَلٰى وَجْهِ
خَالِدٍ فَسَبَّهَا
فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَهْلًا
يَا خَالِدُ فَوَالَّذِي
نَفْسِي بِيَدِهٖ
لَقَدْ تَابَتْ
تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا
صَاحِبُ مَكْسٍ
لَغُفِرَ لَهٗ ثُمَّ
اَمَرَ بِهَا فَصَلّٰى
عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ

آپ نے وہ بچہ ایک آدمی
کو مسلمانوں میں سے پھر حکم
دیا اس کے بارے میں پھر
گڑھا کھودا گیا اس کے سینے
تک اور حکم دیا آپ نے
لوگوں کو پھر انہوں نے اس
کو رجم کیا پس آگے بڑھے
خالد بن ولید ساتھ پتھر کے
پھر مارا اس کے سر پر پس
چھینٹے پڑے خون کے خالد
کے چہرے پر پھر اس نے
اس عورت کو بُرا کہا پس
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے خالد اسے مہلت دو (بُرا
نہ کہو) پس قسم ہے اس
ذات کی میری جان اسکے
ہاتھ میں ہے اس نے یقیناً
ایسی توبہ کی ہے کہ اگر توبہ
کرے محصول لینے والا تو
اس کی بخشش کی جائے پھر
حکم دیا اس کے بارے میں

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الحدود سے نقل کی گئی ہیں۔) پھر نماز جنازہ پڑھائی اس کی اور دفن کر دی گئی۔

تشریح

حدیث ابی ہریرہ اور بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مجموعی طور پر تیرہ[۱۳] مسائل معلوم ہوتے ہیں پہلا[۱] مسئلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت غامدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دُرّوں کی سزا نہیں دی انہیں صرف رجم ہی کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی حدیث میں ایسے مجرمین کے لیے جو رجم اور درّوں کی دو سزاؤں کا ذکر ہے وہ دونوں ضروری نہیں ہیں صرف رجم ہی ضروری ہے اگر رجم کے ساتھ دُرّوں کی سزا بھی ضروری ہوتی، تو جناب کریم صلی اللہ علیہ وسلّم دونوں نافذ کرتے یا اگر دُرّوں کی سزا ضروری ہوتی اور رجم کی ضروری نہ ہوتی تو صرف دُرّوں کی نافذ کرتے پس معلوم ہوا کہ ضروری جو ہے وہ صرف رجم کی ہے اس لیے اسے نافذ کیا اور دوسرا[۲] مسئلہ ان دونوں احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی ایسے جرم کا مرتکب از سر خود قاضی کے سامنے اپنے اس جرمِ سیاہ کا اعتراف کرے تو نفس اعتراف سے اس پر یہ حد جاری نہیں کی جائیگی جب تک کہ وہ چار دفعہ اعتراف نہ کرے اور یہ چار دفعہ کا اعتراف جو ہے یہ درحقیقت چار گواہوں کی گواہی کے قائم مقام ہے جو اس باب میں شرط ہے اور تیسرا[۳] مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی ایسے جرم کا اعتراف کرے تو قاضی پہلے اس کو ٹالنے کی کوشش کرے

اس سے روگردانی کرے جیسا جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ کے ساتھ کیا اور چوتھا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص قاضی کی اتنی روگردانی کے باوجود اپنے آپ کو اس سنگین سزا کے لیے پیش کرے تو پھر بھی قاضی اس کے حالات دریافت کرے ڈاکٹر سے اس کا دماغی معائنہ کرائے اس کے گھر کے حالات معلوم کرائے کیا گھریلو حالات سے تنگ آکر خودکشی تو نہیں کرنا چاہتا یا کیا وہ منشیات کا عادی تو نہیں ہے اگر اس میں یہ مذکورہ خامیاں ہوں تو پھر اس کو رجم نہیں کیا جائے گا اور اگر یہ نہ ہوں تو پھر اسے رجم کر دیا جائے گا۔ اور پانچواں مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اگر زانیہ عورت حاملہ ہو تو جب تک اس کا بچہ پیدا ہو کر کھانے پینے کے قابل نہ ہو جائے تب تک اس کو رجم نہیں کیا جائے گا کیونکہ اگر بچہ پیٹ میں ہوتے ہوئے اسے رجم کیا جائے تو اس کے ساتھ اس بے قصور بچے کا قتل ہوگا جو ظلم ہے اور پیدائش کے بعد اگر اسے رجم کر دیا جائے تو بھی اس بچے کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اس لیے جب تک یہ بچہ کھانا کھانے کے قابل نہ ہو اس وقت تک اس کی اس ماں کو رجم نہیں کیا جائے گا۔ اور چھٹا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ عورت مزنیہ کو سرعام کھڑا کر کے رجم نہیں کرنا بلکہ اس کے لیے زمین میں ایک گہرا گڑھا کھود کر اس میں اسے بٹھا کر رجم کیا جائے گا کیونکہ اس طریق کار سے اس کا ستر کھل جانے کا اندیشہ نہیں ہے اور اگر سرعام اس کو سزا دی جائے تو اس کا ستر کھل جانے کا خطرہ ہے اس لیے اس کی بے حرمتی ہوگی جو شرعاً ممنوع ہے اور ساتواں مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ رجم کے لیے زانی مرد یا زانیہ عورت کا محصن ہونا ضروری ہے اگر وہ محصن نہیں

ہوں گے تو انہیں رجم نہیں کیا جائے گا اور محصن اسے کہتے ہیں کہ وہ آزاد ہو عاقل بالغ ہو مسلمان ہو اور آزاد مسلمان عورت سے نکاح کیا ہو اور وہ نکاح صحیح بھی ہو فاسد نہ ہو اور میاں بیوی ہم بستری بھی کر چکے ہوں اور آٹھواں۸ مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے آپ کو قاضی کے سامنے آکر از سر خود پیش کرے اور اپنے اس جرم سیاہ کا اعتراف کرے اور یوں کہے کہ آپ مجھے پاک کریں مجھ پہ یہ سزا شرعی نافذ کریں تو یہ اس شخص کی توبہ ہے اور یہ سب سے اونچی توبہ ہے اور نواں۹ مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اس شخص کے دل میں خدا کا ڈر ہے خوف ہے تب ہی تو وہ اپنے آپ کو اتنی سنگین سزا کے لیے پیش کرتا ہے اور دسواں۱۰ مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اس کی نماز جنازہ بھی مسلمانوں کو پڑھنا چاہیئے یہ نہیں کہ اس جرم کی وجہ سے اس کی نماز جنازہ ترک کر دیں اور خصوصاً جب کہ اس نے اتنی عظیم توبہ بھی کی ہے اور گیارھواں۱۱ مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے علاوہ بھی اس کے لیے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیئے اور بارھواں۱۲ مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ تمام مسلمانوں کو اب اپنی مجالس میں اس کی مذمت نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ ایسا برا تھا زنا کار تھا وغیرہ وغیرہ اور تیرھواں۱۳ مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اب مسلمانوں کو اپنی مجالس میں اس کی تعریف کرنا چاہیئے کہ اس کا یہ عظیم کارنامہ ہے بڑی اونچی قربانی ہے اس نے صدقِ دل سے توبہ کی ہے اللہ تعالیٰ سب کو ایسی سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین یارب العالمین ۔

اگر زنا کا معترف حد قائم ہونے سے پہلے یا درمیان میں منحرف ہوجائے تو حد ساقط ہوجائیگی

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ مَاعِزُ الْاَسْلَمِیُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ زَنَا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآءَ مِنْ شِقِّهِ الْاٰخَرِ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ زَنَا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَآءَ مِنْ شِقِّهِ الْاٰخَرِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ قَدْ زَنَا فَاَمَرَ بِهٖ فِى الرَّابِعَةِ فَاُخْرِجَ اِلَى الْحَرَّةِ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَةِ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ماعز اسلمی جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پھر کہا کہ بے شک اس نے زنا کیا ہے پھر آپ نے اس سے منہ پھیر لیا پھر آیا وہ دوسری جانب سے پس کہا بے شک اس نے زنا کیا ہے پھر آپ نے اس سے منہ پھیرا پھر آیا وہ دوسری جانب سے پس کہا یا رسول اللہ بے شک اس نے زنا کیا ہے پھر حکم دیا آپ نے اس کے بارے میں چوتھی مرتبہ پھر اس کو نکالا گیا طرف سنگستان کے پھر اسے رجم کیا

فَلَمَّا وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَرَّ يَشْتَدُّ حَتّٰى مَرَّ بِرَجُلٍ مَعَهُ لَحْيُ جَمَلٍ فَضَرَبَهُ بِهِ وَضَرَبَهُ النَّاسُ حَتّٰى مَاتَ فَذَكَرُوْا ذَالِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ فَرَّ حِيْنَ وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ وَمَسَّ الْمَوْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

گیا ساتھ پتھروں کے پس جب لگے اس کو پتھر تو بھاگا تیزی سے یہاں تک کہ گزرا ایک آدمی کے پاس سے اور اس کے پاس اونٹ کے جبڑے کی ہڈی تھی پس مارا اس نے اسے اس سے اور مارا اسے لوگوں نے بھی یہاں تک کہ مر گیا پھر ذکر کیا انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہ بے شک وہ بھاگا جب پایا اس نے چھونا پتھروں کا اور چھونا موت کا پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہیں چھوڑ دیا تم نے اس کو (یہ روایت ترمذی اور ابن ماجہ کی ہے)

وَفِىْ رِوَايَةٍ هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ لَعَلَّهُ اَنْ يَّتُوْبَ فَيَتُوْبَ

اور ایک روایت میں ہے کیوں نہیں چھوڑا تم نے اس کو شاید کہ وہ توبہ کرتا پس اللہ

اللہ علیہ … اس کی توبہ قبول فرماتا۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الحدود سے منقول ہیں)

تشریح

اس حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم نے اس کو کیوں نہیں چھوڑ دیا اس کا مقصد یہ ہے کہ جس شخص نے قاضی کے سامنے اپنے جرم زنا کا اعتراف کیا ہو اور قاضی نے پھر اسے رجم کرنے کا فیصلہ دے دیا ہو اور جلادوں نے اسے رجم کرنا شروع کر دیا ہو اور وہ مجرم اس سزا کی تکلیف محسوس کر کے اس سزا سے اگر بھاگے تو پھر اسے بقیہ سزا نہیں دینا چاہیئے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زنا کا معترف اگر حد جاری ہونے سے قبل ہی رجوع کر لے مثلاً یوں کہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا وغیرہ ذالک تو پھر بھی اس سے یہ حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ جب دوران سزا رجوع کرنے سے اس کی بقیہ سزا جاری کرنے کی اجازت نہیں تو حد جاری ہونے سے پہلے اگر رجوع کرے تو پھر یقیناً یہ سزا اس پر جاری نہیں ہونا چاہیئے اور صحابہؓ نے جو رجوع کرنے کے بعد اس پر بقیہ سزا جاری کی جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی یہ ان کی لاعلمی کی وجہ سے تھا اس لیے انہیں قاتل نہیں کہا جا سکتا ہے بہرحال اس حد کے ساقط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حدود کے سلسلہ میں یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ حدود کسی بھی شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں اسی لیے زانی کے اعتراف کے وقت بھی اسے ٹالنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کا ذہنی توازن وغیرہ دیکھا جاتا ہے اور یہاں حد جاری ہونے سے

قبل یا دورانِ حد اگر وہ رجوع کرتا ہے تو اس میں بھی ایک طرح کا شبہ تو ہو سکتا ہے کہ شاید اس نے کسی اور جذبے کے تحت ایسا اعتراف کیا ہو اس لیے رجوع کی صورت میں اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

زانی اور زانیہ جماع کریں تب حد لازم ہو گی

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ	اور حضرت عباس سے روایت
قَالَ لَمَّا اَتٰى	ہے انہوں نے فرمایا جب
مَاعِزُ ابْنُ مَالِكٍ	ماعز ابن مالک جناب نبی
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ	صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
فَقَالَ لَهٗ لَعَلَّكَ	آئے تو آپ نے اسے فرمایا
قَبَّلْتَ اَوْ غَمَزْتَ	شاید کہ تُو نے اسے بوسہ دیا
اَوْ نَظَرْتَ قَالَ	ہو گا یا اسے چھوا ہو گا یا دیکھا
لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	ہو گا اس نے کہا نہیں یا رسول
قَالَ اَنِكْتَهَا	اللہ پھر آپ نے فرمایا کیا تو
لَا يَكْنِيْ قَالَ	نے اس سے جماع کیا ہے
نَعَمْ فَعِنْدَ ذَالِكَ	آپ نے کنایہ نہیں استعمال
امر برجمه	کیا اس نے کہا ہاں پھر اس
(بخاری)	وقت آپ نے اسے رجم
	کرنے کا حکم دیا (بخاری)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کو صرف بوسہ دے دے یا صرف ہاتھ لگا دے یا صرف دیکھ لے خواہ برہنگی کی حالت کیوں نہ ہو اس سے اس پر حد جاری نہیں ہوگی کیونکہ یہ اسباب زنا ہیں زنا نہیں ہے اگرچہ مجازی طور پر ان اسباب پر بھی زنا کا اطلاق ہوتا ہے مگر حقیقی زنا نہیں اور حد کے لیے حقیقی زنا ہونا ضروری ہے۔

وَعَنْ يَزِيدَ ابْنِ	حضرت یزید بن نعیم بن ھزال
نُعَيْمِ ابْنِ هَزَّالٍ عَنْ	سے روایت ہے انہوں نے
أَبِيهِ قَالَ كَانَ	اپنے دادا سے نقل کیا ہے
مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ	انہوں نے فرمایا ماعز بن مالک
يَتِيمًا فِي حِجْرِ	یتیم تھے میرے باپ کی پرورش
أَبِي فَأَصَابَ جَارِيَةً	میں تھے پھر زنا کیا اس نے
مِنَ الْحَيِّ فَقَالَ لَهُ	قبیلہ کی ایک لڑکی سے پھر
أَبِي إِئْتِ رَسُولَ اللهِ	اسے میرے باپ نے کہا کہ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ	تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ	وسلم کے پاس جاؤ انہیں بتاؤ
بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّهُ	جو تم نے کیا ہے شاید وہ
يَسْتَغْفِرُ لَكَ	تمہارے لیے معافی مانگ
وَإِنَّمَا يُرِيدُ	لیں اور بے شک آپکی اس

بِذَالِكَ رِجَاءً اَنْ
يَّكُوْنَ لَهٗ مَخْرَجًا
فَاَتَاهُ فَقَالَ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ
زَنَيْتُ فَاَقِمْ عَلَيَّ
كِتَابَ اللّٰهِ فَاَعْرَضَ
عَنْهُ فَعَادَ فَقَالَ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ
زَنَيْتُ فَاَقِمْ
عَلَيَّ كِتَابَ اللّٰهِ
حَتّٰى قَالَهَا اَرْبَعَ
مَرَّاتٍ فَقَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِنَّكَ قَدْ
قُلْتَهَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ
فِمَنْ قَالَ بِفُلَانَةٍ
قَالَ هَلْ ضَاجَعْتَهَا
قَالَ نَعَمْ قَالَ
هَلْ بَاشَرْتَهَا
قَالَ نَعَمْ قَالَ
هَلْ جَامَعْتَهَا

سے یہ امید تھی کہ اس کے
لیے کوئی راہ نکل آئے گی
پھر وہ آپ کے پاس آیا اور
کہا یا رسول اللہ میں نے زنا
کیا ہے آپ مجھ پر اللہ کی
کتاب کا حکم قائم کریں تو آپ
نے اس سے منہ پھیرا وہ پھر
لوٹا اور کہا یا رسول اللہ میں
نے زنا کیا ہے آپ مجھ پر
اللہ کی کتاب کا حکم قائم کریں
یہاں تک کہ اس نے چار
مرتبہ ایسا کہا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک
تو نے چار مرتبہ کہا ہے بتا
کس سے زنا کیا ہے اس نے
کہا کہ فلاں عورت سے آپ
نے فرمایا اس کے ساتھ تم
لیٹے تھے اس نے کہا ہاں
آپ نے فرمایا اس کے بدن
سے تم نے اپنا بدن ملایا تھا
اس نے کہا ہاں آپ نے

فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ فَاَمَرَ بِهٖ اَنْ يُّرْجَمَ فَاُخْرِجَ بِهٖ اِلَى الْحَرَّةِ فَلَمَّا رُجِمَ فَوَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَجَزِعَ فَخَرَجَ يَشْتَدُّ فَلَقِيَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اُنَيْسٍ وَقَدْ عَجَزَ اَصْحَابُهٗ فَنَزَعَ لَهٗ بِوَظِيْفِ بَعِيْرٍ فَرَمَاهُ بِهٖ فَقَتَلَهٗ ثُمَّ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذُكِرَ ذَالِكَ فَقَالَ هَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ لَعَلَّهٗ اَنْ يَّتُوْبَ فَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ

فرمایا تونے اس سے جماع کیا تھا اس نے کہا ہاں راوی نے کہا پھر آپ نے حکم دیا اس کو رجم کرنے کا پھر اسے نکالا گیا طرف سنگستان کے پس جب اسے رجم کیا گیا پس پائی اس نے تکلیف پتھروں کی تو گھبرایا اور بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے بھاگا پھر ملے اس کو عبد اللہ بن انیس اور اس کے ساتھی عاجز آ گئے تھے پھر اس نے اس کے لیے اونٹ کی ہڈی نکالی اس سے اس کو مارا پھر اسے قتل کر دیا پھر آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھر ذکر کیا گیا آپ کے سامنے اس کا تو آپ نے فرمایا تم نے کیوں نہیں اسے چھوڑا شاید وہ توبہ کرتا اللہ اس کی توبہ قبول کرتا۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الحدود سے منقول ہیں)

تشریح

اس حدیث پاک سے پہلی حدیث کے مضمون کی تائید ہو رہی ہے کیونکہ جب حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو چار مرتبہ زنا کا اعتراف کیا تو آپ نے فوراً اس پر حد نافذ کرنے کا حکم صادر نہیں فرمایا بلکہ پہلے اس سے تفصیل پوچھی ہے کہ تو نے کس سے زنا کیا ہے اس کے ساتھ تم لیٹے بھی تھے اس کے بدن سے اپنا بدن ملایا تھا اور آخر میں پوچھا کہ کیا تم نے اس سے جماع بھی کیا تھا یعنی اس کی شرمگاہ میں اپنا آلہ تناسل داخل کیا تھا جب اس کا بھی اعتراف کیا تب آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا معلوم ہوا کہ صرف عورت کو دیکھنے سے یا اس کے بدن کو چھونے سے یا اس کے ساتھ لیٹ جانے سے اگر حد واجب ہو جاتی تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جماع کے بارے میں اس سے نہ پوچھتے جب اس نے اس کے ساتھ لیٹنے کا جب اعتراف کیا تھا فوراً اس پر حد نافذ فرما دیتے تھے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ جماع کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ شرعی حد کے لیے یہ ضروری ہے کہ زانی نے اس سے جماع بھی کیا ہو۔

غلط فہمی میں دروں کی حد لگ جانے سے رجم ساقط نہیں ہوتی

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ اور حضرت جابرؓ سے روایت

رَجُلاً زَنَا	ہے کہ بے شک ایک آدمی
بِامْرَاَةٍ فَاَمَرَ	نے ایک عورت سے زنا
بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى	کیا پھر جناب نبی صلی اللہ علیہ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	وسلم نے اس کے بارے
فَجُلِدَ الْحَدَّ ثُمَّ	میں حکم دیا تو اسے دُرّے
اُخْبِرَ اَنَّهُ	مارے گئے پھر پتہ چلا کہ وہ
مُحْصَنٌ فَاَمَرَ	شادی شدہ ہے پھر آپ
بِهِ فَرُجِمَ	نے حکم دیا تو اسے رجم کیا گیا

(مشکوٰۃ کتاب الحدود)

تشریح

اس حدیث میں جس شخص پر دُرّوں کی سزا نافذ کرنے کا ذکر ہے اس میں یہ تو نہیں کہ آپ نے اس کے معاملہ میں تحقیق بھی کی تھی یا نہ لیکن دوسری احادیث میں ایسے کیسوں میں جب تحقیقات کا ذکر ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی تحقیق کی ہوگی۔ تب ہی تو اس پر درّوں کی سزا نافذ فرمائی ہوگی مگر باوثوق ذرائع سے پتہ چلا ہوگا کہ پہلی تحقیق میں غلطی ہوگئی ہے تو پھر آپ نے اس پر رجم کی حد جاری کی تو معلوم ہوا کہ غلط فہمی کی وجہ سے اگر کوئی حاکم کم درجہ کی سزا نافذ کر دے اور بعد میں پتہ چلا کہ پہلی تحقیق غلط ہے دوسری صحیح ہے جو اہم ہے اور وجوب کا درجہ رکھتی ہے تو اسے بھی نافذ کر دے سابقہ غلطی کی وجہ سے یہ حد ساقط نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم بمرادہ۔

زنا بالجبر سے حد لازم نہیں ہوتی

وَعَنْ وَائِلِ ابْنِ	اور حضرت وائل بن حجر سے
حُجْرٍ قَالَ اُسْتُكْرِهَتْ	روایت ہے انہوں نے فرمایا
اِمْرَاَةٌ عَلٰى عَهْدِ	کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ	کے زمانہ میں ایک عورت سے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	زبردستی زنا کیا گیا تو آپ نے
فَدَرَاَ عَنْهَا	اس سے حد ہٹا دی تھی اور اس
الْحَدَّ وَاَقَامَهٗ	پر حد قائم کی جس نے اس سے
عَلَى الَّذِيْ	زنا کیا تھا اور راوی نے یہ
اَصَابَهَا وَلَمْ يَذْكُرْ	ذکر نہیں کیا کہ آپ نے اس
اَنَّهٗ جَعَلَ لَهَا	عورت کے لیے مہر مقرر کیا
مَهْرًا (رواہ الترمذی)	تھا (ترمذی)
وَعَنْهُ اَنَّ اِمْرَاَةً	اور ان ہی سے نقل ہے کہ
خَرَجَتْ عَلٰى	بے شک ایک عورت جناب
عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	میں نماز کے ارادہ سے نکلی
تُرِيْدُ الصَّلٰوةَ	تو اس کو ایک آدمی ملا پھر
فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ	اس نے اس کو ڈھانپ لیا
فَتَجَلَّلَهَا فَقَضٰى	پھر اس نے اپنی حاجت پوری
حَاجَتَهٗ مِنْهَا	کی اس سے پھر وہ چلائی اور

فَصَاخَتْ وَانْطَلَقَ	وہ چلا گیا اور گزری ایک
وَمَرَّتْ عِصَابَةٌ	جماعت مہاجرین میں سے
مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ	پس کہا اس عورت نے
فَقَالَتْ إِنَّ ذَالِكَ	بے شک اس فلاں آدمی
الرَّجُلَ فَعَلَ بِيْ	نے میرے ساتھ ایسا کیا
كَذَا وَكَذَا فَأَخَذُوْا	پھر انہوں نے اس آدمی کو
الرَّجُلَ فَأَتَوْا بِهٖ	پکڑ لیا پھر وہ اسے رسول اللہ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى	صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	لائے پس آپ نے فرمایا اس
فَقَالَ لَهَا اِذْهَبِيْ	عورت کو تو چلی جا بے شک
فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ	اللہ نے تجھے معاف کر دیا
لَكِ وَقَالَ لِلرَّجُلِ	ہے اور اس شخص کے بارے
الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهَا	میں فرمایا جس نے اس سے
اُرْجُمُوْهُ وَقَالَ	زنا کیا کہ اس کو رجم کر دو اور
لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً	آپ نے فرمایا یقیناً اس نے
لَوْ تَابَهَا اَهْلُ	ایسی توبہ کی ہے اگر مدینہ
الْمَدِيْنَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ	والے توبہ کرتے تو ان کی
(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الحدود سے منقول ہیں۔)	طرف قبول کی جاتی

تشریح

ان دونوں احادیث کا ماحصل اور لب لباب یہ ہے کہ اگر کسی

عورت سے جبراً زنا کیا گیا ہو تو اس پر حد واجب نہیں ہو گی اور نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مرد کو کوئی زنا پر مجبور کرے یعنی قتل وغیرہ کی اس کو دھمکی دے اور وہ جان بچانے کے لیے اگر زنا کا ارتکاب کر بیٹھے تو اسی پر بھی حد واجب نہیں ہو گی۔

لوطی کی سزا کا بیان

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا	اور جب ہمارے بھیجے ہوئے
لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ	لُوط کے پاس پہنچے تو اُن کے آنے
بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ	سے وہ غمگین ہوا اور دِل میں تنگ
هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝	ہوا اور کہا کہ آج کا دن بڑا سخت
وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ	ہے۔ اور اس کی قوم اس کے
يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ	پاس بے اختیار دوڑتی ہوئی آئی۔
قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	اور یہ لوگ اس سے پہلے بھی بُرے
السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ	کام کیا کرتے تھے۔ اس نے کہا
هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ	اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں
اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا	وہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں
اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ	پس اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے
ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ	مہمانوں میں رُسوا نہ کرو کیا تم میں
رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ قَالُوْا	سے کوئی بھلے مانس آدمی نہیں ہیں
لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ	انہوں نے کہا کہ یقیناً تجھے پتہ
بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ج وَاِنَّكَ	ہے کہ میری بیٹیوں سے ہمارا کوئی

لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝ غرض نہیں ہے اور یقیناً تو ہمارے
قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ ارادوں کو جانتا ہے اس نے کہا
بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ افسوس تمہارے مقابلے کے
اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ۝ قَالُوْا لیے میرے پاس کوئی طاقت ہوتی
يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ یا میں کسی زبردست سہارے کی
لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ پناہ میں چلا جاتا - ان رسولوں نے
بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ کہا اے لُوط بے شک ہم تیرے
الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ
مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ہرگز تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے
اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ نکل جاؤ تم اپنی اہل کے کر رات
اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ کے کچھ حصہ میں اور تم میں کوئی
مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ مُڑ کر نہ دیکھے مگر تیری بیوی بیشک
اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝ اس پر بھی وہی مصیبت آنے والی
فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا ہے جو ان پر آئے گی ان کے
جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وعدہ کا وقت صبح ہے کیا صبح
وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا قریب نہیں پس جب ہمارا حکم
حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ آگیا ہم نے وہ بستیاں اُلٹا دیں
مَّنْضُوْدٍ ۝ مُّسَوَّمَةً اور اس زمین پر کھنگر کے پتھر برسانا
عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا شروع کئے جو لگاتار گر رہے
هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ تھے جن کا خاص نشان تھا تیرے
بِبَعِيْدٍ۔ (سورۃ ہود آیت ۷۷ تا ۸۳) رب کی طرف سے اور وہ پتھر

(سورہ ھود) ظالموں سے دور نہیں ۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ تَجْهَلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ (سورۂ نمل آیت ۵۴ تا ۵۸)

اور لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا ۔ کیا تم بے حیائی کرتے ہو حالانکہ تم سمجھدار ہو کیا تم آتے ہو مردوں کے پاس شہوت سے سوائے عورتوں کے بلکہ تم حماقت کر رہے ہو پھر اس کی قوم کا سوائے اس کے اور کوئی جواب نہیں تھا مگر کہا انہوں نے کہ نکال دو آلِ لوط کو اپنی آبادی سے بے شک وہ پاک بنتے پھرتے ہیں ۔ پھر ہم نے اس لوط کو اور اس کی آل کو نجات دی مگر اس کی بیوی اس کے بارے میں فیصلہ کر چکے تھے کہ وہ پیچھے رہنے والوں سے ہوگی ۔ اور ہم نے ان پہ بارش برسا دی ۔ پس ڈرائی ہوئی قوم کی بری بارش تھی ۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ

اور لوط کو بھیجا ۔ جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم

اَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِيْنَ۝	سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ کیا
اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ	تم مردوں کے پاس جاتے ہو
وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ۝	اور ڈاکے ڈالتے ہو اور بھری
وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ	مجلس میں برائیاں کرتے ہو پھر اس
الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ	کی قوم کے پاس اس کے سوا اور
جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ	کوئی جواب نہیں تھا مگر انہوں نے
قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ	کہا کہ لے آؤ تم اللہ کا عذاب
اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝	اگر تم سچوں سے ہو۔ اس نے
قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ	کہا میرے رب میری نصرت فرما
عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ۝	فساد کرنے والی قوم پر۔

(سورۃ عنکبوت آیت ۲۸ تا ۳۰)

تفسیر

ان آیات میں سے بعض آیات سورہ ہود کی ہیں بعض سورہ نمل کی ہیں اور اور بعض عنکبوت کی ہیں۔ ان میں حضرت لوط کی قوم کے واقعہ کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ ہود والی آیات میں عذاب الٰہی کے نزول سے چند گھنٹے پہلے اس قوم پر جو اتمام حجت کیا گیا اس کا بیان ہے مگر وہ قوم اپنے جرائم میں اندھی ہو چکی تھی اس لیے انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی اس آخری وارننگ سے بھی فائدہ نہ اٹھایا تو صبح کے قریب اس قوم پر عذاب اترا اور سرزمین کو تہ و بالا کر دیا گیا اور ان پر پتھروں کا مینہ برسایا گیا۔ اور اس سورہ ہود والی آیات میں ان کے جرائم کی تفصیل مذکور نہیں ہے کہ وہ کیا تھے صرف اتنا فرمایا وہ

قبل کانوا یعملون السیئات کہ وہ اس سے پہلے بُرے کام کرتے تھے ۔ بہر حال اس سے اتنا پتہ چل گیا کہ وہ لوگ بہت سے جرائم میں مبتلا تھے اور سورہ نمل والی آیات میں ان کے صرف ایک جرم کا بیان ہے کہ وہ لوگ اغلام بازی کرتے تھے اور سورہ عنکبوت والی آیات میں اس کی مزید تفصیل بیان فرمائی گئی ہے ایک تو وہی ہے جو سورہ نمل والی آیات میں اغلام بازی کا ذکر آیا ہے اور دوسرا یہ بیان فرمایا کہ وہ لوگ اس جرم کے موجد تھے اس سے پہلے جتنی اقوام گزری ہیں ان میں اس کا تصور نہیں تھا اور تیسرا یہ بیان فرمایا کہ وہ لوگ ڈاکو اور رہزن بھی تھے اور چوتھا یہ بیان فرمایا کہ وہ لوگ ایسی برائیاں اور جرائم چھپ کر اور پس پردہ نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اس کے لیے سرعام اور بڑی بڑی محافل و مجالس منعقد کرتے تھے دراصل یہ لوگ بہت ہی آسودہ حال اور امیر تھے ۔ قوم صدوم کا یہ علاقہ برلب دریا ہونے کی وجہ سے مصر کی طرح بہت ہی سرسبز و شاداب تھا اور اچھے کھاتے پیتے لوگ تھے اور جب انسان کے پاس دولت آجائے تو پھر اسے ایسی برائیاں سوجھتی ہیں اور پھر شیطان انسان کو ایسے جرائم پر اکساتا ہے چنانچہ اس قوم کے مردوں نے مردوں سے اور عورتوں نے عورتوں سے ہم جنسی اور شادیاں رچانے کا سلسلہ شروع کیا جیسا کہ آج کل مغربی ممالک میں ہو رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے حضرت لُوط علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث فرمایا ۔ حضرت لُوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے ۔ آپ نے اس قوم کی اصلاح کی خاطر بڑی کوشش فرمائی مگر وہ لوگ باز نہ آئے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس پیغمبر کو اس ملک سے نکالنے پر تیار ہو گئے تو پھر حضرت لُوط علیہ السلام نے ان کی تباہی اور بربادی کے لیے بد دُعا فرمائی تو اللہ تعالے

نے وہ بد دعا قبول فرمائی اور اس قوم کو تباہ کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے انکی تباہی کے لیے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے ایسا طریقہ اس سے پہلے کسی قوم کی تباہی کے لیے نہیں اختیار کیا گیا کیونکہ اس سے پہلے کسی قوم نے ایسا فعل اختیار ہی نہیں کیا تھا ۔ یہ بدمعاشی صرف اسی قوم کو سوجھی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں غارت کرنے کے لیے انوکھا ہی طریقہ کیا کہ پہلے تو انہیں پتھروں سے ہلاک اور سنگسار کیا جو قریب ہی گندک کی پہاڑی سے اُڑ اُڑ کر ان پر پڑ رہے تھے اور پھر اس سرزمین کو ہی ان پر اُلٹا دیا گیا کیونکہ یہ کام اُلٹا اور فطرت کے خلاف تھا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ فعل زنا سے بھی برا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو دُگنا سزا دی ہے کیونکہ انسان اگر شادی شدہ ہو تو اس کے لیے شریعت میں صرف رجم کی سزا ہے اور اگر شادی شدہ نہ ہو تو اس کے لیے صرف دُرّوں کی سزا ہے دو اکٹھی سزائیں نہیں ہیں اور قوم لوط کے لیے دونوں سزاؤں کو جمع کیا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ گناہ عند اللہ زنا سے بھی زیادہ برا اور سخت ہے اور آج کل ایسے جرائم کے مرتکبین کے لیے اللہ نے جو سزا مقرر فرمائی ہے وہ ایڈز کی شکل میں پوری دُنیا میں ظاہر ہو چکی ہے اور یہ سزا قوم لوط والی سزا سے کہیں زیادہ سخت ہے ۔ بہر حال اس سلسلہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ میں مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں ۔

وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ - (رواه الترمذی وابن ماجہ)	حضرت عکرمہ سے روایت ہے اور اس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو تم قوم لوط کا عمل کرنے والا پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ (یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے)
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رحمت سے

مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ	دُور ہے وہ شخص جو قوم لُوط
قَوْمِ لُوْطٍ رواه	والا عمل کرے اور انکی ایک
رزین وَفِي رِوَايَةٍ	روایت میں ہے جو ابن
لَهُ عَنْ ابْنِ	عباس سے کہ بے شک
عَبَّاسٍ اَنَّ عَلِيًّا	حضرت علی نے ان دونوں
اَحْرَقَهُمَا وَاَبَابَكْرٍ	کو جلایا تھا اور حضرت ابوبکر
هَدَمَ عَلَيْهِمَا حَائِطًا	نے ان پر دیوار گرائی تھی۔

تشریح

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم لوط کا عمل کرنے والوں کو سزا ضرور دینا ہے عند اللہ یہ گناہ کبیرہ ہے مگر ان کی سزا متعین نہیں ہے۔ حاکم کی صوابدید پر موقوف ہے خواہ انہیں قتل کردے یا انہیں جلادے یا انہیں کھڑا کرکے ان کے اوپر دیوار گرا دی جائے اور آنے والی احادیث سے اس فعل خبیث کی مزید مذمت معلوم ہوتی ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ	اور حضرت جابر سے روایت
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ	نے فرمایا مجھے اپنی امت
مَا اَخَافُ عَلٰى	پر سب سے زیادہ ڈر قوم
اُمَّتِيْ عَمَلَ	لوط والے کام کا ہے اس

قَوْمِ لُوْطٍ	حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ
(رواہ الترمذی وابن ماجہ)	نے نقل کیا ہے۔
وَعَنْهُ اَنَّ	اور ان ہی سے روایت ہے
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى	کہ بے شک جناب رسول
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
قَالَ لَا يَنْظُرُ	فرمایا اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ نہیں
اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى	دیکھیں گے قیامت کے دن
رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا	اس آدمی کو جو کسی مرد یا عورت
اَوْ اِمْرَاَةً فِىْ دُبُرِهَا۔	کا پاخانہ والا حصہ استعمال کرے۔

(یہ پانچوں احادیث مشکوٰۃ کتاب الحدود سے منقول ہیں)

تشریح

ان دونوں حدیثوں سے قوم لوط والے فعل کی مذمت معلوم ہوتی ہے اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں اس فعل کے پائے جانے کے خطرے کا اظہار فرمایا ہے اور ظاہر بات ہے کہ جس قوم میں یہ فعل پایا جائے گا اس قوم پر قوم لوط والا عذاب بھی تو یقیناً ہوگا۔ اعاذنا اللہ

عوام حدود معاف کر سکتی ہے حکومت معاف نہیں کر سکتی

وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ	اور عمر بن شعیب سے روایت

شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ ـ ہے انہوں نے اس کے باپ
عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ ـ سے انہوں نے اس کے دادا
ابْنِ عَمْرِ ابْنِ الْعَاصِ ـ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى ـ روایت کی کہ بے شک جناب
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قَالَ تَعَافَوُا الْحُدُوْدَ ـ نے فرمایا کہ تم آپس میں اپنے
فِيْمَا بَيْنَكُمْ ـ مابین حدود معاف کرو پس
فَمَا بَلَغَنِيْ مِنْ ـ مجھ تک جو حد پہنچے پس تحقیق
حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ ـ وہ واجب ہوئی۔
(رواہ ابوداؤد والنسائی) (ابو داؤد ونسائی)

تشریح

اس حدیث پاک سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زنا، چوری، شراب نوشی اور زنا میں ملوث پایا جائے لوگوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ انہیں معاف کر دیں اور حکومت تک اس کی شکایت نہ پہنچائیں اور دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حکومت تک جب ان مجرمین کی شکایت پہنچائے تو پھر حکام انہیں معاف نہ کریں اور ان پر شرعی حد نافذ کریں اگر حکام ایسا نہیں کریں گے تو مجرم ہوں گے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ـ اور حضرت عائشہ سے روایت
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ـ ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ اِدْرَءُوا الْحُدُوْدَ	نے فرمایا دفع کرو مسلمانوں سے
عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ	ضرور جہاں تک تمہاری طاقت
مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنْ	ہو پس اگر اس کے لیے فلاح
كَانَ لَهٗ مَخْرَجٌ	کی کوئی صورت ہو تو اسے
فَخَلُّوْا سَبِيْلَهٗ	چھوڑ دو پس بے شک امام
فَاِنَّ الْاِمَامَ اَنْ يُّخْطِئَ	کا معاف کرنے میں خطا کرنا
فِى الْعَفْوِ خَيْرٌ مِّنْ	بہتر ہے سزا میں خطا کرنے
اَنْ يُّخْطِئَ فِى الْعُقُوْبَةِ	سے۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب الحدود سے منقول ہیں)

تشریح

اس حدیث سے پہلی حدیث کی تائید معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم۔

عزت والوں کی حدود معاف نہیں ہو سکتی

وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ	اور ان ہی سے روایت ہے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	کہ بے شک جناب نبی
وَسَلَّمَ قَالَ	صلی اللہ علیہ وسلم نے
اَقِيْلُوْا ذَوِى	فرمایا معاف کرو عزت
الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ	والوں کی لغزشیں مگر
اِلَّا الْحُدُوْدَ (رواہ ابوداؤد)	حدود معاف نہیں۔

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معاشرہ میں جو اونچا طبقہ ہے ان سے اگر کوئی معمولی غلطی ہو جائے تو انہیں معاف کر دینا چاہیئے۔ حکام کو چاہیئے کہ ان کی گرفت نہ کریں انہیں کوئی سزا نہ دیں لیکن چوری شراب نوشی اور تہمتِ زنا وغیرہ کی حد انہیں بھی معاف نہیں ہے۔

حکام اپنے اقربا پر بھی حدود نافذ کریں

وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْمُوْا حُدُوْدَ اللّٰهِ فِي الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ وَلَا تَاْخُذْكُمْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ (رواہ ابن ماجہ)	اور عبادہ بن صامت سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قائم کرو حدود اللہ اپنے قریبی اور دُور والے پر اور نہ پکڑے تمہیں اللہ کے دین میں ملامت، ملامت کرنے والے کی۔ (ابن ماجہ)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکام حدود اللہ کے معاملہ میں اپنے کسی رشتہ دار کی رعایت نہیں کر سکتے

نفاذ حدود اللہ کی برکات

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ	اور ابن عمر سے روایت ہے
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	کہ بے شک رسول اللہ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اِقَامَۃُ حَدٍّ	اللہ کے شہروں میں حدود اللہ
مِنْ حُدُوْدِ خَیْرٌ مِنْ	قائم کرنا چالیس راتوں کی
مَطَرِ اَرْبَعِیْنَ	بارانِ رحمت سے بہتر ہے
لَیْلَۃً فِیْ بِلَادِ اللّٰہِ	(ابن ماجہ)

(یہ تینوں احادیث مشکوٰۃ کتاب الحدود سے منقول ہیں)

تشریح

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حدود اللہ کا نفاذ بارانِ رحمت سے بھی بہتر ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ زنا چوری شراب نوشی اور تہمتِ زنا ایسے جرائم ہیں جن سے رحمتِ خداوندی بند ہو جاتی ہے ملک میں فتنہ و فساد برپا ہو جاتا ہے۔ کوئی انسان امن اور چین سے نہیں رہ سکتا یہاں تک کہ بارانِ رحمت بھی بند ہو جاتی ہے اور یہ حدود قائم کرنے سے لوگ جرائم چھوڑ دیتے ہیں ملک میں امن و امان پیدا ہوتا ہے پھر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اس لیے حدود اللہ کا نفاذ بارانِ رحمت سے بھی بہتر ہے۔

تہمتِ زنا کی دنیوی سزائیں

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ	اور جو لوگ پاک دامن عورتوں
ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ	پر تہمت لگاتے ہیں پھر نہیں
شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ	لاتے چار گواہ پھر انہیں اسّی
ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا	درے مارو اور ان کی گواہی
لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا	کبھی قبول نہ کرو اور وہی لوگ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ	فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ	توبہ کر لی اس کے بعد اور
بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ج	اصلاح کر لی تو بے شک اللہ
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ	بخشنے والا مہربان ہے ۔

(سورۃ نور آیت ۴ - ۵)

تشریح

آیت نمبر۴ میں جو لفظ مُحْصَنٰت آیا ہے یہ محصنۃ کی جمع ہے جو حِصْن سے مشتق ہے اس کے معنے پارسا اور پاک دامن عورت کے آتے ہیں ۔ احصان بھی اسی مادے سے ہے اصطلاح شرع میں احصان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کا حد زنا میں اعتبار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جس پر زنا کا ثبوت ہو جائے وہ عاقل بالغ آزاد مسلمان ہو اور کسی عورت کے ساتھ نکاح صحیح کر چکا اور اس سے مباشرت بھی ہو چکی ہو تو اس پر سزائے رجم و سنگساری جاری ہوگی اور دوسری قسم

وہ ہے جس کا اعتبار حدِ قذف یعنی تہمت زنا میں کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جس پر زنا کا الزام لگایا گیا ہے وہ عاقل بالغ آزاد مسلمان ہو اور عفیف ہو یعنی پہلے کبھی اس پر زنا کا ثبوت نہ ہوا ہو اس آیت میں یہی معنے محصنت کے ہیں (معارف القرآن) اب آیت کا معنے یہ ہوا کہ جو لوگ ایسی عورتوں کو زنی کا الزام دیتے ہیں جو عاقلہ بالغہ حُرّہ ہوں اور اس سے قبل ان پر زنی کا ثبوت نہ ہوا ہو تو ان الزام دینے والوں پر حدقذف جاری کی جائے یعنی ان کو اسّی دُرّے مارے جائیں گے اور یہ پہلی دنیوی سزا ہے۔ شانِ نزول کے لحاظ سے اگرچہ یہ حکم خاص نظر آتا ہے کہ تہمت لگانے والے مرد ہوں اور ملزمہ مذکورہ صفات والی ہوں تب ان الزام لگانے والوں پر شرعی حد جاری ہوگی لیکن مشہور ضابطہ تفسیر یہ العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص المعانی کے تحت یعنی اشتراک علت کے پیشِ نظر یہ حکم عام ہے کہ کوئی بھی مرد یا عورت کسی بھی مرد یا عورت پر یہ الزام لگائے تو الزام لگانے والا یا تو چار گواہ پیش کرے ورنہ اس پر یہ شرعی حد قائم کی جائے گی اور یہ حد تب جاری ہوگی کہ جس پر یہ الزام لگایا گیا ہے وہ عدالت میں جاکر اس کے خلاف چارہ جوئی کرے اس کے خلاف رپورٹ دے کہ فلاں آدمی نے مجھ پر ایسا الزام لگایا ہے اس سے میری توہین ہوئی ہے اس پر حد جاری کی جائے کیونکہ یہ اس کا حق بھی ہے اور اللہ کا حق بھی ہے بخلاف حدِ زنا کے کہ وہ خالصتاً اللہ کا حق ہے کوئی مطالبہ کرے یا نہ کرے حدِ زنا جرم ثابت ہوتے پر جاری کی جائے گی (معارف القرآن) یہ مذکورہ سزا وقتی ہے اور دوسری دائمی، دنیاوی

سزا یہ ہے کہ آئندہ کے لیے کسی بھی معاملہ میں اس کی شہادت قبول نہ کی جائے جب تک کہ توبہ نہ کرے اور اس کی توبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھی ندامت کے ساتھ معافی مانگے اور جس پر تہمت لگائی ہے اس سے بھی معافی مانگے یہ مسئلہ حد شرعی جو تہمتِ زنا پر ذکر کی گئی ہے اسّی درے اسی تہمت کے ساتھ مخصوص ہے کسی دوسرے جرم کی تہمت کسی پر لگائی جائے تو یہ حد شرعی اس پر جاری نہیں ہوگی ہاں تعزیری سزا حاکم کی صوابدید کے مطابق ہر مجرم کو دی جاسکتی ہے الفاظ قرآن میں اگرچہ صراحتہ حد کا تہمت زنا کے ساتھ مخصوص ہونا ذکر نہیں مگر چار گواہوں کی شہادت کا ذکر اس خصوصیت کی دلیل ہے کیونکہ چار کی شرط صرف ثبوت زنا کے لیے مخصوص ہے۔ (جصاص و ہدایۃ بحوالہ معارف القرآن)

تہمتِ زنا کی اخروی سزا

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ	جو لوگ پاک دامنوں بے خبر
الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ	ایماں والیوں پر تہمتِ زنا
الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا	لگاتے ہیں ان پر دنیا اور
فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ	آخرت میں لعنت بھیج دی
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ	گئی ہے اور ان کے لیے
(سورہ نور آیت ۲۳)	بڑا عذاب ہے۔

تشریح

اس آیت کریمہ میں کسی پر تہمتِ زنا لگانے کی دو سزائیں بیان

ہوئی ہیں ایک دنیوی اور دوسری اُخروی اللہ رب العزت نے ان دونوں سزاؤں کو لعنت سے تعبیر فرمایا ہے دنیوی سزا کی تفصیل تو آیت نمبر ۴ اور ۵ میں گزر چکی ہے اور اُخروی سزا اس آیت میں بیان فرمائی ہے اور وہ ہے عذاب عظیم مگر یہ مجمل ہے اس کی تفصیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے چنانچہ مندرجہ احادیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قِیْلَ وَمَا هُنَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ

حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو کہا گیا وہ کون سی چیزیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا ناجائز قتل کرنا مگر کہ جس کا قتل شرعاً روا ہو، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا میدان جہاد سے فرار اختیار کرنا پاک دامنوں بے خبر ایمان والیوں کو تہمت زنا لگانا۔

(ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۲۷۷)

تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کو معاشرہ کی تباہی بربادی اور ہلاکت کا باعث بتایا ہے اللہ کے ساتھ[۱] شرک کرنا، کسی[۲] پر جادو کرنا، کسی کو ناحق[۳] قتل کرنا، سُود[۴] کھانا، یتیم کا مال[۵] کھانا، جہاد سے فرار[۶] اختیار کرنا، پاک[۷] دامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا۔ اس وقت پہلی چھ چیزیں ہمارے موضوع سے خارج ہیں اس لیے ان کی تفصیل سے تعرض نہیں کریں گے اس وقت ہمارے زیر بحث ساتویں چیز ہے یعنی کسی پاک دامن اور پارسا عورت کو تہمت زنا لگانا ہے اس کو بھی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرہ کی ہلاکت کا ذریعہ بتایا ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ہلاکت کا ذریعہ ہے تو اس کا سہل جواب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کی ماں بہن، بہو، بیٹی پر زنا کی تہمت لگائے گا تو وہ اس کو معاف تو نہیں کریں گے یا تو اس پر بھی ایسا ہی الزام لگائیں گے یا اسے قتل کریں گے اور یہ پھر انہیں قتل کریں گے تو یہ ایک خونریزی اور سفاکی کا بازار گرم ہوگا جس کا سدِّباب مشکل ہوگا اور پھر ہزاروں گناہ کبائر کا ذریعہ بنے گا جن میں قتل ناحق تو بہرحال دائمی داخلہ جہنم کا ذریعہ تو ہے ہی اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شروع سے ہی اپنی زبانوں کو بند رکھو۔ کسی کی ماں بہن بہو بیٹی پر یہ الزام نہ لگاؤ ورنہ اس کے بُرے نتائج کے لیے تیار ہو جاؤ اور ان نتائج میں سے ایک نتیجہ داخلہ جہنم ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ — اور حضرت حذیفہؓ سے روایت

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَذْفُ الْمُحْصَنَۃِ یَھْدِمُ عَمَلَ مِائَۃِ سَنَۃٍ (ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۲۷۷)	ہے انہوں نے روایت کی ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا پاک دامن عورت کو تہمتِ زنا لگانے سے سو سال کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

تشریح

اس حدیث میں جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پاک دامن عورت پر تہمتِ زنا لگانے کا دوسرا نقصان بتایا ہے کہ اس سے الزام لگانے والے کے سو سال کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں جب نیک اعمال ہی ضائع ہو جائیں گے تو دوزخ میں داخلہ یقینی ہے اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر ایسی تہمت لگانے سے بچنے کی تعلیم دی ہے اب ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ایسا شخص جو متقی اور پرہیزگار ہو اور سو سال تک وہ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہ تمام نیک اعمال کرتا رہا ہو اگر ایسا شخص اپنی زبان سے صرف ایک مرتبہ کسی نیک اور پارسا عورت پر زنا کا الزام لگا دیتا ہے تو اس کے اس ایک جرم کی وجہ سے اس کی سو سالہ نیکیوں کو ضائع کر دیا جاتا ہے۔ آخر کار ایسا کیوں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نیک متقی پرہیزگار پارسا اور پاک دامن عورت انسانی ترقی اور عروج کا پہلا

زینہ ہے ایسی عورت ہزاروں علماء اولیاء صلحا اور مجاہدین کی پیدائش کا ذریعہ ہے اور کارخانۂ قدرت میں ایسی عورت کا بہت بلند مقام ہے اور ایسی عورتوں کی عفت اور عصمت کو داغدار بنانا عنداللہ بہت بڑا جرم ہے اس لیے اللہ رب العزت نے ایسے لوگوں کی دنیاوی ایک سزا تو اسّی درّے رکھی ہے اور دوسری سزا یہ ہے کہ کسی بھی مجلس میں اور کسی بھی معاملہ میں اس کی شہادت قبول کرنے کی اجازت نہیں دی اور اخروی سزا یہ رکھی ہے کہ اس کے سارے نیک اعمال اکارت کرکے جہنم رسید ہونے کی دھمکی سُنا دی ہے کیونکہ اس نے عورت کو داغ دار بنا دیا ہے سارے معاشرہ میں اسے بدنام کر دیا ہے اب پہلے تو اس سے کوئی شادی ہی نہیں کرے گا اگر کوئی کر بھی لے گا تو وہ عورت خود بھی اور اس سے پیدا ہونے والی اس کی اولاد بھی معاشرہ میں بدنام ہوگی اور نسل در نسل یہ ہی چلتا رہے گا اگر ایسی عورت سے پیدا ہونے والا کوئی ولی اللہ اور بہت بڑا عالم دین علامہ ہی کیوں نہ بن جائے اس کی بات پر کبھی بھی اعتماد نہیں ہوگا کہنے والے یوں کہیں گے کہ یہ اس کی فلانی کا ہی تو لڑکا ہے اس کا دادا ایسا تھا اس کی دادی ایسی تھی اور ایسے پارسا لوگوں کی آبرو ریزی اللہ پاک برداشت نہیں کر سکتے اس لیے ایسی ہستیوں کو جو لوگ بدنام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ خود انہیں ذلیل کرتے ہیں۔

تحفظ ناموس سارہ کا واقعہ

حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ تھی یہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھی اور یہ بڑی صاحب کرامت عورت تھی جب حضرت ابراہیم نے اپنے والد اور بقیہ رشتہ داروں کو چھوڑ دیا اور اپنے وطن ملک عراق سے ہجرت کر کے شام جا رہے تھے تو راستہ میں کسی ایسے شہر سے آپ کا گزر ہوا جہاں کا حکمران بڑا ظالم تھا وہ لوگوں کی بیویوں سے جبراً زنا کرتا تھا ۔ حضرت سارہ کو بھی اس سلسلہ میں پکڑ کر لے گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام مسافر غریب الوطن اور اکیلے تھے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی مگر اپنی بیوی کی عزت آبرو بچانے کے لیے نماز حاجت شروع کر دی اور ظاہر بات ہے کہ حضرت سارہ نے بھی تو اس موقعہ پر بہت دعائیں کی ہوں گی اور اللہ پاک نے دونوں میاں بیوی کی دعائیں قبول فرمائیں اور اس کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ جوں اس ظالم نے حضرت سارہ کی طرف دست درازی کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپاہج اور معذور بنا دیا فوراً سمجھ گیا یہ عام عورتوں جیسی عورت نہیں ہے یہ کوئی صاحب کرامت عورت ہے میں اس کی عزت کو نہیں لوٹ سکتا آپ سے التجا کی کہ میرے لیے دعا کرو کہ میری یہ معذوری دور ہو جائے میں تمہیں کچھ نہیں کہونگا حضرت سارہ نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا منظور فرمائی وہ ٹھیک ہو گیا مگر شیطان نے پھر اس کو اکسایا اس نے عہد شکنی کی اور پھر اس نے بری نیت سے آپ پہ ہاتھ ڈالنا چاہا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ویسا ہی کر دیا تین مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا آخر کار اس نے مجبور ہو کر حضرت سارہ کو واپس کر دیا اس واقعہ سے ایک تو یہ سبق ملتا ہے جو آدمی اللہ کے نیک بندوں یا بندیوں کی آبروریزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں یوں ذلیل کرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی تابعداری اور فرمانبرداری کرتا ہے تو

اللہ تعالیٰ اس کی عزت اور آبرو کا خود تحفظ فرماتے ہیں (یہ حدیث شریف کے مضمون کا خلاصہ ہے۔

تحفظ ناموس یوسف کا واقعہ

حضرت یوسف علیہ السلام مشہور ہستی ہیں آپ خود بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ آپ کے والد حضرت یعقوب دادا حضرت اسحاق تایا دادا حضرت اسماعیل اور پردادا حضرت ابراہیم علیہم السلام یہ سب پیغمبر تھے آپ کو بچپن میں سات سال کی عمر میں بڑے بھائیوں نے حسد کی وجہ سے اغوا کیا اور انہیں غلام قرار دے کر فروخت کیا، مصر کے گورنر نے آپ کو خرید کر اپنے پاس رکھ لیا اسی کے گھر میں جوان ہوئے آپ بہت خوبصورت تھے گورنر کی بیوی آپ پر فریفتہ ہو گئی اور ایک دن اس نے ایک بند کمرے میں حضرت یوسف کو اپنے ساتھ بدکاری کی دعوت دی تو حضرت نہ مانے انہوں نے فرمایا تو میرے محسن کی بیوی ہے میں اس کے محل میں خیانت اور ناجائز تصرّف نہیں کر سکتا۔ اس نے ملکہ ہونے کی حیثیت سے زبردستی کرنے کی کوشش کی تو حضرت یوسف علیہ السلام کمرے کے اندر سے باہر کی طرف بھاگے تاکہ اس برائی سے جان بچ جائے وہاں سے بھاگتے وقت یوسف علیہ السلام کے کرتے کا پیچھے والا حصہ اس عورت کے ہاتھ میں آ گیا اور اس نے اسے اپنی طرف کھینچا اور وہ کرتہ پھٹ گیا جب یوسف علیہ السلام دروازے پر پہنچے ادھر سے گورنر جو اس عورت کا خاوند تھا وہ بھی آ گیا اس نے اس حالت میں ان دونوں کو پایا تو اس عورت نے اپنا دامن بچانے کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام

پر الزام لگا دیا کہ اس نے مجھ پر دست درازی کی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا نہیں بلکہ اس نے مجھ سے اس بُرے کام کی خواہش کی ہے اس وقت وہاں کوئی شیر خوار بچہ موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ظاہر کرنے کے لیے اس بچے کو قوت گفتگو عطا فرمائی اس بچے نے گورنر سے کہا کہ یوسف علیہ السلام کا کرتہ دیکھ لو اگر وہ آگے کی طرف سے پھٹا ہوا ہے تو وہ سچی ہے اور یوسف جھوٹا ہے اور اگر وہ کرتہ پیچھے کی طرف سے پھٹا ہوا ہے تو پھر وہ جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے۔ اس گورنر نے جب دیکھا کہ واقعی یوسف کا کُرتہ پیچھے کی طرف سے پھٹا ہوا تھا تو اس نے اپنی بیوی کو ڈانٹا اور کہا کہ تیری غلطی ہے تو یوسف سے معافی مانگ تو نے اس پاکدامن پر کیوں الزام لگایا ہے۔ اب اس نے معافی مانگی اور وقتی طور پر معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک شیر خوار بچے سے شہادت دلوا کر اپنے پاکباز بندے یوسف کی برارت ظاہر کرادی اور آپ پر الزام لگانے والی عزیز مصر کی بیوی کو رُسوا کیا مگر وہ چونکہ آپ پر فریفتہ تھی وہ اپنے مکروہ عزائم سے باز نہ آئی اور شب و روز حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے میں مصروف رہتی تھی یہاں تک کہ یہ معاملہ مشہور ہو گیا۔ بڑے بڑے لوگوں وزیروں میں اور ان کی عورتوں میں یہ بات مشہور ہو گئی تو پھر اس عورت نے اپنی خفت مٹانے کے لیے اور اپنی مجبوری ظاہر کرنے کے لیے ایک بہت بڑی پُر وقار دعوت کا انتظام کیا جس میں وزیروں اور بڑے بڑے لوگوں کی بیگمات کو مدعو کیا اور عورتوں کے اتنے مجمع میں حضرت یوسف علیہ السلام کو پیش کیا تو وہ عورتیں آپ کے حُسن و جمال کو دیکھ کر ششدر

رہ گئیں اور انہوں نے پھل کاٹنے کے بجائے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ آخر کار ان تمام عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس عورت کی بات ماننے کی ترغیب دی کہ یہ جو کچھ تجھے کہتی ہے تو اس کی بات مان جا تم کیوں نہیں اس کی بات مانتے یہ تمہاری ملکہ ہے محسنہ ہے اس نے تمہاری تربیت کی ہے اور اس عورت نے اس موقعہ پر حضرت یوسف علیہ السلام کو بڑی زبردست دھمکی دی کہ اگر یہ میری بات نہیں مانے گا تو میں اس کو قید کرا دوں گی مگر اتنے دباؤ کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سلسلہ میں اس کی کوئی بات نہ مانی اور اس کے کسی دام فریب میں نہ آئے تو اس عورت نے آپ کو سزا دینے کے لیے جیل خانہ میں قید کرا دیا اور آپ کئی سال تک اس کی پاداش میں جیل کی سختیاں برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ بادشاہ وقت کو اس واقعہ کا جب پتہ چلا تو اس نے ذاتی طور پہ اس کیس میں دلچسپی لی اور خود اس کی تحقیق کی اور ان تمام عورتوں کو بمعہ عزیز مصر کی بیوی کو طلب کیا جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر اس برے فعل کے بارے میں دباؤ ڈالا تھا یا اکسایا تھا دوران تفتیش ان تمام عورتوں نے حضرت یوسف کے اس برائی میں ملوث ہونے سے لاعلمی کا اظہار کیا اور اس کیس کی اصل مجرمہ عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے بھی حضرت یوسف کی پاکدامنی کا اعتراف کیا اور اپنی غلطی مان گئی۔ بادشاہ نے اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو بری قرار دے کر رہائی کا آرڈر دیا اور انہیں اپنے پاس بلا کر مصر کی حکمرانی انہیں سونپ دی۔ اس واقعہ سے ایک سبق تو یہ ملتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے نیک بندوں پر برائی کا الزام لگاتے یا انہیں ستاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس طرح دنیا میں ذلیل و خوار کرتے ہیں

جس طرح زلیخا نے حضرت یوسف پر الزام لگایا تھا تو پھر اس کو بار بار رُسوا ہونا پڑا اور چونکہ قرآن کریم میں یہ واقعہ تفصیلاً موجود ہے اس لیے تا قیامت جو بھی لوگ قرآن مجید کو پڑھیں گے ان پر زلیخا کی رُسوائی واضح ہوتی جائے گی اور دُوسرا سبق اس واقعہ سے یہ ملتا ہے کہ جو بھی آدمی حضرت یوسف کی طرح پاکباز اور راست باز ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو آپ کی طرح عزت شہرت اور بزرگی عطا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کی عزت آبرو کا خود تحفظ فرمائیں گے (یہ واقعہ قرآن کریم کی سورۃ یوسف میں تفصیلاً موجود ہے یہاں اختصار کے طور پر خلاصہ سا لکھا گیا ہے۔

تحفظ ناموس موسےٰؑ کا واقعہ

حضرت مُوسےٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں آپ کی برادری میں قارون نامی ایک شخص تھا یہ شخص جو بہت بڑا امیر تھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس لیے عداوت رکھتا تھا کہ لوگ حضرت موسیٰؑ کی نبی ہونے کی حیثیت سے عزت کرتے تھے اور ان کو اپنا بڑا سردار مانتے تھے اور اسی طرح قارون کا حال تھا اور اس کو کوئی اپنا بڑا نہیں مانتا تھا اس نے حضرت موسےٰؑ سے درخواست کی آپ مجھے بھی اپنے ساتھ شریک کر لیں۔ حضرت موسےٰؑ نے فرمایا کہ میرا کام نہیں ہے یہ تو اللہ کا کام ہے کسی کو نبی بنائے اس سے وہ مطمئن نہ ہوا اور آتش حسد اور بڑھکی اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگانے کے لیے ایک عورت کو تیار کیا اور اس سلسلہ میں اس کو بڑی بھاری رشوت دی چنانچہ اس عورت نے لالچ میں پڑ کر حضرت مُوسےٰ

علیہ السلام پر زنا کا الزام لگا دیا۔ جب حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نے اسے قسم دلائی تو اس نے قسم نہ اٹھائی اور اعتراف کیا کہ قارون نے مجھے آپ پر الزام لگانے کے لیے اتنی رشوت دی ہے۔ پھر حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نے قارون کے لیے بددُعا کی اور اس بددُعا کی وجہ سے اس پر اللہ تعالےٰ کا عذاب آیا اور اس کو بمعہ اپنے خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا اس واقعہ سے بھی وہی سبق دینا مقصود ہے جو پہلے واقعات میں بیان ہوا ہے (منقول از تفسیر عثمانی)

تحفظ ناموس مریمؑ بتول کا واقعہ

حضرت مریم ایک ولیّہ تھی آپ کے والد حضرت عمران بیت المقدس کے امام تھے آپ کی والدہ ماجدہ بھی بہت بڑی پارسا عورت تھی اس نے نذر مانی تھی کہ میری جو اولاد ہوگی اس کو میں اللہ کے دین کی خدمت کے لیے چھوڑ دوں گی۔ میں اس سے دُنیا کا کام نہیں لوں گی۔ اس کا گمان تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا اور اتفاقاً لڑکی پیدا ہوئی تو اسے بُہت افسوس ہُوا اس لیے کہ لڑکا جو خدمت دین کی کر سکتا ہے وہ لڑکی تو نہیں کر سکتی بہر حال وہ لڑکی پیدا ہوتے ہی اس نے وہ لڑکی جا کر بیت المقدس کے خدّام کے حوالہ کر دی۔ اب ظاہر بات ہے کہ ایسی نومولود بچوں یا بچیوں کی نگہداشت حفاظت اور تربیت بہت مشکل کام ہے مگر یہاں حضرت مریمؑ کی پہلی کرامت ظاہر ہوئی کہ اللہ پاک جل شانہٗ نے بیت المقدس کے تمام خدّام کے دِلوں میں اس کی محبّت اور شفقت ڈال دی اور ہر ایک نے اپنے آپ کو اس کی حفاظت کے لیے پیش کیا اس وقت ان کے والد حضرت عمران

وفات پاچکے تھے۔ اگر وہ حیات ہوتے تو اس کی تربیت کے سب سے زیادہ وہی مستحق تھے والد ہونے کی حیثیت سے بھی اور بیت المقدس کا امام ہونے کی حیثیت سے بھی اور اس وقت بیت المقدس کی امامت حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس تھی۔ آپ رشتہ میں حضرت مریم کے خالو لگتے تھے۔ آپ نے بھی حضرت مریم کی تربیت کی خواہش ظاہر کی اور رشتہ کے لحاظ سے ان کا زیادہ حق بنتا تھا مگر باقی خدام نے نہ مانا آخر کار قرعہ اندازی ہوئی اور اس کا طریقہ یہ رکھا کہ تمام خواہش مندوں کے نام ایک ایک قلم پر لکھا جائے اور وہ قلمیں دریا میں بہا دی جائیں اور جس کے نام کی قلم اُلٹی چلے وہی اس لڑکی کی خدمت کا مستحق سمجھا جائے گا چنانچہ حضرت زکریا کے نام کی قلم اُلٹی چلی تو لڑکی آپ کے سپرد کر دی گئی۔ یہ حضرت مریمؑ کی دوسری کرامت تھی اور اس بچی کی نشو و نما باقی بچوں یا بچیوں کی نسبت بہت جلدی ہوئی اور یہ اس کی تیسری کرامت تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس کی مسلسل یہ کرامات دیکھ کر بیت المقدس میں اس کے لیے ایک حجرہ مخصوص کر دیا تاکہ وہ عبادت اور ریاضت میں مشغول رہے اور آپ اگر کہیں باہر جاتے تھے تو اس کے کمرے کو مقفل کر کے جاتے تھے تاکہ وہ پردے میں رہے اور اس کے کمرے میں کوئی غیر آدمی نہ آئے اور زکریا جب واپس آتے اس کا کمرہ کھولتے تو اس کے پاس پڑا ہوا بے موسم پھل پاتے تو آپ حضرت مریم سے فرماتے کہ مریم یہ پھل تیرے پاس کہاں سے آجاتا ہے تو فرماتیں کہ یہ اللہ کی طرف سے آجاتا ہے وہ جسے چاہتا ہے بلا روک ٹوک روزی دیتا ہے اور یہ حضرت مریم کی چوتھی کرامت تھی۔ ایک دن اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو ان کے پاس بھیجا اور اُن کو بیٹے کی خوشخبری

بھی تحفظ فرماتے ہیں جس طرح حضرت مریمؑ کی تمام ضروریات بھی پوری کیں اور پاکدامنی بھی ظاہر کردی ۔ یہ مفصل واقعہ قرآن کریم میں موجود ہے یہاں اختصار کے طور پر صرف خلاصہ نقل کیا ہے ۔

تین پارساؤں کا واقعہ

حدیث شریف میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے تین شخصوں کا واقعہ بیان فرمایا ہے ۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ تینوں شخص کہیں سفر پر جارہے تھے تو راستہ میں بارش شروع ہوگئی ۔ انہوں نے بارش سے بچنے کے لیے ایک غار میں پناہ لی اور غار کے اوپر سے ایک بڑی بھاری چٹان گری جس سے غار کا منہ بند ہوگیا ۔ اب ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ اب تو ہم مرجائیں گے ۔ ہمارے اس واقعہ کا کس کو پتہ ہے کہ وہ آکر ہمیں نکالیں گے اور وہ چٹان اتنی بڑی اور بھاری تھی کہ وہ خود اس کو ہٹا بھی نہیں سکتے تھے اس وقت انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ زندگی میں تم نے جو نیک عمل کیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں بطور وسیلہ پیش کرکے دعا کرو شاید اللہ تعالیٰ تمہیں اس مصیبت سے نجات دے دے چنانچہ اس مشورہ کے بعد انہوں نے ایسے ہی کیا ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے یہ نیک عمل کیا ہے کہ میرے والدین دونوں بوڑھے اور ضعیف العمر تھے ۔ ہمارا گزر اوقات بکریوں کے دودھ پر تھا اور میرا معمول یہ تھا کہ جب میں شام کو بکریاں چرا کر گھر پہنچتا تو دودھ دوھ کر پہلے اپنے والدین کو پلاتا تھا اور پھر اپنی ایک بچی تھی اسے پلاتا تھا ۔ ایک دن شام گھر پہنچنے میں مجھے دیر لگی یہاں تک کہ میرے والدین دونوں سو گئے ۔ اب میں نے بکریوں کا دودھ دوہا اور پیالہ لے کر

ہے۔ حضرت مریمؑ نے اللہ کے حکم کے موافق روزہ رکھا ہوا تھا اپنی زبان
مبارک سے کچھ بھی نہ فرمایا صرف اپنے اس مولود بچے کی طرف اشارہ کیا کہ
اس سے پوچھو تو انہوں نے کہا کہ نو مولود شیر خوار بچہ ہے اس سے ہم کس
طرح پوچھیں کہ تو اس معاملہ میں سچی ہے یا جھوٹی ہے۔ اس وقت وہ
نو مولود بچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بول پڑا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ
تعالیٰ نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے اس نے اپنا نبی بنایا ہے اور اس
نے مجھے برکات والا بنایا ہے۔ میں جہاں ہوں گا مجھ پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں
نازل ہوں گی اور زندگی بھر اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا
اور اس پروردگار نے مجھے اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے
یہ حضرت مریمؑ کی آٹھویں کرامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نو مولود بچے
سے اس کی پاک دامنی کی شہادت دلا دی کیا وہ لوگ جنہوں نے آپ پر الزام
لگایا وہ اس کرامت کو دیکھ کر مطمئن ہوئے یا نہ۔ تو قرآن کریم سے اور کتب
تواریخ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ مطمئن نہیں ہوئے تھے اور یہودی
آج بھی اسی موقف پر قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں ان کو جو سزا
دی ہے قرآن کریم میں یوں مرقوم ہے طَبَعَ اللّٰہُ عَلَیْھَا اللہ تعالیٰ نے
ان کے دلوں پر مہر لگا دی جس کی وجہ سے وہ نورِ حق سمجھنے سے بھی محروم
ہو گئے اس واقعہ سے بھی دو سبق ملتے ہیں ایک یہ کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے
نیک بندوں یا بندیوں پر کسی قسم کا الزام لگاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں بہت
بری طرح ذلیل کرتے ہیں اور رسوا کرتے ہیں جیسا کہ یہودیوں کو ذلیل کیا اور
دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ جو آدمی خداوند پاک کا تابعدار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ
اس کی تمام ضروریات کی کفالت فرماتے ہیں اور اس کی عزت اور آبرو کا

سنائی تو مریم نے کہا کہ میری شادی ہی نہیں ہوئی تو میرا لڑکا کس طرح پیدا ہوگا تو جبریلؑ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تجھے یہ لڑکا سوائے خاوند کے دے گا اس کی پیدائش ایسی ہوگی جیسے آدم علیہ السلام کی پیدائش سوائے ماں اور باپ کے ہوئی تھی ۔ یہ خوش خبری سناتے ہی جبریل امینؑ نے آپ کے گریبان میں پھونک ماری تو حضرت مریمؑ حاملہ ہوگئی اور ساتھ ہی دردِ زہ شروع ہو گئی ۔ اس خطرے کے پیشِ نظر کہ لوگ بدنام کریں گے ۔ آپ گھر سے دور چلی گئیں ۔ کھجور کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئیں ۔ تکلیف کی وجہ سے نڈھال ہو چکی تھیں ۔ افسوس کا اظہار کیا کہ میں مر جاتی، بھولی بسری ہوئی ہوتی تو اچھا ہوتا ۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت پھر جبریل امین کو بھیجا آپ کو انہوں نے تسلی دی کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تو تمہاری ضرورت کے لیے تمہارے قدموں میں پانی کا چشمہ پیدا فرمایا ہے اس سے پانی پیو ۔ یہ حضرت مریمؑ کی پانچویں کرامت تھی اور اسی وقت کھجور کے اس درخت کے ساتھ پھل لگا تو مریمؑ سے فرمایا کہ اس کھجور کو ہلاؤ اس کی تازہ کھجوریں تیری گود میں گریں گی وہ کھاؤ چنانچہ مریم نے ایسا ہی کیا ۔ یہ حضرت مریمؑ کی چھٹی کرامت تھی ادھر سے بچہ بھی پیدا ہوگیا ۔ یہ ان کی ساتویں کرامت تھی ۔ اب خطرہ تھا کہ لوگ شک کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتا دیا کہ اگر تجھ پر کوئی الزام لگائے یا شک کرے تو تُو اپنے منہ سے نہ بولنا روزہ رکھ لینا ۔ ہم تیری پاکدامنی خود واضح کر دیں گے ۔ چنانچہ حضرت مریم اپنے نومولود اور شیرخوار بچے کو اُٹھا کر جب گھر گئی تو واقعی لوگوں نے واہی تباہی مچا دی کہ تو نے یہ لڑکا کیسے جنا ہے، یہ تو زنا کا ہے تو نے اپنے خاندان کو بدنام کر دیا ہے تیرا باپ برا آدمی نہیں تھا تیری ماں بھی بدکار نہیں تھی ۔ مریم تو نے یہ کیا کر دیا

ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا تاکہ یہ اُٹھیں تو انہیں پلاؤں اور انہیں بیدار بھی نہ کیا کہ مبادہ ناراض نہ ہوں اور ادھر سے میری چھوٹی بچی رو رہی تھی اور میرے قدموں میں پڑی بلک رہی تھی مگر وہ بیدار نہ ہوئے اور اسی حالت میں رات گزر گئی یہاں تک کہ صبح ہوئی اور وہ بیدار ہوئے تو تب میں نے پہلے انہیں دودھ پلایا اور پھر اس بچی کو پلایا اور پھر دعا کی کہ اے اللہ میری اس نیکی کے طفیل ہمیں اس مصیبت سے نجات دے تو وہ چٹان تھوڑی سی ہٹ گئی دوسرے شخص نے کہا کہ میری چچا زاد بہن تھی اور میں اس سے محبت کرتا تھا جس طرح کہ ایک جوان آدمی عورت سے محبت کرتا ہے میں نے ایک دن اس سے زنا کی خواہش کی تو اس نے انکار کر دیا اور مجھے ٹالنے کے لیے ایک سو دینار کا مطالبہ کر دیا تو پھر میں نے کوشش کر کے وہ بھی اسے فراہم کر دیا اب اس کے پاس انکار کی گنجائش نہ رہی اور جب میں اس کی دونوں شاخوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا کہ اللہ سے ڈر اور یہ مہر نہ توڑ تو پھر میں نے اس کو صرف اللہ کے ڈر سے آزاد کر دیا اور پھر اس نے اپنا یہ نیک عمل پیش کر کے اللہ کے حضور میں دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ دُعا قبول فرمائی اور غار کے منہ پہ گری چٹان تھوڑی سی اور سرک گئی اور ان کو اپنی زندگی کی مزید امید پیدا ہو گئی اور تیسرے نے کہا کہ میں نے ایک فرق (پیمانہ) چاول پہ ایک ملازم رکھا تھا جب اس نے اپنا کام پورا کیا، تو مجھے کہا کہ میرا حق دے دو۔ جب میں نے اسے اس کا حق دیا تو وہ ناراض ہو گیا اور چھوڑ کر چلا گیا اور میں اس کے ان چاولوں سے مسلسل کاشت کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اُن سے گائے، بیل اور چرواہ جمع کر لیے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ پھر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ خُدا

سے ڈر، مجھ پر زیادتی نہ کر اور میرا حق دے دے۔ میں نے اُسے کہا کہ وہ گائے اور اُن کا چرواہ یہ سب لے جاؤ اس نے کہا کہ خدا سے ڈر میرے ساتھ مذاق نہ کر۔ میں نے کہا کہ میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا وہ گائے اور ان کا چرواہ لے جا وہ تیرے ہی ہیں۔ اس نے لیے اور چلا گیا۔ اس کے بعد اس نے دُعا کی کہ اے اللہ اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ تیری رضا کے لیے کیا ہے تو یہ چٹان کا باقی حصہ بھی ہٹا دے پس اللہ تعالیٰ نے وہ ساری چٹان غار کے منہ سے ہٹا دی۔ اس حدیث میں اگرچہ تین آدمیوں کا ذکر ہے مگر ہمارے زیر بحث اس وقت صرف وہ شخص ہے جو زنا سے باز آگیا تھا اور اس کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ نہ صرف وہ خود ہلاکت سے بچا بلکہ اس کے ساتھ دو دوسرے ساتھی بھی بچ گئے۔

ایک اور پارسا کا واقعہ

بعض کتابوں میں بنی اسرائیل میں سے ایک اور شخص کا واقعہ لکھا ہے۔ یہ بہت متقی، پرہیزگار اور خوبصورت نوجوان تھا یہ اپنے ہاتھ سے ٹوکریاں بنا کر فروخت کرتا تھا اور اس طرح حلال پاکیزہ اور طیب روزی سے اپنا پیٹ پالتا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ ایک دن جب وہ اپنی ٹوکریاں لے کر فروخت کرنے کے لیے نکلا تو وہ ایک ایسے محل میں چلا گیا جہاں عورتیں رہتی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ بڑا خوبصورت جوان ہے تو ان کی نیت میں فتور آگیا اور ٹوکریاں خریدنے کا جھانسہ دے کر اسے اندر بلا لیا اور اسے بدکاری پر آمادہ کرنا چاہا مگر وہ نہ مانا اور پھر ان عورتوں نے اسے مال و دولت کا لالچ دیا تو پھر بھی اس نے نہ مانا آخر کار

وہ عورتیں اسے بلڈنگ کے اوپر لے گئیں اور اسے دھمکی دی کہ اگر تو ہماری بات نہیں مانے گا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے تو اس خدا کے بندے نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر اپنا ایمان بچانے کے لیے اس بلڈنگ کے اوپر سے چھلانگ لگا دی۔ ادھر سے اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو حکم دیا کہ فوراً پہنچو اور میرے اس بندے کو پکڑ کر آرام سے زمین پہ اتار دو چنانچہ جبریل فوراً پہنچے اور اسے پکڑ کر آرام سے زمین پر اتار دیا اور اسے کوئی تکلیف نہ ہونے دی اس واقعہ سے بھی وہی دو ہی سبق ملتے ہیں ایک تو یہ سبق ملتا ہے کہ جو شخص کسی پاک دامن کو زنا کے اس بُرے فعل میں ملوث کرنا چاہتا ہے تو اللہ پاک اس کو یوں ذلیل و خوار کرتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی تابعداری اور فرمانبرداری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی جان عزت اور آبرو کا تحفظ فرماتے ہیں جیسا کہ اس واقعہ میں ہوا۔

ایک طالبعلم کا واقعہ

گزشتہ زمانہ میں کوئی بادشاہ جنگل میں شکار کھیلنے کے لیے گیا۔ سارا عملہ سیکورٹی فورس کے علاوہ بادشاہ کی نوجوان بیٹی بھی ساتھ تھی۔ جھکڑ چلا، آندھی اور باد و باراں شروع ہوئی۔ سارے ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ بادشاہ کی نوجوان بیٹی بھی اس جنگل میں گم ہوگئی۔ سارے تتر بتر ہونے کے بعد اپنے اپنے طور پہ شام کو اپنے اپنے گھروں میں پہنچے۔ بادشاہ بھی آگیا مگر اس کی لڑکی نہ آئی۔ صبح کے وقت بادشاہ نے اپنی لڑکی کو تلاش کرنے کے لیے اپنا عملہ جنگل میں بھیجا۔ تلاش کرنے کے بعد وہ لڑکی ایک طالب علم کے جھونپڑے میں سے ملی۔ ہوا یہ کہ جب باد و باراں

ٹھہر گئی، رات چھا گئی وہ لڑکی تن تنہا رہ گئی۔ باپ بھی نہ ملا، عملہ کا کوئی آدمی بھی نہ ملا تو وہ بیچاری بہت پریشان ہوئی۔ اتنے میں اس کو قریب ہی کہیں روشنی نظر آئی تو وہ وہاں چلی گئی۔ وہاں اس نے کیا دیکھا کہ ایک جھونپڑا سا ہے اس میں چراغ جل رہا ہے ایک درویش طالب علم اپنی کتاب لے کر اس کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور اپنے مطالعہ میں مصروف ہے اور یہ بھی اپنی رات بسر کرنے کے لیے اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اتنے میں اس لڑکی نے یہ دیکھا کہ اس طالب علم نے اپنی انگلی جلتے ہوئے چراغ پر رکھ دی اور پھر فوراً ہٹا بھی لی۔ کچھ دیر کے بعد پھر اس نے ایسا ہی کیا، پھر ایسا ہی کیا یہاں تک کہ صبح ہو گئی، دن چڑھ گیا۔ اتنے میں اس لڑکی کو تلاش کرنے والے پہنچ گئے اور یہ لڑکی لے جا کر بادشاہ کے حوالہ کی اور بتایا کہ ہمیں یہ لڑکی فلاں درویش طالب علم کے جھونپڑے سے ملی ہے۔ بادشاہ نے سوائے تحقیق کے اور اپنی لڑکی سے پوچھنے کے حکم دیا کہ اس طالب علم کو فوراً گرفتار کر کے پھانسی دے دی جائے چنانچہ وہ گرفتار کر لیا گیا اور اسے پھانسی دینے لگے تو اس بات کا پتہ اس لڑکی کو چل گیا تو اس نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ اس درویش طالب علم کو اس وقت تک پھانسی نہیں دے سکتے جب تک کہ میں اس سے ایک سوال نہ کر لوں۔ بادشاہ نے اجازت نہ دی تو اس لڑکی نے کہا کہ آپ اگر مجھے اجازت نہیں دیں گے تو میں خودکشی کر لوں گی چنانچہ بادشاہ نے مجبور ہو کر اجازت دے دی تو اس لڑکی نے سب کے سامنے اس درویش طالب علم سے پوچھا کہ تم رات کو چراغ پر اپنی انگلی رکھ کر کیوں ہٹا لیتے تھے تو اس نے جواب میں کہا یہ میرا اور میرے خدا کا معاملہ ہے تم اس بات کو رہنے دو تو

اس لڑکی نے جواب میں کہا کہ تمہیں ضرور اس کا جواب دینا ہوگا ورنہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں میرا ہاتھ ہوگا اور تیرا گریبان ہوگا تو اس نے مجبور ہو کر جواب دیا کہ دیکھ تو بھی جوان تھی اور میں بھی جوان تھا اور ہمیں خدا کے سوا کوئی اور دیکھنے والا بھی نہیں تھا تو بار بار میرے دل میں خیال آتا تھا کہ اس سے اپنی خواہش پوری کر لو اور جب بھی خیال آتا تھا تو اسی وقت میں اپنی انگلی چراغ پر رکھتا تھا اور اپنے دل سے کہتا تھا کہ اس آگ کا تجربہ کر کے دیکھ لو اگر اس کو برداشت کر سکو گے تو پھر بدکاری کے بدلے جو دوزخ میں جانا پڑ گیا شاید کہ وہ بھی برداشت کر لو گے اور اگر اس کو برداشت نہیں کر سکو گے تو اس دوزخ والی آگ کو تو یقیناً برداشت نہیں کر سکو گے۔ بس اسی کش مکش میں میری ساری رات گزر گئی۔ پس بادشاہ نے یہ بات سن کر فوراً اس کی رہائی کا آرڈر دے دیا اور اپنی اس لڑکی کا نکاح اسی طالب درویش کے ساتھ کر دیا اور کہا کہ میری یہ لڑکی ایسے ہی درویش کے لیے موزوں ہے اور اس لڑکی نے بھی اسے خندہ پیشانی سے قبول کر لیا۔ یہ ہیں کسی کی آبرو ریزی سے بچنے کی برکات۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تحفظ ناموسِ عائشہ صدیقہؓ کا واقعہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا جب کہیں سفر پہ تشریف لے جاتے تھے تو اپنی ازواجِ مطہرات میں سے کسی

ایک کو قرعہ اندازی کر کے اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ ہجری ۶ میں غزوئہ بنی مصطلق درپیش آیا۔ اس موقعہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے ہمراہ تھیں۔ اس غزوہ سے جب آپ واپس تشریف لا رہے تھے تو رات کے وقت ایک مقام پر قیام کیا اور صبح سویرے ہی جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قضائے حاجت کے لیے جنگل کی طرف تشریف لے گئیں اور وہاں اتفاقاً آپ کے گلے کا ہار ٹوٹ گیا اس کی تلاش میں آپ کو دیر لگی۔ اتنے میں قافلے والوں نے آپ کا ھودج (ڈولی) اٹھا کر اونٹ پر رکھا اور چل پڑے اور یہ احساس نہ ہو سکا کہ حضرت صدیقہؓ اس میں ہیں نہیں کیونکہ آپ کا بدن بہت نحیف تھا اور حضرت صدیقہؓ جب واپس تشریف لائیں، دیکھا کہ قافلہ تو روانہ ہو گیا ہے تو انتہائی تدبر کے ساتھ چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئیں اس خیال سے کہ آگے چل کر جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے موجود نہیں پائیں گے تو لازماً مجھے لینے کے لیے کوئی نہ کوئی آ ہی جائے گا اور اتنے میں حضرت صفوان بن معطل تشریف لے آئے آپ کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور کیا ہوا تھا کہ وہ قافلے سے پیچھے رہیں اور قافلے کی گری پڑی ہوئی چیز اٹھا کر لے آئیں چنانچہ قافلہ روانہ ہونے کے بعد یہاں پہنچے دیکھا کہ کوئی سویا ہوا ہے قریب آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہچان لیا اس لیے کہ حکم پردہ اترنے سے پہلے وہ آپ کو پہچانتے تھے انہوں نے اپنا اونٹ آپ کے قریب لا کر بٹھا دیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ ھودج (ڈولی) میں بیٹھ گئیں اور خود اونٹ کی مہار پکڑ کر چلنا شروع کیا یہاں تک کہ آپ کو

قافلے میں پہنچایا۔ اس قافلے میں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین بھی تھا بس اس نے دیکھتے ہی واہی تباہی مچادی اور اس کے ساتھ حسان بن ثابت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک عزیز رشتہ دار مسطح بھی تھے اور عورتوں میں سے حضرت حمنہ تھیں۔ انہوں نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے انتہائی صدمہ تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شروع میں اس کا علم نہ ہوا۔ ایک ماہ کے بعد پتہ چلا تو بہت غمگین ہوئی، رونا شروع کیا آنسو نہیں تھمتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پاک دامنی واضح کرنے کے لیے آپ پر وحی اتاری۔

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا	بے شک جو لوگ یہ طوفان
بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ	لائے ہیں تم میں ایک جماعت
لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ	ہے تم اس کو اپنے حق میں برا
بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ	نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے حق میں
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ	بہتر ہے ہر آدمی کے لیے
مَّا اكْتَسَبَ مِنَ	ان میں سے وہ ہے جتنا اس
الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ	نے گناہ کمایا اور جس نے اٹھایا
تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ	ہے اس کا بڑا بوجھ اس کے
لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○	واسطے بڑا عذاب ہے کیوں
لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ	نہ جب تم نے اس کو سنا تھا
ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ	خیال کیا ہوتا ایمان والے
بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا	مردوں اور ایمان والی عورتوں
وَّقَالُوْا هٰذَآ	نے اپنے لوگوں پر بھلا خیال

اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ لَوْلَا	اور کہا ہوتا یہ صریح بہتان ہے
جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ	کیوں نہ لائے وہ اس بات
شُهَدَآءَ ج فَاِذْ لَمْ	پر چار گواہ پھر جب نہ لائے
يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ	وہ چار گواہ بس وہی لوگ اللہ
فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ	کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں
هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝	اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ	رحمت نہ ہوتی دنیا اور آخرت
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ	ہیں ضرور چھوتا تمہیں اس
فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ	ہیں کہ تم نے چرچا کیا بڑا عذاب
لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ	جب لیتے تم اس کو
اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ	اپنی زبانوں پر اور اپنے منہ
عَظِيْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ	سے تم ایسی بات کہہ رہے
بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ	تھے جس کا تمہیں علم نہیں تھا
بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ	اور تم اس کو ہلکی سمجھتے تھے
لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ	حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک
وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا	بہت بڑی بات ہے جب
وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ	تم نے اس کو سنا تو تم نے
وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ	کیوں نہ کہا کہ ہمیں ایسی بات
قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ	کرنے کا حق نہیں اے اللہ
اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا	آپ کی ذات پاک ہے یہ
سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ	بہت بڑا بہتان ہے اللہ تعالیٰ

عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ	تمہیں نصیحت فرماتے ہیں
اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ	کہ آئندہ کبھی بھی ایسی بات
اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ	کا اعادہ مت کرو اگر تم
مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُبَيِّنُ	مومن ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے
اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ	سامنے اپنے احکامات
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝	بیان کرتے ہیں اور اللہ جاننے
اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ	والا حکمت والا ہے اور
اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ	بے شک جو لوگ ایمان
فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	والوں میں بے حیائی پھیلانا
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝	پسند کرتے ہیں ان کے لیے
فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ	دنیا اور آخرت میں المناک
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ	عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْ	ایسے لوگوں کو جانتے ہیں
لَا فَضْلُ اللّٰهِ وَرَحْمَتُهٗ	تم نہیں جانتے اگر تم پر اللہ
وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ	کا فضل اور رحمت نہ ہوتی
رَّحِيْمٌ ۝	تو بھاری نقصان اٹھاتے
(سورہ نور آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰)	اور بے شک اللہ شفقت
	کرنے والا مہربان ہے۔

تشریح

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے

کہ جو شخص کسی پاک دامن مرد یا عورت پر تہمت زنا لگائے اور اس کے پاس چار گواہ نہ ہوں تو یہ سوائے طوفانِ بدتمیزی کے اور کچھ نہیں اور دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس بھی مومن یا مومنہ پر یہ تہمت لگائی گئی ہے یہ وقتی طور پر اگرچہ اس کے لیے بہتر نہیں ہے کیونکہ ایک بہت بڑے شر سے اس کو سابقہ پڑ گیا ہے لیکن اس مؤمن یا مومنہ کو گھبرانا نہیں چاہیئے اس کا مآل اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہتر بنائے گا جیساکہ عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں ہوا کہ منافقین نے آپ پر تہمت لگانے میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور کچھ سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دامِ فریب میں آ گئے اور اس اتہام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو انتہائی پریشان کیا اور گریہ کی وجہ سے آنسو تھمتے نہیں تھے لیکن جب اللہ پاک نے آپ کی پاک دامنی، دیانت، صداقت اور طہارت بیان کرنے کے لیے فرشتوں کے سردار جبریل علیہ السلام کو پیغام وحی دے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس بھیجا اور اس میں اس طوفان بدتمیزی میں حصّہ لینے والوں کی دُنیاوی اور اُخروی سزا بیان فرمائی اور وہ مسلمان جنہوں نے ایک دوسرے سے تو یہ بے بنیاد خبر سُنی اور سُنائی مگر انہوں نے اس کو بہتان قرار نہ دیا ان کو ڈانٹا گیا ہے تو اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان رفیع اور بلند ہو گئی اس لیے آپ اس پر فخر کیا کرتی تھیں ؏

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اُونچا اُڑانے کیلئے

اقبالؒ

مدینہ منوّرہ کی ایک پارسا خاتون کا واقعہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں ایک بہت بڑی نیک عورت رہتی تھی وہ عورت فوت ہو گئی اسے غسل دینے کے لیے ایک غاسلہ عورت بلائی گئی اس نے اسے غسل دیتے وقت اپنے منہ سے یہ لفظ کہہ دیا کہ کیا یہ عورت زانیہ تھی۔ بس یہ لفظ کہتے ہی اس کا ہاتھ اس میّتہ کے جسم کے ساتھ چمٹ گیا اس نے بڑی کوشش کی کہ اپنا ہاتھ ہٹائے مگر نہ ہٹا سکی اس نے اپنے آس پاس والی عورتوں سے کہا کہ میرا یہ ہاتھ اس طرح عورت کے بدن کے ساتھ چمٹ گیا ہے اور مجھ سے ہٹتا نہیں تم میرے اس ہاتھ کو اس کے بدن سے ہٹا دو ان سب نے مل کر اس کا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی مگر وہ بھی نہ ہٹا سکیں آخر کار مردوں تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے جا کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا امام صاحب نے فرمایا کہ بتاؤ اس غاسلہ نے اپنے منہ سے کوئی ایسا لفظ بولا تھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں اس نے یہ کہا تھا کہ کیا یہ عورت کوئی زانیہ تھی تو امام صاحب نے فرمایا کہ بس یہی وجہ ہے کہ وہ میّتہ عورت پارسا تھی پاک دامن تھی اور اس غاسلہ نے اپنے منہ سے یہ لفظ کہہ کر اسے بدنام کر دیا ہے اس پر اس نے یہ تہمت لگا دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پاک دامنی واضح کرنے کے لیے اس کے ہاتھ کو اس کے بدن کے ساتھ چمٹا دیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دی ہے اور فرمایا کہ جب تک اس غاسلہ کو شرعی سزا اسی دُرّے نہیں لگاؤ گے اس کا ہاتھ اس کے بدن

سے نہیں ہٹے گا چنانچہ اسے جب اسّی دُرّے لگائے تو پھر اس کا ہاتھ اس کے بدن سے ہٹ گیا بس معلوم ہوا جب کوئی آدمی کسی مومن یا مومنہ پر ایسی تہمت یا الزام لگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود ایسے لوگوں کو رسوا کرتے ہیں اور اپنے ان نیک بندوں کی عزت و آبرو کا خود تحفظ فرماتے ہیں۔

ایک مجنونہ عورت کو رُسوا کرنے والے کی ذلت کا واقعہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک عجیب واقعہ درپیش آیا کہ ایک مجنونہ اپاہج لاوارث سیاہ رنگ کی لڑکی جو سڑک کنارے پڑی رہتی تھی حاملہ ہوگئی اور اُس کا بچہ پیدا ہوگیا لوگ حیران تھے کہ ایسی لڑکی سے کس نے مُنہ کالا کیا ہے پتہ نہیں چل رہا تھا اس وقت کی حکومت کو پتہ چلا سرکاری سطح پر خفیہ تفتیش شروع کی چنانچہ خفیہ پولیس والے ایک دن ڈاک خانہ کے سامنے بیٹھ کر لکھنے والے منشی کو پکڑ کر لے گئے اور قاضی صاحب سے کہا کہ یہ ہے ایسی لڑکی سے منہ کالا کرنے والا۔ قاضی نے کہا کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ ایسا کرنے والا یہ ہے تو انہوں نے کہا کہ یوں پتہ چلا کہ ایک دن ہم نے دیکھا کہ اس کی سیاہی والی دوات سے پانی خشک ہوگیا اور اس کے قریب ہی گندے پانی کی نالی بہہ رہی تھی اور کچھ فاصلہ پر صاف ستھرا پانی بھی تھا تو اس نے سستی کی وجہ سے دور جانے کے بجائے قریب والی گندی نالی سے پانی لے کر دوات میں ڈال دیا تو ہم نے اس سے اندازہ لگایا کہ ایسی لڑکی سے منہ کالا کرنے والا بھی یہ ہی آدمی ہوسکتا ہے چنانچہ اس نے خود بھی قاضی کے سامنے

اپنے اس جرم کا اعتراف کیا پس معلوم ہوا کہ جو بھی آدمی اللہ تعالےٰ کے کسی مجنون بندے کو بھی ذلیل اور رسوا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی انتقام لیتے ہیں اور اس کو بھی اللہ پاک اسی طرح سرعام رسوا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے پناہ دے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو شیطان کے
لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ	قدموں پر مت چلو اور جو کوئی
الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ	شیطان کے قدموں پر چلے گا
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ	پھر وہ تو اسے بے حیائی اور
يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ	بری باتوں کا امر کرے گا اور
وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ	اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ	رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے
مَا زَكٰي مِنْكُمْ مِّنْ	کوئی بھی کبھی پاک صاف نہ ہوتا
اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ	لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک
اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ	کر دیتا ہے اللہ سننے والا
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ	جاننے والا ہے بے شک جو
اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ	لوگ پاک دامنوں بے خبر
الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ	ایمان والیوں کو تہمت زنا
الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي	لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ	میں لعنت ہے اور ان کے
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝	لیے بڑا عذاب ہے جس دن
يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ	ان پر ان کی زبانیں ہاتھ اور

اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ	پاؤں گواہی دیں گے اس پر جو
وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا	وہ کیا کرتے تھے اس دن
يَعْمَلُوْنَ ۝ يَوْمَئِذٍ	اللہ انہیں انصاف سے
يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ	پوری جزا دے گا اور وہ جان
الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ	لیں گے کہ بے شک وہی
اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝	سچ بیان کرنے والا ہے۔

(سورہ نور آیت نمبر۲۱-۲۳ تا ۲۵)

تشریح

ان آیتوں میں سے پہلی آیت میں اتباع شیطان سے روکا ہے اور فرمایا ہے اے ایمان والو شیطان کے قدموں کی اتباع مت کرو اور آگے اس کا نقصان بیان فرمایا ہے کہ جو شیطان کی اتباع کرے گا تو وہ نقصان اٹھائے گا کیونکہ شیطان بے حیائی اور برائی کا حکم کرتا ہے اور اس کا تفصیلی بیان پہلے ہو چکا ہے اور دوسرے جملے میں فرمایا ہے ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی منکم من احد ابدًا ولکن اللہ یزکی من یشاء ۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک نہ ہوتا لیکن اللہ پاک کرتا ہے جس کو چاہے ۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح پاک پاک کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسان کو پاک کرنے کے اصول بھی بیان فرما دیئے ہیں مثلاً نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ زکوٰۃ وغیرہ اور اس کو ناپاک کرنے کے اصول بھی بیان فرما دیئے ہیں

مثلاً چوری - قتل - زنا - سود - رشوت - بددیانتی وغیرہ اب جو آدمی اپنے آپ کو پاک کرنے والے اصولوں پر عمل کرے گا تو وہ پاک ہو جائے گا اور جو ناپاکی والے اصولوں پر عمل کرے گا وہ ناپاک ہو جائے گا اب عمل کرنا نہ کرنا اس آدمی کا کام ہے - اللہ تعالیٰ نے تو یہ احسان عظیم فرمایا ہے کہ دونوں قسم کے اصولوں کی نشاندہی فرما دی ہے - اگر وہ یہ نشاندہی نہ فرماتے تو انسان پاکی اور ناپاکی کے اصولوں میں امتیاز نہ کر سکتا تو پھر یہ کبھی پاک نہ ہوتا اور یہاں جس پاکی کا ذکر کیا ہے اس سے مراد جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی پاکی ہے اور یہ دونوں طریقے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مفصل بیان فرمائے ہیں -

دوسری آیت میں جو لوگ پاکدامنہ مومنہ عورتوں پر تہمت زنا لگاتے ہیں ان کی دنیاوی اور اُخروی سزا بیان فرمائی ہے اور فرمایا بے شک جو لوگ تہمت لگاتے ہیں پاکدامنہ بے خبر اور مومنہ عورتوں کو ان پر لعنت بھیج دی گئی ہے دنیا میں اور آخرت میں دنیاوی سزا کی کچھ تفصیل تو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ایسے لوگوں کی سزا اسی درّے ہے اور کچھ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے -

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ	حضرت ابی ہریرہ سے روایت
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ	ہے کہ بے شک جناب رسول
وَسَلَّمَ قَالَ اِجْتَنِبُوا	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ	سات ہلاک کرنے والی چیزوں
قِیْلَ وَمَا هُنَّ	سے بچو عرض کیا گیا وہ کون سی
یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - قَالَ	ہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا

اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ	اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔
وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ	جادو کرنا۔ قتلِ ناحق۔ سود
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ	کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ میدانِ
وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ	جہاد سے بھاگنا۔ پاکدامنہ
مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ	بے خبر مومنہ عورتوں کو
يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ	تہمت زنا لگانا۔
الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ	
الْمُؤْمِنَاتِ۔	

(ابن کثیر صفحہ ۲۷۷ جلد ثالث)

تشریح

اس حدیث میں ترجمانِ خداوندی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی معاشرہ کو دنیا میں سات تباہ کن اور ہلاکت خیز چیزوں سے آگاہ فرمایا ہے وہ سات چیزیں یہ ہیں شرک کرنا۔ جادو کرنا۔ قتلِ ناحق۔ سود کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ میدانِ جہاد سے فرار اختیار کرنا۔ پاکدامنہ عورتوں کو تہمتِ زنا لگانا پس معلوم ہوا کہ جو لوگ کسی پر جب تہمتِ زنا لگاتے ہیں وہ دنیا میں بھی عذابِ الٰہی سے بچ نہیں سکتے اسی کو آیت میں لعنت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور دنیا میں انسان پر جو مصیبتیں آتی ہیں اور طرح طرح کی جو کاروباری پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں ان کا باعث انسان کی ایک یہ بدعملی بھی ہے اور اگلی آیت میں ایسے لوگوں کے لیے اخروی عذاب کا بیان ہے چنانچہ فرمایا ولھم عذاب عظیم یوم تشھد علیھم

السنتهم وايديهم وارجلهم بما كانوا يعملون
ان کے لیے بڑا عذاب ہوگا جس دن گواہی دیں گے ان پر ان کی زبانیں ہاتھ اور پاؤں اس پر جو وہ عمل کرتے رہے ہے اس آیت کی تشریح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے ۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ	حضرت ابی سعید نے جناب
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	روایت کی ہے آپ نے
قَالَ اِذَا کَانَ	فرمایا جب قیامت کا دن
یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ عُرِفَ	ہوگا ۔ کافر اپنے اعمال سے
الْکَافِرُ بِعَمَلِہٖ	پہچانا جائے گا پھر وہ انکار
فَیَجْحَدُ وَیُخَاصِمُ	اور جھگڑا کرے گا اسے کہا
فَیُقَالُ لَہٗ هٰٓؤُلَآءِ	جائے گا یہ تیرے پڑوسی تیرے
جِیْرَانُکَ یَشْهَدُوْنَ	خلاف گواہی دے رہے ہیں وہ
عَلَیْکَ فَیَقُوْلُ	کہے گا انہوں نے جھوٹ کہا
کَذَبُوْا فَیُقَالُ	ہے پھر اسے کہا جائے گا تیرے
اَهْلُکَ وَعَشِیْرَتُکَ	اہل و عیال اور تیرا خاندان
فَیَقُوْلُ کَذَبُوْا	تیرے خلاف گواہی دے رہے
فَیُقَالُ اَحْلِفُوْا	ہیں وہ کہے گا انہوں نے
فَیَحْلِفُوْنَ ثُمَّ	جھوٹ کہا ہے پھر ان سے
یُصْمِتُهُمُ اللّٰہُ	کہا جائے گا کہ تم قسم اٹھاؤ تو
فَتَشْهَدُ عَلَیْهِمْ	وہ قسم اٹھائیں گے پھر ان

اَیۡدِیۡھِمۡ وَاَلۡسِنَتُھُمۡ ثُمَّ یُدۡخِلُھُمُ النَّارَ	کافروں کو اللہ تعالیٰ بہرہ کر دے گا پھر ان کے ہاتھ اور زبانیں ان کے خلاف گواہی دیں گے پھر اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ میں داخل کرے گا۔
عَنۡ حُذَیۡفَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَذۡفُ الۡمُحۡصَنَۃِ یَھۡدِمُ عَمَلَ مِائَۃِ سَنَۃٍ (ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۲۷۷)	حضرت حذیفہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا پاکدامنہ عورت کو تہمتِ زنا لگانے سے سو سال کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

تشریح

اللہ تعالیٰ نے یو تشھد علیھم والی آیت تہمت زنا والوں کی سزا کے لیے بیان فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اگر کسی پر ایسی تہمت لگاتا ہے تو دنیا میں تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ چار گواہ پیش کرے ورنہ اسی درّے اس کی سزا ہوگی اور قیامت کے دن پھر اللہ پاک اس کیس کی تحقیق فرمائیں گے صرف دُنیاوی سزا اس کے لیے کافی نہیں ہوگی اور پھر اس تحقیق میں اس کی زبان سے اقرار اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو اس پر گواہ بنایا جائے گا پھر اس کو دوزخ میں

ڈالا جائے گا اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ارشاد عالیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت کافروں کے بارے میں ہے پس اس آیت اور اس حدیث کو تطبیق دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی پاکدامنہ عورت پر تہمتِ زنا حلال جان کر لگائے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور کافر کا داخلہ فی النار نصِ قرآن سے ثابت ہے اور اگر وہ تہمتِ زنا حلال جان کر نہ لگائے تو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے اور یہ کافروں والا عمل ہے اور ایسے شخص کیلیے دخول فی النار ثابت ہے اور اس دوسری حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ کسی کے تہمتِ زنا لگانے سے اس کے سو سال کے نیک اعمال ضائع ہوتے ہیں حالانکہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کفر اور توہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ضائع ہوتے ہیں پس معلوم ہوا کہ کسی پر تہمتِ زنا لگانے والے نے یہ تہمت اگر حلال جان کر لگائی ہے تو کافر ہے اور اگر حلال نہیں جانا تو پھر یہ فعل یقیناً کافرانہ ہے اس لیے اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور قیامت کے دن وہ نیک اعمال محسوب نہیں ہوں گے۔

قانونِ حجاب

اس کتاب کے شروع سے لے کر یہاں تک آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں جو ضابطے اور اصول بیان ہوئے ہیں ان سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت معاشرے کا سب سے زیادہ اہم اور بنیادی عنصر ہے اس کا جتنا زیادہ تحفظ ہوگا معاشرہ اتنا ہی زیادہ ترقی کرے گا اور اس کی عزت و آبرو کو جتنا پامال کیا جائے گا معاشرہ

اتنا ہی تنزل کی طرف جائے گا۔ اسلامی تعلیمات کا نکتہ نظر یہ ہے کہ عورت رونقِ خانہ ہو، رونقِ محافل اور زینتِ بازار نہ ہو کیونکہ رفتارِ زندگی کی یہ گاڑی جب مختلف ہاتھوں میں جائے گی تو وہ تباہ و برباد ہو جائے گی اور پھر اس کے ذریعہ ترقی پانے والا معاشرہ بھی یقیناً تباہ ہو گا۔ اس لیے خداوند پاک نے اس کے تحفظ کے لیے جو اصول رکھے ہیں ان میں حجاب بھی ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیات اور احادیث میں ان کی تفصیل ہم عرض کریں گے ملاحظہ فرمائیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو اپنے گھروں
لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا	کے سوا اور کسی کے گھروں
غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى	میں نہ جایا کرو جب تک اجازت
تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا	نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام
عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ	نہ کر لو یہ تمہارے لیے بہتر
خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ	ہے تاکہ تم نصیحت حاصل
تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ	کرو۔ پھر اگر وہاں کسی کو
تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا	نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب
فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى	تک کہ تمہیں اجازت نہ
يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ	دی جائے اور اگر تمہیں کہا
قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا	جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ
فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى	جاؤ یہ تمہارے حق میں بہتر
لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا	ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو
تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝	اللہ جانتا ہے۔ تم پر اس

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ	میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ان
اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا	گھروں میں جاؤ جہاں کوئی
غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ	نہیں بستا ان میں تمہارا
فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ	سامان ہے اور اللہ جانتا
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا	ہے جو تم ظاہر کرتے ہو
تُبْدُوْنَ وَمَا	اور جو تم چھپاتے ہو۔
تَكْتُمُوْنَ ۝	(سورۃ النور آیت ۲۷، ۲۸)

تشریح

ان آیات میں پانچ مسئلے بیان ہوئے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اپنے گھر کے سوا اوروں کے گھروں میں بلا اجازت نہیں جانا چاہیئے اور دوسرا مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ اجازت لینے کے لیے اہلِ خانہ کو السلام علیکم کہو اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ اس میں تمہارے لیے بہتری ہے اور اگر ان کی خلاف ورزی کروگے تو پھر تمہارے لیے بہتری نہیں ہوگی بلکہ شرمندگی ہوگی اور تیسرا مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ تم اجازت مانگو اور گھر میں کوئی نہ ہو تو پھر اس گھر میں داخل نہ ہو جب تک کہ اجازت نہ ملے اور چوتھا مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر اہلِ خانہ کہیں واپس ہو جاؤ تو واپس ہو جاؤ اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ چیز ہے اور پانچواں مسئلہ یہ بیان فرمایا ہے کہ جو گھر کسی کی سکونت کے لیے نہیں ہیں ان میں بلا اجازت بھی جا سکتے ہو۔ اور ان آیات میں جس طرح خطاب مردوں کو ہے عورتوں کو بھی ہے یعنی عورتیں بھی کسی

اور کے گھر میں بلا اجازت نہ جائیں کیونکہ اس سلسلہ میں اصولِ خداوندی یہ ہے کہ جو احکامات مردوں اور عورتوں کے درمیان مشترکہ ہیں وہاں صیغہ مذکر کا ہی بولا جاتا ہے اور جو احکامات جداگانہ ہیں وہاں مذکر کے لیے صیغہ الگ ہوتا ہے اور عورتوں کے لیے الگ اور ان آیتوں میں چونکہ احکامات مشترکہ ہیں اس لیے صیغے مذکر کے استعمال کئے ہیں اور عورتیں اور بچے بھی اس میں شامل ہیں اور عقلی طور پر بھی یہ ہی مناسب نظر آتا ہے کہ عورتوں کے لیے بھی یہ ہی احکامات ہونے چاہئیں کیونکہ جس فتنہ کا اندیشہ مرد کے لیے بلا اجازت کسی کے گھر میں جانے سے ہے وہی اندیشہ عورت کے جانے سے بھی ہے لہٰذا عورت کے لیے بھی ان احکامات کی پابندی ضروری ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ بلا اجازت کسی کے گھر میں جانے سے زنا کا باب کھل جائے گا اور بھی ہزاروں بدگمانیاں پیدا ہوں گی۔ اپنے بیگانے سب ہی ایک دوسرے کے گھر میں گھس جائیں گے جو معاشرہ کے لیے تباہ کن ہے اس لیے خداوند پاک نے اس پر پابندی عائد کی ہے کہ کوئی بھی مرد یا عورت کسی کے گھر میں بلا اجازت نہ جائے اور اجازت لے کر جانے میں بہت سے فوائد، حکمتیں اور مصالح ہیں۔

پہلا فائدہ اہلِ خانہ کے لیے ہے کہ ان کی ایذا رسانی سے بچنا ہے، اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اہلِ خانہ گھر میں چھپ کر جو کام کرنا چاہتے ہیں اس پر سے پردہ ہوگا اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اجازت لینے والے کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور اب اجازت لینے کا طریقہ کیا ہے اس کے متعلق تو قرآن کریم نے اتنا فرمایا ہے کہ و تسلموا علی

اھلھا اس گھر میں رہنے والوں پر سلام کرو اس کی تفصیل احادیث میں ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ	حضرت ابو سعید خدری سے
قَالَ اَتَانَا اَبُوْ	روایت ہے کہ ہمارے پاس
مُوْسٰی قَالَ اِنَّ	ابو موسےٰ آئے انہوں نے
عُمَرَ اَرْسَلَ اِلَیَّ	کہا کہ حضرت عمرؓ نے میری طرف
اَنْ اٰتِیَهٗ فَاَتَیْتُ	پیغام بھیجا ہے کہ میں ان کے
بَابَهٗ فَسَلَّمْتُ ثَلٰثًا	پاس آؤں پھر میں ان کے
فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیَّ	دروازے پر گیا اور تین دفعہ
فَرَجَعْتُ فَقَالَ	سلام دیا تو انہوں نے جواب
مَا مَنَعَكَ اَنْ	نہ دیا تو میں لوٹ آیا پھر عمرؓ
تَأْتِیَنَا فَقُلْتُ اِنِّیْ	نے کہا کہ تجھے کس نے منع
اَتَیْتُ فَسَلَّمْتُ عَلٰی	کیا ہے ہمارے پاس آنے
بَابِكَ ثَلٰثًا فَلَمْ	سے تو میں نے کہا کہ میں تو
تَرُدُّوْا عَلَیَّ فَرَجَعْتُ	آیا تھا اور تمہارے دروازے
وَقَدْ قَالَ لِیْ	پر تین مرتبہ سلام دیا تو تم نے
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ	مجھے جواب نہ دیا تو واپس
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا	آگیا کیونکہ مجھے رسول اللہ صلی
اسْتَاْذَنَ اَحَدُكُمْ	اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ
ثَلٰثًا فَلَمْ یُؤْذَنْ	جب تم میں سے کوئی تین
لَهٗ فَلْیَرْجِعْ فَقَالَ	مرتبہ اجازت طلب کرے

اَقِمْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ	اور اسے اجازت نہ ملے
قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ	تو اسے واپس ہو جانا چاہیئے
فَقُمْتُ مَعَهٗ	تو عمر نے کہا کہ اس پر ایک
فَذَهَبْتُ اِلٰى	اور گواہ پورا کرو تو ابو سعید نے
عُمَرَ فَشَهِدْتُّ	کہا میں اس کے ساتھ کھڑا
(متفق علیہ)	ہو گیا پھر عمر رض کے پاس گیا پھر
	گواہی دی۔

تشریح

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کے دروازے پر جائے تو پہلے اسے اجازت مانگنا چاہیئے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ السلام علیکم کہے اگر جواب نہ ملے تو دو بار کہہ دے اس پر بھی جواب نہ ملے تو تیسری بار کہہ دے اس پر بھی اگر جواب نہ ملے تو واپس آجائے اس سے زیادہ اصرار نہ کرے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ	اور حضرت جابر سے روایت
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ	ہے کہ بے شک جناب
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
قَالَ لَا تَأْذَنُوْا	فرمایا اس شخص کو گھر میں
لِمَنْ لَمْ يَبْدَأْ	آنے کی مت اجازت دو
بِالسَّلَامِ	جو سلام سے ابتدا نہ کرے۔

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب الاستیذان سے منقول ہیں)

سکتی ہے اور جس طرح دنیا کے خزانوں کو پاک رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے اسی طرح اس خزانہ کو بھی پاک رکھنا ہے اور جو دنیا کے خزانوں کو پاک نہیں رکھے گا وہ اسس سزا کا مستحق ہے جو سورۃ توبہ والی آیت میں بیان ہوئی اسی طرح جو اس خزانے کو پاک نہیں رکھیں گے وہ بھی اس سزا کے مستحق ہوں گے اور جس طرح حرام مال سے معاشرہ میں تباہ کاری پھیلتی ہے حرام کار عورت سے کہیں زیادہ تباہ کاری پھیلتی ہے اس لیے اسلام نے ان دونوں خزانوں کو پاک رکھنے کی تعلیم دی ہے اور مال و دولت کو پاک رکھنے کی تفصیل تو انشاء اللہ العزیز جلد سادسں میں بیان ہوگی اور عورت کو پاک رکھنے کے طریقے اس میں بیان ہوئے ہیں ۔ اگر ان طریقوں پر عمل کیا جائے تو آنے والی پوری نسل پاک ہو جائے گی اور اگر ان طریقوں کو نہیں اپنائیں گے تو انسان کی یہ ارتقائی گاڑی تباہ ہو جائے گی جیسا کہ شب و روز مشاہدہ ہو رہا ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كَبُرَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ عُمَرُ اَنَا اُفَرِّجُ عَنْكُمْ فَانْطَلَقَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَبُرَ عَلٰى اَصْحَابِكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكٰوةَ اِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ اَمْوَالِكُمْ وَاِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيْثَ وَذَكَرَ كَلِمَةً لِتَكُوْنَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ فَقَالَ فَكَبَّرَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَلَا اُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ

ابن عباسؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جب یہ آیت اُتری والذین یکنزان الذھب والفضۃ تو گراں گزری مسلمانوں پر عمرؓ نے کہا میں تمہاری پریشانی دور کردوں گا پھر چلے گئے پس کہا اے اللہ کے نبی بے شک یہ آیت آپ کے ساتھیوں پر گراں گزری ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے نہیں فرض کی یہ زکوٰۃ مگر تاکہ پاک ہو جائے جو باقی ہے تمہارا مال اور بے شک فرض کی ہے اس نے وراثت اور ایک کلمہ ذکر کیا تاکہ ہو تمہارے بعد والوں کے لیے کہا (راوی نے) اللہ اکبر کہا عمرؓ نے پھر فرمایا آپؐ نے کہا نہ بتاؤں تمہیں آدمی کا بہترین خزانہ نیک عورت ہے جب دیکھے طرف اس کے تو اسے خوش کرے اور جب اسے حکم دے تو اس کی اطاعت کرے

وَاِذَا غَابَ عَنْهَا اور جب اس سے غائب ہو
حَفِظَتْهُ (مشکوٰۃ ص۱۵۶) تو اس کی حفاظت کرے۔

تفسیر

اس حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزیں بیان فرمائی ہیں ایک مقصد زکوٰۃ اور دوسرا عورت بہترین خزانہ ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب قرآن کریم کی سورۃ توبہ والی یہ آیت اتری جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس سے یہ سمجھے کہ اس سے مراد نفس ارتکاز دولت کی ممانعت ہے اس لیے یہ آیت ان پر گراں گزری تو حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد زکوٰۃ ہے یعنی جو زکوٰۃ نہیں ادا کرتے ان کی یہ سزا ہے اور آپ نے فرمایا زکوٰۃ تو اس لیے فرض کی گئی ہے تاکہ انسان کے پاس جو مال ہے وہ پاک ہو جائے اور چونکہ اس مال میں وراثت بھی چلتی ہے اور پھر تاکہ آنے والے وارثوں کو بھی یہ پاک مال ملے یہ تو پہلی چیز ہوئی حضرت عمرؓ یہ تشریح سن کر بہت خوش ہوئے اور نعرہ تکبیر بلند کیا اور دوسری چیز جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ سونے چاندی کے خزانے کی بنسبت عورت بہترین خزانہ ہے کیونکہ دنیا میں یہ سونے اور چاندی کے خزانے انسان کے پاس رہتے نہیں اور عورت انسان کی زندگی بھر کی ساتھی ہے اس لیے یہ بہترین خزانہ ہے اور شرط لگائی کہ یہ خزانہ نیک عورت ہی ہو

تشریح

یہ حدیث پہلی حدیث کی توضیح وتائید کرتی ہے کہ جو شخص کسی کے گھر میں جائے تو پہلے السلام علیکم سے اجازت طلب کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو صاحب خانہ کو حق پہنچتا ہے کہ اس کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے اس کو واپس کر دے آج کل مسلمانوں کی اکثریت اس اصول سے بے خبر ہے۔

اذن طلب کرنے والے کو چاہیے کہ اپنا پورا نام بتائے

وعن جابر قال اتيت النبى صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ دَيْنٍ كَانَ عَلٰى اَبِىْ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ مَنْ ذَا فَقُلْتُ اَنَا فَقَالَ اَنَا اَنَا كَاَنَّهٗ كَرِهَهَا۔ (متفق علیہ)

اور حضرت جابر سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرض کے سلسلہ میں گیا جو میرے والد پر تھا تو میں نے آپ کا دروازہ کوٹا آپ نے فرمایا یہ کون ہے۔ میں نے کہا میں ہوں تو آپ نے فرمایا میں۔ میں۔ گویہ آپ نے اس کو پسند نہ کیا۔

تشریح

حضرت جابر نے سلام بھی نہ دیا اور اپنا نام بھی نہ بتایا صرف میں پر اکتفا کیا، اس لیے آپ نے اس کو پسند نہ کیا۔

صاحب خانہ کا قاصد ساتھ ہو تو بھی اجازت طلب کرنا چاہیئے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ	اور حضرت ابوہریرہ سے روایت
قَالَ دَخَلْتُ مَعَ	ہے انہوں نے فرمایا میں رسول اللہ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى	صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	داخل ہوا پھر آپ نے ایک
فَوَجَدَ لَبَنًا	پیالے میں دودھ پایا پھر آپ
فِیْ قَدَحٍ	نے فرمایا اباہریرہ اصحاب صفہ
فَقَالَ اَبَا هِرٍّ	سے ملو اور ان کو میری طرف
الْحَقْ بِاَهْلِ الصُّفَّةِ	بلاؤ پھر میں ان کے پاس گیا
فَادْعُهُمْ اِلَیَّ	ان کو میں نے دعوت دی وہ
فَاَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ	آگئے انہوں نے اجازت
فَاَقْبَلُوْا فَاسْتَاْذَنُوْا	مانگی پھر آپ نے انکو اجازت
فَاَذِنَ لَهُمْ	دی تو پھر وہ داخل ہوئے۔
فَدَخَلُوْا	

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب الاستیذان سے منقول ہیں)

تشریح

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی طرف قاصد اور بلاوہ بھیجے اور وہ اسی وقت آجائے تو بھی گھر میں داخلے کے وقت اسے اجازت طلب کرنا چاہیئے جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اصحاب صفہ کی طرف بھیجا کہ انہیں میری طرف بُلاؤ اور وہ جب بُلا لائے آپ کے گھر کے سامنے پہنچے، انہوں نے آپ سے اجازت طلب کی اور آپ نے اجازت دی تب وہ لوگ آپ کے گھر میں داخل ہوئے اگر اس وقت اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو آپ انہیں فرما دیتے کہ اس وقت تمہیں اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میں نے تمہاری طرف قاصد جو بھیج دیا تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی شخص کسی کی طرف تحریری دعوت نامہ بھیجے اور مدعو جب اس کے گھر میں جائے تو بھی وہ پہلے اجازت طلب کرے صرف تحریری دعوت نامہ اس کے لیے کافی نہیں ہے

اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں بلا اجازت چلا جائے تو صاحب خانہ اسے واپس کر سکتا ہے

عَنْ كَلَدَةَ ابْنِ حَنْبَلٍ	حضرت کلدہ بن حنبل سے
اَنَّ صَفْوَانَ ابْنَ	روایت ہے کہ بیشک صفوان
اُمَيَّةَ بَعَثَ بِلَبَنٍ	بن امیہ نے دودھ یا بکری
اَوْ جَدَايَةٍ وَضَغَابِيْسَ	کا بچہ اور ککڑیاں جناب نبی

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَعْلَى الْوَادِيْ قَالَ قَدْ خَلَتْ عَلَيْهِ وَلَمْ أُسَلِّمْ وَلَمْ أَسْتَأْذِنْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْجِعْ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں اور جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادی کے آخری حصّہ پر تھے اس نے کہا کہ میں آپ کے پاس داخل ہوا سلام نہ دیا اجازت بھی طلب نہ کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس جا پھر کہہ السلام علیکم میں داخل ہو جاؤں۔

(مشکوٰۃ باب الاستیذان)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص بلا اجازت کسی کے گھر میں گھس جائے تو صاحب خانہ کو حق پہنچتا ہے کہ اس کو واپس کر دے اور اسے کہے کہ پہلے السلام علیکم کہو پھر داخل ہو کیونکہ جناب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کلدہ بن حنبل کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا اور آپ نے اسے یہ ادب سکھایا تھا۔

داعی کا قاصد ساتھ ہو اور زیادہ دیر نہ گزرے تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ اور حضرت ابی ہریرہ سے

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ فَجَآءَ مَعَ الرَّسُوْلِ فَاِنَّ ذَالِكَ لَہٗ اِذْنٌ رواہ ابو داود وفی رِوَایَۃٍ لَہٗ قَالَ رَسُوْلُ الرَّجُلِ اِلَی الرَّجُلِ اِذْنُہٗ ۔	روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو بلایا جائے پھر وہ قاصد کے ساتھ آجائے تو اس کے لیے اجازت ہے ۔(یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے) اور اس کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا کہ قاصد آدمی کا طرف آدمی کے اس کی اجازت ہے۔

تشریح

اصحاب صفہ والی حدیث میں آچکا ہے کہ قاصد ساتھ ہو تب بھی اجازت مانگنا چاہیئے اور اس حدیث میں آیا ہے کہ قاصد ساتھ ہو تو اجازت کی ضرورت نہیں ۔ محدثین نے ان دونوں کے تطبیق یہ دی ہے کہ یہ حدیث زیادہ دیر نہ گزرنے پر محمول ہے ۔ واللہ اعلم۔

دروازے پر پردہ نہ ہو تو اس کے دائیں یا بائیں طرف کھڑا ہونا چاہیئے

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ بُسْرٍ قَالَ	اور حضرت عبد اللہ بن بسر سے روایت ہے انہوں

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم جس وقت کسی قوم
اِذَا اَتٰى بَابَ قَوْمٍ	کے دروازے پر تشریف
لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْبَابَ	لے جاتے تھے تو اس کے
مِنْ تِلْقَآءِ وَجْهِهٖ	سامنے نہیں کھڑے ہوتے
وَلٰكِنْ مِنْ رُكْنِهٖ	تھے بلکہ اس کی دائیں طرف
الْاَيْمَنِ اَوِ الْاَيْسَرِ	یا بائیں طرف کھڑے ہوتے
فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ	تھے اور فرماتے تھے السلام علیکم
عَلَيْكُمْ اَلسَّلَامُ	السلام علیکم - اور یہ اس زمانہ
عَلَيْكُمْ وَذَالِكَ اَنَّ	کی بات ہے جب دروازوں
الدُّوْرَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ	پر پردہ نہیں ہوتا تھا -
عَلَيْهَا سُتُوْرٌ -	

(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب الاستیزان سے منقول ہیں)

تشریح

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر آدمی کسی کی ملاقات کے لیے جائے اور اس کے دروازے پر پردہ نہ ہو تو پھر دروازے کے سامنے نہیں کھڑا ہونا چاہیئے کیونکہ اندر نگاہ پڑے گی اور بلا اجازت کسی کے گھر میں جھانک کر دیکھنا بھی ناجائز ہے اسے چاہیے کہ دروازے کے دائیں طرف یا بائیں ہو کر کھڑا ہو۔ اگر دروازے پر پردہ پڑا ہوا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل خانہ کو

چاہیئے کہ اپنے دروازوں پر پردے لٹکائیں تاکہ آنے والے ملاقاتیوں کو آسانی ہو۔

بیٹے کو بھی گھر میں داخل ہوتے وقت والدہ سے اجازت مانگنا چاہیئے

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ	حضرت عطاء بن یسار سے
اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ	روایت ہے کہ بے شک
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	ایک آدمی نے رسول اللہ
وَسَلَّمَ فَقَالَ اَسْتَأْذِنُ	صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
عَلٰى اُمِّيْ فَقَالَ نَعَمْ	کہ میں والدہ سے بھی اجازت
فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّيْ	مانگوں فرمایا ہاں پھر اس آدمی
مَعَهَا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ	نے کہا کہ میں اس کے ساتھ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	گھر میں رہتا ہوں تو رسول اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَأْذِنْ	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس
عَلَيْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ	سے اجازت مانگ پھر اس
اِنِّيْ خَادِمُهَا فَقَالَ	آدمی نے کہا کہ میں اس کا خادم
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم نے فرمایا اس سے اجازت
اِسْتَأْذِنْ عَلَيْهَا اَتُحِبُّ	مانگ کیا تو چاہتا ہے کہ اس
اَنْ تَرَاهَا	کو ننگا دیکھے اس نے کہا نہ
عُرْيَانَةً قَالَ لَا قَالَ	آپ نے فرمایا پھر اس سے

فَاسْتَاْذِنْ عَلَیْهَا۔ اجازت مانگ

(رواہ مالک مرسلہ) (یہ حدیث امام مالک نے نقل کی ہے)

تشریح

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ بیٹا بھی اگر ماں کے کمرے میں یا گھر میں جائے تو اس سے اجازت مانگنا چاہیئے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ماں کسی ایسی حالت میں بیٹھی ہوئی ہو اور بیٹے کی اس پر نگاہ پڑے جو اسے ناگوار گزرے اور نیز ایسا کرنے سے بیٹے کے دل سے ماں کا وقار اور احترام بھی نکل جائے گا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ باپ کو جوان بیٹی کے کمرے میں یا بھائی کو جوان بہن کے کمرے میں بلا اجازت نہیں جانا چاہیئے اور اسی طرح پھوپھی خالہ اور باقی محرمات کو قیاس کر لیا جائے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ماں کو چاہیئے بیٹوں کے سامنے بہن کو بھائیوں کے سامنے، بیٹی کو باپ تایا، چچا، اور ماموں وغیرہ کے سامنے اپنے اعضاء مستورہ ظاہر نہ ہونے دیں اور ان سے اجازت لینے کے لیے اتنا کافی ہے کہ کھنکار دے یا پاؤں زور سے مار دے یا دروازہ کھٹکھٹا دے اور یہ اجازت اس لیے مناسب ہے کہ باپ یا بقیہ اقارب کو بھی شیطان ورغلا سکتا ہے اس لیے احتیاط مناسب ہے اور اس لیے آج جہاں ان اصولوں کی پرواہ نہیں برتی جاتی وہاں بیٹی اپنے باپ سے اور بہن اپنے بھائی سے بھی عزت محفوظ نہیں رکھ سکتی۔

داماد اپنے سسرال جائے تو بھی اسے اجازت مانگنا چاہیئے

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ اور حضرت علیؓ سے روایت

كَانَ لِيْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ	ہے انہوں نے فرمایا کہ میرا
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ مَدْخَلٌ بِاللَّيْلِ	کے گھر میں رات دن آنا جانا
وَمَدْخَلٌ بِالنَّهَارِ	تھا پس جب میں رات کو جاتا تھا
فَكُنْتُ إِذَا دَخَلْتُ بِاللَّيْلِ	تو میرے لیے کھنکارنے کی
تَنَحْنَحَ لِيْ - (یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب الاستیذان سے منقول ہیں)	آواز ہوتی تھی ۔

تشریح

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہو گئیں ایک تو یہ ہے کہ داماد کو بھی اجازت مانگنا چاہیئے اور دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ قریبی رشتہ داروں کو سلام کے ساتھ کھنکارنا کافی ہے ۔ اجازت کے سلسلہ میں آواز اگر نہ پہنچ سکے تو گھنٹی کھڑکانا یا دروازے پر دستک دینا بھی جائز ہے بہرحال آیت استیذان مجمل ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور فرامین عالیہ سے اس کی پوری وضاحت ہو گئی ہے واللہ اعلم ۔

پردہ کے بقیہ احکام

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ	ایمان والوں سے کہہ دیں کہ
يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ	اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور
وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ	اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں
ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ	یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ
إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا	ہے بے شک اللہ جانتا ہے

يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ	جو وہ کرتے ہیں اور ایمان
لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ	والیوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی
مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ	نگاہ نیچی رکھا کریں اور اپنی
فُرُوْجَهُنَّ لَا يُبْدِيْنَ	شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں
زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ	اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں
مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ	مگر جو جگہ اس میں سے کھلی
بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ	رہتی ہے اور اپنے دوپٹے
وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ	اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں
اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ	اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں
اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ	مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے
بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ	باپ یا اپنے خاوندوں کے
اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ	باپ یا اپنے بیٹوں اور یا
اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ	خاوندوں کے بیٹوں یا اپنے
اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ	بھائیوں یا بھتیجوں یا بھانجوں
اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ	یا اپنی عورتوں پر یا اپنے غلاموں
مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ	پر یا ان خدمتگاروں پر
اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ	جنہیں عورت کی چاہت نہیں
اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ	یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی پردہ
الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ	والی چیزوں سے واقف نہیں
الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى	اور اپنے پاؤں زمین پر زور
عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا	سے نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور

يَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِهِنَّ	معلوم ہو جائے اور اے
لِيُعۡلَمَ مَا يُخۡفِيۡنَ	ایمان والو تم سب اللہ کی
مِنۡ زِيۡنَتِهِنَّ ؕ وَتُوۡبُوۡۤا	طرف توبہ کرو تاکہ تم نجات
اِلَى اللّٰهِ جَمِيۡعًا اَيُّهَ	پاؤ۔
الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّكُمۡ	
تُفۡلِحُوۡنَ ۝ (سورہ نور)	

تشریح

(آیت: ۳۰-۳۱)

ان آیات میں پردہ کے نو احکامات ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے قل للمومنین یغضوا من ابصارھم۔ ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں۔ آیت کریمہ میں اتنا ہی حکم ہے اور اب کس سے نیچی رکھیں کیوں رکھیں اور کس وقت رکھیں۔ اس کی کوئی تصریح آیت میں نہیں ہے اس سلسلہ میں یہ آیت مجمل ہے اس کی وضاحت جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات مندرجہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

اتفاقی نظر معاف ہے

وَعَنۡ جَرِيۡرِ ابۡنِ	اور حضرت جریر بن عبداللہ
عَبۡدِ اللّٰهِ قَالَ	سے روایت ہے انہوں
سَاَلۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ	نے کہا کہ میں نے رسول اللہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ	صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک

عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَامَرَنِیْ اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِیْ (رواہ مسلم)	نگاہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ اپنی نگاہ پھیر لوں۔
وَعَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰی وَلَیْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةَ۔	اور حضرت بریدہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی مت کرو نگاہ کے بعد نگاہ کہ بے شک تیرے لیے جائز ہے پہلی اور نہیں جائز دوسری۔
(یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ باب نظر المخطوبۃ سے منقول ہیں)	

تشریح

ان حدیثوں کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی کی نگاہ کسی کی شرم والی جگہ پر اتفاقی طور پر پڑ جائے تو اسے چاہیئے کہ اپنی نگاہ فوراً ہٹا لے اور نظر جما کر دیکھنا نہ شروع کر دے۔ اصل میں اعمال خواہ اچھے ہوں یا برے سب کا دارومدار انسان کی نیت پر ہے یعنی اجر ملے گا، تو نیت پر اور سزا ملے گی تو نیت پر۔ اب اگر کسی شخص کی اتفاقاً کسی عورت یا مرد کی شرم والی جگہ پر پڑ جائے تو وہ گناہ گار نہیں ہے یہ اس کے لیے جائز ہے کیونکہ اس کا یہ دیکھنا بالارادہ اور بالقصد نہیں تھا اور اگر اب نظر جما کر دیکھنا شروع کر دے گا تو اس کا ارادہ شامل

ہو جائے گا اس لیے وہ گناہ گار ہوگا اور اگلی حدیث پاک میں اس کی مزید تفصیل آ رہی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَۃِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْاَۃُ اِلٰی عَوْرَۃِ الْمَرْاَۃِ وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِی الْمَرْاَۃُ اِلَی الْمَرْاَۃِ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ (رواہ مسلم)

اور حضرت ابی سعید سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ دیکھے آدمی آدمی کی پردے والی جگہ اور نہ دیکھے عورت عورت کی پردے والی جگہ اور نہ ننگے بدن لیٹے مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں اور نہ ننگے بدن لیٹے عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں (امام مسلم نے یہ حدیث نقل کی ہے)

وَعَنْ جُرْھَدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَۃٌ (رواہ الترمذی و ابوداؤد)

اور حضرت جُرھد سے روایت ہے کہ بے شک جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے پتہ نہیں ہے کہ ران بھی پردے کی جگہ ہے (یہ حدیث ترمذی اور ابوداؤد نے نقل کی ہے)

وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّ رَسُوْلَ

اور حضرت علیؓ سے روایت

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَا عَلِيُّ لَا تُبْرِزْ فَخِذَكَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰى فَخِذِ حَيٍّ وَّلَا مَيِّتٍ (رواه ابوداود و ابن ماجه)

ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اے علی مت ظاہر کرو اپنی ران کو اور مت دیکھو زندہ یا مردہ کی ران کو (یہ حدیث ابوداود اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے)

وَعَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ جَحْشٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَعْمَرٍ وَفَخِذَاهُ مَكْشُوْفَتَانِ قَالَ يَا مَعْمَرُ غَطِّ فَخِذَيْكَ فَاِنَّ الْفَخِذَيْنِ عَوْرَةٌ (رواه فی شرح السنة)

اور حضرت محمد بن جحش سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معمر کے پاس سے گزرے اور اس کی دونوں رانیں کھلی ہوئی تھیں آپ نے فرمایا معمر اپنی رانوں کو ڈھانپ دو کیونکہ رانیں شرم کی چیز ہے (شرح سنتہ میں یہ حدیث نقل کی ہے)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيْ

اور حضرت ابن عمر سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچاؤ اپنے آپ کو

فَاِنَّ مَعَكُمْ مَنْ	ننگا ہونے سے بے شک
لَا يُفَارِقُكُمْ	تمہارے ساتھ وہ ہیں جو کبھی
اِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ	تم سے جُدا نہیں ہوتے مگر
وَحِيْنَ يُفْضِىْ	وقت قضائے حاجت کے
الرَّجُلُ اِلٰى اَهْلِهٖ	اور جب مرد اپنی اہل سے ملے
فَاسْتَحْيُوْهُمْ	ان سے حیا کرو اور انکی عزت
وَاَكْرِمُوْهُمْ	کرو (ترمذی نے یہ حدیث
(رواہ الترمذی)	نقل کی ہے)
وَعَنْ بَهْزِ ابْنِ	حضرت بھز بن حکیم سے
حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ	روایت ہے کہ انہوں نے
عَنْ جَدِّهٖ قَالَ	اپنے باپ سے انہوں نے
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	ان کے دادا سے روایت
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	کی ہے انہوں نے فرمایا کہ
اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ	جناب رسول اللہ صلی اللہ
اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ	علیہ وسلم نے فرمایا حفاظت
اَوْ مَا مَلَكَتْ	رکھو اپنی شرم والی جگہ کی مگر
يَمِيْنُكَ قُلْتُ	بیوی سے یا باندی سے میں
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	نے عرض کی یا رسول اللہ کیا
اَفَرَئَيْتَ اِذَا كَانَ	فرماتا ہے آپ کا جب آدمی
الرَّجُلُ خَالِيًا قَالَ	اکیلا ہو تو آپ نے فرمایا اللہ
فَاللّٰهُ اَحَقُّ	زیادہ حق دار ہے کہ اس سے

اَنْ یُّسْتَحْیٰ مِنْہُ شرم کیا جائے

(یہ چھ احادیث مشکوٰۃ باب نظر المخطوبۃ سے منقول ہیں)

تشریح

یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم والی آیت کریمہ مجمل ہے اور یہ مذکورہ احادیث اس کی تشریح ہیں ان کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ انسان کا یہ بدن جو ہے ناف سے لے کر گھٹنوں تک شرم گاہ ہے کسی دوسرے آدمی کو مناسب نہیں ہے کہ دوسرے کسی کے بدن کے اس حصے کو دیکھے یہ حکم مردوں عورتوں بچوں جوانوں سب کو شامل ہے البتہ میاں اور بیوی کو مستثنیٰ رکھا ہے کیونکہ مجبوری ہے اسی طرح ڈاکٹر حکیم بھی علاج کی خاطر یہ حصہ دیکھ سکتا ہے۔ اب آیت کا معنی یوں ہوگا اے نبی پاک آپ کہہ دیں ایمان والوں کو وہ اپنی نگاہیں کسی کی شرم والی جگہ دیکھنے سے ہٹا لیا کریں نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ انسان کو تنہائی میں بھی ننگے بدن نہیں رہنا چاہیئے کیونکہ انسان کے ساتھ کراماً کاتبین اور محافظ فرشتے ہوتے ہیں ان سے بھی شرم کرنا چاہیئے اور اسی طرح یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب مخلوق سے حیا کرنا ضروری ہے تو خداوند تعالیٰ سے بھی حیا کرنا ضروری ہے لہٰذا انسان کو تنہائی میں خدا سے حیا کرتے ہوئے لباس نہیں اتارنا چاہیئے۔

عورتوں کو نابینا سے بھی پردہ کرنا چاہیئے

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ اَنَّھَا اور حضرت اُمِ سلمہ سے روایت

كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ	ہے کہ وہ اور میمونہ رسول
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
وَمَيْمُوْنَةُ إِذْ أَقْبَلَ	پاس تھیں اچانک ابن ام
ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ	مکتوم (نابینا) آئے آپ کی مجلس
عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ	میں داخل ہوئے تو رسول
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْهُ	کہ تم اس سے پردہ کرو تو میں
فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	نے کہا یا رسول اللہ کیا وہ اندھا
أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى لَا	نہیں جو ہمیں نہیں دیکھتا پس
يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	نے فرمایا کیا تم اندھی ہو کیا تم
وَسَلَّمَ أَفَعَمْيَاوَانِ	اس کو نہیں دیکھ رہی ہے۔
أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا	

تُبْصِرَانِهِ (رواہ احمد الترمذی ابوداود)

تشریح

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اندھوں سے بھی پردہ کرنا چاہیئے کیونکہ جس طرح مردوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ غیر محرم عورتوں کو دیکھیں اسی طرح عورتوں کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ غیر محرم مردوں کو دیکھیں خواہ بینا ہوں یا اندھے۔

بہتر یہ ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ	اور حضرت عائشہ رضؓ سے
مَا نَظَرْتُ اَوْ مَا	روایت ہے انہوں نے
رَأَيْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ	فرمایا کہ میں نے رسول اللہ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ	صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر مبارک
قَطُّ (رواہ ابن ماجہ)	کبھی نہیں دیکھا۔

تشریح

اس سے پہلے حضرت بھزؓ بن حکیم والی حدیث میں آچکا ہے کہ خاوند اپنی بیوی کا ستر دیکھ سکتا ہے اور اس حضرت عائشہؓ والی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر نہیں دیکھا اور ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت عائشہؓ کا ستر نہیں دیکھا پس معلوم ہوا کہ یہ دیکھنا اچھا نہیں ہے پس محدثین نے تطبیق یہ دی ہے کہ جائز تو ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کا ستر دیکھیں لیکن بہتر نہیں ہے ادب کے خلاف ہے اس سے بچنا چاہیئے ۔ واللہ اعلم

نگاہ نیچی رکھنے کی فضیلت

وَعَنْ اُمَامَةَ عَنِ	حضرت امامہ نے جناب
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ إِلٰى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهٗ إِلَّا أَحْدَثَ اللهُ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا (رواہ احمد)

روایت کی ہے آپ نے فرمایا جو مسلمان پہلی مرتبہ عورت کی خوبصورتیوں کو دیکھے اور پھر اپنی نگاہ ہٹالے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک قسم کی عبادت پیدا کرتے ہیں جس کا مزا وہ خود محسوس کرتا ہے۔

تشریح

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر آدمی کی نگاہ کسی عورت پر یا شرم والی جگہ پر پڑ جائے اور پھر وہ حکم خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی نگاہ کو ہٹالے تو یہ اس کے لیے عبادت کا درجہ ہوگا کیونکہ جب غیر محرم عورت یا شرم والی جگہ کو دیکھنا گناہ ہے تو اس کو نہ دیکھنا یقیناً عبادت ہے اور اس عبادت کے وقت یقیناً مومن کو خوشی بھی ہوتی ہے۔

قصداً غیر محرم عورت یا کسی کی شرم والی جگہ کو دیکھنا موجب لعنت ہے

وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِيْ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ

اور حضرت حسن سے مرسل روایت ہے انہوں نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جناب

علیہ وسلم قال	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لعن اللہ الناظر والمنظور	نے فرمایا ہے کہ اللہ دیکھنے والے
الیہ۔ (یہ چاروں احادیث	اور دیکھے ہوئے دونوں پہ
مشکوٰۃ باب نظر المخطوبۃ سے منقول ہیں)	لعنت فرماتے ہیں۔

تشریح

اس سے پہلے حضرت علیؓ والی حدیث میں آچکا ہے کہ نظر اولیٰ جائز ہے اور اس حدیث میں آیا ہے کہ دیکھنے والے پر لعنت ہوتی ہے پس تطبیق یوں دی گئی ہے جو قصداً دیکھے تو اس پر تو لعنت ہوتی ہے اور منظور الیہ پر لعنت اس لیے ہے کہ وہ بھی حرام کا ارتکاب کر رہا ہے کیونکہ پردے والی جگہ چھپانا فرض ہے۔

دوسرا حکم یہ ہے و یحفظوا فروجھم وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں اور پہلے جملے میں فرمایا ہے کہ نگاہ نیچی رکھیں اسے مقدم رکھا ہے اور وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں اس کو بعد میں لایا گیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ نگاہ ہی تو ان جرائم کا باعث ہے اس لیے پہلے نگاہ پر کنٹرول کا حکم دیا گیا ہے اس کے بعد فرمایا ہے کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت رکھیں اور قرآن کریم کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ حفاظت سے مراد پردہ زنا۔ لواطت اور ہر وہ طریقہ ہے کہ جس سے مادہ منویہ کا اخراج ہو اس کی پوری تفصیل زنا کے باب میں بیان ہو چکی ہے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں جو چاہے وہاں دیکھ لے اور آخر میں اس کی وجہ بیان فرمائی کہ شرمگاہوں کی حفاظت کرنے

سے معاشرے میں پاکیزگی آئے گی اور اگر اسے نہیں اپنائیں گے تو گندگی پھیلے گی اور تیسرا اور چوتھا حکم خواتین کو ہے کہ وہ بھی اپنی نگاہ نیچی رکھیں یہ دونوں حکم اگرچہ پہلے دو جملوں سے بھی معلوم ہو سکتے ہیں مگر ان کو مستقل ذکر کر کے تاکید مزید فرمائی ہے کہ جس طرح مردوں کے لیے یہ احکامات ہیں عورتوں کے لیے بھی ہیں۔ اور پانچواں حکم خصوصی طور پر خواتین کے لیے ہے کہ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا اور نہ ظاہر کریں وہ اپنی زینت کے مواقع مگر جو ظاہر ہے اس کی تفسیر کے سلسلہ میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی یہ ہے جسے حضرت عائشہؓ نے نقل کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ دَخَلَتْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ عَلَیْھَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْھَا وَ قَالَ یَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَۃَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَمْ یُصْلِحْ اَنْ یُّرٰی مِنْھَا	حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اسمار بنت ابی بکر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس پر باریک کپڑے تھے تو آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اسمار عورت جب بالغ ہو جائے تو مناسب نہیں کہ اس کے بدن کا کوئی حصہ دیکھا جائے سوائے اس کے اور آپ نے اشارہ کیا طرف اپنے

اِلاَّ ھٰذَا وَاَشَارَ اِلیٰ وَجْھِہٖ وَکَفَّیْہِ — چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے (ابن کثیر)

(ابن کثیر)

تشریح

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک یہ ہے کہ عورت کے لیے ایسا باریک لباس پہننا جائز نہیں ہے جس سے اس کا بدن ظاہر ہوتا ہو جیسا کہ حضرت اسماءؓ جو آپ کی سالی اور حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن تھیں جب آپ کی خدمت میں آئیں تو ان کے بدن پر باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے تو آپ نے اسے دیکھتے ہی اس سے اپنا چہرہ انور پھیر لیا اور فرمایا کہ بالغہ عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ اسکا بدن دیکھا جائے سوائے اس کے اور پھر اشارہ فرما دیا کہ اس سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں پردے میں شامل نہیں مستثنےٰ ہیں اور ان کو اس لیے مستثنےٰ فرمایا کہ کام کاج کے سلسلہ میں سودا وغیرہ خریدنے کے لیے انہیں ظاہر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے - اگر ان کے ظاہر کرنے پر بھی پابندی عائد کر دی جائے تو عورتیں شدید مشکلات سے دوچار ہو جائیں گی اس لیے خالق کائنات نے ان کے لیے رعایت رکھی ہے۔

اور چھٹا حکم یہ ہے کہ وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلیٰ جُیُوْبِھِنَّ - ان عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں خُمُر خمار کی جمع ہے خمار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو

عورتیں سر پر ڈالتی ہیں اور اس سے گریبان چھپ جاتا ہے اور جیوب جیب کی جمع ہے۔ جیب کے معنی گریبان کے ہیں اور اس سے مراد سینہ ہے کیونکہ گریبان سینے پر ہوتا ہے پس آیت کریمہ کے معنی یہ ہوئے کہ عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور یہ دراصل رسم جاہلیت کی تردید ہے کیونکہ دورِ جاہلیت میں عورتوں کا رواج یہ ہوتا تھا کہ کپڑا سر پر ڈال کر اس کے دونو کنارے پُشت پر چھوڑ دیتی تھیں جس سے گریبان، گلہ، سینہ اور کان کھلے رہتے تھے مسلمان عورتوں کو اس سے منع کیا گیا ہے اور انہیں حکم دیا گیا ہے کہ دوپٹے کے دونوں پلے ایک دوسرے پر الٹ دیں تاکہ یہ سب اعضاء چھُپ جائیں ——— اور ساتواں حکم یہ ہے کہ ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت کے مواقعہ مگر اپنے خاوندوں کے سامنے تاآخر آیت اس آیت میں بارہ اشخاص کو مستثنٰی کیا ہے کہ جن کے سامنے عورت اپنی زینت کے واقعہ کو ظاہر کر سکتی ہے وہ اشخاص یہ ہیں خاوند۔ باپ۔ خسر۔ اپنے بیٹے اپنے خاوند کے بیٹے بھائی۔ بھتیجے۔ بھانجے۔ عورتیں۔ غلام یا کاروبار کرنے والے ایسے مرد جو کچھ غرض نہیں رکھتے۔ بارہ سالہ لڑکے جو عورتوں کے بھید سے ابھی واقف نہیں ہیں ——— اور آٹھواں حکم یہ ہے کہ ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن عورتیں اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے ——— اور نواں حکم یہ ہے توبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون۔ اے ایمان والو سب اللہ کی طرف توبہ کرو

یعنی مذکورہ احکام کی تعمیل کے سلسلہ میں اگر تم سے کوئی غلطی ہو جائے تو توبہ کرو اس کی کوئی اور شرعی سزا نہیں ہے۔ توبہ کرنا چاہیئے یہی کافی ہے

غلام اور بچے تین اوقات میں اجازت مانگ کر کسی کے گھر میں جائیں

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو تمہارے غلام
لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ	اور تمہارے نابالغ بچے تم سے
مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ	تین مرتبہ اجازت مانگیں نماز
وَالَّذِیْنَ لَمْ	فجر سے پہلے اور دوپہر کو جب
یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ	تم کپڑے اتارتے ہو اور نماز
ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ	عشاء کے بعد یہ تین تمہارے
مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ	پردے کے اوقات ہیں ان
الْفَجْرِ وَ حِیْنَ	اوقات کے علاوہ تم پر اور
تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ	ان پر کوئی حرج نہیں ہے تم
مِنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْۢ	آپس میں ایک دوسرے کے
بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ	پاس آتے جاتے ہو۔ اسی
ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ	طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے
لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَلَا	آیات کھول کر بیان کرتا ہے
عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ	اور جاننے والا حکمت والا
طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ	ہے۔
بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ	

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (سورۃ النور آیت : ۵۸)

تشریح

کبھی کبھی قرآن کریم کا بعض حصّہ بعض کی تشریح اور توضیح ہوتا ہے چنانچہ یہ آیت او ما ملکت ایمانکم سے لے کر علیٰ عورات النساء تک کی تشریح ہے یعنی پہلے ان جملوں میں آچکا ہے کہ عورتیں اپنے غلاموں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے سامنے اپنے زینت کے مواقع ظاہر کر سکتی ہیں اب اس آیت میں وضاحت فرما دی کہ ان کے لیے اجازت ان تین اوقات کے علاوہ ہے ان تین اوقات میں وہ بھی اگر کسی کے گھر میں جائیں تو بلا اجازت نہ جائیں وہ اوقات یہ ہیں نمازِ فجر سے پہلے۔ دوپہر کے وقت جب لوگ کپڑے اتار کر سوتے ہیں اور نمازِ عشاء کے بعد اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ اوقات عموماً میاں بیوی کی مشغولیت کے ہوتے ہیں اور آرام اور سکون بھی مقصود ہوتا ہے اور تنہائی کی وجہ سے کبھی کبھار کپڑا بھی بدن پر نہیں ہوتا تو ان حالات میں اگر کوئی بلا اجازت چلا گیا تو ظاہر بات ہے کہ اہلِ خانہ بُرا منائیں گے ان کے معاملات میں خلل ہوگا اس لیے پروردگار نے ان اوقات میں بچوں اور غلاموں کو بھی بلا اجازت کسی کے گھر میں جانے سے منع فرمایا اور نابالغ بچے اگرچہ شریعت کے مُکلّف نہیں ہیں لیکن انہیں بھی عادت ڈالنا مقصود ہے اور قرآن کریم میں کہیں بھی بچوں کو مخاطب نہیں بنایا گیا

سوائے اس ایک حکم کے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بلا اجازت بچہ بھی اگر کسی کے گھر چلا جائے تو ان حالات میں اس کی آبروریزی ہوگی اور مومن کی آبرو اور حرمت بیت اللہ کی آبرو اور حرمت کے برابر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بچوں کو بھی یہ حکم دیا ہے اب ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں تو صرف غلاموں اور بچّوں کا ذکر ہے باقی اور محارم کا ذکر نہیں ہے تو کیا باقی محارم ان اوقات میں دوسرے عزیز رشتہ دار کے گھر جا سکتے ہیں یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب بچّے ان اوقات میں بلا اجازت دوسرے کے گھر میں نہیں جا سکتے تو باقی بالغ رشتہ دار بطریقہ اولیٰ نہیں جا سکتے تو صرف بچوں یا غلاموں کا ذکر بطور تاکید ہے اور اس سلسلہ میں مزید تفصیل آیت قل للمومنین یغضوا من ابصارھم کے تحت مفصّل اور مدلل گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں ۔

بچّوں کو بلوغت کے بعد اجازت طلب کرنا چاہیئے

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ	اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت مانگنا چاہیئے جس طرح اجازت مانگتے ہیں وہ لوگ جو ان سے پہلے ہو گزرے ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۝	لیے اپنی آیات بیان کرتے ہیں اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

(سورہ نور آیت ۵۹)

تشریح

پہلے یہ مسئلہ گزر گیا ہے کہ نابالغ بچے تین اوقات کے علاوہ بلا اجازت گھروں میں آجا سکتے ہیں اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ وہی بچے جب بالغ ہو جائیں تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ پہلے تو آیا جایا کرتے تھے تو اب بھی انہیں اجازت ہو گی تو فرمایا کہ نہیں وہ بھی اب اجازت مانگ کر آئیں جس طرح کہ اور لوگ اجازت مانگتے ہیں یعنی تین مرتبہ السلام علیکم کہہ کر اجازت طلب کریں۔ آگے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنے احکامات بیان کرتے رہتے ہیں وہ جاننے والا حکمت والا ہے اس میں اشارہ ہے کہ اب وہ نوجوان ہو گئے ہیں اب ان میں عورتوں کی خواہشات پیدا ہو گئی ہیں اور ان کے نوجوان ہونے کی وجہ سے اب عورتوں کے دلوں میں بھی فساد پیدا ہو گا اس لیے پابندی عائد کر دی ہے کہ وہ بچے بھی اب بلا اجازت کسی کے گھر میں نہ جائیں۔

بوڑھی عورتوں کے لئے پردہ ضروری نہیں ہے

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ	اور جو بیٹھ رہی ہیں گھروں میں تمہاری عورتوں میں سے

نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ	جن کو توقع نہیں رہی نکاح
جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ	کی ان پر گناہ نہیں کہ اتار
ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ	رکھیں اپنے کپڑے یہ نہیں
مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ ؕ	کہ دکھاتی پھریں اپنا سنگار
وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ	اور اس سے بھی بچیں تو بہتر
لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ	ہے ان کے لیے اللہ سب

عَلِيْمٌ ۝ (سورۃ النور آیت ۶۵) باتیں سنتا جانتا ہے۔

تشریح

پردے کا اصلی مقصد انسدادِ فحاشی اور زناکاری ہے بالغہ اور جوان عورت کی طرف چونکہ رجحان ہوتا ہے اس لیے ان پر پردے کی پابندی ہے اور بوڑھی عورتوں کی طرف مردوں کی خواہش ہی نہیں رہتی اس لیے ان سے پردے کی پابندی اٹھالی گئی ہے البتہ یہ شرط رکھی گئی ہے کہ زینت کے مواقع وہ بھی ظاہر نہ کریں یعنی بڑی چادر یا برقع اتار دیں تو کوئی حرج نہیں البتہ دوپٹہ اوڑھنی وغیرہ نہ اتاریں اسے اپنے سر پر ڈالے رکھیں اس طرح کہ گریبان سینہ وغیرہ چھپے رہیں اور پرہیز بہرحال بہتر ہے۔

عورت بوقت ضرورت غیر محرم مرد سے بات کر سکتی ہے

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ	اے نبی کی بیویو تم معمولی عورتوں
لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ	کی طرح نہیں ہو اگر تم اللہ

النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ سے ڈرتی ہو تو دبی زبان سے
فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ بات مت کہو کیونکہ جس کے
فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ دل میں مرض ہے وہ طمع
قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ کرے گا اور معقول بات کرو
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

(سورۂ احزاب، آیت ۳۲)

تشریح

اس آیت کریمہ سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں پہلی بات یہ ہے کہ جو لوگ معاشرہ میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں انہیں سب سے پہلے اور بڑے اہتمام کے ساتھ اسلامی اصولوں پر عمل کرنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو بڑی سختی کے ساتھ پردے کے اہتمام کا حکم دیا ہے اور آپ کی بیویوں کی حیثیت معاشرے میں سب سے اونچی ہے کیونکہ وہ پوری امت کی روحانی مائیں ہیں وہ سب سے پہلے اس کا اہتمام کریں گی تو امت کی بیٹیاں بھی اہتمام کرینگی وہ اگر ایسا نہیں کریں گی تو امت کی بیٹیاں بھی نہیں کریں گی تو اس کی تمامتر ذمہ داری پھر ان پر عائد ہو جائے گی کیونکہ دنیا میں اصول یہی ہے کہ نچلا طبقہ اوپر والے طبقے کا نقال ہوتا ہے تو اہم اشخاص یا ہستیوں کو چاہیئے کہ اس سلسلہ میں اچھا نمونہ پیش کریں غلط نمونہ نہ پیش کریں اور دوسرا اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ عورت غیر محرم مرد سے بوقت ضرورت بات کر سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو غیر محرموں کے ساتھ بات کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ بات کرنے کا سلیقہ سکھایا ہے اور فرمایا ہے۔ وقلن قولا معروفا کہ دستور کے موافق بات کرو اور تیسرا یہ معلوم ہوا کہ عورتوں کو غیر محرم مردوں کے ساتھ دبی زبان سے بات نہیں کرنا چاہیئے کہ جس سے برائی کی، فحاشی اور بدکاری کی لچک پیدا ہو بلکہ ان کے لب و لہجہ میں قدرے سختی ہونی چاہیئے تاکہ بدقماش لوگوں کو ان سے برائی کی وابستہ امید ختم ہو جاتے اور ان آیات کا شانِ نزول اگرچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے بارے میں ہے مگر حکم عام ہے کیونکہ جب اعلیٰ کو حکم ہے تو ادنیٰ کو یقیناً یہ ہی حکم ہے اور نیز یہ ایک قانون ہے اور قانون تو ہمیشہ سب کے لیے برابر ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے پردے کے احکامات کی پابندی ضروری ہے، اسی طرح تمام مسلمان عورتوں پر پردے کی پابندی ضروری ہے۔

عورتیں بناؤ سنگار کر کے گھر سے نہ نکلیں

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ	اور بیٹھی رہو اپنے گھروں
وَلَا تَبَرَّجْنَ	میں اور گزشتہ زمانہ جاہلیت
تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ	کی طرح بناؤ سنگار نہ دکھاتی
الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ	پھرو نماز پڑھو۔ زکوٰۃ ادا
الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ	کرو اللہ اور اس کے رسول
الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ	کی فرمانبرداری کرو اے گھر والو

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝	اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کرے اور تمہیں خوب پاک کرے اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں اور دانائی کی باتیں پڑھی جاتی ہیں انہیں یاد کرو بے شک اللہ رازدان باخبر ہے۔ (سورۃ احزاب آیت ۳۳ تا ۳۴)

تشریح

ان آیات میں چھ احکامات ہیں پہلا حکم یہ ہے کہ وقرن فی بیوتکن کہ تم اپنے گھروں میں ہی ٹھہری رہو اور یہ حکم جو صادر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر عورت کا اپنا اصلی محکمہ ہے گھریلو سامان کی حفاظت، بچوں کی تربیت و نگہداشت اس کے سپرد ہے اور یہ محکمہ چونکہ بڑا اہم ہے شب و روز اس پر کڑی نگرانی کی ضرورت ہے اس لیے قدرت نے عورت کے دل میں اولاد اور مال و دولت کی محبت مرد کی نسبت زیادہ ڈال دی ہے تاکہ پورے جذبہ، محبت اور لگن کے ساتھ اس محکمہ پہ کنٹرول کرے اور اس کے تمام اخراجات ضروریات خاوند پہ ڈال کر اسے بالکل بے فکر بنا دیا ہے تاکہ وہ ہمہ وقت

اپنے ان فرائض کی طرف پوری توجہ دے سکے تاہم اگر اسے بعض ناگزیر حالات میں باہر نکلنے کی ضرورت درپیش آگئی ہے تو اس کے لیے دُوسرا حکم یہ دیا ہے ولا تبرّجن تبرّج الجاھلیۃ الاولیٰ اور پرانی جاہلیت والیوں کی طرح مت پھرو اور وہ طریقہ یہ تھا کہ عورتیں سر پہ اوڑھنی رکھتی تھیں اور اس کے دونوں کونے پُشت پر ڈال دیتی تھیں جس سے سینہ اور گریبان ننگا ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو اس طرح باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے اور نقاب اوڑھ کر نکلنے کی اجازت دی ہے اور اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آج کل موجودہ ماحول میں عورتیں جس طرح نیم عریانی سے پھر رہی ہیں یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ ان کی عریانی جاہلیت اولیٰ سے کہیں زیادہ ہے اور اس کی اصل وجہ دین سے بے خبری ہے کیونکہ عورتوں میں شرعی پردے کی اہمیت بٹھائی ہی نہیں گئی ۔ سرکاری سکولوں ۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جو طریقہ تعلیم ہے اور جو عملی نمونے ہیں اس سے تو فحاشی کو فروغ ملتا ہے اور دینی اداروں میں صرف مردوں کے لیے تعلیم کا اہتمام ہے عورتوں کے لیے نہیں ہے حالانکہ عورت کی شرح پیدائش کہیں زیادہ ہے اس کے لیے بھی دینی تعلیم کا بندوبست ہونا چاہیئے اور صرف ان کو مغرب زدہ کہہ دینے سے ان کے دِلوں میں اسلامی احکامات کی اہمیت تو نہیں آئے گی مگر اس کی طرف کِسی کی توجہ نہیں ہے اس لیے آج عورت کی بے راہ روی سے معاشرہ تباہی کے کنارے پہ جا لگا ہے اس کا واحد حل اسلامی تعلیمات ہیں وقتی حکومت کا فرض ہے کہ اس کی طرف توجہ دے کر معاشرے کو بچالے یہ اس کی ذمہ داریوں میں سے اولین ذمہ داری ہے بہرحال اس

آیت ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ سے اتنا معلوم ہو گیا کہ عورت بوقت ضرورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور اس کی مزید تائید اس آیت کریمہ میں موجود ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ	اے نبی آپ اپنی بیویوں۔
لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ	بیٹیوں اور ایمانداروں کی
وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ	عورتوں سے فرما دیں کہ وہ
یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ	اپنے اوپر چادریں اوڑھ لیا
جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ	کریں۔ یہ طریقہ قریب تر
اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ	ہے کہ اس سے وہ پہچانی
فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَكَانَ	جائیں گی اور پھر انہیں تکلیف
اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝	نہیں دی جائے گی اور اللہ
(سورہ احزاب آیت ۵۹)	بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح

اس آیت کریمہ سے چار باتیں معلوم ہوئیں پہلی بات یہ ہے کہ یہ آیت ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ کی توضیح و تشریح ہے اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت گھر سے باہر جا سکتی ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حجاب کا یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے مخصوص نہیں بلکہ سب ایماندار عورتوں کے لیے بھی ہے اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ عورتوں کو پردے کے لیے چادر استعمال کرنا چاہیئے۔

سوال :- پہلے آچکا ہے کہ ولیضربن بخمرھن کہ وہ عورتیں اپنے اوپر دوپٹہ اوڑھ لیں وہ کافی ہے اور یہاں فرمایا ہے کہ بڑی چادر ہونی چاہیئے ۔ معلوم ہوا کہ دوپٹہ کافی نہیں ہے ۔

جواب : یہ ہے کہ دوپٹہ تو صرف گریبان اور سینہ چھپانے کے لیے ہے اور یہ بڑی چادر پورا بدن چھپانے کے لیے ہے یعنی اولاً تو عورت کو دوپٹہ اوڑھنا چاہیئے اور پھر اس کے اوپر بڑی چادر اوڑھنا چاہیئے ہاں اگر کوئی مجبوری ہو تو پھر ایک پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے اور چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ پردے کا مقصد باحیا عورتوں کا تعارف اور انہیں درندہ صفت انسانوں سے بچانا ہے کیونکہ ان یعرفن فلا یؤذین کے جملہ سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کچھ عورتیں اچھا خوبصورت لباس پہن کر مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے آوارہ پھرتی تھیں اور پھر اوباش طبقہ ان کے درپے ہو جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے نیک عورتوں کو اس اوباش طبقے سے بچانے کا ایک طریقہ بتایا ہے کیونکہ جس عورت پر پاکدامنی کی چادر ہوگی اسے ہاتھ ڈالنا آسان کام نہیں ہوگا اور جس پر یہ پاکدامنی کی چادر نہیں ہوگی اس سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ یہ اسی مقصد کی خاطر گھوم گھام رہی ہے تاکہ اس سے کوئی تعلق جوڑے بہرحال ان آیات سے اتنا معلوم ہو گیا کہ عورت اپنی حوائج ضروریہ کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہے ہر وقت اس کے لیے گھر میں پابند رہنا ضروری نہیں ہے چنانچہ خود متاع دو عالم محبوب رب العلمین ترجمان وحی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ذاتی عملی نمونے اس سلسلہ میں بے شمار موجود ہیں کہ آپ جب کہیں سفر پہ جاتے یا جہاد کے لیے جاتے تو اپنی بیویوں میں سے کسی

نہ کسی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اسی طرح سفر حج کے موقعہ پر حضرت عائشہ صدیقہ آپ کے ساتھ تھی اور آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کی بعض بیویاں حج کے لیے جاتی رہی ہیں اور صحابہ میں سے کسی نے منع نہیں کیا پس معلوم ہوا کہ عورتیں بوقت ضرورت گھر سے باہر جا سکتی ہیں مثلاً کسی عزیز و اقارب کی شادی غمی کے موقعہ پر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب ان حوائج کے لیے اپنے گھر سے باہر جا سکتی ہے تو بقیہ حوائج دنیاوی کے لیے بھی یقیناً جا سکتی ہے یعنی اگر کوئی ایسی عورت ہو جس کی ابھی تک شادی نہ ہوئی ہو اور وہ اقتصادی طور پر مجبور ہو یا اگر شادی ہو بھی چکی ہے لیکن اس پر دونوں کا گزر اوقات نہیں ہو سکتا یا بیوہ عورت ہے اور اس کا کوئی ذریعہ معاش نہ ہو تو ان مجبوریوں کے تحت عورت یقیناً نوکری یا مزدوری کے لیے جا سکتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد گرامی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو آپ نے اپنی بیویوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

قد اذن لکن ان — تمہارے لیے اس کی اجازت

تخرجن لحاجتکن — ہے کہ اپنی ضرورت کے لیے

(رواہ مسلم) منقول از معارف القرآن) — گھر سے نکلو۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ چادر اوڑھ کر کے جائیں اور نگاہ نیچی رکھ کر باوقار چلیں اور اسی طرح کام کریں ڈیوٹی ادا کریں راستے میں چلتے وقت اگر کہیں بھیڑ ہو تو پھر نگاہ اونچی بھی رکھی جا سکتی ہے کیونکہ یہ مجبوری ہے اور مجبوری سے ناجائز جائز ہو جاتا ہے اور وہ عورتیں جو مجبور نہیں ہیں ماں باپ ان کے آسودہ حال ہیں ان کے اخراجات برداشت کر رہے ہیں یا وہ شادی شدہ ہوں اور ان کا خاوند آسودہ حال ہو وہ بھی اس کے

اخراجات برداشت کر رہا ہو اور ایسی عورتیں اگر نوکری کی خاطر جائیں یا بے مقصد نیم عریانی کی حالت میں سربازار گھومے غیر محرم مردوں کے ساتھ خلط ملط ہوں ان سے ہنسی مذاق کریں ایسی عورتیں یقیناً گناہ کبیرہ کی مرتکب ہیں اور وہ شعائرِ اسلامی کی توہین کر رہی ہیں اور اکبر الہ آبادی نے ایسی ہی عورتوں کے بارے میں خوب کہا ہے۔ ؎

بے پردہ کل نظر جو پڑی چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے پردہ تمہارا وُہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

اور تیسرا حکم یہ ہے واقمن الصلوٰۃ کہ گھروں میں نماز پڑھتی رہو اور چوتھا حکم یہ ہے واٰتین الزکوٰۃ کہ زکوٰۃ ادا کرتی رہو اور پانچواں حکم یہ ہے واطعن اللہ ورسولہ۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔ ان تینوں احکامات کی توضیح وتشریح کا تو یہ مقام نہیں ہے خواہ مخواہ مضمون لمبا ہوگا یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان تینوں کی علت یہ بیان فرمائی ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا
بے شک اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ تم سے گندگی دور کردیں اور تمہیں بالکل پاک صاف کردیں اور اس پہلے حکم نمبر ۲ میں یہ آچکا ہے کہ جاہلیت اولیٰ کی طرح گھروں سے باہر نہ نکلیں۔

اب **سوال** یہ ہے کہ وہ کون سی گندگی ہے کہ ازواجِ مطہرات کے باہر نکلنے سے ان پر بھی وہ گندگی پڑنے کا اندیشہ تھا جس کے پیشِ نظر

اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے گھروں سے باہر نکلنے سے روک دیا تھا اور گھروں کے اندر رہ کر بھی اس کا اندیشہ تھا جس سے بچنے کے لیے انہیں اقامت صلوٰۃ ایتاء الزکوٰۃ اور اطاعت اللہ اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پابندی کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہاں گندگی سے مراد روحانی گندگی ہے ظاہری گندگی مراد نہیں ہے یعنی جناب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی نقاب اوڑھ کر غضو بصر کرتے ہوئے جب اپنے اپنے گھروں سے بوقت ضرورت نکلتی ہوں گی اور غضو بصر سے ہی چلتی ہوں گی مگر کسی نہ کسی غیر محرم پر نگاہ پڑ جاتی ہوگی اور اسی طرح سامان دنیوی دیکھ کر زیب و زینت اور آرائش کا خیال اور لالچ بھی آہی جاتا ہوگا کیونکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانک کر دیکھتا ہے اور اسے بہکانے کی کوشش کرتا ہے اور شیطان کا یہ بھی اصول ہے کہ وہ ہمیشہ ہدایت کے مرکز پر حملہ کرتا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیویاں تو مرکز ہدایت تھیں اس لیے لازماً شیطان ان کے درپے بھی ہوتا ہوگا اور ان کے مبارک دلوں میں بھی طرح طرح کے خیالات اور وساوس پیدا کرتا ہوگا اور نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیک وقت نو بیویاں تھیں اور سوکن ہونے کی حیثیت سے ان کے مابین تباغض تحاسد بھی ہوتا ہوگا اور یہ روحانی بیماریاں ہیں اور ان ہی روحانی بیماریوں کو اللہ تعالیٰ نے یہاں الرجس سے تعبیر فرمایا ہے اور ان کے ازالے اور ان سے شفا بخشنے کے لیے تین نسخے بتاتے ہیں۔ اقامت صلوٰۃ، ایتاء الزکوٰۃ

اطاعت اللہ، اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اگر وہ ان اصولوں کی پیروی کریں گی تو ان کے دل شیطانی خیالات سے حرص اور لالچ سے باہم تباغض اور تحاسد سے پاک ہو جائیں گے۔

سوال ۔ ان اصولوں کی پیروی سے یہ روحانی بیماریاں کس طرح دور ہو سکتی ہیں۔

جواب ۔ نماز اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے کیونکہ انسان جب نماز کی نیت کرتا ہے تو اس سے پہلے جو چیزیں اس کے لیے حلال طیب ہوتی ہیں وہ اب اس کیلئے حرام ہو جاتی ہیں تاوقتیکہ سلام نہ پھیرے مثلاً کھانا پینا چلنا پھرنا کسی سے بات کرنا بیع و شراء خرید فروخت وغیرہ ذالک یہ سارے کام اس کے لیے پہلے حلال طیب تھے لیکن اب یہ اس کے لیے حرام ہیں اب یہ کھانا نہیں پیتا نہیں چلتا پھرتا نہیں، کسی سے بات نہیں کرتا کاروبار کرنا تو کجا اس کا تصور تک نہیں کرتا بس اس کے دل میں ایک ہی لگن ہے کہ اللہ خوش ہو جائے اسی لیے اپنے دل میں اس کو سمایا ہوا ہے اس کے لیے کبھی کھڑا ہوتا ہے کبھی بیٹھ جاتا ہے اور کبھی رکوع اور سجدہ کرتا ہے کبھی قومہ اور جلسہ میں ہے اور یہ سارے کام از سر خود اور رضاکارانہ کر رہا ہے اس پر کسی کا کوئی دباؤ نہیں اب مقام غور ہے کہ جو انسان اس درجے کا اللہ کا تابعدار اور فرمانبردار ہو گا وہ باقی شعبہ ہائے زندگی میں اس کی نافرمانی کس طرح کرے گا اور جو حلال طیب چیزیں بھی اس کی رضاء کے لیے ترک کرتا ہے وہ ہمہ وقتی حرام کس طرح کھائے گا یقیناً نہیں اور اسی طرح حسد و بغض، لالچ و حرص وغیرہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ مال کی وجہ سے اور جب یہ صدقات زکوٰۃ کے ذریعہ

اس باعث کو ہی ختم کر دے گا تو پھر اس کے دل میں یہ بیماریاں کیسے آئیں گی بہر حال جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے دلوں میں ایسی بیماریاں پیدا ہونے کا احتمال تھا اور بعض اوقات رونما بھی ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ان اصولوں پر عمل کرا کے ان کے دلوں کو پاک کر لیا اور محفوظ کر لیا۔

اور چھٹا حکم ہے واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ ان اللہ کان لطیفاً خبیراً اور پڑھتی پڑھاتی رہو اپنے گھروں میں اللہ کی آیات اور دانائی والی باتیں بیشک اللہ رازدان باخبر ہے۔ اس کا ایک مقصد تو یہ ہو سکتا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کے علاوہ بھی ذکر واذکار تلاوت قرآن پاک کا اہتمام کرو کیونکہ ذکر واذکار کو بھی قلبی صفائی میں بہت بڑا دخل ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور اگر اس کی اصلاح ہو جائے تو سارے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے اور فرمایا کہ وہ دل ہے پس ذکر اللہ سے انسان کا تزکیہ نفس ہو جاتا ہے اور یا واذکرن مایتلی سے مراد تدریس ہے یعنی اپنے گھروں میں قرآن کریم کی تدریس اور تعلیم کا بھی اہتمام کرو اور یہ حکم دینے کی ضرورت اس لیے درپیش آئی کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے صرف مردوں کے لیے تو رسول بنا کر نہیں بھیجا تھا بلکہ آپ عورتوں کے لیے بھی رسول تھے اور قرآن کریم میں بعض مسائل ایسے ہیں جو مردوں اور عورتوں میں مشترک ہیں۔ ایسے مسائل تو آپ بآسانی سب کو سمجھا سکتے تھے آپ کے لیے کوئی دشواری نہیں

تھی اور بعض مسائل ایسے ہیں جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں ایسے مسائل سمجھانے میں آپ کے لیے دشواریاں تھیں اس لیے آپؐ نے متعدد عورتوں سے نکاح کیا انہیں ان مسائل کی تعلیم دی اور پھر ان کے ذریعہ بقیہ عورتوں تک وہ مسائل پہنچائے گئے گویا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر مبارک ایک دینی یونیورسٹی تھی، ایک تعلیم گاہ اور تربیت گاہ تھی جہاں سے صنفِ نازک کو عقائد روحانیات، اخلاقیات اور تزکیۂ نفس کا سبق ملتا تھا چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی اس تعلیم کا ہی نتیجہ تھے۔ کہ انہوں نے اپنا ہر قسم کا آرام و راحت اور تن من قربان کر کے امت تک یہ دین پہنچایا اور اس امت پر جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے اسی طرح ان کی بیویوں کا بھی احسان ہے ؏

بنا کردن خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اور یہ احکامات صرف ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ امت کی تمام خواتین کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ اپنے گھروں میں نماز، زکوٰۃ، اطاعت اللہ اطاعت رسول ذکر اللہ تلاوت قرآن کریم اور اس کی درس و تدریس کا اہتمام کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو جو خصوصی طور پر خطاب فرمایا ہے یہ بطور تاکید ہے کہ وہ اُمت کی مائیں اُستانیاں اور معلمات ہیں انہیں پہلے یہ عمل کرنا چاہیئے۔

مذکورہ دستور کو عملی جامہ پہنانے والوں کے فضائل

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ   بے شک اللہ نے مسلمان

وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ	مردوں اور مسلمان عورتوں
وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ	اور ایمان دار مردوں اور
وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ	ایمان دار عورتوں فرمانبردار
وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ	مردوں اور فرمانبردار عورتوں
وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ	سچے مردوں اور سچی عورتوں
وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ	اور صبر کرنے والے مردوں
وَالْمُتَصَدِّقَاتِ	اور صبر کرنے والی عورتوں
وَالصَّائِمِيْنَ	اور عاجزی کرنے والے
وَالصَّائِمَاتِ	مردوں اور عاجزی کرنے والی
وَالْحَافِظِيْنَ	عورتوں اور خیرات کرنے
فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ	والے مردوں اور خیرات
وَالذَّاكِرِيْنَ	کرنے والی عورتوں روزے دار
كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ	مردوں اور روزے دار عورتوں
أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ	پاک دامن مردوں اور پاک
مَغْفِرَةً وَّأَجْرًا	دامن عورتوں اور اللہ کو
عَظِيْمًا ۝	بہت یاد کرنے والے مردوں
(سورہ احزاب آیت ۳۵)	اور بہت یاد کرنے والی عورتوں
	کے لیے بخشش اور بڑا اجر تیار کیا ہے

تشریح

ان آیت کریمہ میں جس اجر عظیم کا ذکر ہے اس سے مراد دنیاوی

اور اخروی دونوں اجر ہو سکتے ہیں۔

آداب دعوت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا	اے ایمان والو نبی کے گھروں
تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ	میں داخل نہ ہو مگر اس وقت
اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ	کہ تمہیں کھانے کی اجازت دی
اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ	جائے نہ اس کی تیاری کا انتظار
نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ	کرتے رہو لیکن جب تمہیں بلایا
اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا	جائے تب داخل ہو پس جب
فَاِذَا طَعِمْتُمْ	تم کھانا کھا چکو تو اُٹھ کر چلے
فَانْتَشِرُوْا وَلَا	جاؤ اور باتوں کے لیے جم کر
مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ	نہ بیٹھو کیونکہ اس سے نبی کو
اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي	تکلیف پہنچتی ہے اور وہ تم
النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ	سے شرم کرتا ہے اور اللہ
وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ	حق بات کہنے سے شرم نہیں کرتا۔
الْحَقِّ ط (سورۃ احزاب آیت : ۵۳)	

تشریح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کبھی کبھی عمومی قسم کا کھانا پکتا تھا اور بعض حضرات ایسے تھے کہ کھانا تیار ہونے سے پہلے ہی وہاں جا کر بیٹھ جاتے تھے اور چونکہ آپ کے گھر میں پردہ ہوتا تھا اور

ان لوگوں کی وجہ سے ازواج مطہرات کی آزادی میں فرق پڑتا تھا۔ کھانا تیار کرنے میں رکاوٹ ہوتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرم کی وجہ سے انہیں کچھ نہیں فرماتے تھے کہ یہ لوگ مہمان ہیں تو پھر اللہ پاک نے یہ آیات اتاریں ان میں اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو تین آداب سکھائے ہیں۔ پہلا ادب یہ ہے کہ دعوت کے سوا کسی کھانے میں شریک ہی نہیں ہونا چاہیئے چنانچہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من دخل علی غیر دعوۃ دخل سارقا وخرج مغیرا جو شخص کسی کی دعوت میں بن بلائے چلا گیا تو وہ داخل ہوا چور اور نکلا لوٹ مار کرتے ہوئے اور دوسرا ادب یہ سکھایا ہے کہ کھانا تیار ہونے سے پہلے نہیں جانا چاہیئے اور تیسرا ادب یہ سکھایا ہے کہ کھانا کھا کر چلا جانا چاہیئے تا دیر بیٹھنا نہیں چاہیئے کیونکہ اس سے اہل خانہ کی آزادی میں فرق پڑے گا۔

یہ آیت کریمہ بظاہر اگرچہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع میں اتری ہے اور اس میں آپ کے صحابہ کو آپ کے تین آداب سکھائے ہیں مگر مفسرین حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ حکم صرف آپ کے ساتھ یا آپ کے صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام امت کے لیے ہے۔

لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ	اندھے پر اور لنگڑے پر اور بیمار
وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ	پر اور خود تم پر اس بات میں کوئی
وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ	حرج نہیں کہ تم اپنے گھروں سے
حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓی	کھانا کھاؤ یا اپنے باپ کے گھروں
اَنْفُسِکُمْ اَنْ تَاْکُلُوْا مِنْۢ	سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے

بُيُوتِكُمْ اَوْ بُيُوتِ اٰبَآءِكُمْ	یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے
اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ	یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا
اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ	چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی
اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ	پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے
اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ	ماموں کے گھروں سے یا اپنی
اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ	خالاؤں کے گھروں سے یا ان کے
اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ	گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے
خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ	اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں
مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ	کے گھروں سے۔ تم پر کوئی گناہ
لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ	نہیں کہ مل کر کھاؤ یا الگ الگ
اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا	کھاؤ پھر جب گھروں میں داخل
اَوْ اَشْتَاتًا ۭ فَاِذَا دَخَلْتُمْ	ہونا چاہو تو اپنے لوگوں پر سلام
بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓي	کیا کرو جو اللہ کی طرف سے مبارک
اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ	اور عمدہ دعا ہے اسی طرح اللہ
عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً	تعالیٰ تمہارے لیے احکام بیان
طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ	فرماتے ہیں تاکہ تم سمجھو۔
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝	

(سورہ نور آیت ۶۱)

تفسیر

اس آیت کریمہ میں مزید تین آداب سکھائے گئے ہیں پہلا یہ ہے کہ مندرجہ

ذیل اقارب کے گھروں میں انسان بلا تکلف کھا پی سکتا ہے۔ باپ، ماں، بھائی بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ، دوست گھر کا مختار اور دوسرا ادب یہ ہے کہ دو چند آدمی مل کر کھائیں تو بھی کوئی حرج نہیں اور اگر الگ کھائیں تو بھی حرج نہیں اور مل کر کھانے کی صورت میں اندھے لنگڑے اور مریض بھی اگر ساتھ شامل ہو جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک سے پہلے تو ایسا امتیاز نہیں برتا جاتا تھا بلکہ لوگ خوشی محسوس کرتے تھے کہ ہمارے گھر سے کسی عزیز نے کھانا کھا لیا ہے مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور آیا اور یہ آیت اتری لَا تَاْكُلُوْا اموالکم بینکم بالباطل کہ ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے مت کھاؤ تو صحابہؓ مندرجہ بالا گھروں سے اور باہم مل کر کھانا کھانے کو حرج سمجھنے لگ گئے تھے کہ شاید ان صورتوں میں کھانا کھانے سے کسی کی حق تلفی نہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر اس کی اجازت دی اور فرمایا کہ ان صورتوں میں کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں اور تیسرا ادب یہ ہے کہ جب کسی کے گھر میں داخل ہو تو انہیں سلام دو۔ آداب دعوت کے سلسلہ میں یہ آیات مجمل ہیں ان کی تفصیل مزید مندرجہ ذیل احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آرہی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَرَاْتُ	حضرت سلمان نے فرمایا کہ میں نے
فِي التَّوْرَاةِ اَنَّ بَرَكَةَ	تورات میں پڑھا کہ کھانے میں برکت
الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَهُ	اس کے بعد ہاتھ دھونے سے ہے
فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ	تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	سامنے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانے کی برکت اس سے پہلے ہاتھ دھونے میں ہے اور اس کے بعد ہاتھ دھونے میں ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ (متفق علیہ)

عمر ابن ابی سلمہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنا بچپن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں گزارا۔ کھانا کھاتے وقت میرا ہاتھ رکابی میں گھومتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فرماتے تھے بسم اللہ پڑھو دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَاْكُلَنَّ اَحَدُكُمْ بِشِمَالِهٖ وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَاْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَيَشْرَبُ بِهَا (رواہ مسلم)

ابن عمر سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیئے بے شک شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّفْحَۃِ وَقَالَ اِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیَّتِہِ الْبَرَکَۃُ (رواہ مسلم)	اور جابر سے نقل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں اور رکابی چاٹنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ کس میں برکت ہے۔
وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَنَسِیَ اَنْ یَذْکُرَ اللّٰہَ عَلٰی طَعَامِہٖ فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ (رواہ الترمذی)	حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے پھر اللہ کا نام ذکر کرنا بھول جائے اپنے کھانے پر پھر اسے کہنا چاہیے بسم اللہ اولہ وآخرہ۔
وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الطَّاعِمُ الشَّاکِرُ کَالصَّائِمِ الصَّابِرِ (رواہ الترمذی)	اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھا کر شکر کرنے والا مثل صبر کرنے والے روزے دار کے ہے۔
وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقْطَعُوا	اور عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گوشت کھاتے وقت چھری

اَلدَّحُوْ بَا السِّكِّيْنِ	سے مت کاٹو یہ عجمیوں کا فعل ہے
فَاِنَّهٗ مِنْ صُنْعِ	اسے نوچ کر کھاؤ وہ آسان اور
الْاَعَاجِمِ وَانْهَسُوْهُ	خوشگوار ہے۔
فَاِنَّهٗ اَهْنَأُ وَاَمْرَأُ	(رواہ ابوداود)
وَعَنْ نُبَيْشَةَ عَنْ	حضرت نبیشہ نے رسول اللہ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل کیا آپ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	نے فرمایا جو پیالہ میں کھائے پھر
مَنْ اَكَلَ فِيْ قَصْعَةٍ	اس کو چاٹے تو وہ پیالہ اس
فَلَحِسَهَا اِسْتَغْفَرَتْ	کے لیے معافی مانگتا ہے۔
لَهُ الْقَصْعَةُ (رواہ احمد)	
وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيْ	ابی سعید خدری سے روایت
قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ
اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهٖ	ہوتے تھے تو فرماتے تھے تمام
قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ	تعریفیں ہیں اس اللہ کے لیے
اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا	جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور
وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔	مسلمانوں سے بنایا۔

(یہ نو احادیث مشکوٰۃ کتاب الاطعمہ ص ۳۶۲ سے منقول ہیں)

خلاصہ تفسیر

ان آیات اور احادیث میں جو آداب دعوت اور آداب طعام بتائے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے ۔ بن بلائے[1] کسی کی دعوت میں نہیں جانا چاہیئے جہاں[2] اس کو دعوت ہو وہاں کھانا تیار ہونے سے پہلے نہ جانا چاہیئے ۔ کھانا کھا کر زیادہ دیر[3] نہ بیٹھے ۔ اپنے خویش واقارب[4] اور دوستوں سے گھروں سے کھانا کھا لینا چاہیئے ۔ مل کر کھائیں یا الگ الگ معذوروں[5] کو بھی ساتھ ملائیں تو بھی حرج نہیں ۔ اہلِ خانہ کو سلام[6] دینا ۔ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد[7] میں ہاتھ دھونا ۔ بسم اللہ پڑھنا ، بھول[8] جائے تو درمیان میں پڑھنا ۔ دائیں ہاتھ اور اپنے سامنے[9] سے کھانا ۔ پلیٹ[10] اور[11] انگلیاں چاٹنا ۔ دانتوں سے نوچ[12] کر گوشت کھانا ۔ کھانے کے بعد دعا[13] کرنا ۔

پردے دار گھروں سے چیز مانگنا ہو تو پردے کے باہر سے مانگنا چاہیئے

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ	اور جب نبی کی بیویوں سے
مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ	کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر
مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط	سے مانگو اس میں تمہارے
ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ	اور اُن کے دِلوں کے لیے
لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ط	پاکیزگی ہے اور تمہارے لیے
وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ	یہ جائز نہیں ہے کہ تم رسول اللہ

تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ	صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاؤ
وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ	اور نہ یہ ہے کہ تم آپکی بیویوں
مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ	سے آپ کے بعد کبھی بھی نکاح
ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ	کرو بے شک یہ اللہ کے
اللّٰهِ عَظِيْمًا ؀	نزدیک بڑا گناہ ہے۔

(سورہ احزاب آیت : ۵۳)

تشریح

اس آیت میں تین آداب سکھائے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے کوئی چیز مانگنا ہو تو پردے کے باہر سے مانگو اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ اس سے تمہارے دل بھی پاک رہیں گے اور ان بیویوں کے دل بھی پاک رہیں گے اور پاکی سے مراد وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے اور دوسرا ادب یہ سکھایا ہے کہ تم کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مبارک آزردہ ہو اور تیسرا ادب یہ سکھایا ہے کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی بیویوں سے نکاح نہ کرو اور یہ حکم جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے بارے میں ہے باقی امت کے لیے بھی یہی ہے کہ جب کسی کے گھر سے کوئی چیز مانگے تو پردے کے باہر سے مانگنا چاہیئے پردہ اٹھا کر نہیں مانگنا چاہیئے کیونکہ اس سے اہل خانہ کی بے پردگی ہوگی۔

بہر حال قرآن وسنت کی روشنی میں یہاں تک جو قواعد وضوابط بیان ہوئے ہیں۔ اگر مرد وزن ان کو عملی جامہ پہنالیں تو یقیناً ان کے گھر کا ماحول

ستھرا اور صاف ہوگا۔ اخوت اور محبت سے ان کی زندگی بسر ہوگی۔ پورے معاشرے میں وہ عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے اور معاشرے کے باقی افراد کے لیے اور اپنی اولاد کے لیے بھی وہ ایک مثالی نمونہ بنیں گے اور اگر وہ ان اصولوں کو نہیں اپنائیں گے تو پھر انکی زندگی کی یہ گاڑی یقیناً تباہی کا شکار ہو جائے گی اور باقی معاشرے کے لیے بھی تباہی کا باعث بنیں گے جیسا کہ شب و روز مشاہدہ بھی ہو رہا ہے چنانچہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے لوگ ان اصولوں سے بے خبر تھے تو دنیا میں امن مفقود تھا یہاں تک کہ معصوم بچوں کو قتل اور بچیوں کو زندہ ہی درگور کر دیتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ زریں اصول ان کے سامنے پیش کیے اور جنہوں نے ان پر عمل کیا وہ نہ صرف عرب کے لیے بلکہ وہ امنِ عالم کے لیے نمونہ بنے وہ نہ صرف اپنے بچوں کی تربیت اور نگہداشت کرتے تھے بلکہ وہ دوسروں کے بچوں کی بھی اپنے بچوں کی طرح تربیت کرتے تھے اور وہ لوگ صنفِ نازک (مستورات) کے نہ صرف حقوق ادا کرتے تھے بلکہ ان کی حق تلفی کرنے والوں کے خلاف جہاد بھی کرتے تھے اور آج دنیا میں جو امن مفقود ہے اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ انسانی ترقی کے بنیادی عنصر صنفِ نازک (مستورات) کی حق تلفی ہو رہی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان سے پیدا ہونے والی اولاد کی تربیت صحیح نہیں ہے اور ناچیز نے اسی لیے یہ کتاب ترتیب دی ہے شاید کہ کوئی اسے پڑھ کر عمل کرے اور کامیابی سے ہم کنار ہو جائے اور آنے والی نسل کے لیے ہدایت کا روشن منارہ اور درخشندہ باب بنے۔

بقیہ اسباب زنا سے بھی بچنا ضروری ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلٰى ابْنِ اٰدَمَ حَظَّهٗ مِنَ الزِّنَا اَدْرَكَ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ وَالنَّفْسُ تَمَنّٰى وَتَشْتَهِىْ وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ وَيُكَذِّبُهٗ (متفق علیہ) وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ كُتِبَ عَلٰى ابْنِ اٰدَمَ نَصِيْبُهٗ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ اَلْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم پر اس کا حصہ زنا میں سے لکھ دیا گیا ہے وہ لامحالہ اسے پائے گا۔ پس زنا آنکھ کا دیکھنا ہے اور زنا زبان کا بولنا ہے اور نفس اس کی تمنا کرتا ہے اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے اور تکذیب کرتی ہے اور امام مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ابن آدم پر اس کا حصہ زنا میں سے لکھ دیا گیا ہے وہ اسے لامحالہ پائے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ کانوں کا زنا سننا ہے۔ زبان کا زنا بولنا

اَلْاِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ	ہے ۔ ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے
زِنَاهُ الْكَلَامُ وَالْيَدُ	اور پاؤں کا زنا چلنا ہے اور
زِنَاهَا الْبَطْشُ	دل خواہش کرتا ہے تمنی کرتا
وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطٰى	ہے اور شرمگاہ اس کی
وَالْقَلْبُ يَهْوِيْ وَ	تصدیق کرتی یا تکذیب کرتی
يَتَمَنّٰى وَيُصَدِّقُ	ہے ۔ (یہ دونوں حدیثیں مشکوۃ باب
ذَالِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهٗ	ایمان بالقدر ص۲۰ سے منقول ہیں)

تشریح

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں جس طرح زنا کرنے کی طاقت رکھی ہے نہ کرنے کی بھی طاقت رکھی ہے اور یہ ہاتھ پاؤں اور آنکھیں وغیرہ جو ہیں یہ اس کے اسباب ہیں اور دونوں کے نتائج بھی بیان فرما دیئے ہیں اور اب جو شخص یہ اسباب استعمال کریگا تو لامحالہ یہ فعل متصور ہوگا اور پھر اس کا خمیازہ بھگتے گا لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ ان اسباب پر کنٹرول کرے تاکہ زنا جیسے فعل قبیح سے بچ جائے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝
رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا
وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ط اِنَّكَ
اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا
الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا
تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَصَفِيِّهٖ
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَذُرِّيَاتِهٖ
اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

تمّت

ابو الضیاء عاصی حمید الرحمان عباسی غفرلہٗ
مدرس مدرسہ قاسم العلوم ،
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۹ / جمادی الاوّل سنہ ۱۴۰۹ھ
۹ / جنوری سنہ ۱۹۸۹ء

والدہ

والدہ شفقت کی دیوی، والدہ اُلفت کی جاں
بہرِ طفلاں جنّتِ فردوس زیرِ آسماں
ہستیٔ انسان کی شام و سحر وُہ پاسباں
جذبۂ ایثار و قربانی کی رنگیں داستاں

بے زباں بچّے کے حق میں آیۂ رحمت ہے یہ
پُوچھیئے معصُوم سے اِک بے بدل نعمت ہے یہ
والدہ از آفرینش تا قیامت باوفا
کشتیٔ معصُوم کی سمجھو اِسے تم ناخُدا

اِس کی شفقت کے پیاسے اولیاء و اتقیا
محسنۂ انبیاء، مخدومۂ اہلِ صفا
سُورۂ یوسفؑ اگر اک نالۂ یعقوبؑ ہے
چاہِ زمزم۔ والدہ کے عشق سے منسوب ہے

کون چھاتی سے لگاتا تھا مجھے شام و سحر؟
کس کی آنکھوں پہر رہتی تھی فقط مجھ پر نظر؟

زندگی میری ہے یہ کس کی دعاؤں کا اثر؟
کون کہتی تھی مجھے لختِ جگر نورِ بصر؟
والدہ! تیری عنایت کا یہ دِل ممنون ہے
بلکہ میرے جسم کا ہر رونگٹا مرہون ہے

عشق کی دُنیا تیرے اخلاص سے آباد ہے
تیرا دل حرص و ہوا سے کُلیتہً آزاد ہے
کیا ترا ننھا ہی تیری گود میں دل شاد ہے؟
تیری شفقت تو بڑھاپے میں بھی مجھ کو یاد ہے

جنّت فردوس تھا، پہلو ترا میرے لیے
مَیں بھی تھا، خواہ کچھ بھی ہوں زینتِ تیرے لیے
پُوچھیے آکر یتیموں سے کہ کیا دولت تھی تُو
اپنے بچّوں کے لیے تُو سراپا رحمت تھی تُو

گرچہ کُٹیا میں تھی۔ پر اُن کے لیے جنّت تھی تُو
فاقہ مستی میں بھی اُن کے واسطے نعمت تھی تُو
بن ترے اُن کا جہاں برباد ہے برباد ہے
ترا یکسالہ بھی فرقت میں تیری ناشاد ہے

والدہ ننّھے کے حق میں رحمتِ پروردگار — دیکھ کر بیمار اُس کو ہو رہی ہے سوگوار
کوئی بُلبل ہے جو لیتی ہے بلائیں بار بار — کوئی دیوانی ہے، رہتی ہے جو بے دم بےقرار
اُس کے سر کے درد کی خاطر اپنے سر کو جُدا کر دے ابھی
اِس کے بس میں ہو، تو جاں تک بھی فدا کر دے ابھی

خلاصۃ القرآن (مترجم)

یہ کتاب مؤلف ناچیز کی دوسری تالیف ہے اس میں قرآن حکیم کے سارے مضامین کی منتشر آیات کو یکجا کر دیا گیا ہے اور شروع میں ایک عنوان قائم کر کے اس پر بطور استشہاد اس کی متعلقہ تمام آیات دے دی گئی ہیں اور عنوانات قائم کرنے میں دورِ حاضر کے مسائل کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور آخر میں ہر باب کا خلاصہ بھی دے دیا گیا ہے۔ ——— یہ کتاب دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث مکاتیب فکر کے چیدہ اور جید علماء کی مصدقہ ہے مگر ان کی تصدیقات ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں آئیں گی۔ یہ کتاب خطباء حضرات کے لیے نہایت ہی مفید ہے۔

خلاصۃ الاحادیث مترجم

یہ کتاب مؤلف ناچیز کی تیسری تالیف ہے اس کتاب میں مشکوٰۃ المصابیح کے کتاب الایمان سے لے کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تک تقریباً ہر باب کی تین چار غیر مکرر احادیث دی گئی ہیں خصوصاً حقوق زوجین اطاعت والدین اور متعلقہ نکاح کی احادیث زیادہ ذکر کی گئی ہیں۔ اور عنوانات مشکوٰۃ المصابیح والے ہی ہیں۔ ہر حدیث کا ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے اور بعض جگہ مختصر تشریح بھی کر دی ہے۔ یہ کتاب کالجیئٹ طبقہ کے لیے بہت مفید ہے۔ کیونکہ اس میں تقریباً وہی احادیث دی گئی ہیں جو حکومت کے نصاب تعلیم میں شامل ہیں۔

ملنے کا پتہ

انجمن خدام الدین، شیرانوالہ دروازہ، لاہور

سے برافروختہ ہوکر انتہائی قدم نہ اٹھائے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اٰلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِسَآئِهٖ وَكَانَتْ انْفَكَّتْ رِجْلُهٗ فَاَقَامَ فِيْ مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اٰلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ (رواه البخاری)	اور حضرت انسؓ سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھائی تھی اور ان کے پاؤں میں موچ بھی آئی تھی تو بالاخانہ میں انتیس ۲۹ راتیں ٹھہرے پھر اترے تو صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ آپ نے تو ایک مہینہ کی قسم اٹھائی تھی تو آپؐ نے فرمایا بے شک مہینہ انتیس ۲۹ کا ہے۔
وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِهٖ	اور جابر سے نقل ہے انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہتے تھے تو آپ کے دروازے کے پاس بیٹھا ہوا لوگوں کا ہجوم دیکھا